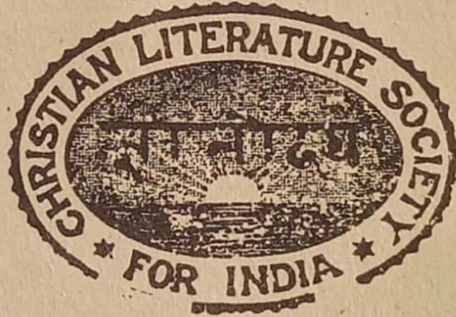
COMMENTARY ON St. MARK.

تفسیرِ مرقس

مصنفہ

پادری جے۔ علی بخش صاحب

جس کو



کرسچن لٹریچر سوسائٹی فار انڈیا

نے بہ معرفت

پنجاب ریلیجس بک سوسائٹی۔ انارکلی۔ لاہور

شائع کیا۔

بار اول (۱۰۰۰) ۱۹۲۸ء قیمت ایک روپیہ

One Rupee.

تفسیرِ مرقس

مصنفہ

پادری جے علی بخش صاحب

دیباچہ

مرقس ۔ یہ امر مسلمہ ہے کہ اس دوسری انجیل کا مصنف مقدس مرقس تھا۔ اس کا یہودی نام یوحنا (بمعنی فضلِ خدا) تھا (اعمال ۱۲-۱۳ و ۲۵ + ۱۵-۳۷) بعض مقامات میں محض یوحنا نام آیا ہے اور بعض جگہوں میں صرف مرقس (اعمال ۱۳-۵ و ۱۳ + ۱۵-۳۹) اعمال ۱۵-۳۹ کے بعد وہ برابر مرقس ہی کہلاتا ہے (کلیسیوں ۴-۱۰ + فلیمون ۲۴ + ۲ تیمتھیس ۴-۱۱)۔ اس کی والدہ مریم صاحبِ حیثیت معلوم ہوتی ہے وہ یروشلم میں بُود و باش رکھتی تھی (اعمال ۱۲-۱۲)۔ اس کے والد کے بارے میں ہمیں کچھ معلوم نہیں۔ صرف اتنا جانتے ہیں کہ برنباس قبرسی کا خالہ زاد یا چچازاد بھائی تھا۔ مریم والدہ مرقس پطرس کو اچھی طرح جانتی تھی اور قید سے رہائی پانے کے بعد پطرس اُسی کے گھر گیا۔ اسی وجہ سے پطرس اور مرقس گہرے دوست ہو گئے اور شاید مرقس پطرس کے وسیلے ہی ایمان لایا جس کی وجہ سے پطرس اُس کو اپنا بیٹا کہتا تھا (۱ پطرس ۵-۱۳)۔

مرقس کا ذکر پہلے پہل اُس موقعہ پر آیا جب وہ پولس اور برنبا کے ہمراہ یروشلم سے انطاکیہ کو گیا (اعمال ۱۲-۲۵) یہ ۴۵ء کے قریب ہوا۔ پھر ۴۸ء میں اُن کے ہمراہ پہلے مشنری سفر پر گیا (اعمال ۱۳-۵) لیکن پرگہ واقع پمفولیا سے اُن سے علیحدہ ہو کر یروشلم کو چلا گیا۔ اس سے تین سال بعد (۵۱ء) جب پولس اور برنبا دوسرے مشنری سفر پر جانے لگے تو برنبا نے مرقس کو پھر ساتھ لیجانا چاہا۔

لیکن پولس نے صاف انکار کر دیا (اعمال ۱۵-۳۸) اس پہ ان دونو رسولوں نے الگ الگ سفر کیا مرقس برنباس کے ہمراہ گیا (اعمال ۱۵-۳۹ و ۴۱) پولس کی پہلی اسیری کے وقت روم میں مرقس اُسی کے پاس تھا (کلسیوں ۴-۱۰ و ۱۱) پھر ۱ پطرس ۵-۱۳ سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ بابل میں پطرس کے ہمراہ تھا۔ وہاں سے غالباً آسیا کو گیا کیونکہ جب پولس رسول دوسری دفعہ قید ہوا ۶۸ء تو اس نے تمیتھس کو لکھکر تاکید کی کہ وہ مرقس کو اپنے ساتھ لے کر روم کو اُس کے پاس جائے۔ اور اُس کی یہ وجہ بیان کی "کیونکہ خدمت کے لئے وہ میرے کام کا ہے" (۲ تمیتھس ۴-۱۱) اس کے بعد نئے عہد نامے میں مرقس کا کچھ ذکر نہیں آتا غالباً وہ روم کو گیا ہوگا۔ تواریخ کلیسیا سے پتہ لگتا ہے کہ پولس اور پطرس کے شہید ہونے کے بعد مرقس مصر کو گیا اور سکندریہ کی کلیسیا قائم کی اور جام شہادت نوش کیا۔

سنہ تصنیف۔ ٹھیک طور سے سن تصنیف بتانا تو دشوار ہے۔ البتہ اتنا کہہ سکتے ہیں کہ پولس اور پطرس رسولوں کے شہید ہونے سے پہلے اور یروشلم کی بربادی کے بعد نہ لکھی گئی ہوگی۔ ان دو تاریخوں کے مابین کسی سال میں لکھی گئی ہوگی۔ اگر یروشلم کی بربادی کے بعد لکھی جاتی تو ضرور ایسے اہم واقعہ کا کچھ ذکر اس میں ہوتا۔ اس لئے یہ کہنا درست ہوگا کہ ۶۳ء و ۷۰ء کے مابین یہ انجیل لکھی گئی۔ البتہ کلیمنٹ اسکندری نے یہ ذکر کیا کہ پطرس رسول کی عین حیات میں مرقس نے یہ انجیل لکھی۔

کہاں لکھی گئی؟ عموماً قدیم روایت یہ ہے کہ روم میں یہ انجیل لکھی گئی۔ البتہ کرسسٹم کی رائے تھی کہ یہ کتاب بمقام سکندریہ تیار ہوئی لیکن کسی نے اس رائے کی تائید نہیں کی۔

کن کے لئے لکھی گئی ۔ عام روایت یہ ہے کہ غیر قوموں کے لئے خاصکر روم کے غیر قوموں کے لئے لکھی گئی۔ کتاب کے مطالعہ سے اس روایت کی تائید ہوتی ہے مثلاً:۔

(۱) یہودی شریعت کا کچھ ذکر نہیں آتا اور شروع آیات کے سوا (ملاکی ۳-۱ + یسعیاہ ۴۰-۳) باقی انجیل میں عہدِ عتیق سے کوئی حوالہ بھی نہیں دیا گیا۔

(۲) غیر قوم ناظرین کی خاطر بعض لفظوں کی تشریح کردی گئی ہے۔ مثلاً بوانرگیس (۳-۱۷)۔ تلیتھا قومی (۵-۴۱) قربان ۷-۱۱) برتمائی (۱۰-۴۶)۔ ابّا (۱۴-۳۶)۔ الوہی الوہی لما سبقتنی (۱۵-۳۴)۔

(۳) ہمارے خداوند کا نسب نامہ بالکل چھوڑ دیا گیا۔

(۴) اُن یہودی رسم و رواج کی تشریح کی گئی جن سے صرف یہودی ہی مانوس تھے۔ (دیکھو ۷-۳+۳-۱۳۔ ۳+۱۴-۱۲+۱۵-۴۲)۔

(۵) اس انجیل میں بعض لاطینی اصطلاحیں استعمال ہوئیں جن کا ذکر دیگر اناجیل میں نہیں آیا (دیکھو ۶-۲۷ + ۷-۴ + ۱۲-۴۲ + ۱۵-۱۵ و ۳۹ و ۴۴ و ۴۵)۔ لیکن اُردو ترجمے سے یہ پتہ نہیں لگتا۔

کس زبان میں لکھی گئی ۔ عموماً سب لوگوں نے یہ تسلیم کرلیا کہ یہ انجیل یونانی ہی میں لکھی گئی تھی البتّہ یہ روایت بھی ہے کہ مرقس نے لاطینی میں یہ انجیل لکھی تھی اور اس اصلی نسخہ کا ایک جزو وینس شہر کے کتب خانہ میں بتایا جاتا ہے لیکن اکثر مسیحی عُلما نے اس کا کچھ ذکر نہیں کیا۔ قدیم سے یہ روایت بھی چلی آئی ہے کہ مرقس نے یہ انجیل پطرس کے حکم و ہدایت سے تحریر کی تھی۔ پیپیاس بزرگ نے یوحنا پربسبٹر کی شہادت کو اس امر کی تائید میں نقل کیا۔ چنانچہ وہاں لکھا ہے کہ " چونکہ مرقس پطرس کا ترجمان تھا جو کچھ اُس کو یاد آیا وہ صحیح صحیح اُس نے قلمبند کیا۔ لیکن مسیح کے قول و افعال کو اُس نے ترتیب وار قلمبند نہ کیا۔ کیونکہ نہ وہ مسیح کے رفیقوں میں سے تھا نہ اُس کے سامعین میں سے۔

وہ پطرس کا رفیق تھا۔ اور پطرس اپنے سامعین کی ضرورت کے مطابق انجیل کا بیان کرتا تھا اور ترتیب وار مسیح کی تقریروں کا رسالہ نہیں لکھا۔ اسی وجہ سے جسٹن شہید نے اس انجیل سے جو اقتباس کئے وہ پطرس کے "تذکرات" اس کو کہتا ہے۔ (سنہ ۱۵۰ء سے سنہ ۱۶۰ء تک)۔ اسی طرح سے آئرینیئس نے ۱۷۷ء سے ۲۰۲ء تک یہ بیان کیا کہ (پطرس اور پولس) کی وفات کے بعد مرقس نے جو پطرس کا شاگرد اور ترجمان تھا اُن باتوں کو قلمبند کیا جن کی منادی پطرس کیا کرتا تھا۔ اور اوریگن (سنہ ۱۸۵ء سے سنہ ۲۵۴ء) نے یہ صاف بیان کیا ہے کہ مرقس نے پطرس کی ہدایت کے مطابق یہ انجیل لکھی۔ تواتر کے ساتھ یہ شہادت چلی آئی ہے۔

یہی وجہ ہوگی کہ مرقس کی انجیل کے بعض مقامات میں پطرس کا خاص ذکر ہوا ہے حالانکہ دوسرے انجیل نویسوں نے اُن واقعات کا ذکر کرتے وقت پطرس کو نظر انداز کیا۔ دیکھو مرقس ۱-۳۶ + ۱۱-۲۱ + ۱۳-۳ + ۱۶-۷)۔ اور شاید اسی وجہ سے جہاں پطرس کی تعریف و عزت کا ذکر تھا وہ فروتنی کے خیال سے چھوڑ دیا گیا (مقابلہ کرو مرقس ۷-۱۷ کا متی ۱۵-۱۵ سے + مرقس ۶-۵۰ و ۵۱ کا متی ۱۴-۲۸ سے ۳۱ + مرقس ۹-۳۳ کا متی ۱۷-۲۴ سے ۲۷ + مرقس ۸-۲۹ و ۳۰ کا متی ۱۶-۱۷ سے ۱۹ مرقس ۱۴-۱۳ کا لوقا ۲۲-۸ + نیز دیکھو لوقا ۲۲-۳۱ و ۳۲)۔

مرقس کی انجیل کی خصوصیت تقریباً ۳۰ آیات ایسی ہیں جو اسی انجیل میں آئی ہیں ان آیات میں (۱) اُس بیج کی تمثیل ہے جو چُپکے چُپکے بڑھتا گیا (۴-۲۶-۲۹) (۲) بیت صیدا کے اندھے کو بینائی بخشنا (۸-۲۲) (۳) اور اُس نوجوان کا احوال جو چادر چھوڑ کر بھاگ گیا تھا (۱۴-۵۱)۔

اس عام بیان کے علاوہ یہ امور بھی قابلِ لحاظ ہیں (۱) اس انجیل میں ہمارے خداوند کا کوئی نسبنامہ پایا نہیں جاتا۔ اِس سے کتاب کے مقصد کا پتہ لگتا ہے۔

نہ تو متی رسول کی طرح اُس کا یہ مقصد تھا کہ ہمارے خداوند کو ابنِ داؤد اور ابراہیم ثابت کرے۔ نہ لوقا کی طرح وہ یہ بتاتا ہے کہ وہ ابنِ آدم ابنِ خدا ہو کر عالمگیر نجات دہندہ تھا (لوقا ۳-۳۸)۔ بلکہ اُس کا منشا یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ یسوعؑ کو معجزے کرنے والا ابنِ خدا ظاہر کرے جو آدمیوں کے درمیان رہ کر کام کرتا ہے اور اُس کی زندہ قوت کی بھرپوری کو دکھائے۔ پطرس رسول نے کرنیلیوس کے سامنے جو انجیل سُنائی وہ گویا خاکہ تھا جسے مرقس نے بھر دیا۔ دیکھو اعمال ۱۰-۳۶ سے ۴۲) یوحنا کے بپتسمے سے شروع کر کے جب اُس نے یہ کہا کہ مجھ سے ایک زورآور آرہا ہے (اعمال ۱۰ سے ۳۷ + مرقس ۱-۷) کہ بپتسمہ کے وقت خدا نے یسوعؑ ناصری کو روح القدس اور قوت سے مسح کیا (اعمال ۱۰-۳۸) اور وہ آزمائش کے بعد "نیکی کرتا پھرا اور۔ اُس نے اپنے تئیں انسان اور فطرت کا خداوند ثابت کیا" اور "اُن سب کو جو ابلیس کے ہاتھ سے ظلم اُٹھاتے تھے شفا دیتا پھرا کیونکہ خدا اُس کے ساتھ تھا" (اعمال ۱۰-۳۸)۔

(۲) اس انجیل نویس نے کئی موقعوں پر ہمارے خداوند کے حرکات و سکنات کو اور بعض اوقات عین اُس کے مُنہ کے الفاظ کو بھی قلمبند کیا ہے (دیکھو ۳-۵ و ۳۴ + ۵-۳۲ + ۱۰-۲۳ + ۱۱-۱۱) + (۹-۳۶ + ۱۰-۱۶ + ۸-۳۳ + ۱۰-۳۲ + ۹-۳۵)۔ خاص آرامی الفاظ کے لئے دیکھو ۳-۱۷ بوانرگیس ۔ ۵-۴۱ تلیتھا قومی ۷-۱۱ قربان ۷-۳۴ افتاح + ۱۴-۳۶ ابا

(۳) بعض اوقات مرقس نے اشخاص ۔ تعداد ۔ زمان اور مکان کا ذکر کیا جسے دیگر انجیل نویسوں نے نظر انداز کر دیا تھا مثلاً ۱-۲۹ و ۳۶ + ۳-۶ و ۲۲-۱۱-۱۱ و ۲۱ + ۱۲-۳ + ۱۴-۵ و ۶۵ + ۱۵-۲۱ + ۱۶-۷ وغیرہ میں خاص طور سے اشخاص کا ذکر آیا ہے۔ ۵-۴۳ + ۶-۷ و ۴۰ + ۱۴-۳۰ میں تعداد کا ۔ ۱-۳۵ + ۲-۱ + ۴-۳۵ + ۶-۲ +

۱۱-۱۱ و ۱۹+۱۵-۲۵+۱۶-۲ میں اوقات کا+۲-۱۳+۳-۷+۴-۱۰+۵-۲۰+۷-۱۳+۱۲-۱۴+۱۳-۳+۱۴-۶۸+۱۵-۳۹+۱۶-۵ میں مکان وجگہ کا۔

(۴) لفظ فی الفور یا فوراً تقریباً ۴۲ دفعہ اس انجیل میں آیا۔ فعل حال کو واقعات کے بیان کرنے میں اکثر اُس نے استعمال کیا۔ لیکن اِس اُردو ترجمے میں اس کا چنداں لحاظ نہیں کیا گیا۔

تقسیم مضامین

مرقس کی انجیل

کی تفسیر

پہلا باب

۱:۱-۸-(۱) خدا کے بیٹے یسوع مسیح کی خوشخبری کا شروع۔ (۲) جیسا یشعیاہ نبی کے صحیفے میں لکھا ہے کہ دیکھ میں اپنا پیغمبر تیرے آگے بھیجتا ہوں جو تیری راہ تیار کریگا۔ (۳) بیابان میں پکارنے والے کی آواز آتی ہے کہ خداوند کی راہ تیار کرو۔ اس کے راستے سیدھے بناؤ۔ (۴) یوحنا آیا اور بیابان میں بپتسمہ دیتا اور گناہوں کی معافی کے لئے توبہ کے بپتسمہ کی منادی کرتا تھا (۵) اور یہودیہ کے ملک کے سب لوگ اور یروشلم کے سب رہنے والے نکل کر اس کے پاس گئے اور اپنے گناہوں کا اقرار کرکے دریائے یردن میں اس سے بپتسمہ لیا (۶) اور یوحنا اونٹ کے بالوں کا لباس پہنے اور چمڑے کا پٹکا اپنی کمر سے باندھے رہتا اور ٹڈیاں اور جنگلی شہد کھاتا تھا (۷) اور یہ منادی کرتا تھا کہ میرے بعد وہ شخص آنیوالا ہے جو مجھ سے زور آور ہے میں اس لائق نہیں کہ جھک کر اس کی جوتیوں کا تسمہ کھولوں (۸) میں نے تو تمہیں پانی سے بپتسمہ دیا - مگر وہ

تمہیں رُوح القدس سے بپتسمہ دیگا +

مقدس مرقس کی انجیل باقی تین انجیلوں سے کئی باتوں میں متفرق ہے۔ اس میں نہ تو ہمارے خداوند یسوع مسیح کی پیدائش کا ذکر ہے اور نہ اُس کی اوائل عمر کا۔ دوسری اناجیل کی نسبت ہمارے خداوند کے اقوال اور تقریرات کا بھی بہت کم ذکر ہے۔ اور چاروں اناجیل میں یہ سب سے مختصر ہے۔

اِن تفرقات کی وجہ سے یہ کسی طرح ان سے کم قدر اور کم قیمت نہیں۔ اِس انجیل میں خداوند یسوع کی زندگی کے بیش بہا واقعات کا بیان ہے۔ اور وہ بیان نہایت سادگی۔ صفائی۔ اختصار اور وضاحت سے قلمبند ہُوا۔ اگرچہ ہمارے خداوند کے اقوال اِس میں کم مندرج ہیں لیکن اس کے افعال کا یہ قیمتی خزانہ ہے بعض اوقات اس میں ایسی تاریخی تفصیلیں مذکور ہیں جو نہایت دلچسپی رکھتی ہیں۔ حالانکہ متی لوقا اور یوحنا نے اُن کو نظر انداز کیا ہے۔ یہ مقدس متی کی انجیل کا اختصار یا خلاصہ نہیں بلکہ ایک آزاد شاہد کا آزادانہ بیان ہے۔ جسے یہ الہام حاصل ہُوا تھا کہ وہ ہمارے خداوند کے افعال کا بہ نسبت اُس کے اقوال کے خاص طور پر ذکر کرے۔ اس لئے ہم بڑے ادب سے اِس کو پڑھیں۔ دیگر مقدس نوشتوں کی طرح مقدس مرقس کی انجیل کا ہر لفظ خدا کے الہام کے ذریعہ لکھا گیا۔ اور ہر لفظ فائدہ مند ہے۔

آیاتِ مذکورہ بالا میں اول تو یہ قابلِ غور ہے کہ ہمارے خداوند مسیح کی شخصیت کی عظمت کیسے کامل طور سے بیان ہوئی ہے۔ جُملہ کے شروع ہی میں "وہ خدا کا بیٹا" کہلاتا ہے۔

یہ محاورہ "خدا کا بیٹا" یہودیوں کے نزدیک پُر معنی تھا۔ ہمارے دلوں پر اس کا ویسا اثر نہیں پڑتا جیسا کہ اُن کے دلوں پر پڑتا تھا۔ یہ ہمارے خداوند کی اُلوہیت

کا اظہار تھا۔ وہ اِس امر کا اقرار تھا کہ یسوع خود عین خدا اور خدا کے برابر تھا
(یوحنا ۵-۱۸)۔

انجیل کے شروع ہی میں ایسی صداقت کو پیش کرنا نہایت مناسب تھا۔
مسیح کی اُلوہیت مسیحی دین کا قلعہ اور حصن حصین ہے۔ صلیب پر مسیح کے کفارہ کی
لاانتہا قدر و قیمت اسی پر موقوف ہے۔ گنہگاروں کے لئے اس کی کفارہ بخش موت
کی تاثیر کا دارومدار اسی پر ہے۔ وہ موت محض ایک انسان کی موت نہ تھی بلکہ ایسے
شخص کی موت تھی "جو سب کے اُوپر اور ابد تک خدائے محمود ہے" (رومیوں ۹-۵)
یہ جائے تعجب نہیں کہ ایک شخص کے دُکھ ساری دُنیا کے گناہ کا کافی کفارہ ہوں
کیونکہ جس شخص نے یہ دُکھ اُٹھائے وہ "خدا کا بیٹا" تھا۔

ہر مسیحی اِس تعلیم پر مضبوطی سے قائم رہے اور اس سے سر مُو تجاوز نہ کرے۔
کیونکہ جب تک ایماندار اِس اعتقاد پر قائم رہتا ہے وہ گویا چٹان پر کھڑا ہے۔
لیکن اِس اعتقاد کے بغیر اُس کے پاؤں تلے کوئی پختہ بُنیاد نہ رہیگی۔ ہمیں ایسے
نجات دہندہ کی ضرورت ہے جو آخر تک بچانے کے قابل ہو اور آنے والے
غضب سے چھُڑا سکے۔ یسُوع مسیح ایسا مخلصی دہندہ ہے۔ وہ خدائے قادر
ہے (یسعیاہ ۹-۶)۔

دوم۔ یہ بھی قابلِ غور ہے کہ انجیل کا آغاز مقدس نوشتوں کی تکمیل ہے۔
یوحنا بپتسمہ دینے والے نے اپنی خدمت یوں شروع کی "جیسا یشعیاہ نبی کے صحیفے
میں لکھا ہے"۔ مسیح کا دُنیا میں آنا ایک امر اتفاقی نہ تھا پیدایش کی کتاب کے شروع
ہی میں یہ پیشینگوئی ہوئی تھی کہ "عورت کی نسل سانپ کے سر کو کچلیگی" (پیدایش ۳-۱۵)۔
سارے عہدِ عتیق میں اس واقعہ کی خبر زیادہ توضیح کے ساتھ ملتی چلی گئی۔ یہ وعدہ
کبھی تو بتری آرکوں سے دُہرایا گیا۔ بارہا نبیوں نے اِس کی خبر دی کہ ایک

مخلصی دہندہ اور نجات دینے والا ایک دن آئیگا۔ اُس کی پیدائش۔ اُس کی سیرت۔ اُس کی زندگی۔ اُس کی موت۔ اُس کی قیامت۔ اُس کے پیشرو کی خبر وقوع سے بہت عرصہ پہلے دی گئی۔ نجات کا یہ کام ہر قدم پر اسی طرح پُورا ہوتا گیا جیسا کہ لکھا تھا۔

جب کبھی ہم عہدِ عتیق کو پڑھیں تو اسی آرزو اور نیت سے پڑھیں کہ اُس میں یسُوع مسیح کے بارہ میں ہم پر کچھ روشن ہو لیکن اگر موسیٰ۔ داؤد۔ سموئیل اور انبیا کے سوا اور کچھ وہاں نظر نہ آئے تو ہمیں چنداں فائدہ نہ ملیگا۔ اس لئے عہدِ عتیق کی کتابوں کو زیادہ غور سے پڑھیں۔ جس کے الفاظ کبھی ٹل نہیں سکتے اس نے ان نوشتوں کے بارہ میں یہ کہا تھا "یہ وہ ہے جو میری گواہی دیتی ہے (یوحنا ۵ : ۳۹)۔

سوم۔ یہ قابلِ لحاظ ہے۔ یہودی قوم پر کچھ عرصہ تک یوحنا بپتسمہ دینے والے کی خدمت کا کیسا بڑا اثر ہُوا۔ "یہودیہ کے مُلک کے سب لوگ اور یروشلم کے سب رہنے والے نکل کر اُس کے پاس گئے .... اور یردن میں اُس سے بپتسمہ لیا"۔

اس امرِ واقعی کو اکثر اوقات ہم نظر انداز کر دیتے ہیں۔ جو خداوند کے آگے آگے چلا وہ آنکھوں سے اوجھل ہو جاتا ہے اور خداوند کے سوا اور کچھ دکھائی نہیں دیتا۔ آفتاب کی چمک دمک میں صبح کا ستارہ نظر نہیں آتا۔ تو بھی یہ واضح ہے کہ یوحنا کی منادی نے ساری یہودی قوم کی توجہ اپنی طرف منعطف کی اور سارے فلسطین میں اس کا چرچا پھیل گیا۔ اس نے اس قوم کو خوابِ غفلت سے جگا دیا۔ اور ہمارے خداوند کی آمد کے لئے اُن کو تیار کیا۔ خود یسُوع نے یہ فرمایا۔ "وہ جلتا اور چمکتا ہُوا چراغ تھا۔ تم کو کچھ عرصہ تک اُس کی روشنی میں خوش رہنا منظور ہُوا" (یوحنا ۵ - ۳۵)۔

یہاں یہ یاد رکھیں کہ شہرت اور ہر دلعزیزی پر بہت بھروسہ نہیں رکھنا چاہئے۔

اگر کوئی خادم کچھ عرصہ کے لئے مشہور و ہر دلعزیز تھا تو یوحنا بپتسمہ دینے والا تھا لیکن جو گروہ کے گروہ لوگ بپتسمہ پاتے اُس کے پاس گئے اُن میں سے کتنوں کو دلی تبدیلی حاصل ہوئی۔ بعض تو اندریاس کی طرح یوحنا سے ہدایت پاکر مسیح کے پاس آئے لیکن ہمیں اندیشہ ہے کہ اُن میں سے اکثر اپنے گناہوں ہی میں مر گئے۔ جہاں ہم کو گرجے بھرے نظر آئیں وہاں اِس امر کو فراموش نہ کریں۔ گرجا کو بھرا دیکھنا کیسا خوشنما معلوم ہوتا ہے۔ لیکن اکثر یہ خیال دل میں آتا ہے کہ آخر کار کتنے ان میں سے آسمان میں داخل ہونگے۔ مشہور واعظین کا کلام سُننا اور ان کی تعریف کرنا کافی نہیں۔ اور یہ ہماری دلی تبدیلی کا ثبوت نہیں کہ ہم ایسی جگہ عبادت کرتے ہیں جہاں ایک بڑا ہجوم جمع ہوتا ہے ہم بخوشی خبرداری سے خود یسوع کی آواز سُنیں اور اُس کی پیروی کریں۔

چہارم۔ یہ بھی یاد رکھیں کہ یوحنا بپتسمہ دینے والے کی منادی میں کیسی صاف تعلیم دی گئی۔ اُس نے یسوع کی عظمت ظاہر کی "میرے بعد وہ شخص آنے والا ہے جو مجھ سے زور آور ہے۔ اُس نے رُوح القدس کے بارہ میں صاف تعلیم دی۔ "وہ تمہیں روح القدس سے بپتسمہ دیگا"۔

اِس سے پیشتر کسی فانی انسان نے ایسی صفائی سے تعلیم نہ دی تھی سارے مسیحی دین میں اِس سے زیادہ اہم تعلیم پائی نہیں جاتی۔ انجیل کے ہر دیانتدار خادم کا یہ خاص فرض ہے کہ اس کی اُمت کے سامنے خداوند یسوع کو پُورے طور سے پیش کرے۔ اور اُن پر ظاہر کرے کہ اُس کی بھرپُوری اور بچانے کی قدرت کس قدر ہے۔ پھر اُس کا فرض یہ ہے کہ رُوح القدس کے کام اور از سر نو پیدا ہونے کی ضرورت کو اُن کے سامنے پیش کرے اور اپنے باطن میں اُس کے فضل کا بپتسمہ حاصل کرے۔ یہ دو صداقتیں برابر یوحنا بپتسمہ دینے والے کی زبان پر

سکھیں۔ کلیسیا اور دُنیا کے لئے کیا اچھا ہوتا اگر اُس کی مانند زیادہ خادم ہوتے۔

اس مضمون کو ختم کرنے سے پیشتر ہم اپنے گریبان میں مُنہ ڈال کر دیکھیں کہ جن حمد افتوں کا ذکر یوحنا بپتسمہ دینے والے نے کیا اُن کو ہم اپنے تجربہ کے ذریعہ کس قدر جانتے ہیں۔ کیا اُس نے کوئی کام ہمارے دلوں میں کیا ہے۔ کیا اُس نے اُن کو از سرِ نو پیدا کیا اور بدل ڈالا ہے؟ کیا اُس نے ہمیں ذاتِ الٰہی میں شریک کیا ہے؟ اِن سوالوں کا جو جواب ہم دے سکیں گے اُن پر زندگی اور موت کا حصر ہے "جس میں مسیح کا رُوح نہیں وہ اُس کا نہیں" (رومیوں ۸-۹)۔

۱: ۹ سے ۲۰ (۱) اور اُن دنوں ایسا ہُوا کہ یسُوع نے گلیل کے ناصرۃ سے آکر یردن میں یوحنا سے بپتسمہ لیا (۲) اور جب وہ پانی سے نکل کر اُوپر آیا تو فی الفور اُس نے آسمان کو پھٹتے اور رُوح کو کبوتر کی مانند اپنے اُوپر اُترتے دیکھا (۳) اور آسمان سے آواز آئی کہ تُو میرا پیارا بیٹا ہے۔ تجھ سے مَیں خوش ہوں۔ (۴) اور فی الفور رُوح نے اُسے بیابان میں بھیج دیا (۵) اور وہ بیابان میں چالیس دن تک شیطان سے آزمایا گیا۔ اور جنگلی جانوروں کے ساتھ رہا کیا۔ اور فرشتے اُس کی خدمت کرتے رہے (۶) پھر یوحنا کے پکڑوائے جانے کے بعد یسُوع نے گلیل میں آکر خدا کی خوشخبری کی منادی کی (۷) اور کہا کہ وقت پُورا ہو گیا ہے اور خدا کی بادشاہت نزدیک آگئی ہے توبہ کرو اور خوشخبری کو مانو (۸) اور گلیل کی جھیل کے کنارے کنارے جاتے ہوئے اُس نے شمعون اور شمعون کے بھائی اندریاس کو جھیل میں جال ڈالتے دیکھا کیونکہ وہ مچھلیوں کے پکڑنے والے تھے (۹) اور یسوع نے اُن سے کہا میرے پیچھے چلے آؤ۔ تو مَیں تمہیں آدمیوں کا پکڑنے والا بناؤنگا (۱۰) وہ فی الفور جالوں کو چھوڑ کر اُس کے

پیچھے ہو لئے (۱۱) اور تھوڑی دُور بڑھکر اُس نے زبدی کے بیٹے یعقوب اور اُس کے بھائی یوحنا کو کشتی پر جالوں کی مرمت کرتے دیکھا (۱۲) اُس نے فی الفور اُنہیں بُلایا۔ اور وہ اپنے باپ زبدی کو کشتی پر مزدوروں کے ساتھ چھوڑ کر اُس کے پیچھے چلے گئے ۔

یہ فصل پُرمعنی ہے اور جو اختصار اِس انجیل کا خاصہ ہے اُس کی یہ ایک مثال ہے۔ ہمارے خداوند کا بپتسمہ بیابان میں اُس کی آزمایش۔ اُس کی بشارت کا آغاز اس کے پہلے شاگردوں کی بلاہٹ۔ ان سب کا ان گیارہ آیات میں ذکر آگیا ہے۔

اوّل جو آواز آسمان سے ہمارے خداوند کے بپتسمہ کے وقت سُنی گئی اُس پر غور کریں۔ چنانچہ یہ لکھا ہے کہ "آسمان سے آواز آئی کہ تُو میرا پیارا بیٹا ہے۔ تجھ سے میں خوش ہوں"۔ یہ آواز خدا باپ کی آواز تھی۔ اِس نے ظاہر کر دیا کہ باپ اور بیٹے میں ازل سے کیسی عجیب اور اعلیٰ محبت موجود تھی۔ "باپ بیٹے سے محبت رکھتا ہے اور اُس نے سب چیزیں اُس کے ہاتھ میں دے دی ہیں" (یوحنا ۳-۳۵) اِس آواز نے اِس امر کی تصدیق کر دی کہ مسیح کا گمشدگان کی تلاش اور نجات کے لئے آنا خدا کو پُورے اور کامل طور سے پسند تھا۔ اِس نے یہ بھی عیاں کر دیا کہ باپ نے پسند کیا کہ بیٹا نئے عہد کا درمیانی۔ قائمقام اور ضامن ہو۔

مسیح کے سارے ایمانداروں کے لئے اِن الفاظ میں تسلی کا ایک گنجینہ ہے ایماندار جانتے ہیں کہ نہ تو ان میں اور نہ ان کے اعمال میں کچھ ایسی بات پائی جاتی ہے جو خدا کو پسند ہو۔ وہ ہر روز یہ محسوس کرتے ہیں کہ اُن کی ساری رفتار و گفتار میں کمزوریاں۔ قصور اور نقص پائے جاتے ہیں لیکن وہ یاد رکھیں کہ خدا باپ اُن کو اپنے پیارے بیٹے یسوع مسیح کے اعضا سمجھتا ہے۔ وہ اُن میں کوئی داغ دھبہ نہیں دیکھتا۔ وہ

اُن کو مسیح میں دیکھتا ہے جو اُس کی راستبازی میں ملبس اور اُس کی خوبیوں کو اوڑھے ہوئے ہے۔ وہ اس "پیارے میں مقبول" ہیں اور جب خدا کی مقدس آنکھ اُن پر نگاہ ڈالتی ہے تو وہ اُن سے خوش ہوتا ہے۔

دوم۔ مسیح کی بشارت کی حقیقت پر غور کریں۔ یہ لکھا ہے کہ وہ یہ منادی کرنے لگا "توبہ کرو اور خوشخبری کو مانو"۔

دُنیا کے آغاز سے خدا کے وفادار یہی پُرانا وعظ سُناتے چلے آئے۔ نوح سے لے کر آج تک یہی نصیحت ہوتی آئی "توبہ کرو اور ایمان لاؤ"۔

جب پولُس آخری دفعہ افسس کے بزرگوں سے جُدا ہُوا تو اُس نے جو نصیحت اُن کو دی اُس کا لب لباب یہ تھا کہ "خدا کے سامنے توبہ کرنا اور ہمارے خداوند یسوع مسیح پر ایمان لانا چاہئیے" (اعمال ۲۰-۲۱)۔ اور ایسی تعلیم کی اُس کے سامنے اعلیٰ نظیریں تھیں۔ کلیسیا کے سر نے اُس کو ایسی تعلیم کا نمونہ دیا تھا۔ توبہ اور ایمان مسیح کی خدمت کے بُنیادی پتھر تھے۔ ہر وفادار خادم اپنی تعلیم میں اِن دو بڑے مضمونوں پر ہمیشہ زور دیگا۔

اگر ہم انسانی فطرت کی ضروریات کا لحاظ کریں تو یہ ایک عجیب بات نہ ہوگی فطرت کے لحاظ سے ہم سب گناہ میں پیدا ہوئے اور غضب کے فرزند ہیں۔ اور اگر ہم خدا کی بادشاہت دیکھنا چاہتے ہیں تو سبھوں کے لئے یہ ضرور ہے کہ توبہ کریں اور رُجوع لائیں اور از سر نو پیدا ہوں۔ فطرت کے لحاظ سے ہم سب خدا کے سامنے خطا کار اور مُجرم ہیں اور ہم سبھوں کو اس اُمید کی طرف بھاگنا چاہئیے جو انجیل میں ہمارے سامنے پیش کی گئی ہے۔ اور اگر ہم نجات پانا چاہتے ہیں تو اُس پر ایمان لائیں۔ جب ہم ایک دفعہ توبہ کر چکے تو صرف یہ ضرورت باقی رہیگی کہ ہم روزانہ اِس توبہ میں ترقی کرتے جائیں۔ ہم سب گو ایمان لے آئے ہیں لیکن اس امر کے محتاج ہیں کہ ہمارا ایمان بڑھتا جائے ✢

اب ہم ذرا اپنے دل سے پوچھیں کہ اس توبہ اور ایمان کے بارہ میں ہمیں کیا معلوم ہے۔ کیا ہم نے اپنے گناہوں کو محسوس کیا اور اُنہیں ترک کیا ہے؟ کیا ہم نے مسیح کو قبول کیا اور اُس پر ایمان لائے ہیں؟ یہ تو ممکن ہے کہ ہم بلا علم۔ یا دولت یا صحت یا دنیاوی عظمت کے آسمان میں داخل ہوں لیکن اگر ہم بلا توبہ اور ایمان مریں تو آسمان تک پہنچنا ناممکن ہے۔ نیا دل اور نجات دہندہ پر زندہ ایمان نجات کے لئے مطلقاً ضرور ہیں جب تک ہم ان کا تجربہ نہ کریں اور اُن کو اپنا نہ بنالیں ہم چین نہ کریں۔ دل میں حقیقی مسیحیت کا آغاز انہی کے ذریعہ سے ہوتا ہے۔ اور دین کی زندگی ان کے استعمال پر موقوف ہے جب یہ دونوں حاصل ہوتی ہیں تب اطمینانِ خاطر ہوتا ہے۔ محض کلیسیا کی شراکت اور کاہنی مغفرت کا کلمہ ہمیں نجات نہیں دے سکتا۔ جو لوگ توبہ کرتے اور ایمان لاتے ہیں" وہی خداوند میں مرتے ہیں۔

سوم۔ جو لوگ مسیح کے شاگرد ہونے کے لئے پہلے بُلائے گئے اُن کے پیشے پر غور کریں۔ یہ لکھا ہے کہ ہمارے خداوند نے شمعون اور اندریاس کو بُلایا جبکہ وہ جھیل میں جال ڈال رہے تھے"۔ اور یعقوب اور یوحنا کو جبکہ وہ جالوں کی مرمت کر رہے تھے۔ اِن الفاظ سے بخوبی واضح ہے کہ ہمارے خداوند کے پہلے شاگرد اِس دُنیا کے بڑے لوگ نہ تھے۔ ان لوگوں کے پاس نہ دولت تھی اور نہ وہ عہدہ و اختیار رکھتے تھے لیکن خدا کی بادشاہت ایسی باتوں پر موقوف نہیں۔ دُنیا میں اُس کے کام کی ترقی نہ زور سے اور نہ طاقت سے ہوتی ہے بلکہ رُوح سے۔ لشکروں کا خداوند فرماتا ہے" (زکریاہ ۴-۶)۔ مقدس پولوس کے الفاظ ہمیشہ راست ثابت ہونگے۔ "جسم کے لحاظ سے بہت سے حکیم۔ بہت سے اختیار والے۔ بہت سے اشراف نہیں بُلائے گئے۔ بلکہ خدا نے دنیا کے بیوقوفوں کو چُن لیا کہ حکیموں کو شرمندہ کرے۔ اور خدا نے دُنیا کے کمزوروں کو چُن لیا کہ زور آوروں کو شرمندہ کرے۔ اور خدا نے دُنیا کے کمینوں اور

حقیروں کو بلکہ بے وجودوں کو چن لیا کہ موجودوں کو نیست کرے" (۱ کرنتھی ۱-۲۶ و ۲۷)۔
جو کلیسیا چند مچھوؤں سے شروع ہوئی اور نصف دنیا میں پھیل گئی اُس کی بنیاد ضرور خدا نے ڈالی ہوگی۔

خبردار اس عام غلطی میں نہ پھنس جانا کہ غریب ہونے اور ہاتھوں سے محنت کرنے میں کچھ عیب ہے۔ بائبل میں ایسی بہت سی مثالیں پائی جاتی ہیں جہاں خدا نے کاریگروں کو خاص برکتیں اور حقوق عطا کیے۔ جب خدا موسیٰ پر جلتی جھاڑی میں ظاہر ہوا تو وہ گلّہ کو چراتا تھا۔ جدعون گندم نکال رہا تھا جب فرشتہ آسمانی پیغام لے کر اُس کے پاس گیا۔ جب ایلیاہ نے الیشع کو نبی ہونے کے لئے بُلایا اُس وقت الیشع ہل چلا رہا تھا۔ رسول مچھلی پکڑ رہے تھے جب یسوع نے اُن کو بُلایا کہ اُس کے پیچھے ہولیں۔ لالچی، مغرور، مکّار، قمار باز، شرابی، عیاش، پیٹو یا ناپاک ہونا تو شرم کی بات ہے لیکن غریب ہونا شرم کی بات نہیں جو مزدور وفاداری سے مسیح کی خدمت کرتا ہے وہ خدا کی نظر میں اُس رئیس شخص سے زیادہ معزّز ہے جو گناہ کا غلام ہے۔

چہارم۔ جس عہدہ و خدمت کے لئے خداوند نے اپنے پہلے شاگردوں کو بُلایا۔ اس پر غور کریں۔ اُس نے یہ فرمایا "میرے پیچھے چلے آؤ۔ تو میں تمہیں آدمیوں کا پکڑنے والا بناؤں گا۔"

اس جملہ کے معنی تو صاف و واضح ہیں۔ ان شاگردوں کو روحوں کے مچھوے بننا تھا۔ انہیں یہ محنت کرنی تھی کہ آدمیوں کو تاریکی سے نکال کر روشنی میں لائیں۔ اور شیطان کی قدرت سے چھڑا کر خدا کے پاس لائیں۔ انہیں یہ کوشش درکار تھی کہ وہ لوگوں کو مسیح کی کلیسیا کے جال میں گھیر لائیں "تاکہ وہ نجات پاکر زندہ رہیں اور ابدی ہلاکت میں نہ پڑیں۔

اس جملہ پر ہم بخوبی غور کریں۔ یہ پُر تعلیم ہے نئے عہد نامہ میں خادم دین کا یہ سب

سے پہلا لقب ہے بشپ ، پرسبٹر یا ڈیکن سے بھی یہ زیادہ گہرے معنی رکھتا ہے۔ خادم کے دل میں یہ خیال مقدم رہے ۔ وہ محض کتاب کا پڑھنے والا یا کلیسیائی رسوم کا بجا لانے والا ہی نہ ہو وہ روحوں کا پکڑنے والا ہو ۔ جو خادم اس لقب کے مطابق زندگی بسر نہیں کرتا اس نے اپنی بُلاہٹ کے بارہ میں غلطی کھائی ہے۔

کیا مچھوے مچھلی پکڑنے کی کوشش کرتے ہیں؟ کیا وہ سارے وسائل استعمال کرتے اور جب ناکام رہتے تو غم کھاتے ہیں؟ خادمِ دین کو بھی یہی کرنا چاہیئے۔ کیا مچھلی پکڑنے والوں میں صبر ہوتا ہے؟ کیا وہ روز بروز محنت کرتا ۔ سختی کی برداشت کرتا اور امید سے کام کرتا رہتا ہے؟ کیا وہ مچھلی کی تلاش کرتا اور اُس کے پیچھے جاتا ہے اور اس بات کا منتظر نہیں رہتا کہ مچھلی اُس کے پاس آئے؟ خادمِ دین بھی ایسا ہی کرے۔ وہ آدمی کیسا مبارک ہے جس میں مچھلی پکڑنے والے کا ہنر، ہوشیاری اور صبر سب مجتمع ہوں۔

ہم مستقل ارادہ کریں کہ خادمانِ دین کے لئے دُعا کیا کرینگے۔ ان کا عہدہ ہلکا عہدہ نہیں بشرطیکہ وہ اپنا فرض ادا کریں۔ یہ درکار ہے کہ سب دُعا مانگنے والے لوگ اُن کے لئے بہت دُعا کیا کریں۔ نہ صرف انہیں اپنی روحوں کی فکر کرنا ہے بلکہ دوسروں کی روحوں کی بھی۔ کچھ تعجب نہیں کہ پولُس یہ چلّا اُٹھا "کون ان باتوں کے لائق ہے" (۲ کرنتھی ۲-۱۶)۔ اگر تم نے خادمانِ دین کے لئے پہلے دُعا نہیں کی تو اب ان کے لئے دُعا کرنا شروع کردیں۔

مرقس ۱:۲۱تا۳۴ (۲۱) پھر وہ کفرنحوم میں داخل ہوئے اور وہ فی الفور سبت کے دن عبادت خانے میں جا کر تعلیم دینے لگا (۲۲) اور لوگ اُس کی تعلیم سے حیران ہوئے کیونکہ وہ اُن کو فقیہوں کی طرح نہیں بلکہ صاحبِ

اختیار کی طرح تعلیم دیتا تھا (۲۳) اور فی الفور اُن کے عبادت خانے میں ایک شخص ملا جس میں ناپاک رُوح تھی وہ یوں کہہ کر چلّایا (۲۴) کہ اے یسوع ناصری! ہمیں تجھ سے کیا کام؟ کیا تو ہمیں ہلاک کرنے آیا ہے؟ میں تجھے جانتا ہوں کہ تو کون ہے۔ خدا کا قدوس ہے۔ (۲۵) یسوع نے اُسے جھڑک کر کہا۔ چپ رہ اور اس میں سے نکل جا (۲۶) پس وہ ناپاک رُوح اُسے مروڑ کر اور بڑی آواز سے چلّا کر اُس میں سے نکل گئی (۲۷) اور سب لوگ حیران ہوئے اور آپس میں یہ کہہ کر بحث کرنے لگے کہ یہ کیا ہے؟ یہ تو نئی تعلیم ہے! وہ ناپاک روحوں کو بھی اختیار کے ساتھ حکم دیتا ہے اور وہ اس کا حکم مانتی ہیں (۲۸) اور فی الفور اُس کی شہرت گلیل کی تمام نواحی میں ہر جگہ پھیل گئی (۲۹) اور وہ فی الفور عبادت خانے سے نکل کر یعقوب اور یوحنا کے ساتھ شمعون اور اندریاس کے گھر آئے (۳۰) شمعون کی ساس تپ میں پڑی تھی اور انہوں نے فی الفور اس کی خبر اُسے دی۔ (۳۱) اس نے پاس جاکر اور اُس کے ہاتھ پکڑ کر اُسے اٹھایا۔ اور تپ اُس پر سے اُتر گئی۔ اور وہ اُن کی خدمت کرنے لگی۔ (۳۲) شام کو جب سورج ڈوب گیا تو لوگ سارے بیماروں کو اور اُن کو جن میں بد روحیں تھیں اُس کے پاس لائے۔ (۳۳) اور سارا شہر دروازے پر جمع ہوگیا (۳۴) اور اُس نے بہتوں کو جو طرح طرح کی بیماریوں میں گرفتار تھے اچھا کیا۔ اور بہت سی بد روحوں کو نکالا۔ اور بد روحوں کو بولنے نہ دیا کیونکہ وہ اُسے پہچانتی تھیں۔

ان آیات میں مسیح کے معجزات کی ایک طویل فہرست شروع ہوتی ہے جو اس انجیل میں مندرج ہیں۔ ان میں ذکر ہے کہ ہمارے خداوند نے کیسے کفرنحوم میں بد روحوں کو نکالا اور پطرس کی ساس کے تپ کو دور کیا۔

اول تو ان آیات میں یہ سبق حاصل ہوتا ہے کہ دین کا محض عقلی علم کیسا بے سُود ہوتا ہے۔ دو دفعہ خاص طور پر یہ مذکور ہے کہ بد روحوں کو ہمارے خداوند کا علم تھا۔ ایک مقام میں تو یہ لکھا ہے کہ "وہ اُسے پہچانتی تھیں"۔ دوسرے مقام میں یہ ذکر آیا ہے "میں تجھے جانتا ہوں کہ تو کون ہے۔ خدا کا قدوس ہے"۔ فقیہوں کو تو اِس کی خبر نہ تھی۔ اور فریسیوں نے اُس کو تسلیم نہ کیا لیکن بد رُوحوں کو اُس کا علم تھا۔ لیکن اِس علم سے ان کو نجات حاصل نہ ہوئی۔ مسیحی دین کے اُمورِ واقعی اور صداقتوں کا علم ہماری رُوحوں کو ہرگز بچا نہیں سکتا۔ ان کے بارے میں جو علم شیاطین کو تھا اس سے یہ کچھ بہتر نہیں۔ وہ سب یہ مانتے اور جانتے ہیں کہ یسوع مسیح ہے۔ ان کو یہ بھی یقین ہے کہ وہ ایک دن دُنیا کی عدالت کریگا۔ اور ابدی عذاب میں ڈالیگا۔ یہ سنجیدہ اور غمناک خیال ہے کہ جو لوگ مسیحی کہلاتے ہیں اُن کو مسیح کا علم اتنا بھی نہیں جتنا کہ اُن بد رُوحوں کو تھا۔ بعض تو دوزخ اور عذاب ابدی کی ہستی پر بھی شک رکھتے ہیں۔ اِس قسم کے شک و شکوک خود رائے مرد و عورتوں کے دلوں میں ہوا کرتے ہیں شیاطین میں ایسی بے ایمانی پائی نہیں جاتی وہ تو ایمان رکھتے اور تھرتھراتے ہیں"۔ (یعقوب ۲-۱۹)۔

ہمیں بہت خبردار ہونا چاہئے تاکہ ہمارا ایمان نہ محض عقلی ہو بلکہ دلی ایمان بھی ہو۔ ہم اس بات کا خیال رکھیں۔ کہ ہمارا علم ہماری رغبتوں اور زندگیوں پر پاکیزہ اثر کرے ہم نہ صرف مسیح کو جانیں بلکہ اس کو پیار کریں۔ یہ محسوس کرکے کہ ہم کو فی الحقیقت اس سے فائدہ پہنچا ہے۔ ہم نہ صرف یہ ایمان رکھیں کہ وہ خدا کا بیٹا اور دنیا کا منجی ہے بلکہ سارے دل سے اُس میں خوش ہوں اور اُس سے چمٹے رہیں۔ نہ صرف کانوں سے سُنکر اُس سے واقف اور آشنا ہوں بلکہ اُس کے رحم اور فضل کا روزانہ تجربہ حاصل کرکے۔ لوتھر صاحب کا قول ہے کہ مسیحی دین کی زندگی اضافی اسمائے ضمیر پر موقوف ہے (مثلاً میرا۔ تیرا۔ وغیرہ) یہ کہنا اور بات ہے کہ "مسیح منجی ہے"۔ اور یہ کہنا اور بات ہے کہ "وہ میرا منجی اور میرا خداوند

ہے"۔ پہلا اجماع تو شیاطین بھی کہہ سکتے ہیں لیکن دوسرا اجماع صرف حقیقی مسیحی ہی کہہ سکتا ہے۔

دوسرا سبق یہ حاصل ہوتا ہے کہ مصیبت کے ایام میں مسیحی کیا چارہ کرے۔ وہ شمعون کی ساس کے دوستوں کے نمونہ پر چلے۔ ان کی نسبت یہ لکھا ہے کہ جب وہ تپ میں پڑی تھی تو انہوں نے فی الفور اُس کی خبر اُسے دی۔

اس چارہ جیسا کوئی چارہ نہیں۔ ہر ضرورت کے وقت وسائل استعمال کئے جاتے ہیں۔ بیماری کے وقت حکیم اور ڈاکٹر کی تلاش ہوتی ہے۔ جب جائداد کا جھگڑا یا ہتک عزت وغیرہ کا مقدمہ ہوتا ہے تو وکیلوں کو ڈھونڈھتے ہیں۔ دوستوں سے مدد طلب کی جاتی ہے لیکن ان سب میں جو مقدم ہے وہ یہ ہے کہ ہم مدد کے لئے خداوند یسوع مسیح سے فریاد کریں۔ کافی وافی مدد اُسی سے مل سکتی ہے۔ اُس کی مانند ترس کھانے والا اور مدد کرنے کو تیار اور کوئی دوسرا نہیں۔ جب یعقوب مصیبت میں تھا تو اُس نے سب سے پہلے اپنے خداوند کی طرف توجہ کی۔ "میں تیری منت کرتا ہوں کہ مجھے میرے بھائی عیسو کے ہاتھ سے بچائے"۔ (پیدائش ۳۲-۱۱) جب حزقیاہ تکلیف میں تھا۔ تو اُس نے سب سے پہلے سنحریب کا خط خداوند کے آگے کھول کر رکھ دیا۔ "اب اے خداوند ہمارے خدا تو ہم کو اس کے ہاتھ سے بچائے" (۲ سلاطین ۱۹-۱۹) جب لعزر بیمار پڑا تو اُس کی بہنوں نے فوراً یسوع کے پاس پیغام بھیجا "اے خداوند دیکھ جسے تُو عزیز رکھتا ہے وہ بیمار ہے"۔ (یوحنا ۱۱-۳) ہم بھی ایسا ہی کریں۔ "اپنا بوجھ خداوند پر ڈال کہ وہ تجھے تھام لیگا"۔

"اپنی ساری فکریں اس پر ڈال دو۔" "ہر ایک بات میں تمہاری درخواستیں دعا اور منت کے وسیلے سے شکر گذاری کے ساتھ خدا کے سامنے پیش کی جائیں" (زبور ۵۵-۲۲ + ۱ پطرس ۵-۷ + فلپیوں ۴-۶)۔

ہم نہ صرف اس قانون کو یاد رکھیں بلکہ اس پر عمل کریں کیونکہ ہم گناہ اور غم بھری

دُنیا میں رہتے ہیں۔ انسان کی زندگی میں تاریکی کے دن کثرت سے ہیں۔ اس میں کسی نبی کی پیشینگوئی کی ضرورت نہیں کہ مرنے سے پہلے ہم کو بہت آنسو بہانے پڑینگے اور بار بار ہم کو دل شکستگی سے پالا پڑیگا۔ اس لئے مایوسی سے بچنے کا نسخہ ہمیشہ تیار رکھیں۔ جب بیماری۔ ماتم صلیب۔ نقصان یا مایوسی وغیرہ مسلح آدمی کی طرح ہم پر حملہ کریں تو اُس سے پیشتر ہی ہم کو علم ہو کہ ہمیں کیا کرنا چاہئے۔ جیسے کفرنحوم میں شمعون کے گھر میں ہُوا ویسا ہی ہم کریں۔ ہم فوراً یسوع کو خبر کریں۔

ان آیات سے یہ سبق بھی ملتا ہے کہ جب یسوع کسی کو شفا دیتا ہے تو وہ شفا کیسی کامل اور سالم ہوتی ہے۔ "اس نے عورت کا ہاتھ پکڑ کے اُسے اٹھایا۔ اور فوراً تپ اُس پر سے اُتر گئی۔"

لیکن یہ معجزہ یہیں ختم نہیں ہوگیا۔ بلکہ اس سے ایک بڑا معجزہ ابھی باقی تھا۔ وہ یہ تھا۔ "وہ ان کی خدمت کرنے لگی۔" ہم سبھوں کو معلوم ہے کہ عموماً بخار کے بعد کیسی کمزوری ہو جاتی ہے اور طبیعت کیسی مضمحل بن جاتی ہے۔ لیکن یہ ساری علامتیں اس عورت میں سے بالکل جاتی رہیں۔ یہ تپ والی عورت نہ صرف ایک لحظہ میں چنگی ہو گئی بلکہ مضبوط اور کام کرنے کے قابل ہو گئی [ع۱]

اس عبارت میں اس بات کا ایک نمونہ ہے کہ مسیح گناہ سے بیمار روحوں کے ساتھ کیسے پیش آتا ہے۔ وہ مبارک منجی نہ صرف رحم اور معافی عطا کرتا ہے بلکہ ان کے علاوہ از سر نو تازہ کرنے والا فضل بھی بخشتا ہے۔

ع۱۔ یہ قابل لحاظ ہے کہ پطرس جو ہمارے خداوند کے بڑے رسولوں میں داخل تھا اس کی بیوی تھی تو بھی وہ شاگرد ہونے کے لئے بلایا گیا۔ اور بعد ازاں رسول چُنا گیا۔ پولس رسول نے اس سے بہت سال بعد اسے شادی شدہ بیان کیا ہے (۱ کرنتھی ۹-۵) نہ معلوم پھر کیوں رومن کیتھالک خادمان دین کے تجرد پر اس قدر زور دیتے ہیں اس مقام سے ظاہر ہے کہ خادمان دین کیلئے بیاہ کرنا بُرا نہیں علاوہ ازیں پولس نے یہ بھی لکھا ہے کہ بشپ ایک بیوی کا شوہر ہو (۱ تمتھیس ۳-۲)

جتنے لوگ اُس کو اپنا حکیم بنا لیتے ہیں وہ اُنہیں خدا کے بیٹے ہونے کی قدرت بخشتا ہے جب وہ اُنہیں اپنے خون میں دھوتا ہے تو اپنے روح القدس کے ذریعہ پاک و صاف کرتا ہے۔ جنہیں وہ راستباز ٹھیراتا ہے اُنہیں وہ پاک بھی کرتا ہے۔ جب وہ کسی کو مغفرت بخشتا ہے تو وہی اُنہیں نیا دل بھی عنایت کرتا ہے۔ جب وہ گذشتہ گناہوں کے لئے اُنہیں معافی بخشتا ہے تو وہ آئندہ کے لئے خدمت کرنے کی قابلیت بھی عطا کرتا ہے۔ گناہ سے بیمار رُوح کا نہ صرف علاج کرتا ہے اور بس۔ بلکہ اُسے نیا دل اور مستقیم رُوح بھی بہم پہنچاتا ہے تاکہ وہ خدا کی مرضی کے مطابق زندگی بسر کر سکے۔

جو لوگ مسیح کی خدمت کرنا چاہتے ہیں لیکن بالفعل شروع کرنے سے ڈرتے ہیں اُن کے لئے یہاں بڑی تسلی ہے۔ بہتوں کی یہ حالت ہے۔ اُن کو ڈر ہے کہ اگر ہم دلیری کر کے آگے بڑھینگے اور اس صلیب کو اٹھائینگے تو بتدریج گر پڑینگے۔ ان کو یہ اندیشہ ہے کہ قائم نہ رہ سکینگے اور اپنی خدمت کو بدنام کرینگے۔ ایسے لوگ ہرگز نہ ڈریں۔ وہ یہ جان رکھیں کہ یسوع قادر نجات دہندہ ہے جو اپنے تئیں اس کے سپرد کرتے ہیں اُنہیں وہ کبھی ترک نہیں کرتا۔ جب وہ ایک دفعہ اس کے قوی ہاتھ کے ذریعہ گناہ کی موت سے جی اٹھے اور اس کے قیمتی خون میں دھوئے گئے تو وہ اپنی زندگی کے آخر تک اس کی خدمت کرتے رہینگے دُنیا پر غالب ہوتے جسم کو مصلوب کرتے۔ اور شیطان کا مقابلہ کرنے کے لئے اُنہیں قدرت حاصل ہوگی۔ وہ صرف شروع کر دیں۔ اور پھر وہ خدمت کرتے رہینگے۔ نیم شفایافتگاں کو اور غیر مکمل کام کو یسوع نہیں جانتا۔ پس وہ یسوع پر بھروسہ رکھیں اور آگے بڑھیں معافی یافتہ رُوح ہمیشہ مسیح کی خدمت کرنے کے قابل ہوتی ہے۔

جو لوگ فی الحقیقت مسیح کی خدمت کر رہے ہیں لیکن اپنی کمزوری کو محسوس کر کے کچھ اداس سے ہیں اُن کے لئے یہاں بہت تسلی ہے۔ بہت لوگ ایسے حالات میں شکوک اور تفکرات کی وجہ سے پریشان خاطر ہیں بعض اوقات اُن کو یہ خیال گذرتا

ہے کہ وہ شاید کبھی بھی آسمان پر نہ پہنچینگے۔ بلکہ بیابان ہیں ہی ہلاک ہونگے۔ وہ ہر گز نہ ڈریں۔ اُن کی قوت اُن کی حالت کے مطابق ہو گی جن مشکلات کا اُن کو اندیشہ ہے وہ کافور ہو جائینگی۔ جس راہ کے شیر سے وہ ڈر کے مارے کانپ رہے ہیں وہ پا بہ زنجیر ثابت ہوگا۔ جس پُر محبت ہاتھ نے اُن کو چھوا اور چنگا کیا وہی اُن کو سنبھالیگا۔ قوت دیگا اور آخر تک اُن کی رہنمائی کریگا۔ خداوند یسوع کی بھیڑوں میں سے ایک بھی ضائع نہ ہوگی جنہیں وہ پیار کرتا اور معاف کرتا ہے اُنہیں وہ آخر تک پیار کرتا رہتا ہے۔ گو وہ کبھی مایوس خاطر ہوں لیکن وہ کبھی نکالے نہ جائینگے۔ شفا یافتہ روح ہمیشہ خداوند کی خدمت کرتی رہیگی۔ فضل اُن کو جلال تک پہنچائیگا۔

۱: ۳۵ سے ۳۹ (۳۵) اور صبح ہی دن نکلنے سے بہت پہلے وہ اُٹھکر نکلا۔ اور ایک ویران جگہ میں گیا اور وہاں دُعا مانگی (۳۶) اور شمعون اور اُس کے ساتھی اُس کے پیچھے گئے (۳۷) اور جب وہ ملا تو اُس سے کہا کہ سب لوگ تجھے ڈھونڈ رہے ہیں (۳۸) اُس نے اُن سے کہا۔ آؤ ہم اور کہیں آس پاس کے شہروں میں چلیں تاکہ میں وہاں بھی منادی کروں۔ کیونکہ میں اسی لئے نکلا ہوں۔ (۳۹) اور وہ سارے گلیل میں ان کے عبادت خانوں میں جاجا کر منادی کرتا اور بدروحوں کو نکالتا رہا ۔

ہمارے خداوند نے جو کچھ اس زمین پر کیا یا کہا یا جو کچھ اُس پر واقع ہوا۔ وہ ہر سچے مسیحی کے لئے دلچسپ اور پُر تعلیم ہے۔
مذکورہ بالا عبارت میں اس کے متعلق ایک امر واقعی اور اس کے ایک قول کا ذکر آیا ہے۔ اس لئے ہم بڑی توجہ سے اُس پر غور کریں۔

خلوتی دُعا کے بارہ میں ہمارے خداوند یسُوع مسیح کی عادت ہمارے لئے ایک نمونہ ہے چنانچہ یہ لکھا ہے "صبح ہی دن نکلنے سے بہت پہلے وہ اُٹھکر نکلا اور ایک ویران جگہ میں گیا اور وہاں دُعا مانگی"۔

انجیل میں ہمارے خداوند کے متعلق اس بات کا کئی بار ذکر آیا ہے۔ جب اُس نے بپتسمہ پایا تو یہی بیان ہے کہ وہ دُعا مانگ رہا تھا (لوقا ۳-۲۱) جب پہاڑ پر اُس کی صورت تبدیل ہوئی تو یہی مذکور ہے کہ "جب وہ دُعا مانگ رہا تھا تو ایسا ہؤا کہ اُس کے چہرے کی صورت بدل گئی" (لوقا ۹-۲۹) بارہ رسولوں کے چُننے سے پیشتر اُس نے خدا سے دُعا مانگنے میں ساری رات گذاری" (لوقا ۶-۱۲) جب سب لوگ اُس کی تعریف کر رہے تھے اور اُسے بادشاہ بنانا چاہتے تھے تو وہ لوگوں کو رخصت کر کے علیحدہ دعا مانگنے کے لئے پہاڑ پر چڑھ گیا" (متی ۱۴-۲۳) جب گتسمنی کے باغ میں اُس کو آزمایش پیش آئی تو اُس نے کہا "یہاں بیٹھے رہو جب تک میں دُعا مانگوں" (مرقس ۱۴-۳۲) الغرض ہمارا خداوند "ہر وقت دُعا مانگتا رہتا اور ہمت نہ ہارتا تھا"۔ گو وہ بیگناہ تھا لیکن اُس نے ہمارے سامنے باپ کے ساتھ شراکت رکھنے کا نمونہ پیش کیا۔ اُلوہیت نے اُس کو بحیثیت انسان کے وسائل استعمال کرنے سے مستثنیٰ نہ کیا۔ اُس کی کاملیت دُعا کے ذریعہ قائم رہی۔

یہاں سے خلوتی اور شخصی دُعا کی قدر و قیمت ہمارے دلوں پر نقش ہو جانی چاہئے جو کہ مقدس۔ بے ایذا۔ غیر آلودہ اور گنہگاروں سے جدا تھا۔ جب اُس نے ہمیشہ دُعا مانگی تو کتنا زیادہ ہم کو دعا مانگنی چاہئے جو ہر طرح کی کمزوریوں میں مُبتلا ہیں۔ اگر اُس کو یہ ضرورت تھی کہ رو رو کے اور آنسو بہا بہا کے دُعا مانگے تو کتنا زیادہ ہمیں چاہئے جو ہر روز قصور کرتے ہیں۔

جو لوگ کبھی بھی دُعا نہیں مانگتے اُن کی نسبت ہم کیا کہیں بپتسمہ یافتگاں میں ہمیں

اندیشہ ہے کہ بہت ایسے ہیں جو صبح کو اُٹھتے ہیں لیکن دُعا نہیں کرتے اور بلا دُعا مانگے رات کو سو جاتے ہیں۔ بہت ایسے ہیں جو خدا سے ایک بات بھی نہیں کرتے۔ کیا وہ مسیحی ہو سکتے ہیں؟ کیا یہ ممکن ہے کہ ایسے لوگ مسیحی ہوں؟ یاد رہے کہ خدا بے دُعا خادم نہیں چاہتا جس نے متبنےٰ ہونے کی رُوح پائی وہ خدا سے دُعا مانگے بغیر رہ نہیں سکتا۔ بے دُعا ہونا بے مسیح ہونا ہے۔ بے خدا ہونا ہے۔ اور ہلاکت کی راہ پر جانا ہے۔

ایسے لوگوں کی نسبت ہم کیا کہیں جو دُعا تو مانگتے ہیں لیکن اُس کے لئے قلیل وقت صرف کرتے ہیں۔ ایسوں کے بارہ میں ہم صرف اتنا ہی کہہ سکتے ہیں کہ اُن میں مسیح کا سا مزاج بہت کم ہے۔ جو تھوڑا مانگتے ہیں وہ تھوڑا ہی پائینگے۔ ہمیشہ یہ ثابت ہوگا کہ جو لوگ تھوڑی دُعا مانگتے ہیں وہ فضل۔ قوت۔ اطمینان اور امید میں بھی بہت کمزور ہیں۔[۱]

ہم اپنی دُعا کی عادت پر غور کریں اور خبرداری سے اُس کو پرکھیں۔ مسیحی دین کی یہ گویا نبض ہے۔ خدا کے سامنے ہماری حالت کی یہ کسوٹی ہے۔ جب حقیقی دین انسان کی رُوح میں شروع ہوتا ہے تو یہاں سے ہی شروع ہوتا ہے۔ جب انسان دُعا میں سُست ہو کر خدا سے منہ چھپاتا ہے تو دین بھی زوال پکڑتا اور کمزور ہو جاتا ہے۔ اس امر میں بھی دیگر امور کی طرح ہم اپنے خداوند کے نقشِ قدم پر چلیں۔ اس کی مانند ہم بھی اپنی خلوتی دعاؤں میں سرگرم ہوں۔ اور اُس کے معنی دریافت کریں کہ "وہ ویران جگہ میں گیا اور وہاں دُعا مانگی"۔

اِس عبارت میں ایک اور بات بھی پائی جاتی ہے کہ ہمارے خداوند نے فرمایا کہ وہ کس مقصد کے لیئے اس دُنیا میں آیا تھا۔ چنانچہ یہ لکھا ہے۔ "آؤ ہم اور کہیں، آس

[۱] ۔اگر خادمانِ دین اپنی خدمت میں کامیاب ہوا چاہتے ہیں تو بہت دُعا مانگیں۔ رسول اپنا بہت وقت دُعا میں صرف کرتے تھے (اعمال ۶۔۴) لوتھر ہر روز تین گھنٹے خلوتی دُعا میں صرف کرتا تھا +

پاس کے شہروں میں چلیں تاکہ میں وہاں بھی منادی کروں۔ کیونکہ میں اسی لئے نکلا ہوں"۔

ان الفاظ کے معنی تو صاف و صریح ہیں۔ ہمارے خداوند نے دنیا میں آنے کا یہ مقصد ظاہر کیا کہ وہ مبشر اور معلم کی حیثیت میں آیا تھا۔ اور اس نبیانہ عہد کو پورا کرنے آیا تھا کہ موسیٰ جیسے بڑا نبی ہو کر آئے جس کی خبر پہلے دی گئی تھی۔ (استثنا ۱۸: ۱۵-۱۸) ازل سے جو جلال وہ باپ کے ساتھ رکھتا تھا مبشر کا کام کرنے کے لئے اسے اس نے چھوڑا۔ وہ آسمان سے زمین پر آیا تاکہ انسان کو اطمینان و صلح کی راہ دکھائے اور "قیدیوں کو رہائی اور اندھوں کو بینائی پانے کی خبر سناؤں" اس کی خدمت کا یہ ایک بڑا حصہ تھا کہ اِدھر اُدھر جا کے خوشخبری سنائے اور شکستہ دلوں کو شفا اور تاریکی میں بیٹھنے والوں کو نور اور بڑے بڑے گنہگاروں کو معافی پیش کرے۔ "میں اسی لئے نکلا ہوں"۔

خداوند نے مبشر کے عہدہ کو کیسا ممتاز اور سرفراز ٹھہرایا۔ یہ وہ عہدہ ہے جو خود خدا کے ازلی بیٹے نے اختیار کیا۔ وہ دنیا میں آکر ہارون کی طرح اپنی قوم کی ریت رسوم کو تقویت دے سکتا تھا۔ وہ داؤد کی طرح عالم اور بادشاہ بن کر آسکتا تھا لیکن اس نے ان سے منفرق عہدہ پسند کیا۔ جب تک کہ وہ ہمارے گناہوں کے لئے مصلوب نہ ہوا اُس کا روزانہ بلکہ ہر ساعت کا یہ کام تھا کہ بشارت دے۔ اس لئے اس نے فرمایا کہ "میں اسی لئے نکلا ہوں"۔

ہم ایسے لوگوں کی باتوں پر توجہ نہ کریں کہ واعظ کا کام بہت وقعت نہیں رکھتا۔ بلکہ ساکرامنٹوں اور دیگر کلیسیائی رسوم کو بجا لانا ہی خادم دین کا خاص فرض ہے۔ وعظ و نصیحت ان کے ہم پلہ نہیں۔ ہم خدا کی عبادتِ عام کے ہر حصہ کی مناسب قدر و عزت کریں۔ لیکن منادی سے ان میں سے کسی کو افضل نہ ٹھہرائیں۔ منادی ہی ذریعہ لوگ ایمان لائے۔ اور کلیسیا قائم ہوئی اور منادی ہی کے ذریعہ کلیسیا کی صحت اور بہبودی قائم رہ سکتی ہے منادی ہی کے ذریعہ گنہگار جاگ اٹھتے ہیں۔ منادی ہی کے وسیلے سے مبتلائے بیداری ہوتے

ہیں۔ منادی ہی کی بدولت مقدس ترقی کرتے ہیں۔ منادی ہی کے ذریعہ مسیحی دین غیر اقوام میں پھیلتا ہے۔ بہت لوگ ایسے ہیں جو مشنریوں کی ہنسی اُڑاتے اور اُن پر تمسخر کیا کرتے ہیں۔ جو گلی کوچوں میں شاہراہوں پر جاکر لوگوں کو انجیل سناتے ہیں لیکن ایسے آدمیوں کو چاہئے کہ ذرا تامل سے کام لیں اور سوچیں کہ وہ کیا کرتے ہیں جس کام کی وہ ہنسی اُڑاتے ہیں یہ وہی کام ہے جس نے دنیا کو الٹ دیا اور کفر و شرک کو خاک میں ملا دیا۔ یہ کام تو ایسا ہے جسے خود ہمارے خداوند نے اختیار کیا تھا۔ ایک وقت بادشاہوں کا بادشاہ اور خداوندوں کا خداوند خود مبشر تھا۔ تین سالوں تک وہ برابر انجیل کی بشارت دیتا رہا کبھی وہ کسی گھر میں نظر آتا ہے کبھی کسی پہاڑی پر کبھی کسی یہودی عبادت خانہ میں کبھی کسی کشتی یا جھیل پر اور برابر وہ بشارت دیتا نظر آتا ہے۔ وہ ہمیشہ بشارت اور تعلیم دیا کرتا تھا۔ اس لیئے اس نے فرمایا کہ "مَیں اسی لئے نکلا ہوں"۔

یہ عبارت پڑھکے ہم دل میں مصمم ارادہ کریں کہ آئندہ کو ہم نبوتوں کی حقارت نہ کرینگے (اتھسلنیکیوں ۵ - ۲۰) شاید کسی واعظ میں فصاحت و بلاغت کی نعمت نہ ہو۔ جو وعظ ہم سنیں شاید بہت سادہ اور معمولی سے ہوں تو بھی یہ یاد رہے کہ منادی دلوں کو پھیرنے اور رُوحوں کو بچانے کے لیئے خدا کی طرف سے خاص وسیلہ ہے۔ انجیل کا وفادار مبشر اسی اوزار کو استعمال کرتا ہے جسے خود خدا کے بیٹے نے استعمال کیا تھا۔ یہ وہ کام ہے جس کی نسبت مسیح نے یہ کہا تھا "مَیں اسی لئے نکلا ہوں"۔

مرقس ۱ - ۴۰ - ۴۵ (۴۰) اور ایک کوڑھی نے اُس کے پاس آکر اُس کی منت کی اور اُس کے سامنے گھٹنے ٹیک کر اُس سے کہا اگر تو چاہے تو مجھے پاک صاف کر سکتا ہے۔ (۴۱) اُس نے اُس پر ترس کھاکر ہاتھ بڑھایا اور اُسے چھوکر اُس سے کہا۔ میں چاہتا ہوں تو پاک صاف ہو جا (۴۲) اور فی الفور اُس کا کوڑھ جاتا رہا۔ اور وہ پاک صاف

ہوگیا (۴۳)، اور اُس نے اُسے تاکید کر کے فی الفور رخصت کیا (۴۴)، اور اُس سے کہا خبردار کسی سے کچھ نہ کہنا مگر جاکر اپنے تئیں کاہن کو دکھا۔ اور اپنے پاک صاف ہو جانے کی بابت اُن چیزوں کو جو موسیٰ نے مقرر کیں نذر گزران، تاکہ اُن کے لئے گواہی ہو۔ (۴۵) لیکن وہ باہر جاکر بہت چرچا کرنے لگا۔ اور اس بات کو ایسا مشہور کیا کہ یسوع شہر میں پھر ظاہراً داخل نہ ہو سکا۔ بلکہ باہر ویران مقاموں میں رہا۔ اور لوگ چاروں طرف سے اُس کے پاس آتے تھے۔

ان آیات میں اس بات کا ذکر ہے کہ ہمارے خداوند نے کیسے ایک کوڑھی کو شفا دی۔ ہمارے خداوند نے جو معجزے کئے ان میں سے کوڑھیوں کو شفا دینے کے معجزے غالباً زیادہ عجیب تھے۔ انجیل کی تاریخ میں صرف مثالیں مفصل طور سے مذکور ہیں۔ اُن دو میں سے ایک مثال یہ ہے۔

اول ہم اس امر پر غور کریں کہ جس مریض کو یسوع نے چنگا کیا وہ کیسی خوفناک تھی فلسطین میں یہ بیماری بہت عام تھی۔ اور یہ کوڑھ کا مرض لاعلاج کہا جاتا ہے۔ یہ محض جلدی بیماری نہیں بلکہ سارے بدن کی۔ یہ نہ صرف جلد پر حملہ کرتی ہے بلکہ خون جسم و گوشت اور ہڈیوں پر بھی حتیٰ کہ مریض کے اعضا۔ اُنگلیاں۔ ہاتھ پاؤں گرنے شروع ہو جاتے ہیں)۔ اور آدمی کا بدن ذرا ذرا کر کے سڑنے گلنے لگ جاتا ہے۔ علاوہ ازیں ہم یہ بھی یاد رکھیں کہ یہودیوں کے درمیان کوڑھی ناپاک سمجھا جاتا تھا اور وہ اسرائیل کی جماعت اور دینی رسمیات سے منقطع ہو جاتا تھا۔ اُس کو زبردستی علیحدہ مکان میں رکھتے تھے اور یہ حکم تھا کہ اُسے نہ کوئی چھوئے۔ نہ کوئی اُس کی خدمت کرے۔ ان ساری باتوں کو جب ہم یاد رکھینگے تب ہمیں معلوم ہوگا کہ کوڑھی کیسی کمبخت حالت میں تھا۔ ہارون نے جب اپنی بہن مریم کے لئے سفارش کی تو یہ الفاظ استعمال کئے "وہ اُس مردہ کی مانند نہ ہو۔۔۔۔ اور اُس کا آدھا بدن گل گیا ہو" (گنتی ۱۲-۱۲) لیکن کیا کوڑھ کی مانند ہم میں کوئی شے نہیں؟ ہاں ہے تو سہی۔ یہ رُوح کی بیماری

ہے جو ہماری فطرت میں آگئی ہے۔ اور ہماری ہڈیوں اور گودے میں مُہلک طور سے سرایت کر گئی ہے۔ یہ گناہ کی وبا اور مرض ہے۔ کوڑھ کی طرح یہ ایک گہرا مرض ہے۔ اور ہماری ذات کے ہر حصّہ پر اثر کرتا ہے۔ ہمارے دل۔ مرضی۔ ضمیر۔ فہم۔ یادداشت اور جذبات سب کو مبتلا کر لیتا ہے۔ کوڑھ کی طرح یہ ہم کو مکروہ اور قابلِ نفرین بنا دیتا ہے۔ اور خدا کی صحبت کے لائق رہنے نہیں دیتا اور آسمانی جلال کے ناقابل ٹھہراتا ہے کوڑھ کی طرح یہ بھی لاعلاج ہے۔ دُنیا کا کوئی حکیم اس مرض کو دُور نہیں کر سکتا اور ہم کو ہوتے ہوتے دوسری موت کی طرف دھکیلے لئے جاتا ہے۔ اور سب سے بڑھکر بدتر بات یہ ہے کہ اس مرض سے کوئی فردِ بشر مستثنیٰ نہیں "ہم سب کے سب ایسے ہیں جیسے ناپاک چیز" (یسعیاہ ۶۴:۶) کیا ہم اہنیں جانتے ہیں؟ کیا ہم نے ان کو دریافت کر لیا ہے؟ کیا ہم نے اپنی گنہگاری خطاکاری اور خرابی کو معلوم کر لیا ہے؟ وہ شخص مبارک ہے جو محسوس کرتا ہے کہ وہ روحانی حالت میں کوڑھی ہے اور بد۔ شریر اور گنہگار مخلوق ہے مرض کا علم شفا کی طرف ایک قدم ہے۔ اکثر لوگ اسی وجہ سے برباد اور ہلاک ہوتے ہیں کہ وہ اپنے گناہوں اور حاجتوں کو محسوس نہیں کرتے۔

ان آیات سے دُوسری بات ہم یہ سیکھ سکتے ہیں کہ خداوند یسُوع مسیح کی قدرت کیسی عجیب ہے اور وہ قادرِ مطلق ہے۔

یہ لکھا ہے کہ اس کوڑھی نے ہمارے خداوند کے پاس آکر اُس کی منت کی اور اُس کے سامنے گھٹنے ٹیک کر اُس سے کہا۔ اگر تُو چاہے تو مجھے پاک صاف کر سکتا ہے"۔ ہمارے خداوند نے ترس کھا کر ہاتھ بڑھایا اور اُس سے چھو کر اس سے کہا "میں چاہتا ہوں تُو پاک صاف ہو جا"۔ فوراً وہ مریض اچھا ہو گیا۔ آناً فاناً وہ مہلک مرض جاتی رہی اور کوڑھی نے شفا پائی۔ ایک لفظ اور ایک مَس نے اس کوڑھی کو صحیح و سالم کر کے خداوند کے سامنے کھڑا کر دیا۔

کوڑھی کے دل میں جو خیالات گزرے ہونگے اُن کا بیان کون کرسکتا ہے۔ ابھی وہ صبح کو اٹھا تو کمبخت لاچار کوڑھی تھا۔ زندہ درگور۔ سارا جسم زخموں اور ناسوروں سے پُر اور زندگی اُس کے لئے وبال تھی۔ لیکن شام کو وہ ہشاش بشاش۔ بلا درد و غم اور اپنے ہمجنسوں کی صحبت کے لائق ہے۔ یہ تبدیلی ایسی تھی جیسے موت سے زندگی۔

خدا کا شکر ہو کہ ہمارا مُنجی قادرِ مطلق ہے۔ یہ کیسی خوشی اور تسلی کی بات ہے کہ ہمارے خداوند کے لئے کچھ ناممکن نہیں۔ کوئی دلی بیماری ایسی گہری نہیں جسے وہ دور نہ کرسکے۔ رُوح کی کوئی مرض ایسی سخت نہیں ہے جسے وہ چنگا نہ کرسکے۔ جب تک کوئی زندہ ہے ہم اس کی نجات کے بارہ میں کبھی مایوس نہ ہوں۔ روحانی طور سے سخت سے سخت کوڑھی پاک صاف ہو سکتا ہے۔ مٙتی۔ ساؤل۔ زکی سے بدتر کون روحانی کوڑھی ہونگے؟ اُن سبھوں نے شفا پائی۔ یسوع مسیح نے اُن کو چنگا کر دیا۔ بڑے سے بڑا گنہگار مسیح کے خون اور روح سے پاک صاف ہو کر خدا کے نزدیک آسکتا ہے۔ آدمی اس لئے ہلاک نہیں ہوتے کہ وہ سخت گنہگار ہیں۔ بلکہ اس لئے کہ وہ نجات پانے کے لئے مسیح کے پاس نہیں آتے۔

ان آیات سے ہم یہ بھی سیکھتے ہیں کہ مسیح کے کام کے بارہ میں جیسے بولنے کا ایک وقت ہے ویسے خاموش رہنے کا بھی ایک وقت ہے۔

عجیب طور سے ہمیں یہ سبق یہاں سکھایا گیا ہے۔ ہمارے خداوند نے اُس شخص کو تاکید کی کہ خبردار کسی سے کچھ نہ کہنا" لیکن اس شخص نے سرگرمی کے جوش میں آکر حکم نہ مانا اور اس بات کو مشہور کیا"۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ یسوع شہر میں پھر ظاہرا داخل نہ ہو سکا بلکہ "باہر ویران مقاموں میں رہا"۔

خواہ اس پر عمل کرنا کیسا ہی مشکل ہے لیکن اس میں ایک اہم سبق ہمارے لئے ہے۔ یہ بخوبی واضح ہے کہ بعض اوقات ایسے ہیں جن میں خداوند یہ چاہتا ہے کہ ہم چپ چاپ خاموشی

سے اِس کے لئے کام کریں اور ہر طرح سے کوشش کریں کہ عام کی توجہ تمہاری طرف منعطف نہ ہو۔ اور سرگرمی کے جوش میں ہم اِس سبق کو بھول نہ جائیں بعض سرگرمی ایسی ہوتی ہے جو دانائی کے مطابق نہیں ہوتی اور ایسی سرگرمی بھی ہوتی ہے جو راست اور قابلِ تعریف ہوتی ہے۔ ہر شے اپنے موقعہ ہی پر خوبصورت لگتی ہے بعض اوقات ہمارے خداوند کی خدمت دیگر طریقوں کی نسبت خاموشی اور صبر سے زیادہ ہو سکتی ہے۔ پاک شے کتوں کے آگے نہ ڈالیں اور نہ اپنے موتی سوروں کے آگے۔ اس سبق کو نظر انداز کرنے سے ہم فائدہ کی بجائے نقصان کرینگے اور جس کام میں مدد کرنا چاہتے تھے۔ اُس کا ہرج کرینگے۔

بیشک یہ مضمون بہت نازک اور مشکل ہے۔ اس میں کچھ کلام نہیں کہ اکثر مسیحی تو اپنے ذوالجلال خداوند کے بارہ میں خاموشی زیادہ پسند کرتے ہیں نسبت اِس کے آدمیوں کے سامنے اُس کا اقرار کریں۔ اس لئے اُن کو لگام درکار نہیں بلکہ مہمیز درکار ہے۔ لیکن اِس کا بھی ہم انکار نہیں کر سکتے کہ ساری چیزوں کا ایک وقت ہے اور اس وقت کو پہچاننا ہر مسیحی کا فرض ہے۔ بہت نیک لوگ ایسے ہوتے ہیں کہ وہ سرگرم تو بڑے ہیں لیکن دانائی سے معرا۔ بلکہ اپنے بے موقعہ کام اور الفاظ کے ذریعہ وہ سچائی کے دُشمن کی کمک کرتے ہیں۔

ہم سب یہ دُعا مانگیں کہ خدا ہمیں دانائی اور عقلِ سلیم عطا کرے۔ ہر روز ہم کوشش کریں کہ اپنے فرض کو پہچانیں اور دانائی اور سمجھ حاصل کریں۔ مسیح کا اقرار کرنے میں ہم شیر کی طرح بہادر بنیں اور اگر ضرورت پڑے تو حاکموں اور بادشاہوں کے آگے اُس کا ذکر کرنے سے خائف نہ ہوں ہم کبھی یہ فراموش نہ کریں کہ انجام تک پہنچانے کے واسطے حکمت مفید ہے (واعظ ۱۰-۱۰) اور اندھی سرگرمی سے ہم نقصان نہ کریں[۱]۔

[۱] ہمارے خداوند نے کوڑھی کو اس معجزہ کا چرچا کرنے سے منع کیا جس سے ظاہر ہے کہ ہر وقت ساری صداقتیں

مرقس ۲ آیت ۱-۱۲ (۱) کئی دن بعد جب وہ کفرنحوم میں پھر داخل ہُوا تو سُنا گیا کہ وہ گھر میں ہے (۲) پھر اتنے آدمی جمع ہوگئے کہ دروازے کے پاس بھی جگہ نہ رہی اور وہ اُنہیں کلام سُنا رہا تھا (۳) اور لوگ ایک مفلوج کو چار آدمیوں سے اُٹھوا کر اُس کے پاس لائے (۴) مگر جب وہ بھیڑ کے سبب اُس کے نزدیک نہ آ سکے تو اُنہوں نے اُس چھت کو جہاں وہ تھا کھول دیا۔ اور اُسے اُدھیڑ کر اُس چارپائی کو جس پر مفلوج لیٹا تھا لٹکا دیا (۵) یسوع نے اُن کا ایمان دیکھ کر مفلوج سے کہا۔ بیٹا۔ تیرے گناہ معاف ہوئے (۶) مگر وہاں بعض فقیہہ جو بیٹھے تھے اپنے دلوں میں سوچنے لگے کہ (۷) یہ کیوں ایسا کہتا ہے؟ کُفر بکتا ہے۔ گناہ کون معاف کر سکتا ہے سوا ایک یعنی خدا کے؟ (۸) اور فی الفور یسُوع نے اپنی رُوح سے معلوم کرکے کہ وہ اپنے دلوں میں ایسا سوچتے ہیں۔ اُن سے کہا۔ تم کیوں اپنے دلوں میں یہ باتیں سوچتے ہو؟ (۹) آسان کیا ہے مفلوج سے یہ کہنا کہ تیرے گناہ معاف ہوئے۔ یا یہ کہنا کہ اُٹھ اور اپنی چارپائی اُٹھا کر چل پھر؟ (۱۰) لیکن اس لئے کہ تم جانو کہ ابنِ آدم کو زمین پر گناہوں کے معاف کرنے کا اختیار ہے (اُس نے اُس مفلوج سے کہا) (۱۱) میں تجھ سے کہتا ہوں۔ اُٹھ اپنی چارپائی اُٹھا کر اپنے گھر چلا جا (۱۲) اور وہ اُٹھا اور فی الفور

کا ذکر مفید نہیں ہوتا اگرچہ ہمیں راستی سے انکار کبھی نہیں کرنا چاہئے جیسا کہ بعض لوگ کہا کرتے ہیں کہ بیوی کو خوش کرنے۔ غلام کو خوش کرنے۔ جھگڑا مٹانے۔ کسی کی جان بچانے کے لئے جھوٹ بولنا جائز ہے۔ لیکن مسیحی دین کسی موقعہ پر جھوٹ بولنے کی اجازت نہیں دیتا۔ البتہ ایسے موقعہ میں جہاں سچائی کا ذکر نہ کرنا زیادہ اچھا ہے۔ مثلاً (۱) جہاں اس سچائی کے ظاہر کرنے سے نقصان ہو جیسے "یہاں اس معجزے کے مشہور کرنے میں (۲) جب ہم ایسے لوگوں کی صحبت میں ہوں جو اس سچائی سے فائدہ اُٹھانے کی بجائے اس پر ہنسی اُڑائیں و تحقیر دیتی ہے

اپنی چارپائی اُٹھاکر اُن سب کے سامنے باہر چلا گیا چنانچہ سب حیران ہو گئے۔ اور خدا کی بڑائی کر کے بولے ہم نے ایسا کبھی نہیں دیکھا۔

ہمارا خداوند اس وقت کفرنحوم میں ہے۔ اور حسبِ معمول اپنا کام کر رہا ہے۔ یعنی کلام سُنا رہا اور بیماروں کو شفا دے رہا ہے۔

ان آیات سے ظاہر ہے کہ بعضوں کو کیسے اچھے اچھے موقعے ملتے ہیں لیکن ان سے فائدہ نہیں اُٹھاتے جس قدر ہمارا خداوند اپنی زمینی خدمت کے ایام میں کفرنحوم میں رہا فلسطین کے اور کسی شہر میں نہیں رہا۔ ناصرت کو چھوڑنے کے بعد وہ اسی جگہ رہا کرتا تھا (متی ۴-۱۳) اکثر معجزے اُس نے اسی شہر میں کئے۔ اکثر وعظ اسی جگہ ہوئے لیکن ہمارے خداوند کے کام یا کلام کا کچھ اثر یہاں کے باشندوں پر نہ ہُوا۔ جیسا اس مقام سے ظاہر ہے اس کی سُننے کے لئے تو بڑا ہجوم ہو جاتا تھا کہ "دروازے کے پاس بھی جگہ نہ رہی" وہ حیران بھی ہوتے ہیں۔ اس کے معجزوں کو دیکھکر وہ تعجب بھی کرتے ہیں لیکن وہ ایمان نہیں لاتے۔ آفتابِ صداقت کی پُوری روشنی میں وہ رہتے ہیں لیکن ان کے دل سخت ہی رہتے ہیں لیکن جیسا سخت فتویٰ اس پہ دیا گیا اور جو ملامت اس پہ ہوئی وہ یروشلم کے سوا فلسطین کے اور کسی شہر میں نہیں ہوئی۔ " اے کفرنحوم۔ کیا تو آسمان تک بلند کیا جائیگا؟ تُو تو عالم ارواح میں اُتریگا۔ کیونکہ جو معجزے تجھ میں ظاہر ہوئے اگر سدوم میں ہوتے تو آج تک قائم رہتا مگر میں تم سے کہتا ہوں کہ عدالت کے دن سدوم کے علاقے کا حال تیرے حال سے زیادہ برداشت کے لائق ہوگا" (متی ۱۱-۲۳ و ۲۴)۔

ہم کفرنحوم کے حال پہ خوب لحاظ کریں۔ ہم اکثر یہ خیال کیا کرتے ہیں کہ روحوں کو رجوع کرانے کے لئے زور سے انجیل کی منادی کرنا کافی ہے۔ اگر کسی جگہ انجیل پہنچ گئی تو سب لوگ ایمان لے آئینگے۔ ہم بے ایمانی کی حیرت انگیز قدرت کو بھول جاتے ہیں اور

اِس امر کو کہ کہاں تک انسان خدا سے عداوت رکھتا ہے۔ ہم فراموش کرتے ہیں کہ اہالیان کفر نحوم نے بے عیب و بے نقص منادی سُنی اور اُنہوں نے دیکھا کہ حیرت افزا معجزوں کے ذریعہ اُس کی تصدیق ہوئی۔ تو بھی وہ اپنے گناہوں اور قصوروں میں مُردہ پڑے رہے۔ ہم کو یاد رکھنا چاہئے کہ یہی انجیل جو بعضوں کے لئے زندگی کی بُو ہے وہ بعضوں کے لئے موت کی بُو ہے۔ اور جو آگ موم کو نرم کردیتی ہے مٹی کو سخت کردیتی ہے۔ شاید جس قدر روز بروز انجیل کا سُننا دل کو سخت کرتا ہے اور کوئی شئے نہیں کرتی جبکہ ہم گناہ اور دُنیا کی غلامی کو ترجیح دیتے ہیں۔ کفر نحوم کے باشندوں کو جو حقوق حاصل تھے وہ شاید کسی کو حاصل نہیں ہوتے تو بھی جیسے یہ سخت رہے اور کوئی ایسے سخت نہیں رہے۔ خبردار ہم ان کے نقشِ قدم پہ نہ چلیں۔ ہمیں اکثر یہ دُعا کرنا چاہئے کہ اے خداوند دل کی سختی سے ہمیں چھڑا۔

اِن آیات سے ہمیں یہ سبق بھی ملتا ہے کہ کبھی مصیبت انسان کی رُوح کے لئے کیسی بڑی برکت کا باعث ہوتی ہے۔

یہاں مذکور ہے کہ ایک مفلوج کو کفر نحوم میں ہمارے خداوند کے پاس لائے۔ تاکہ خداوند یسُوع اُسے شفا دے۔ چونکہ بیکس ولاچار و کمزور تھا اس لئے چار مہربان اُسے چارپائی پہ اُٹھا کر لائے اور جس گھر میں یسُوع منادی کررہا تھا اُس میں لٹکا دیا۔ اُس شخص کی دلی آرزو فوراً حاصل ہوگئی۔ رُوح اور بدن کے اس بڑے حکیم نے اُسے دیکھ لیا اور فوراً اُسے چنگا کردیا اُسے صحت اور قوت حاصل ہوئی۔ اور بدنی صحت سے بڑھکر اُسے گناہوں کی معافی بخش دی۔ الغرض جس شخص کو اس صبح کمزور، محتاج بدن اور رُوح میں بل کھاتے ہوئے اُٹھا کر لے گئے تھے وہ اب خوشی مناتا ہؤا گھر کو واپس آیا۔

کس کو شک ہوسکتا ہے کہ وہ اپنی زندگی کے آخر تک اس فالج کی بیماری کے لئے

خدا کا شکر ادا کرتا رہیگا؟ اس کے بغیر وہ شاید لاعلمی میں زندگی بسر کرتا اور مرجاتا اور شاید اُسے نصیب بھی نہ ہوتا کہ مسیح کا دیدار حاصل کرے۔ اس کے بغیر شاید وہ ساری عمر گلیل کی سبز پہاڑیوں پر اپنا گلہ چراتا رہتا اور کبھی مسیح کے پاس آنے کا موقعہ نہ پاتا اور کبھی یہ مبارک الفاظ نہ سُنتا "تیرے گناہ معاف ہوئے"۔ یہ فالج کی بیماری لاکلام ایک برکت تھی۔ کون نہ کہہ سکیگا کہ اُس کی رُوح میں یہ ابدی زندگی کا آغاز تھا؟

ہر زمانے میں ایسے لوگ ملینگے جو اس کی تصدیق کرینگے کہ اس مفلوج کو جو تجربہ ہُوا وہ خود اُن کو بھی ہُوا۔ اُنہوں نے دُکھ اُٹھا کر دانائی سیکھی۔ عزیزوں کی جدائی رحم ثابت ہوئی۔ نقصان اُن کے لئے حقیقی نفع ثابت ہُوا۔ بیماری نے اُن کو روحوں کے بڑے معالج کے پاس پہنچادیا۔ بائبل کی طرف اُن کو روانہ کیا۔ دُنیا سے اُن کو علیحدہ کیا اور اُن کی اپنی نادانی اُن پر ظاہر کی اور اُن کو دُعا مانگنا سکھا دیا۔ ہزاروں داؤد کی طرح کہہ سکتے ہیں "بھلا ہُوا کہ میں نے دُکھ پایا کہ میں تیرے قواعد کو سیکھونگا" (زبور ۱۱۹-۷۱)۔ خبردار مصیبت کے وقت نہ کُڑکُڑانا۔ یقین جانو کہ ہر صلیب کی کچھ نہ کچھ ضرورت ہُوا کرتی ہے۔ اور ہر امتحان کی کوئی وجہ ہوتی ہے۔ ہر بیماری اور غم خدا کی مہربانی کا ایک پیغام ہوتا ہے جس کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ ہم کو خدا کی قربت زیادہ ہو۔ اس لئے ہم دُعا کریں کہ جو سبق ہر مصیبت سکھانا چاہتی ہے اُسے ہم سیکھ لیں۔

اِن آیات میں یہ سبق بھی پایا جاتا ہے کہ ہمارے خداوند یسوع مسیح کو گناہوں کے معاف کرنے کی قوت حاصل تھی۔ کیونکہ وہ حقیقی سردار کاہن ہو کر آیا تھا۔

ہمارے خداوند نے مفلوج سے کہا "بیٹا تیرے گناہ معاف ہوئے"۔ اُس نے یہ الفاظ خاص معنی سے کہے جن فقیہوں سے وہ اُس وقت گھرا ہُوا تھا اُن کے دلوں کی حالت سے آگاہ تھا۔ وہ اُن پر یہ ظاہر کیا چاہتا تھا کہ وہ حقیقی سردار کاہن تھا۔ اور گنہگاروں کو معاف کرنے کی قدرت رکھتا تھا۔ گو اب تک اُس نے یہ دعویٰ پیش نہ کیا

تھا پر اُس نے صاف طور سے یہ بتایا کہ اُسے یہ قدرت حاصل تھی۔ اُس نے فرمایا کہ "ابنِ آدم کو زمین پر گناہوں کے معاف کرنے کا اختیار ہے"۔ اور جب اُس نے یہ الفاظ کہے "تیرے گناہ معاف ہوئے" تو اُس نے اپنا فرضِ منصبی ادا کیا۔

ہم ذرا غور کریں کہ جسے گناہ بخشنے کی قدرت حاصل تھی اُس کا اختیار کیسا بڑا ہوگا۔ یہ کام خدا کے سوا اور کوئی نہیں کر سکتا تھا۔ نہ کوئی فرشتہ آسمان پر نہ زمین پر کوئی آدمی نہ کوئی کلیسیا اپنی کونسل میں۔ نہ کوئی خادمِ دین۔ نہ کوئی مسیحی فرقہ گنہگار کی ضمیر پر سے خطا کا بوجھ اُتار سکتا ہے اور خدا کے ساتھ اُس کا ملاپ کرا سکتا ہے۔ وہ اِس چشمہ کی طرف رہنمائی کر سکتے ہیں جو سارے گناہ دھونے کے لئے جاری ہے۔ وہ اختیار کے ساتھ یہ اعلان کر سکتے ہیں کہ کن کے گناہ خدا بخشنے کو راضی ہے۔ لیکن وہ اپنے اختیار سے کسی کو مغفرت نہیں دے سکتے۔ وہ کسی کی خطا کو دُور نہیں کر سکتے۔ یہ خاص خدا ہی کا حق ہے اور ایسا اعلیٰ حق جو خدا نے اپنے بیٹے یسُوع مسیح کے ہاتھ میں دیا۔

ذرا اس پر بھی لحاظ کریں کہ یہ کیسی بڑی برکت ہے کہ یسُوع ہمارا بڑا سردار کاہن ہے اور کہ ہمیں معلوم ہے کہ معافی کے لئے کہاں جانا چاہئے۔ ہمارے اور خدا کے درمیان ایک قربانی اور کاہن کا ہونا ضرور ہے۔ کانشنس کا یہ تقاضا ہے کہ ہمارے بہت سے گناہوں کے لئے کفارہ ہو۔ خدا کی قدوسیت کا یہ کلی تقاضا ہے۔ کفارہ دینے والے کاہن کے بغیر رُوح کو اطمینان حاصل نہیں ہو سکتا۔ یسُوع مسیح عَین وہی کاہن جس کی ہم کو حاجت تھی۔ معاف کرنے اور بخشنے میں قدرت والا۔ نرم دل اور بچانے کو ہمیشہ تیار۔

اب ہم اپنے دل سے سوال کریں کہ کیا ہم خداوند یسُوع کو اپنا سردار کاہن تسلیم کرتے ہیں؟ کیا ہم نے اُس سے عرض کی ہے؟ کیا ہم نے اُس سے مغفرت طلب کی ہے؟ اگر نہیں تو ہم اب تک اپنے گناہوں میں گرفتار ہیں۔ ہم چین نہ لیں جب تک رُوح القدس ہماری

رُوح کے ساتھ یہ گواہی نہ دے کہ ہم یسُوع کے قدموں میں بیٹھکر اُس کی یہ آواز سُنتے ہیں" بیٹا تیرے گناہ معاف ہوئے"۔

مرقس ۲ آیات ۱۳-۲۲ (۱۳) وہ پھر باہر جھیل کے کنارے گیا۔ اور ساری بھیڑ اُس کے پاس آئی۔ اور وہ اُنہیں تعلیم دینے لگا (۱۴) جب وہ جا رہا تھا تو اُس نے حلفئی کے بیٹے لیوی کو محصُول کی چوکی پر بیٹھے دیکھا اور اُس سے کہا میرے پیچھے ہولے۔ پس وہ اُٹھکر اُس کے پیچھے ہولیا (۱۵) اور ایسا ہُوا کہ وہ اُس کے گھر میں کھانا کھانے بیٹھا اور بہت سے محصول لینے والے اور گنہگار لوگ یسُوع اور اُس کے شاگردوں کے ساتھ کھانے بیٹھے۔ کیونکہ وہ بہت تھے اور اُس کے پیچھے ہولئے تھے۔ (۱۶) اور فریسیوں کے فقیہوں نے اُسے گنہگاروں اور محصول لینے والوں کے ساتھ کھاتے دیکھکر اُس کے شاگردوں سے کہا۔ یہ تو محصول لینے والوں اور گنہگاروں کے ساتھ کھاتا پیتا ہے (۱۷) یسُوع نے اُن سے کہا: تندرستوں کو حکیم درکار نہیں بلکہ بیماروں کو۔ مَیں راستبازوں کو نہیں بلکہ گنہگاروں کو بُلانے آیا ہوں۔ (۱۸) اور یوحنا کے شاگرد اور فریسی روزے سے تھے۔ اُنہوں نے آکر اُس سے کہا۔ کیا سبب ہے کہ یوحنا کے اور فریسیوں کے شاگرد تو روزہ رکھتے ہیں مگر تیرے شاگرد روزہ نہیں رکھتے؟ (۱۹) یسُوع نے اُن سے کہا۔ کیا براتی جب تک دُولھا اُن کے ساتھ ہے روزہ رکھ سکتے ہیں؟ جس وقت تک دُولھا اُن کے ساتھ ہے وہ روزہ نہیں رکھ سکتے (۲۰) مگر وہ دن آئینگے کہ دُولھا اُن سے جُدا کیا جائیگا۔ اُس وقت وہ روزہ رکھینگے (۲۱) کورے کپڑے کا پیوند پُرانی پوشاک پر کوئی نہیں لگاتا۔ نہیں تو وہ پیوند اُس پوشاک میں سے کچھ کھینچ لیگا یعنی نیا پُرانی سے۔ اور وہ زیادہ پھٹ جائیگی۔ (۲۲) اور نئی مے کو پُرانی مشکوں میں کوئی نہیں بھرتا۔ نہیں تو مشکیں مے سے پھٹ

جائینگی اور مرے اور مشکیں دو تو برباد ہو جائینگی۔ بلکہ نئی مے کو نئی مشکوں میں بھرتے ہیں۔

جس شخص کا نام یہاں لیوی آیا ہے اُس کا نام پہلی انجیل میں متی مرقوم ہے ہم اُسے فراموش نہ کریں جس شخص کی اوائل تاریخ ان آیات میں مندرج ہے وہ رسول اور انجیل نویس ہے۔

ان آیات سے ظاہر ہے کہ مسیح کو یہ قدرت تھی کہ وہ آدمیوں کو دُنیا میں سے نکالے اور پھر اُنہیں اپنا رسول بنائے۔ لیوی کو جو "محصول کی چوکی پر بیٹھا تھا اُس نے یہ کہا میرے پیچھے ہو لے"۔ پس وہ اُٹھکر اُس کے پیچھے ہو لیا" محصول لینے والے سے وہ رسول ہو گیا جس نے نئے عہدنامے کی پہلی کتاب تحریر کی جو آج ساری دُنیا میں مشہور ہے۔

یہ نہایت اہم صداقت ہے۔ ایسی بُلاہٹ کے بغیر کوئی نجات نہیں پاسکتا۔ ہم سب گناہوں میں ایسے ڈوبے ہوئے ہیں اور دُنیا سے ایسے شیر و شکر ہیں کہ جب تک وہ اپنے فضل سے ہم کو نہ بُلائے ہم کبھی خدا کی طرف نہ پھرینگے پیشتر اس سے کہ ہم خدا سے ہمکلام ہوں ضرور ہے کہ وہ اپنی رُوح کے ذریعہ ہمارے دلوں سے مخاطب ہو۔ یہ کیسا مبارک خیال ہے کہ گنہگاروں کی بُلاہٹ ایسے مہربان نجات دہندہ یسُوع کے سپرد ہوئی ہے۔

جب خداوند یسُوع کسی گنہگار کو اپنا خادم ہونے کے لئے بُلاتا ہے تو وہ بحیثیت سلطان کے کام کرتا ہے لیکن بڑے رحم کے ساتھ۔ وہ ایسے آدمیوں کو چن لیتا ہے جو ظاہرا اُس کی مرضی پُورا کرنے اور اُس کی سلطنت کو ترقی دینے کے مطلقاً قابل دکھائی نہیں دیتے۔ وہ قادر مطلق قدرت سے اُن کو کھینچ لاتا ہے پُرانی عادتوں اور دستوروں کی زنجیروں کو توڑ ڈالتا ہے۔ اور اُنہیں نئے مخلوق بنا دیتا ہے جیسے مقناطیس لوہے کو کھینچتا ہے اور جنوبی ہوا یخ بستہ زمین کو نرم کر دیتی ہے ویسے ہی مسیح کی بُلاہٹ دُنیا میں سے گنہگاروں کو کھینچ لاتی ہے اور سخت سے سخت دل کو پگھلا دیتی ہے "خداوند

کی آواز زور آور ہے" (زبور ۲۹-۴) ۔ وہ لوگ کیسے مبارک ہیں جو اُس کی آواز سُنتے اور اپنے دِلوں کو سخت نہیں کرتے (عبرانی ۳-۱۵) ۔

کتابِ مقدس میں یہ عبارت پڑھکر ہم کسی کی نجات سے مایوس نہیں ہوسکتے ۔ جو لیوی کہلاتا تھا وہ اب تک زندہ ہے اور کام کرتا ہے معجزوں کا زمانہ اب تک گزر نہیں گیا۔ زر کی دوستی بیشک ایک زبردست کشش ہے لیکن مسیح کی بُلاہٹ اُس سے بھی زیادہ زبردست ہے ۔ ہم ایسے لوگوں کے بارہ میں مایُوس نہ ہوں جو "محصول کی چوکی پر بیٹھے ہیں اور دُنیا کے مال ومتاع سے مالامال ہیں۔ جس آواز نے لیوی کو پکارا کہ "میرے پیچھے ہولے" وہ ان کے دلوں تک بھی پہنچ سکتی ہے ہم دیکھ سکتے ہیں کہ وہ اُٹھ کے اپنی صلیب اُٹھاتے اور مسیح کے پیچھے ہولیتے ہیں ۔ ہم ہمیشہ اُمید رکھیں اور دوسروں کے لیئے دُعا کریں ۔ کون کہہ سکتا ہے کہ فلاں شخص کے لئے خدا کیا کچھ کرنے کو تیار ہے کوئی ایسا بد نہیں جس کو کہ یسُوع بُلا نہ سکتا ہو۔ اِس لئے ہم سبھوں کے لئے دُعا کریں ۔

ان آیات سے یہ سبق بھی ملتا ہے کہ ہمارے خداوند کے منصبوں میں سے ایک منصب حکیم کا ہے ۔ فقیہوں اور فریسیوں نے اُس پر یہ الزام لگایا تھا کہ وہ محصول لینے والوں اور گنہگاروں کے ساتھ کھاتا پیتا تھا۔ لیکن جب یسوع نے اُن کی یہ بات سُنی تو اُس نے اُنہیں کہا "تندرستوں کو حکیم درکار نہیں بلکہ بیماروں کو۔ یسُوع مسیح دُنیا میں محض اِس لئے نہ آیا تھا کہ وہ ایک شارع یا بادشاہ۔ یا معلم یا ایک نمونہ ہو۔ اگر اُس کے آنے کا صرف یہی مقصد ہوتا تو نوع انسان کے لئے چنداں تسلی نہ ہوتی۔ غذا اور پرہیز کے قوانین بیماروں اور کمزوروں کے لئے تو مناسب ہیں لیکن جس شخص کو مُہلک بیماری لگی ہے اُس کے لئے کچھ مفید نہیں۔ جو شخص ابھی گرا نہیں جیسے باغِ عدن میں آدم اُس کے لئے معلم اور نمونہ کافی ہوسکتے ہیں لیکن اُفتادہ

گنہگاروں یعنی ہمارے جیسوں کے لئے پہلے شفا درکار ہے پھر ہم ایسے قاعدے قوانین کی قدر کر سکتے ہیں۔

ہمارا خداوند نہ صرف معلّم ہو کر آیا تھا بلکہ حکیم ہو کر بھی۔ وہ انسانی فطرت کی ضروریات سے واقف تھا۔ اُس نے دیکھا کہ ہم سب مُہلک بیماری میں مبتلا تھے۔ گناہ کی مرض میں گرفتار ہو کر روز مر رہے تھے۔ اُس نے ہم پر ترس کھایا اور ہماری شفا کے لئے الٰہی دوا لایا۔ وہ اِس لئے آیا کہ ہمیں صحت بخشے اور جو مر رہے تھے اُن کا علاج کرے۔ دل شکستگاں کو شفا دے اور کمزوروں کو زور عطا کرے یہ اُس کا جلال ہے کہ لاعلاج مریضوں کو شفا دیکر بحال کرے۔ اکسیر علاج۔ انتھک مہربانی اور انسان کی روحانی بیماریوں کے تجربے میں اُس کا کوئی ثانی نہیں۔ کوئی اُس کی مانند نہیں

لیکن مسیح کے اِس خاص منصب کے بارہ میں ہم خود کیا جانتے ہیں؟ کیا ہم نے کبھی اپنی رُوحانی بیماری کو پہچانا اور اُس سے علاج کرایا؟ جب تک ہم ایسا نہ کریں ہم خدا کی نظر میں راست نہیں ٹھہر سکتے۔ اگر ہم یہ خیال کریں کہ گناہ کا احساس ہم کو خدا سے ہٹائے رکھیگا تو ہم نے مذہب کو ٹھیک طور سے سمجھا ہی نہیں حقیقی مسیحیت کا آغاز یہ ہے کہ ہم اپنے گناہوں کا احساس کریں اور اپنی بیماری کو پہچانیں۔ روحانی صحت کا یہ پہلا نشان ہے کہ ہم اپنی خرابی اور فساد کو جان لیں اور اپنی خطاؤں سے نفرت کرنے لگیں۔ جنہوں نے اپنی رُوح کی بیماری کو دریافت کر لیا ہے وہ کیسے خوشحال لوگ ہیں۔ وہ جان لیں کہ مسیح عینؔ وہ حکیم ہے جس کی اُن کو ضرورت تھی۔ اور بلا توقف اُس کا علاج کرائیں۔

اِن آیات میں یہ سبق بھی پایا جاتا ہے کہ جو اشیا اپنی اصلیت میں مختلف ہیں اُن کو مخلوط کرنے کی کوشش کرنا فضول سے بھی بدتر ہے۔ اُس نے فریسیوں سے یہ کہا "کورے کپڑے کا پیوند پرانی پوشاک پر کوئی نہیں لگاتا" "نئی مے کو پرانی مشکوں میں کوئی نہیں بھرتا"۔ یہ الفاظ تمثیلی ہیں۔ جو سوال فریسیوں نے پُوچھا تھا اس کے متعلق خداوند نے یہ الفاظ

استعمال کئے" یوحنا کے . . . . شاگرد تو روزہ رکھتے ہیں مگر تیرے شاگرد روزہ نہیں رکھتے"۔
ہمارے خداوند نے جو جواب دیا اس کا یہ مطلب معلوم ہوتا ہے کہ اُس کے شاگردوں کو روزہ کا حکم دینا غیر ضروری اور بے موقعہ ہوگا۔ اُس کا چھوٹا گلہ فضل میں اب تک شیر خوار اور ایمان ۔ علم اور تجربہ میں کمزور تھا۔ اُن کو ہولے ہولے سے چلنا تھا اور ایسے بوجھ اُن پر لادنے نہ چاہئیں جن کو وہ اُس وقت اُٹھا نہ سکتے تھے۔ علاوہ ازیں روزہ ایسے شخص کے شاگردوں کے حسب حال ہو سکتا تھا جو دُکھ کا صرف دوست تھا۔ جو بیابان میں رہتا اور توبہ کے بپتسمہ کی منادی کرتا تھا اور اونٹ کے بالوں کا لباس پہنتا اور ٹڈیاں اور جنگلی شہد کھاتا تھا لیکن اُس کے شاگردوں کے حسب حال نہ تھا جو خود دُلہا تھا۔ جو گنہگاروں کے لئے خوشخبری لایا اور دوسروں کی طرح کھاتا پیتا تھا۔ الغرض اُس کے شاگردوں کو روزہ کا حکم دینا اس موقعہ پر" نئی مے کو پُرانی مشکوں میں بھرنا تھا۔ یہ ایسی اشیا کو مخلوط کرنا تھا جو در اصل متفرق اور مختلف تھیں۔

اس تمثیل میں جس اصول کا ذکر ہے وہ بہت اہم ہے۔ چونکہ یہ الفاظ تمثیلی ہیں اس لئے وسیع معنوں میں انہیں لے سکتے ہیں۔ اس اصول کو نظر انداز کرنے سے کلیسیا کو بہت نقصان پہنچا ہے۔ نئے پیوند کو پُرانے کپڑے پر لگانے انپی مے کو پُرانی مشکوں میں بھرنے کی کوشش کرنے سے بہت بُرائیاں پیدا ہوئیں۔

گلیتیہ کی کلیسیا کا کیا حال تھا؟ مقدس پولس کے خط میں یہ مندرج ہے۔ اس کلیسیا میں لوگ یہودیت کو مسیحیت کے ساتھ مخلوط کرنا چاہتے تھے اور ختنہ اور بپتسمہ دونو کو ملاتے تھے۔ وہ ریت رسوم کی شرع کو جاری رکھنا اور مسیح کی انجیل کے پہلو بہ پہلو رکھنا چاہتے تھے۔ فی الحقیقت وہ نئی مے کو پُرانی مشکوں میں بھرنا چاہتے تھے۔ اور اُن کی یہ کوشش غلط تھی۔

رسولوں کی وفات کے بعد ابتدائی کلیسیا کا کیا حال ہُوا؟ "تاریخ کلیسیا اس کی شاہد ہے۔"

بعضوں نے انجیل کو زیادہ مقبول بنانے کے لئے افلاطونی فلسفہ اس کے ساتھ ملانا چاہا۔ بعضوں نے بُت پرستوں کو خوش کرنے کے لئے بُتوں کے مندروں کے لباس اور جلوس اور ریت رسوم کو اختیار کر لیا۔ الغرض اُنہوں نے نئے پیوند کو پُرانے کپڑے پر لگایا اور ایسا کرنے سے سخت بُرائی کے بیج بو دیئے۔ اُنہوں نے رومی تنزلی کے لئے راہ صاف کر دیا۔

آجکل جو لوگ مسیحی کہلاتے ہیں اُن کا کیا حال ہے؟ ہم چاروں طرف نظر مار کے دیکھ سکتے ہیں۔ ہزاروں اس کوشش میں ہیں کہ مسیح کی خدمت کے ساتھ دُنیا کی خدمت کو ملحق کریں۔ نام تو مسیحی رکھائیں لیکن بیدینوں کی سی زندگی بسر کریں عیاشی اور گناہ کے خیالوں کے ساتھ ملے جُلے رہیں۔ تو بھی مصلوب یسوع کے پیرو کہلائیں۔ المختصر وہ نئی مے کا حظ اُٹھانا چاہتے ہیں لیکن پُرانی بوتلوں کو نہیں چھوڑتے۔ ایسے لوگوں کو ایک دن یہ معلوم ہوگا کہ اُنہوں نے رائگاں کوشش کی۔

ہم اِس عبارت سے قطع نظر کر کے اپنا امتحان کریں۔ آجکل اس کے بارہ میں اپنے دلوں کو جاننا نہایت ضرور ہے۔ کیا ہم نے کبھی نہیں پڑھا جو کتاب مقدس میں لکھا ہے۔ "کوئی آدمی دو مالکوں کی خدمت نہیں کر سکتا" ہم خدا اور دولت دونوں کی خدمت نہیں کر سکتے"۔ ان آیات کے ساتھ ہم اس عبارت کے آخری الفاظ کو رکھیں "نئی مے کو پُرانی مشکوں میں بھرتے ہیں" (متی ۶: ۲۴)۔

مرقس ۲ آیت ۲۳-۲۸ (۲۳) اور ایسا ہُوا کہ وہ سبت کے دن کھیتوں میں ہو کر جا رہا تھا۔ اور اُس کے شاگرد راہ میں چلتے ہوئے بالیں توڑنے لگے (۲۴) اور فریسیوں نے اُس سے کہا۔ دیکھ۔ یہ سبت کے دن وہ کام کیوں کرتے ہیں جو روا نہیں (۲۵) اُس نے اُن سے کہا۔ کیا تم نے کبھی نہیں پڑھا کہ داؤد نے کیا کیا جب اُس کو اور اُس کے ساتھیوں کو ضرورت ہوئی اور وہ بھوکے ہوئے؟

(۲۶) وہ کیونکر سردار کاہن ابیاتار کے عہد میں خدا کے گھر میں گیا اور نذر کی روٹیاں کھائیں جن کا کھانا کاہنوں کے سوا کسی کو روا نہیں۔ اور اپنے ساتھیوں کو بھی دیں (۲۷) اور اُس نے اُن سے کہا سبت آدمی کے واسطے بنا ہے نہ آدمی سبت کے واسطے (۲۸) پس ابنِ آدم سبت کا بھی مالک ہے۔

ہمارے خداوند کے ایامِ خدمت کا ایک قابلِ غور نظارہ ان آیات میں سامنے پیش کیا گیا ہے۔ یہ ذکر ہے کہ ہمارا مبارک خداوند اور اُس کے "شاگرد سبت کے دن کھیتوں میں ہو کر جا رہے تھے۔ اور شاگرد" راہ میں چلتے ہوئے بالیں توڑنے لگے"۔ اس پر فوراً فریسیوں نے خداوند کے پاس یہ الزام لگایا گویا اُنہوں نے ایک سخت گناہ کیا تھا۔ "یہ سبت کے دن وہ کام کیوں کرتے ہیں جو روا نہیں"۔ ایک معقول جواب خداوند نے اُن کو دیا۔ اور جو لوگ سبت کو ماننے کا خیال رکھتے ہیں اُن کے لئے اُس کا مطالعہ بہت ہی مفید ہوگا۔

ان آیات میں اس امر کا ذکر ہے جو لوگ رسم پرست ہوتے ہیں وہ خفیف امور کو کیسا اہم ٹھیراتے ہیں۔

رسم پرستی میں شاید فریسیوں سے کوئی سبقت نہ لے گیا ہوگا۔ اُنہوں نے صرف بیرون چھلکے اور رسم پرستی کا خیال کیا۔ اُنہوں نے اپنی روایات کے ذریعہ اس قسم کی اور بہت سی باتیں بھی ایزاد کی تھیں۔ ان کی دینداری غُسلوں۔ روزوں۔ خاص لباس اور حسب منشا عبادت پر ہی مشتمل تھی، حالانکہ توبہ۔ ایمان اور پاکیزگی کو اُنہوں نے بہت کچھ نظر انداز کر دیا تھا۔

اگر شاگرد کسی اخلاقی شرع کو توڑتے تو شاید فریسی پروا بھی نہ کرتے۔ لالچ۔ حلف دروغی۔ ظلم وستم کی طرف سے آنکھیں بند کر لیتے۔ کیونکہ یہ ایسے گناہ تھے جن میں کہ وہ مبتلا تھے۔ لیکن جہاں اُنہوں نے انسانی اختراع کردہ روایات کے خلاف عمل دیکھا کہ وہ اُن کے مطابق نہ

تھا تو فوراً چلا اُٹھے اور الزام لگانے لگے۔

ہم جاگتے رہیں اور دُعا مانگیں۔ مبادا ہم فریسیوں کی غلطی میں مبتلا ہوں۔ ایسے مسیحیوں کی کمی نہیں جو اُن کے نقشِ قدم پر چلتے ہیں۔ آج ہزاروں ایسے ملینگے جو ظاہری رسوم پر دینی تعلیم کی نسبت زیادہ زور دیتے ہونگے۔ وہ اِن باتوں پر تو خاص توجہ کرتے ہیں کہ مقدسوں کے دنوں کو مانیں۔ عقیدہ پڑھتے وقت مشرق کی طرف مُنہ پھیریں اور یسُوع کے نام پر سر جھکائیں لیکن توبہ یا ایمان یا دُنیا سے علیحدگی کی پروا بھی نہیں کرتے۔ ہم ایسے مزاج اور رُوح سے خبردار رہیں۔ اِس سے نہ تسلی نہ اطمینان اور نہ نجات مل سکتی ہے۔

اپنے دلوں میں ہم اِس اصول کو مسلمہ جان لیں کہ جب کوئی شخص انسان کی اختراع کردہ رسوم کو انجیل کی منادی سے اعلیٰ ٹھہرانے لگتا ہے تو اُس کی روحانی حالت خراب ہو رہی ہے۔ یہ روحانی بیماری کی علامت ہے۔ ایسے شخص کے باطن میں کچھ فساد ہے۔ اکثر نورِ قلب کی بے اطمینانی اسی سے پیدا ہوتی ہے۔ جو لوگ رومی کلیسیا کی طرف پھر گئے اُس کا شروع اسی طرح ہُوا۔ اِس لئے یہ جائے تعجب نہیں کہ مقدس پولس نے یہ کہا "تم دنوں اور مہینوں اور مقرری وقتوں اور برسوں کو مانتے ہو۔ مجھے تمہاری بابت ڈر ہے کہیں ایسا نہ ہو کہ جو محنت میں نے تم پر کی ہے بیفائدہ جائے" (گلتیوں ۴: ۱۰، ۱۱)۔

علاوہ ازیں اِن آیات میں یہ بھی واضح طور سے مذکور ہے کہ مقدس کتابوں کا علم کیسی قدر و قیمت رکھتا ہے۔

ہمارے خداوند نے فریسیوں کے جواب میں کتابِ مقدس سے حوالہ دیا۔ اُس نے اپنے دشمنوں کو داؤد کا قصہ یاد دلایا کہ "جب اُس کو... ضرورت ہوئی اور بھوکا ہُوا۔ کیا تم نے کبھی نہیں پڑھا" وہ اِس کا اِنکار نہ کر سکتے تھے کہ مرمُور نویس اور خدا کی حسبِ مرضی شخص بُرا نمونہ نہیں ہو سکتا۔ فی الحقیقت اُنہیں معلوم تھا کہ وہ ساری عمر خدا کے احکام سے کنارہ نہ ہُوا تھا "سوائے اُوریاہ حِتّی کے معاملہ میں" (۱ سلاطین ۱۵: ۵)۔ تو بھی داؤد نے کیا کیا تھا؟

کہ جب وہ بھوکا ہؤا تو وہ خدا کے گھر میں داخل ہؤا اور نذر کی روٹیاں کھائیں جو کاہنوں کے سوا اور کسی کو کھانی روا نہ تھیں۔ اس سے اُس نے ظاہر کیا کہ اشد ضرورت کے وقت خدا کی شریعت کو کچھ نرم کر سکتے ہیں۔ اِس نمونہ کی طرف ہمارے خداوند نے اپنے مخالفوں کی توجہ منعطف کی۔ وہ اِس کا جواب نہ دے سکے۔ رُوح کی تلوار ایسا اوزار تھا جس کا وہ مقابلہ نہ کر سکتے تھے۔ اُن کا مُنہ بند ہو گیا اور شرمندہ ہوئے۔

جو کچھ ہمارے خداوند نے اِس موقعہ پر کیا وہ اُس کے لوگوں کے لئے قابلِ نمونہ ہے۔ ہمارے ایمان اور عمل کی اعلیٰ دلیل یہ ہے "بائبل میں یوں لکھا ہے" "کتابِ مقدس کیا کہتی ہے"۔ مسائل پر گفتگو کرنے میں خدا کا کلام ہمارا ممد ہونا چاہئے۔ پر تکرار میں ہم اپنی دلیل کی تائید میں کتابِ مقدس کو پیش کریں۔ ہم اپنے دُشمنوں کو ہمیشہ یہ دکھائیں کہ ہمارا دستور العمل بائبل ہے۔ سب سے زیادہ پُرزور دلیل بائبل کی ایک صاف و صریح آیت ثابت ہوگی۔ اس دُنیا میں ہمارے رائے کی نکتہ چینی ضرور ہوگی۔ اگر ہم مسیح کے خادم ہیں ہم یقین جانیں کہ جیسا ایک اقتباس کتابِ مقدس سے دُشمنوں کا مُنہ بند کرتا ہے ویسے اور کوئی دلیل نہیں کر سکتی۔

مگر ہم یہ یاد رکھیں کہ اگر ہم اپنے خداوند کی طرح بائبل کو استعمال کیا چاہتے ہیں تو ہمیں اس کا علم اور اُس سے بخوبی واقف ہونا چاہئے۔ ہم اس کو غور سے۔ فروتنی سے۔ بلاناغہ۔ اور دُعا سے پڑھا کریں ورنہ اُس کی آیات ضرورت کے وقت ہماری مدد کو نہ آئینگی۔ رُوح کی تلوار کو مؤثر طور سے استعمال کرنے کے لئے اُس سے واقف ہونا اور اُس کتاب کو ہمارے ہاتھوں میں ہونا چاہئے۔ بائبل کا علم حاصل کرنے کی کوئی خاص شاہراہ نہیں۔ یہ علم لدُنّی کے ذریعہ حاصل نہیں ہوتا۔ اِس کے لئے کتاب کا مطالعہ درکار ہے۔ اِس پر غور کریں۔ دُعا مانگ کر اِسے پڑھیں۔ اِسے الماری یا صندوق میں بند پڑی رہنے نہ دیں۔ بالاپرواہی سے گاہے گاہے کہیں کہیں سے پڑھنے پر اکتفا نہ کریں۔ صرف بائبل کا مطالعہ کرنے

والے اس زندگی کی لڑائی میں اس اوزار کو استعمال کر سکینگے۔

اِن آیات سے یہ بھی ظاہر ہے کہ سبت کے ماننے کے بارہ میں سارے سوالات کا فیصلہ اسی اصول کے مطابق ہونا چاہئے۔ ہمارے خداوند نے فرمایا کہ "سبت آدمی کے واسطے بنا ہے نہ آدمی سبت کے واسطے"۔

یہ الفاظ حکمت کا ایک مخزن ہیں اس لئے ان پر خوب غور کرنا چاہئے۔ اور خاص اس لئے کہ یہ الفاظ صرف اسی انجیل میں مندرج ہیں۔ اب ہم ذرا دیکھیں کہ اس کے کیا معنی ہیں؟ "سبت آدمی کے واسطے بنا ہے"۔ خدا نے فردوس میں یہ آدم کے واسطے بنایا تھا۔ اور کوہ سینا پر اُس نے بنی اسرائیل کو از سر نو دیا۔ یہ کل نوع انسان کے لئے ہے نہ صرف یہودیوں کے لئے بلکہ کُل بنی آدم کے لئے۔ یہ انسان کے فائدہ اور خوشحالی کے لئے بنا۔ اس کے بدن۔ اس کی عقل اور اس کی رُوح کے فائدہ کے لئے بنا۔ وہ بطور انعام کے اس کو دیا گیا تھا نہ بوجھ کے طور پر۔ اُس کی اصلی غرض یہی تھی۔

لیکن "آدمی سبت کے واسطے" نہیں بنا۔ خدا کے دن کے ماننے کا یہ منشا نہ تھا کہ اُس کی ایسی تاکید کی جائے جس سے اِنسان کی صحت میں فرق آئے یا اُس کی ضروریات زندگی میں خلل آئے۔ چوتھے حکم کے اِن الفاظ کے "سبت کے دن کو پاک جان کے یاد رکھنا" ایسے معنی نہ کریں جس سے اِنسان کے بدن کو نقصان پہنچے یا ہمجنسوں کے ساتھ رحم کے کاموں میں مزاحم ہو۔ فریسیوں نے اِس نکتہ کو نہ سمجھا یا اُسے اپنی روایات کے طومار کے نیچے دفن کر دیا۔

اِن الفاظ میں اِس رائے کی کچھ تائید نہیں ہوتی کہ ہمارے خداوند نے چوتھے حکم کو منسوخ کر دیا۔ برعکس اِس کے اُس نے سبت کے دن کو ایک انعام۔ ایک برکت ٹھیرایا۔ البتہ اُس نے ماننے کے قواعد کی اصلاح کی۔ اُس نے ظاہر کیا کہ ضروری اور رحم کے کام سبت کے دن ہم کر سکتے ہیں لیکن اُس نے ایک لفظ بھی اِس رائے کی تصدیق میں نہیں

کہا کہ مسیحی سبت کے دن کو پاک جان کے یاد نہ رکھیں۔

سبت کے ماننے میں ہم کو سرگرم ہونا چاہئے۔ زمانہ حال میں اس کا بہت کم اندیشہ ہے کہ لوگ سبت کی سخت پابندی کریں گے۔ البتہ اس کا بہت اندیشہ ہے کہ اس کو بُرے طور سے استعمال کریں یا بالکل فراموش کریں۔ ہم بڑی کوشش کریں کہ لوگ اس کو پُورے طور سے مانیں۔ یہ بھی یقین جانیں کہ قومی عروج اور شخصی ترقی سبت کے ماننے کے ساتھ بہت کچھ وابستہ ہیں۔

نوٹ آیت ۲۶ "سردار کاہن ابیاتر"۔ یہاں مشکل ہے کہ اس موقعہ پر اخیملک سردار کاہن معلوم ہوتا ہے۔ یہ الفاظ نہ تو متی کی انجیل میں پائے جاتے ہیں اور نہ لُوقا کی انجیل میں۔ مرقس کی انجیل کے اکثر نسخوں میں بھی یہ الفاظ نہیں۔ یہ شاید مؤلف کے الفاظ ہوں۔ اگر یہ الفاظ انجیل میں رہیں تو یہ محض غلطی نہ ہوگی بلکہ عہد عتیق کی مختلف تاریخوں کا بغور نتیجہ نکالا ہوا ہوگا کیونکہ اسموئیل ۲۱۔ امیں تو اخیملک سردار کاہن نظر آتا ہے اور تھوڑی دیر بعد ساؤل اُسے قتل کرا دیتا ہے کیونکہ وہ داؤد کے ساتھ دوستی رکھتا تھا (اسموئیل ۲۲-۱۶)۔ ۲ سموئیل ۸-۱۷ اور ا تواریخ ۱۸-۱۶ + ۲۴-۶ میں اُس کے مذکورہ بالا قتل سے بہت دیر بعد وہ صدوق کے ساتھ کاہن کا کام کرتا دکھائی دیتا ہے اور وہاں ابیاتر کا باپ نہیں بلکہ بیٹا مذکور ہے۔ اس لئے مقدس مرقس کے الفاظ عہد عتیق کے ان دو مختلف بیانوں میں سے ایک کے بالکل مطابق ہیں۔ عہد عتیق میں اسمائے علم میں اکثر کچھ خلط ملط نظر آتا ہے۔

مرقس ۳: ۱-۱۲ (۱) اور وہ عبادت خانے میں پھر داخل ہُوا۔ اور وہاں ایک آدمی تھا جس کا ہاتھ سُوکھا ہُوا تھا (۲) اور وہ اُس کی تاک میں رہے کہ اگر وہ اُسے سبت کے دن اچھا کرے تو اُس پر الزام لگائیں (۳) اُس نے اُس آدمی سے

جس کا ہاتھ سُوکھا ہُوا تھا کہا۔ بیچ میں کھڑا ہو (۴) اور اُن سے کہا۔ سبت کے دن نیکی کرنی روا ہے یا بدی کرنی؟ جان کو بچانا یا قتل کرنا؟ وہ چُپ رہ گئے (۵) اُس نے اُن کی سخت دلی کے سبب غمگین ہو کر اور چاروں طرف اُن پر غصے سے نظر کر کے اُس آدمی سے کہا کہ اپنا ہاتھ بڑھا۔ اُس نے بڑھا دیا اور اُس کا ہاتھ درست ہو گیا (۶) پھر فریسی فی الفور باہر جا کر ہیرودیوں کے ساتھ اُس کے برخلاف مشورہ کرنے لگے کہ کس طرح ہلاک کریں (۷) اور یسوع اپنے شاگردوں کے ساتھ جھیل کی طرف چلا گیا۔ اور گلیل سے بڑی بھیڑ اُس کے پیچھے ہو لی۔ اور یہودیہ (۸) اور یروشلیم اور ادومیہ سے اور یردن کے پار اور صور اور صیدا کے آس پاس سے ایک بڑی بھیڑ یہ سُنکر کہ وہ کیسے بڑے کام کرتا ہے اُس کے پاس آئی (۹) پس اُس نے اپنے شاگردوں سے کہا بھیڑ کی وجہ سے ایک چھوٹی کشتی میرے لئے تیار رہے تاکہ وہ مجھے دبا نہ ڈالیں (۱۰) کیونکہ اُس نے بہت لوگوں کو اچھا کیا تھا۔ چنانچہ جتنے لوگ سخت بیماریوں میں گرفتار تھے اُس پر گرے پڑتے تھے کہ اُسے چھو لیں (۱۱) اور ناپاک رُوحیں جب اُسے دیکھتی تھیں اُس کے آگے گر پڑتی اور پکار کر کہتی تھیں کہ تُو خدا کا بیٹا ہے (۱۲) اور وہ اُنہیں بڑی تاکید کرتا تھا کہ مجھے ظاہر نہ کرنا۔

ان آیات میں بھی خداوند مسیح کے ایک معجزہ کا ذکر ہے۔ اُس نے عبادتخانہ میں ایک شخص کو چنگا کیا "جس کا ہاتھ سُوکھا ہُوا تھا" وہ ہمیشہ اپنے باپ کے کام میں مصروف تھا۔ ہمیشہ نیکی کرتا پھرتا تھا۔ نہ صرف دوستوں کے سامنے بلکہ دُشمنوں کے سامنے بھی۔ ہمارے خداوند کی اِس زمینی خدمت کی یہ خاص صفت تھی۔ "وہ تمہیں ایک نمونہ دے گیا ہے تاکہ اُس کے نقشِ قدم پر چلو (۱ پطرس ۲: ۲۱)۔ جو مسیحی کوشش کرتے ہیں خواہ

وہ کوشش تھوڑی ہی ہو کہ اپنے آقا کے نقش قدم پر چلیں وہ کیسے مبارک ہیں۔
ان آیات میں مذکور ہے کہ ہمارے خداوند کے دشمن اُس کی گھات میں لگے رہتے تھے۔ وہ اس تاک میں رہے کہ اگر وہ اسے سبت کے دن اچھا کرے تو اُس پر الزام لگائیں۔ انسانی فطرت کے فساد کا کیسا افسوسناک ثبوت یہاں ملتا ہے۔ جس روز یہ واقعہ ہُوا وہ سبت کا دن تھا۔ اور جس جگہ یہ وقوع میں آیا وہ عبادت خانہ تھا جہاں لوگ خدا کا کلام سُننے اور اُس کی عبادت کے لئے جمع تھے۔ تو بھی خداوند کے دن اور خدا کی عبادت کے وقت یہ رسم پرست لوگ خداوند کے خلاف سازش باندھ رہے تھے۔ یہ لوگ جو شریعت کی پابندی پر ایسا زور دے رہے تھے۔ عین جماعت کے درمیان حسد اور غصہ سے بھرے تھے (امثال ۵۔۱۴)۔
مسیح کے لوگ اپنے آقا سے بہتر سلوک کے متوقع نہیں ہو سکتے بڑے حسد سے انکے ہر ایک کام کو لوگ تاکتے رہتے ہیں۔ اُن کی ہر ایک بات کو وہ غور سے سُنتے رہتے اور عیب لگانے کی کوشش کرتے ہیں۔ سبھوں کی نظر اُن کی طرف لگی رہتی ہے۔ دُنیا اُن کے ہر فعل اور قول کو تاڑتی ہے۔ اُن کا لباس۔ اُن کے خرچ اخراجات۔ اُن کی اوقات بسری الغرض زندگی کے ہر صیغہ میں اُن کی رفتار دُنیا کی زیرِ نظر ہے۔ اُن کے دُشمن اُن کی ہر کمزوری پر نظر رکھتے ہیں اور جب کبھی وہ کسی غلطی میں پڑتے ہیں تو وہ خوشی مناتے ہیں۔
مسیحیوں کو چاہئے کہ اس امر کو خوب یاد رکھیں۔ جہاں کہیں ہم جائیں اور جو کچھ ہم کریں ہم یاد رکھیں کہ لوگ ہماری تاک میں بھی لگے ہیں جیسے کہ وہ ہمارے آقا کی تاک میں لگے رہتے تھے۔ اس لئے کیسی ہوشیاری درکار ہے تاکہ ہم سے کوئی ایسا فعل سرزد نہ ہو جس سے ہمارے دُشمنوں کو کُفر بولنے کا موقعہ ملے۔ ہم بدی کی صورت سے بھی مجتنب کریں۔ علاوہ ازیں اس سے ہم کو زیادہ دُعا مانگنے کی تحریک و ترغیب ملیگی۔ تاکہ خدا کو ہم زود رنجی۔ دُرشت کلامی۔ بداخلاقی سے محفوظ رکھے جن سے نجات دہندہ کی تاک

ہیں اُس کے دُشمن تھے وہ جانتا ہے کہ ایسی حالت میں اپنے لوگوں کے ساتھ ہمدردی کرے اور ایسا فضل عطا کرے جو ضرورت کے وقت اُن کے کام آئے۔

علاوہ ازیں ہم یہ بھی یاد رکھیں کہ ہمارے خداوند نے سبت کے ماننے کے بارہ میں کیسا بڑا اصول ان آیات میں ہمارے سامنے پیش کیا ہے۔ اُس نے یہ تعلیم دی کہ "سبت کے دن نیکی کرنی روا ہے یا بدی کرنی۔ جان کو بچانا یا قتل کرنا"۔ کیا اس پژمردہ ہاتھ کو چنگا کرنا بہتر ہے یا اُس کو نامراد بھیجنا۔ کیا سبت کے دن کسی کو شفا دینا گناہ میں داخل ہے یا کسی کے قتل کی سازش کرنا؟ اور کسی معصوم شخص سے دل میں عداوت رکھنا؟ وہ اس وقت یہی کر رہے تھے۔ کیا سبت کے دن کسی کی جان بچانے کے لئے وہ مجرم ہو سکتا تھا؟ کیا قتل کی سازش کرنے والے بے قصور ٹھیر سکتے تھے؟ اس لئے کچھ تعجب نہیں کہ ایسے سوال کے جواب میں خداوند کے "دُشمن" "چُپ رہ گئے" ہمارے خداوند کے اِن الفاظ سے بخوبی عیاں ہے کہ سبت کے دن نیکی کے کام کرنے سے کوئی مسیحی نہ جھجکے۔ رحم کا کام مثلاً بیماروں کی خدمت یا کسی کے درد و دُکھ کو مٹانا بلا تامل سبت کے دن کر سکتے ہیں۔ اس قسم کے کسی فعل سے چوتھے حکم کی تعمیل کی مخالفت نہیں ہوتی۔ البتہ اِس بات کا لحاظ رکھیں کہ ہمارے خداوند کے اس اصول کا کوئی بُرا استعمال نہ کرے اور حیلے بہانوں کو کام میں لائے نیکی کرنے کی اس اجازت سے کوئی یہ سمجھنے لگ جائے کہ سبت کے دن ہر شخص اپنی خوشی پوری کرے نیکی کرنے کی اجازت کا ہرگز یہ منشا نہ تھا کہ کھیل تماشوں دنیاوی ضیافتوں سیر سیاحت اور عیش عشرت کیلئے دروازہ کھول دے۔ ایسی باتوں سے کسی کا بھلا نہیں ہے بلکہ بہتوں کو نقصان پہنچتا ہے۔ انکے ذریعہ بہت لوگ سبت کے آرام سے محروم ہو جاتے ہیں انکے ذریعہ ہزاروں کا سبت سخت محنت کا دن بن جاتا ہے۔ ہم اپنے خداوند کے الفاظ کے حقیقی معنوں کو نہ بگاڑیں۔ ہم اپنے دل سے پوچھیں کہ ہمارے خداوند کے پاس اِس نمونہ سے کہ سبت کے دن نیکی کرنا روا ہے کس قسم کی نیکی مُراد ہے؟ اور ہم دریافت کریں کہ جو لوگ سبت کے دن بعض کاموں کو کرنا چاہتے اُن کاموں اور ہمارے خداوند نے نیکی کے کاموں میں کیا مشابہت ہے۔ جو صاف اور صریح معنی ہمارے خداوند کے الفاظ کے ہیں۔

ہم اُن پر کفایت کریں۔ اُس نے ہمیں اتوار کے دن نیکی کرنے کی اجازت دی۔ لیکن ضیافتوں، سیر و سیاحت، کھیل تماشوں وغیرہ کی اُس نے اجازت نہیں دی۔

اِن آیات میں یہ سبق بھی پایا جاتا ہے کہ دشمنوں کی اِس رفتار سے ہمارے خداوند کے دل میں کیا خیال پیدا ہوئے۔ یہ لکھا ہے "اُن کی سخت دلی کے سبب غمگین ہو کر اور چاروں طرف اُن پر غصے سے نظر کر کے"۔

یہ جُملہ قابلِ لحاظ ہے اور خاص توجہ کا مستحق ہے۔ یہ جُملہ ہمیں یاد دلاتا ہے کہ ہمارا خداوند یسوع مسیح گناہ کے سوا ساری باتوں میں ہماری مانند تھا۔ اِنسان کی فطرت جو جذبات و محسوسات گناہ کے لوث سے پاک ہیں وہ سب اِس میں موجود ہے۔ چنانچہ "تعجب" "خوشی" "رونا" "محبت" "غصہ" وغیرہ اِس میں پائے جاتے تھے۔

اِن الفاظ سے یہ بھی واضح ہے کہ ایک غُصہ جائز، راست اور بے گناہ ہوتا ہے ایسا غُصہ بھی ہوتا ہے جس کو ہم راست ٹھہرا سکتے ہیں اور جس کا اظہار بعض موقعوں پر جائز ہے سلیمان اور پولس دونو کی یہ تعلیم ہے۔ "شمالی ہوا مینہہ کو موجود کرتی ہے۔ اسی طرح چُغل خوری تُرشروئی کو۔" "غُصہ تو کرو مگر گناہ نہ کرو" (امثال ۲۵-۲۳ + افسیوں ۴-۲۶)

البتہ یہ بھی اقرار کرنا ہوتا ہے کہ یہ مضمون مشکلات سے خالی نہیں۔ جو جذبات انسان کے دل میں پائے جاتے ہیں اُن میں سے جس قدر جلد یہ جذبہ گناہ میں جا پھنستا ہے اور کوئی جذبہ ایسا نہیں۔ اِس کے سوا اور کوئی جذبہ ایسا نہیں جو مُشتعل ہو کر بے لگام ہو جائے۔ شاید اور کوئی ایسا جذبہ نہیں جس سے اِس قدر بدی پیدا ہوتی ہو۔ سب جانتے ہیں کہ نیک آدمی بھی زود رنجی اور اشتعال میں آ کر کیا کچھ کر گزرتے ہیں۔ انطاکیہ میں پولس اور برنباس کی تکرار۔ موسیٰ کا قصہ جب غُصہ میں آ کر نامناسب الفاظ اُس کے مُنہ سے نکلے ہم سبھوں کو یاد ہونگے۔ پہاڑی وعظ میں یہ تعلیم پائی جاتی ہے کہ غُصہ کے الفاظ سے کیسے اچھے حکم کی عدولی ہوتی ہے۔ پھر بھی ایک غُصہ ہے جسے ہم جائز سمجھتے ہیں۔

اس مضمون کے متعلق ہم خوب دُعا کریں اور غُصہ کے بارہ میں اپنے مزاج کی خبرداری کریں یقین جانیں کہ اس جذبہ کو قابُو رکھنے کے لئے نہایت احتیاط درکار ہے۔ ایسا غُصہ شاذ و نادر ہی ملیگا جس میں گُناہ نہ ہو۔ آدمی کا غُصہ شاید ہی خدا کے جلال کے لئے ہوتا ہے۔ ہر حالت میں راست غُصہ کے ساتھ غُصہ دلانے والوں کے لئے غم و افسوس کی آمیزش ہونی چاہئے جیساکہ ہمارے خداوند کے دل میں تھا سب سے اچھا یہ ہے کہ ہم کبھی غُصہ نہ ہوں بہ نسبت اس کے کہ ہم غُصہ ہوں اور گُناہ کریں۔

مرقس ۳ باب ۱۳۔۲۱ (۱۳) پھر وہ پہاڑ پر چڑھ گیا۔ اور جن کو وہ آپ چاہتا تھا اُنہیں پاس بُلایا اور وہ اُس کے پاس چلے آئے (۱۴) اور اُس نے بارہ کو مقرر کیا تاکہ اُس کے ساتھ رہیں۔ اور وہ اُنہیں بھیجے کہ منادی کریں (۱۵) اور بدروحوں کے نکالنے کا اختیار رکھیں (۱۶) وہ یہ ہیں شمعون جس کا نام پطرس رکھا (۱۷) اور زبدی کا بیٹا یعقوب اور یعقوب کا بھائی یوحنا جن کا نام بوانرگس یعنی گرج کے بیٹے رکھا (۱۸) اور اندریاس اور فلپس اور برتلمائی اور متی اور توما اور حلفئی کا بیٹا یعقوب اور تدی اور شمعون قنانی (۱۹) اور یہوداہ اسکریوتی جس نے اُسے پکڑوا بھی دیا۔ وہ گھر میں آیا (۲۰) اور اتنے لوگ پھر جمع ہوگئے کہ وہ روٹی بھی نہ کھا سکے (۲۱) جب اُس کے عزیزوں نے یہ سُنا تو اُسے پکڑنے کو نکلے۔ کیونکہ کہتے تھے کہ وہ بے خود ہے۔

اس عبارت کے شروع میں بارہ رسولوں کے مقرر کئے جانے کا بیان ہے۔ اس زمین پر ہمارے خداوند کی خدمت میں یہ ایک ایسا واقعہ ہے جو بڑی گہری دلچسپی رکھتا ہے ان چند آدمیوں نے دُنیا کو کیسا کثیر فائدہ پہنچایا۔ ان چند یہودی مچھوؤں کے نام ساری

رُوئے زمین پر مشہور ہیں حالانکہ بہت بادشاہوں اور دولتمندوں کے نام عالمِ فراموشی میں پڑے ہیں۔ جن لوگوں کی یادگار ابدی ہے (زبور ۱۱۲-۶) جو رُوحوں کو فائدہ پہنچاتے ہیں
ان آیات میں ہم اوّل اِس بات پر نظر کریں کہ ان بارھوں میں سے کتنے رسول مقرر ہونے سے پیشتر شاگرد ہونے کے لئے بُلائے گئے تھے۔

ان بارھوں میں سے کم از کم چھ کی نسبت یہ خاص مندرج ہے کہ وہ شاگردِ مسیح کے پیرو ہونے کے لئے بُلائے گئے تھے۔ وہ چھ یہ ہیں پطرس۔ اندریاس۔ یعقوب اور یُوحنا۔ فلپّس اور متّی۔ اِس میں کچھ شک نہیں کہ یہ لوگ رسُول مقرر ہونے سے پیشتر مسیح پر ایمان لا چکے تھے۔

انجیل کے ہر خادم کا یہی حال ہونا چاہئے۔ یہ ایسے شخص ہوں جنہیں پہلے رُوح القدس نے بُلایا ہو پیشتر اِس سے کہ وہ دوسروں کو تعلیم دینے کے لئے الگ کئے جائیں۔ جو رسُولوں کے لئے قانون تھا وہی قانون اِن کے لئے ہونا چاہئے کہ وہ پہلے ایمان لائیں اور پھر مقرر ہوں۔

حقیقی مذہب کی بہبودی کے لئے یہ قانون نہایت ضرور ہے۔ اِس معاملہ میں بشپ اور پریسبٹیرین اُمیدواران تقرر کی رُوحانی حالت کے بارہ میں جس قدر تحقیقات کریں اتنی تھوڑی ہے۔ جو شخص خداوند پر ایمان نہیں لایا اور جس کا دل تبدیل نہیں ہوا وہ اِس عہدہ کے بالکل ناقابل ہے۔ وہ اِس فضل کا اپنے تجربہ سے کیا بیان کر سکتا ہے جس کا ذائقہ اُس نے خود نہیں چکھا؟ وہ ایسے نجات دہندہ کو لوگوں کے سامنے کیسے پیش کر سکتا ہے جس کا وہ صرف نام ہی جانتا ہے؟ وہ ایسے ایمان اور نئی پیدائش کی ضرورت کو کیسے لوگوں پر ظاہر کر سکتا ہے جس کا تجربہ اُس نے خود نہیں کیا؟ ایسے والدین کیسی غلطی کرتے ہیں جو محض روزی کمانے کے لئے۔ یا باعزت پیشہ سمجھ کے اپنے بچوں کو خادمانِ دین ہونے کی ترغیب دیتے ہیں جو سچ نہیں اور اُن کے مُنہ سے خداوند کا

نام بیفائدہ نکلوانتے ہیں۔ جس قدر بے تبدیل دل اور دنیاوی خادمان دین مسیحیت کو نقصان پہنچاتے ہیں اتنا کوئی دُوسرا نہیں پہنچاتا۔ اُن کے ذریعہ بے ایمانوں کو کمک حاصل ہوتی۔ شیطان کو خوشی۔ لیکن خدا ناراض ہوتا ہے۔

اب ذرا ہم سوچیں کہ یہ عہدہ کیسا تھا جس کے لئے یہ رسول مقرر ہوئے۔ وہ اس لئے مقرر ہوئے کہ "اس کے ساتھ رہیں"۔ "وہ انہیں بھیجے کہ منادی کریں" اور بدرُوحوں کو نکالنے کا اختیار رکھیں"۔

یہ چاروں امور قابلِ توجہ ہیں۔ ان میں بہت تعلیم پائی جاتی ہے۔ ہمارے خداوند کے بارہ رسُولوں کا ایک خاص عہدہ تھا۔ جب وہ مر گئے تو کوئی اُن کا جانشین نہ ہُوا۔ اور شاید لفظی طور سے کوئی رسُولی سلسلہ یا تواتر نہیں۔ کسی کو فی الواقعہ ہم رسولوں کا جانشین نہیں کہہ سکتے جب تک وہ معجزے نہ کر سکے اور اُن کی طرح لاغلط تعلیم نہ دے سکے تو بھی ہم یہ فراموش نہ کریں کہ بہت باتوں میں رسول ہمارے لئے نمونہ تھے۔ اور انجیل کے سارے خادمان کے لئے قابلِ تقلید۔ اس امر کو یاد رکھکر ہم اس عبارت سے بہت مفید سبق سیکھ سکتے ہیں کہ ایک دیانتدار خادم کے فرائض کیا ہونے چاہئیں؟

رسولوں کی طرح ہر دیانتدار خادم کا یہ فرض ہے کہ خدا کے ساتھ قریبی شراکت رکھے۔ اُسے چاہئے کہ بہت وقت "اُس کے ساتھ" کاٹے۔ اُس کی شراکت بیٹے کے ساتھ ہو (ایوحنا ۱۔۳)۔ وہ اُس میں قائم رہے۔ وہ دُنیا سے الگ ہو اور مریم کی طرح ہر روز یسُوع کے قدموں کے پاس بیٹھے اور اُن کا کلام سُنے۔ وہ اُس پر غور کرے۔ اس کی تقلید کرے۔ اس کی رُوح میں سے حاصل کرے۔ اور اُس کے نقشِ قدم پر چلے۔ وہ کوشش کرے کہ یہ کہنے کے قابل ہو کہ جو کچھ ہم نے دیکھا اور سُنا ہے تمہیں بھی اس کی خبر دیتے ہیں (ایوحنا ۱۔۳)۔

رسولوں کی طرح ہر وفادار خادم کا فرض ہے کہ وہ مبشر ہو۔ یہ اُس کا خاص کام ہو اور وہ اکثر انہیں باتوں کو سوچا کرے۔ بلکہ ساکرمینٹوں کی تعلیم پر بھی اس کو فوق دے (اکرنتھی ۱-۱۷) نمازوں کے پڑھنے سے اس کو مقدم سمجھے۔ غیر مبشر خادم مسیح کی کلیسیا کے لئے فضول ہے۔ وہ بے چراغ چراغدان۔ ایک خاموش گھنٹی۔ ایک خوابیدہ چوکیدار۔ آگ کی ایک محض تصویر ہے۔

رسولوں کی طرح ہر وفادار خادم ہر طرح سے تسلی کرنے والا ہو۔ گو وہ بیماروں کو شفا نہ دے سکے وہ کم از کم غم و الم میں تو تسلی دینے والا ہو۔ اور جن میں وہ کام کرتا ہے اُن میں وہ خوشی کا بڑھانے والا۔ وہ یہ کوشش کرے کہ لوگ اُسے مددگار، تسلی دینے والا اصلاح کار، صُلح کرانے والا اور اپنا دوست سمجھنے لگیں۔ لوگ یہ نہ سمجھنے لگیں کہ یہ ہمارا حاکم ہے بلکہ "یسوع کی خاطر اُن کا خادم" (۲ کرنتھی ۴-۵)۔

رسولوں کی طرح ہر دیانتدار خادم کا یہ فرض ہے کہ شیطان کے ہر کام کا مقابلہ کرے گو اب وہ بدرُوحوں کے نکالنے کے لئے نہ بُلایا ہو لیکن وہ ہمیشہ تیار رہے کہ شیطان کے ہر منصوبے کا مقابلہ کرے اور جو جال شیطان نے بچھائے ہیں اُن سے سب کو آگاہ کر دے۔ دوڑوں، تماشوں، ناچ رنگ۔ قمار بازی، شراب خوری، سبت کے توڑنے اور شہواتِ نفسانی کے خلاف اپنی صدا اُٹھائے۔ ہر زمانہ میں خاص خاص آزمائشیں پیش آیا کرتی ہیں۔ شیطان کی تجویزیں بکثرت ہیں لیکن خادم کا فرض ہے کہ جدھر شیطان کو زیادہ سرگرم دیکھے اُدھر ہی توجہ کرے اور اُس کا مقابلہ کرے۔

خادمانِ دین کی ذمہ داری کیسی بڑی ہے۔ اور اُن کا فرضِ منصبی کیسا اہم ہے بشرطیکہ وہ اُس کو پُورا کریں۔ سب ایمانداروں کی دُعاؤں کی اُن کو ضرورت ہے۔ بیجا نہیں کہ پَولُس نے بار بار کلیسیاؤں سے درخواست کی کہ "ہمارے لئے دُعا کرو"۔

ان آیات میں یہ بھی قابلِ لحاظ ہے کہ ہمارے خداوند کے دشمنوں نے اُس کی سرگرمی کو کیسے غلط طور سے سمجھا"۔ "اُسے پکڑنے کو نکلے۔ کیونکہ کہتے تھے کہ وہ بیخود ہے"۔ اس میں بھی کچھ حیرت نہیں جو نبی یاہو کو مسح کرنے کے لئے بھیجا گیا تھا وہ "دیوانہ" کہلایا (۲ سلاطین ۹-۱۱) فیسطس نے پولس کی نسبت کہا کہ وہ "دیوانہ" تھا۔ دینی سرگرمی کو اکثر لوگ غلط معنی میں لیا کرتے ہیں۔ روپیہ۔ سائنس۔ جنگ۔ تجارت یا کاروبار کی سرگرمی کو دنیا ٹھیک طرح سمجھ لیتی ہے۔ لیکن دینی سرگرمی کو لوگ دیوانگی، تعجب اور نادانی سے منسوب کرتے ہیں۔ اگر کثرت مطالعہ۔ یا کام کی مصروفیت کی وجہ سے کسی کی صحت خراب ہو جاوے تو لوگ اُسے ہوشیار کہتے ہیں لیکن اگر اُس کی طاقت بشارت میں خرچ ہو یا دوسروں کے ساتھ نیکی کرنے میں اُس کا سارا وقت صرف ہو تو لوگ اُسے خبطی اور دیوانہ کہا کرتے ہیں۔ دنیا بدل نہیں گئی" روح کی باتیں جسمانی انسان کی نگاہ میں ہمیشہ "بیوقوفی" دکھائی دیتی ہیں (۱ کرنتھی ۲-۱۴)۔

جو پیالہ ہمارے خداوند نے پیا اگر وہ ہم کو بھی پینا پڑے تو ہم گھبرا نہ جائیں۔ رشتہ داروں کی طرف سے طعنہ و تشنیع ہماری طبیعت کو خواہ کیسا ہی بُرا لگے لیکن یہ کوئی نئی بات نہیں۔ ہم اپنے خداوند کے الفاظ کو یاد رکھیں "جو کوئی باپ یا ماں کو مجھ سے زیادہ عزیز رکھتا ہے وہ میرے لائق نہیں" (متی ۱۰-۳۷)۔ ہمارے سخت امتحانات کو یسوع جانتا ہے۔ یسوع کو ہمارے ساتھ ہمدردی ہے۔ یسوع ہماری مدد کریگا۔ جو لوگ ایمان نہیں لاتے اُن کی نادانیوں کی ہم صبر سے برداشت کریں جیسے ہمارے خداوند نے کی۔ اُن کے اندھاپن اور نادانی پر ہم ترس کھائیں اور اُن سے اپنی محبت ذرا نہ گھٹائیں۔ مزید برآں ہم دعا کریں کہ خدا اُن کے دلوں کو بدل ڈالے۔ کون جانتا ہے کہ جو لوگ آج ہمیں مسیح کی طرف سے برگشتہ ہونے کی ترغیب دیتے ہیں وہ ایک اور نئے مخلوق بن جائیں اور ساری چیزوں پر نئی نظر مارنے لگیں اور مسیح کی پیروی کریں۔

مرقس ۳: ۲۲-۳۰ (۲۲) اور فقیہ جو یروشلیم سے آئے تھے یہ کہتے تھے کہ اُس کے ساتھ بعلزبول ہے اور یہ بھی کہ وہ بدروحوں کے سردار کی مدد سے بدروحوں کو نکالتا ہے (۲۳) وہ انہیں پاس بُلا کر تمثیلوں میں اُن سے کہنے لگا۔ شیطان کو شیطان کس طرح نکال سکتا ہے؟ (۲۴) اور اگر کسی بادشاہت میں پھوٹ پڑے تو وہ بادشاہت قائم نہیں رہ سکتی (۲۵) اور اگر کسی گھر میں پھوٹ پڑے تو وہ گھر قائم نہ رہ سکیگا (۲۶) اور اگر شیطان اپنا ہی مخالف ہو کر اپنے میں پھوٹ ڈالے تو وہ قائم نہیں رہ سکتا بلکہ اُس کا خاتمہ ہو جاتا ہے (۲۷) لیکن کوئی آدمی کسی زورآور کے گھر میں گھس کر اُس کے اسباب کو لُوٹ نہیں سکتا جب تک وہ پہلے اُس زورآور کو نہ باندھ لے۔ پھر اُس کے گھر کو لُوٹ لیگا (۲۸) میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ بنی آدم کے سب گناہ اور جتنا کُفر وہ بکتے ہیں معاف کیا جائیگا (۲۹) لیکن جو کوئی رُوح القدس کے حق میں کُفر بکے وہ ابد تک معافی نہ پائیگا بلکہ ابدی گناہ کا قصوروار ہے (۳۰) کیونکہ وہ کہتے تھے کہ اُس میں ناپاک رُوح ہے۔

جب ہماری روش و رفتار کی نسبت لوگ غلط فہمی کرتے ہیں تو ہمیں کیسا رنج پہنچا کرتا ہے خاصکر جب ہم راستی پر عمل کر رہے ہوں اور لوگ اُسے ہماری خودغرضی پر محمول کریں۔ ہمارے خداوند یسوع کو یہ آزمائش بارہا سہنی پڑی۔ چنانچہ اُس کی ایک مثال مذکورہ بالا عبارت میں پائی جاتی ہے۔ فقیہ جو یروشلیم سے آئے تھے اُنہوں نے ہمارے خداوند کے معجزوں کو دیکھا۔ وہ اُن کی حقیقت کا انکار نہ کر سکتے تھے لیکن حسد کے مارے اُنہوں نے یہ الزام لگایا کہ ہمارا خداوند شیطان سے رشتہ رکھتا تھا۔ اُنہوں نے یہ کہا کہ "اِس کے ساتھ بعلزبول ہے اور یہ بھی کہ وہ بدرُوحوں کے سردار کی مدد سے بدرُوحوں کو نکالتا ہے۔

اِس شرارت بھرے الزام کا جو سنجیدہ جواب ہمارے خداوند نے دیا وہ قابلِ غور ہے۔ ہم ذرا دھیان کریں کہ اُس جواب میں ہمیں کیا سبق مل سکتا ہے؟

اوّل یہ کہ جدائی اور نفاق کی بدی کس قدر بڑی ہے۔ چنانچہ ہمارے خداوند کے جواب کے شروع الفاظ میں اس کا ذکر ہے۔ اُس نے یہ غلطی طشت از بام کر دکھائی کہ "شیطان کو شیطان نکال سکتا ہے"۔ اگر وہ ایسا کرے تو اُس کی اپنی طاقت ہی نیست و نابُود ہو جائیگی۔ پھر اُس نے اس امر واقعی کو اُن کے سامنے پیش کیا جسے اُس کے دشمن بھی مانتے تھے کہ جدائی میں کچھ زور نہیں ہوتا۔ "اگر کسی بادشاہت میں پھوٹ پڑے تو وہ بادشاہت قائم نہیں رہ سکتی"۔

اِس صداقت کو اکثر لوگ فراموش کر دیتے ہیں شخصی رائے نے جس قدر فساد اس معاملہ میں برپا کیا ہے شاید کہیں اور جگہ ایسا نہیں۔ اس دُنیا کی کلیسیا کی کمزوری کا خاص باعث ہماری جدائیاں ہیں۔ ہماری قوتیں اِن جھگڑوں میں ضائع ہو رہی ہیں تو تضیعِ اوقات ہو رہا ہے۔ اگر یہ جدائیاں نہ ہوتیں تو یہ قوت اور وقت کسی بہتر کام میں صرف ہوتے۔ مُنکرانِ دین کے پاس مسیحی دین کی صداقت کے خلاف جو زبردست دلیل ہے وہ ہماری پھُوٹ و نفاق ہے۔ اِن کے ذریعہ شیطان کی مدد ہو رہی ہے۔ اور اس میں کیا کلام ہے کہ دینی جُدائیوں کا برپا کرانے والا شیطان ہی ہے۔ اگرچہ وہ مسیحی دین کو نیست و نابود نہیں کر سکتا۔ لیکن مسیحیوں کو باہمی جنگ و جدل میں پھنسا سکتا ہے تاکہ ہر ایک آدمی اپنے پڑوسی سے دست بگریبان ہو۔ شیطان سے بڑھکر شاید کسی دوسرے کو یہ صداقت معلوم نہیں کہ جُدائی ڈالنا فتح کرنا ہے۔

ہم حتی الوسع یہ عزم بالجزم کریں کہ ہر طرح کے دینی جھگڑے فسادوں سے کنارے رہینگے۔ یہ جان کر کہ وہ کلیسیاؤں کی وبا و طاعون ہے اُس سے نفرت اور پرہیز کریں۔ ان نجات بخش صداقتوں کے بارہ میں ہم کو جس قدر غیرت

ہو تھوڑی ہے لیکن ایسی باتوں میں ضمیر آسانی سے غلطی کھا جاتی ہے اور اہم وغیر اہم سرگرمی میں امتیاز نہیں رہتا۔ آدمی اُس وقت تک کسی کلیسیا سے جُدا نہ ہو جب تک کہ وہ کلیسیا انجیل سے جُدا نہ ہو جائے۔ ہم تیار رہیں کہ یگانگت اور صُلح کی خاطر بہت قربانیاں کر سکیں۔

دوم۔ اس عبارت میں ہمارے خداوند نے گناہوں کی معافی کے بارہ میں کیسا جلیل و شاندار بیان کیا۔ اُس نے فرمایا کہ "بنی آدم کے سب گناہ اور جتنا کفر وہ بکتے ہیں معاف کیا جائیگا" بہت لوگوں کے کانوں میں اِن الفاظ کا کچھ اثر نہیں ہوتا۔ کوئی خوبی اِن الفاظ میں اُن کو نظر نہیں آتی لیکن جو شخص اپنی خطا کاری کو محسوس کرتا اور رحم کی ضرورت کو پہچانتا ہے اُس کے لئے یہ الفاظ نہایت شیریں و بیش بہا ہیں کہ "سب گناہ معاف کیا جائیگا"۔ جوانی اور بڑھاپے کے گناہ۔ دماغ اور ہاتھ۔ زبان اور خیال کے گناہ۔ خدا کے سارے احکام کے خلاف گناہ۔ ساؤل جیسے موذیوں کے گناہ۔ منسی جیسے بُت پرستوں کے گناہ۔ مسیح کے کھُلم کھُلا دشمنوں کے گناہ جیسے یہودیوں کے جنہوں نے اُسے مصلوب کرایا۔ پطرس جیسے برگشتہ ہونے والوں کے گناہ۔ ہاں سب گناہ معاف ہو سکینگے۔ مسیح کا خُون ہمیں ساری ناراستی سے پاک کر سکتا ہے۔ مسیح کی راستبازی ہمارے سارے گناہوں کو ڈھانپ سکتی اور خدا کی نظروں سے چھپا سکتی ہے۔

جو تعلیم اِس عبارت میں پائی جاتی ہے وہ انجیل کا جلال اور سرتاج ہے سب سے پہلے جو انسان کے سامنے بیان پیش کیا جاتا ہے وہ مُفت معافی۔ کامل عفوِ گناہ اور پُوری مغفرت ہے۔ "جس پر پسینہ لگے نہ ٹکا"۔ اِسی کے وسیلہ سے تم کو گناہوں کی معافی کی خبر دی جاتی ہے .... اُن سب سے ہر ایک ایمان لانے والا اِس کے باعث بری ہوتا ہے" (اعمال ۱۳: ۳۹)۔

الغرض اس تعلیم کو بلا تاخیر مضبوطی سے پکڑ لیں۔ اگر پہلے ایسا نہ کیا ہو تو اب کر لیں یہ تعلیم نہ صرف دوسروں کے لئے ہے بلکہ ہمارے لئے بھی۔ اگر ہم بھی مسیح کے پاس جائینگے تو آج ہی کامل معافی پائینگے۔ "اگر ہمارے گناہ قرمزی ہوں تو وہ برف کی مانند سفید ہو جائینگے۔ (یسعیاہ ۱-۱۸)

اگر ہم یہ تعلیم حاصل کر چکے ہیں تو اس پر قائم رہیں۔ ممکن ہے کہ بعض اوقات ہم اپنے تئیں بالکل ناتواں نالائق اور مایوس محسوس کریں۔ لیکن اگر ہم فی الحقیقت ایمان سے ساتھ مسیح کے پاس آتے ہیں تو ہمارے گناہ بالکل پاک ہو گئے ہیں۔ وہ خدا نے پس پُشت ڈال دئے ہیں وہ سمندر کی تہ میں غرق کر دئے گئے۔ ہم یہ ایمان رکھیں اور خوف زدہ نہ ہوں۔

سوم یہ ممکن ہے کہ آدمی کی رُوح دوزخ میں ڈالی جائے اور ابدی ہلاکت میں پڑے۔ اس امر میں ہمارے خداوند کے الفاظ صاف و صریح ہیں۔ اُس نے ایسے شخص کا ذکر کیا جو" ابد تک معافی نہ پائیگا بلکہ ابدی گناہ کا قصوروار ہے"۔

یہ ہولناک صداقت ہے لیکن ہے دُرست اور اس کی طرف سے ہم اپنی آنکھیں بند نہیں کر سکتے۔ کتاب مقدس میں اس کا بار بار ذکر آتا ہے۔ اس تعلیم کو واضح کرنے کے لئے ہر طرح کی تمثیل اور تشبیہ اور الفاظ مستعمل ہوتے ہیں۔ الغرض اگر کوئی ابدی ہلاکت اور سزا نہیں تو ہم بائبل کو بالائے طاق رکھ کے اپنے دلوں کو تسلی دے سکتے ہیں کہ یہ الفاظ ہمارے نزدیک بے معنی ہیں۔ ان آخری ایام میں اس امر کی بڑی ضرورت ہے کہ اس ہولناک صداقت کو ہمیشہ زیر نظر رکھیں۔ بہت معلم ان الفاظ کو بے معنی ٹھیراتے اور ابدی ہلاکت کا انکار کرتے ہیں۔ اور خدا کی محبت کا ایسے طور سے ذکر کیا جاتا ہے کہ گویا وہ صفت ابدی ہلاکت کے منافی ہے۔ اور دوزخ کی ابدی سزا کے نقیض ہے۔ لیکن ہم ان اُمور کو یاد رکھیں کہ ایک ابدی خدا ہے۔ ایک ابدی آسمان

ہے اور ایک ابدی دوزخ ہے۔ اور یہ بھی فراموش نہ کریں کہ گناہ ایک لامحدود بدی ہے۔ اس کے نتائج سے ایماندار کو مخلصی دینے کے لئے ایک غیر محدود قدر وقیمت کے کفارہ کی ضرورت تھی۔ لیکن اس میں یہ امکان بھی تھا کہ جو اس منجانب اللہ علاج کو رد کرے تو ایمان نہ لانے والا ایک ابدی عذاب کے معرض خطر میں ہوگا۔ مزید برآں ہم کتابِ مقدس کے صریح الفاظ کو یاد رکھیں، جو اس عبارت میں ہمارے سامنے ہیں۔ ایک صریح آیت ہزار اختراعی دلائل سے بہتر ہوتی ہے۔

اور اگر یہ سچ ہے کہ کوئی "ابدی سزا" ہے تو ہم بڑے ہوشیار اور خبردار رہوں مبادا کہ اس میں گر پڑیں۔ ہم اپنی جان بچا کر بھاگیں اور تاخیر نہ کریں (پیدایش ۱۹۔ ۱۶ و ۱۷)۔ انجیل میں جو اُمید ہمارے سامنے رکھی گئی ہے اُس میں پناہ لیں اور ہم چین نہ لیں جب تک کہ ہم کو یقین نہ ہو جائے کہ ہم سلامت و محفوظ ہیں۔ گناہ دُنیاداری اور عیش و عشرت کی محبت سے ہم شرمسار ہوں لیکن ابدی دوزخ سے رہائی پانے کی کوشش کرنے سے شرم نہ کھائیں۔

مرقس ۳: ۳۱-۳۵ (۳۱) پھر اُس کی ماں اور اُس کے بھائی آئے اور باہر کھڑے ہو کر اُسے بُلوا بھیجا (۳۲) اور بھیڑ اُس کے آس پاس بیٹھی تھی۔ اور اُنہوں نے اُس سے کہا۔ دیکھ تیری ماں اور تیرے بھائی باہر تجھے پوچھتے ہیں (۳۳) اُس نے اُنہیں یہ جواب دیا۔ کون ہے میری ماں اور میرے بھائی؟ (۳۴) اور اُن پر جو اُس کے گرد بیٹھے تھے نظر کر کے کہا۔ دیکھو۔ میری ماں اور میرے بھائی یہ ہیں! (۳۵) کیونکہ جو کوئی خدا کی مرضی پر چلے۔ وہی میرا بھائی اور بہن اور ماں ہے۔

اِس عبارت سے جو پیشتر آیات آچکی ہیں اُن میں یہ ذکر تھا کہ فقیہوں نے ہمارے خداوند پر یہ الزام لگایا تھا کہ وہ شیطان سے رِشتہ رکھتا تھا۔" اُس کے ساتھ بعلزبول ہے ... اور وہ بدرُوحوں کے سردار کی مدد سے بدرُوحوں کو نکالتا ہے"۔ لیکن اِس عبارت سے پایا جاتا ہے کہ ہمارے خداوند پر اِن فقیہوں نے ہی صرف الزام نہ لگایا بلکہ اِس کے رشتہ دار بھی اُس کے مخالف تھے اور اُس پر الزام لگاتے تھے"۔ اُس کی ماں اور اُس کے بھائی آئے اور باہر کھڑے ہوکر اُسے بُلوا بھیجا"۔ جو زندگی ہمارا خداوند بسر کر رہا تھا اُس کی حُسن و خوبی کو وہ سمجھ نہ سکے گو وہ اُسے پیار کرتے تھے لیکن اُسے پھُسلاتے تھے کہ اپنا کام چھوڑ دے۔ لیکن اُنہیں معلوم نہ تھا کہ وہ کیا کر رہے تھے۔ اُنہوں نے خداوند کے اُن الفاظ کو بھی نہ سمجھا تھا جو اُس نے بارہ سال کی عمر میں فرمائے تھے "کیا تم کو معلوم نہ تھا کہ مجھے اپنے باپ کے ہاں ہونا ضرور ہے" (لوقا ۲-۴۹)۔ اِن حوصلہ توڑنے والی باتوں کے باوجود ہمارے خداوند نے کیسا اطمینان اور استقلال ظاہر کیا۔ اور اِن باتوں سے اُسے ذرا لغزش نہ ہوئی۔ نہ تو دشمنوں کے الزام۔ نہ نادان دوستوں کی تعریفیں اور تحریکیں اُسے منزلِ مقصود سے ہٹا سکیں اُس نے صلیب و تاج کے لئے اپنا چہرہ چقماق کی طرح سخت کر رکھا تھا۔ اُسے وہ معلوم تھا کہ وہ دُنیا میں کس غرض کے لئے آیا تھا۔ اُسے ایک بپتسمہ پانا تھا اور جب تک وہ پُورا نہ ہو وہ کیسا تنگ تھا (لوقا ۱۲-۵۰)۔

مسیح کے سب حقیقی خادموں کا یہی حال ہو۔ کوئی تحریص و ترغیب اُن کو تنگ راستے ایک لحظہ کے لئے بھی برگشتہ نہ کرے۔ نہ اُنہیں ٹھیرائے اور پیچھے مُڑ کر دیکھنے دے۔ دُشمنوں کے طعن و تشنیع کی وہ پروا نہ کرے۔ اور نادان دوستوں کی نیک نیتی لیکن نا راست تحریک اُن کو گمراہ نہ کرنے پائے۔ وہ نحمیاہ کی طرح جواب دیں "میں بڑے

کام ہیں لگا ہوں اور اُتر نہیں سکتا" (نحمیاہ ۶-۳) - بلکہ وہ یہ بھی کہیں کہ میں نے صلیب اُٹھائی ہے میں اسے پھینک نہیں سکتا۔

ان آیات سے ہم یہ بڑا سبق سیکھ سکتے ہیں کہ کون لوگ یسوع مسیح کے رشتہ داروں میں شمار ہو سکتے ہیں۔ جو اُس کے شاگرد اور "خدا کی مرضی پر چلتے" وہی اُس کے رشتہ دار ہیں۔ "وہی میرا بھائی اور بہن اور ماں ہے"۔

اس جملہ میں کیا کچھ کوٹ کر بھرا ہے؟ سارے ایمانداروں کے لئے اس میں کیسی تسکین پائی جاتی ہے۔ اس محبت کا کون بیان کر سکتا ہے جو ہمارا خداوند اپنی والدہ مریم سے رکھتا جس کے بطن سے وہ پیدا ہوا اور جس کی گود میں اُس نے پرورش پایا۔ جسم کے لحاظ سے جو اُس کے بھائی تھے اُن سے جو اُلفت اور اُنس اُسے تھا اُسے کون سمجھ سکتا ہے۔ جس کے ساتھ وہ بچپن میں کھیلا۔ کودا اور رہا سہا جیسی محبت ہمارے خداوند کے دل میں تھی ایسی کسی دُوسرے اِنسان کے دل میں نظر نہیں آتی۔ تو بھی جو لوگ "خدا کی مرضی پر چلتے ہیں" اُن کی نسبت وہ یہ کہتا ہے کہ "وہی میرا بھائی اور بہن اور ماں ہے"۔ سارے سچے مسیحی اِن الفاظ سے تسلی و تشفی حاصل کریں۔ وہ یہ جان لیں کہ کم از کم ایک ایسا شخص ہے جو انہیں جانتا۔ انہیں پیار کرتا۔ ان کی فکر کرتا اور اپنے خاندان میں ان کو شمار کرتا ہے۔ گو اس جہان میں وہ غریب و مفلس ہوں تو کیا مضائقہ۔ وہ کیوں شرمندہ ہوں جبکہ وہ ابنِ خدا کے بھائی اور بہن ہیں۔ اگر دین کی خاطر وہ ستائے جائیں اور اپنے ہی گھروں میں اُن سے بدسلوکی ہو تو کیا پروا۔ وہ داؤد کے الفاظ یاد رکھیں اور اپنی حالت پر ان کا اطلاق کریں۔

"میرا باپ اور میری ماں مجھے چھوڑ گئے پر خداوند میری پرورش کریگا" (زبور ۲۷-۱۰)۔

جو لوگ دوسروں کو اُن کے دین کے باعث ستاتے اور ہنسی اُڑاتے ہیں وہ ان الفاظ سے تنبیہہ حاصل کریں اور توبہ کریں۔ وہ کس کو ستا رہے اور کس کی ہنسی اُڑا

رہے ہیں ۔ یسوع ابنِ خدا کے رشتہ داروں کو۔ بادشاہوں کے بادشاہ اور خداوندوں کے خداوند کے خاندان کو۔ اگر وہ دانا ہیں تو اس کام سے باز رہیں اور سمجھیں کہ وہ کیا کر رہے ہیں۔ جن کو ستاتے ہیں اُن کا ایک قادر دوست ہے۔ .... اُن کا رہائی بخشنے والا زبردست ہے۔ وہی خود تجھ پر اپنی حجتیں ثابت کریگا (امثال ۲-۱۱)

مرقس ۴: ۱-۲۰ (۱) وہ پھر جھیل کے کنارے تعلیم دینے لگا۔ اور اُس کے پاس ایسی بھیڑ جمع ہو گئی کہ وہ جھیل میں ایک کشتی پر چڑھ بیٹھا اور ساری بھیڑ خشکی پر جھیل کے کنارے رہی (۲) اور وہ تمثیلوں میں بہت باتیں سکھانے لگا اور اپنی تعلیم میں اُن سے کہا (۳) سُنو۔ دیکھو۔ ایک بونے والا بیج بونے نکلا (۴) اور بوتے وقت ایسا ہُوا کہ کچھ راہ کے کنارے گرا اور پرندوں نے آکر اُسے چُگ لیا (۵) اور کچھ پتھریلی زمین پر گرا جہاں اُسے بہت مٹی نہ ملی۔ اور گہری مٹی نہ ملنے کے سبب جلد اُگ آیا (۶) اور جب سُورج نکلا تو جل گیا اور جڑ نہ ہونے کے سبب سُوکھ گیا (۷) اور کچھ جھاڑیوں میں گرا ۔ اور جھاڑیوں نے بڑھ کر اُسے دبا لیا۔ اور وہ پھل نہ لایا (۸) اور کچھ اچھی زمین پر گرا اور اُگا اور بڑھ کر پھلا۔ اور کوئی تیس گُنا۔ کوئی ساٹھ گُنا۔ کوئی سَو گُنا پھل لایا (۹) پھر اُس نے کہا جس کے سُننے کے کان ہوں وہ سُن لے (۱۰) جب وہ اکیلا رہ گیا تو اُس کے ساتھیوں نے اُن بارہ سمیت اُس سے اِن تمثیلوں کی بابت پُوچھا (۱۱) اُس نے اُن سے کہا کہ تمہیں خدا کی بادشاہت کا بھید دیا گیا ہے۔ مگر اُن کے لئے جو باہر ہیں سب باتیں تمثیلوں میں ہوتی ہیں (۱۲) تاکہ وہ دیکھتے ہوئے دیکھیں اور معلوم نہ کریں اور سُنتے ہوئے سُنیں اور نہ سمجھیں۔ ایسا نہ ہو کہ وہ رجوع لائیں اور معافی پائیں (۱۳) پھر اُس نے اُن سے کہا کیا

تم یہ تمثیل نہیں سمجھے؟ تو سب تمثیلوں کو کیونکر سمجھو گے؟ (۱۴) بونے والا کلام بوتا ہے (۱۵) جو راہ کے کنارے ہیں جہاں کہ کلام بویا جاتا ہے یہ وہ ہیں کہ جب اُنہوں نے سُنا تو شیطان فی الفور آکر اُس کلام کو جو اُن میں بویا گیا تھا اُٹھالے جاتا ہے (۱۶) اور اسی طرح جو پتھریلی زمین میں بوئے گئے یہ وہ ہیں جو کلام کو سُن کر فی الفور خوشی سے قبول کر لیتے ہیں (۱۷) اور اپنے اندر جڑ نہیں رکھتے بلکہ چند روزہ ہیں۔ بعد اُس کے جب کلام کے سبب مصیبت یا ظلم برپا ہوتا ہے تو فی الفور ٹھوکر کھاتے ہیں (۱۸) اور جو جھاڑیوں میں بوئے گئے وہ اور ہیں۔ یہ وہ ہیں جنہوں نے کلام سُنا (۱۹) اور دُنیا کا فکر اور دولت کا فریب اور اور چیزوں کا لالچ داخل ہو کر کلام کو دبا دیتا ہے اور وہ بے پھل رہ جاتا ہے (۲۰) اور جو اچھی زمین میں بوئے گئے یہ وہ ہیں جو کلام کو سُنتے اور قبول کرتے اور پھل لاتے ہیں۔ کوئی تیس گُنا۔ کوئی ساٹھ گُنا۔ کوئی سَو گُنا۔

ان آیات میں بیج بونے والے کی تمثیل مندرج ہے۔ ہمارے خداوند کی تمثیلوں میں سے شاید یہ سب سے زیادہ مشہور ہے اور شاید سب سے زیادہ عام فہم بھی ہے کیونکہ جو تشبیہ یہاں مستعمل ہوئی اُسے سب جانتے ہیں۔ اور اس کا اطلاق و استعمال بھی عام ہے۔ جب تک مسیح کی کلیسیا موجود ہے اور مسیحی جماعتیں پائی جاتی ہیں تب تک یہ تمثیل بھی استعمال میں آتی رہیگی۔

یہ تمثیل تشریح طلب بھی نہیں۔ اس کا تو صرف اطلاق درکار ہے۔ ہم ذرا دیکھیں کہ اس سے ہم کیسے سبق سیکھ سکتے ہیں۔

اوّل تو اس میں یہ تعلیم پائی جاتی ہے کہ انجیل کے بعض سامعین کے دل راہ کے کنارے کی زمین کی طرح ہوتے ہیں۔ بہت لوگ وعظوں کو سُنتے لیکن اُن پر کچھ توجہ نہیں

کرتے۔ وہ عبادت گاہوں میں محض رسم یا فیشن کے طور پر جاتے ہیں یا اِس لئے کہ
دوسروں کی نگاہ میں معزز نظر آئیں لیکن وعظ سے اُن کو کچھ دلچسپی نہیں ہوتی۔ وہ تو
اُن کے نزدیک محض چند الفاظ۔ ناموں اور مبہم کلمات کا مجموعہ ہیں۔ اُن میں اُن
کے لئے نہ تو روپیہ ہے نہ خوراک نہ شراب نہ پوشاک نہ ہبولی۔ اِس لئے وہ وعظ
کی آواز تو سُنتے رہتے ہیں لیکن اُن کے دل اِدھر اُدھر کی باتوں میں مشغول رہتے ہیں۔
اُنہیں کچھ پروا نہیں کہ یہ شریعت ہے یا انجیل جیسے پتھر پر پانی اثر نہیں کرتا ویسے ہی
وعظ کا اُن پر کچھ اثر نہیں ہوتا۔ نماز ختم ہوتے پر وہ چلے جاتے ہیں لیکن جیسے خالی آئے
تھے ویسے خالی واپس گئے۔

ہزار ہا مسیحی اِسی حالت میں ہیں۔ کوئی گرجا یا عبادت گاہ ایسا نہ ہوگا جہاں درجنوں
ایسے نام کے مسیحی نہ پائے جاتے ہوں۔ اتوار بہ اتوار شیطان اُن کے دلوں سے اچھا
بیج نکال کر لے جاتا ہے لیکن اُن کو کچھ پروا نہیں ہوتی۔ ہفتہ بہ ہفتہ وہ بلا ایمان۔
بلا خوف بلا علم اور بلا فضل کے زندگی بسر کرتے ہیں لیکن اُنہیں کیا فکر اور کیا پروا۔
اُنہیں دین میں کچھ دلچسپی نہیں۔ اُن کے نزدیک تو گویا مسیح مصلوب ہی نہیں ہُوا۔
اِسی حالت میں اکثر مر جاتے اور مدفون ہوتے ہیں اور ہمیشہ کے لئے جہنم میں جا پڑتے
ہیں۔ یہ ہولناک خیال تو ہے لیکن ہے بالکل صحیح۔

دوم۔ یہاں یہ سبق پایا جاتا ہے کہ انجیل کے بعض سامعین ایسے ہیں جن کے دِل
پتھریلی زمین کی طرح ہیں۔

یہ وہ لوگ ہیں جن پر کلام کی عارضی تاثیر ہوتی ہے لیکن گہرا پائدار اور مستقل اثر نہیں
ہوتا۔ وہ وعظوں کو سُننے سے تو خوش ہوتے ہیں۔ انجیل کی خُوبی و شیرینی کا بڑی خوشی
اور سرگرمی سے ذکر کرتے ہیں اور سُننے سے جو خوشی ہوتی ہے اُس کا بھی ذکر کرتے ہیں
اور کبھی کبھی تو وعظ سُن کر اُن کی آنکھوں میں آنسو آجاتے ہیں اور اپنی اندرونی جنگ۔

اُمیدوں - جدوجہد - بیم و رجا کا سرگرمی سے ذکر کرتے ہیں لیکن افسوس یہ ہے کہ ان میں دین کی نسبت کچھ استقلال اور پائداری پائی نہیں جاتی - اُن کے اندر کوئی جڑ نہیں اس لئے وہ صرف تھوڑی دیر تک قائم رہتے ہیں - اُن کے دلوں میں رُوح القدس کا کوئی اثر پایا نہیں جاتا - اُن پر جو تاثیریں ہوئیں وہ یُونہ کے ریںڈی کے درخت کی طرح ہیں - وہ رات رات میں اُگ آیا - اور رات ہی کو سُوکھ گیا - جتنی جلدی وہ بڑھتے ہیں اُتنی ہی جلدی مُرجھا جاتے ہیں ۔" جب کلام کے سبب مصیبت یا ظلم برپا ہوتا ہے تو فی الفور ٹھوکر کھاتے ہیں - ان کی خوبی صبح کے بادل اور تڑکے کی اوس کی طرح ثابت ہوتی ہے" (ہوسیع ۶-۴) کٹے ہوئے پھولوں کی طرح دین میں بھی زندگی جلد کافور ہو جاتی ہے - جڑ نہ رکھنے کے باعث جلد سُوکھ جاتے ہیں -

ہر جماعت میں ایسے بہت سامعین انجیل اسی حالت میں ملینگے - وہ لاپروائی اور بے توجگی سے تو نہیں سُنتے اس لئے اُنہیں اپنی نسبت کبھی شک و شبہ بھی نہیں ہوتا - وعظ سُن کر وہ خوش ہوتے ہیں اور اس لئے سمجھتے ہیں کہ ضرور خدا کا فضل اُن کے دلوں میں کام کر رہا ہے تو بھی وہ بالکل فریب خوردہ ہیں - پُرانی باتیں اب تک گزر نہیں گئیں - اِن کی باطنی انسانیت کی حقیقی تبدیلی اب تک نہیں ہوئی - باوجود اپنے سارے خیالات جذبات - خوشیوں - اُمیدوں اور آرزوؤں کے وہ ہلاکت کی راہ پر جا رہے ہیں -

سوم - ان آیات میں یہ سبق بھی ملتا ہے کہ انجیل کے بعض سامعین کے دِل جھاڑیوں کی زمین کی طرح ہیں - جو مسیح کی صداقت پر کان لگاتے اور ایک حد تک اُس کو مان لیتے ہیں - اُن کی عقل اُسے تسلیم کر لیتی ہے - اُن کی قوّتِ امتیاز اُس کو پسند کرتی ہے - اُن کی ضمیر پر اثر ہوتا ہے - ان کے جذبات اس کی تائید کرتے ہیں - وہ مان لیتے ہیں کہ یہ بالکل راست و درست ہے - جن باتوں کی انجیل میں ممانعت ہے اُن سے اجتناب کرتے اور جن کی انجیل تاکید کرتی ہے اُن پر عمل کرتے ہیں - لیکن اسی پر اکتفا کر کے وہیں ٹھہر جاتے

ہیں۔ کوئی شے اُن کو جکڑ بند کر لیتی ہے اور وہ دین میں ایک قدم آگے نہیں بڑھا سکتے۔ اور اُن کی اِس حالت کا راز دُنیا ہے۔ "دُنیا کا فکر اور دولت کا فریب اور اَور چیزوں کا لالچ" کلام کو دلوں میں بڑھنے اور نشو و نما پانے نہیں دیتا۔ وہ گویا مسیح کے قد کے پُورے اندازے تک نہیں پہنچتے۔

مسیح کے وفادار خادم ایسے بہت سے لوگوں سے واقف ہونگے۔ ایسے آدمیوں کی حالت سخت افسوسناک ہے۔ وہ ایک حد تک جا کر رُک جاتے ہیں۔ اس قدر دیکھ کر وہ سارا دیکھنے سے محروم رہتے ہیں وہ اِس قدر پسند کرکے پھر بھی دل مسیح کو نہیں دیتے۔ یہ کیسے افسوس اور رنج کی بات ہے۔ ایسے آدمیوں کی نسبت صرف ایک ہی فتویٰ ہو سکتا ہے۔ جب تک کہ کُلّی تبدیلیِ دل نہ ہو وہ آسمان کی بادشاہت میں ہرگز داخل نہ ہونگے "جو کوئی دُنیا کا دوست بننا چاہتا ہے وہ اپنے آپ کو خدا کا دُشمن بناتا ہے" (یع ۴-۴)۔

چہارم۔ انجیل کے بعض سامعین کے دِل اچھی زمین کی مانند ہیں۔ ایسے سامعین بھی ہیں جو مسیح کی تعلیم کو تہِ دل سے مان لیتے اور بے چُون وچرا اُس پر عمل کرتے ہیں۔ اس تعلیم کے پھل اُن میں نظر آتے ہیں۔ ایسے لوگ گناہ سے سچ مچ نفرت کرتے۔ اُس پر افسوس کرتے۔ اُس کا مقابلہ کرتے اور اُسے ترک کر دیتے ہیں۔ مسیح کو وہ فی الحقیقت پیار کرتے۔ اس پر بھروسہ رکھتے۔ اُس کی پیروی اور اطاعت کرتے ہیں۔ اُن کی ساری رفتار و گفتار سے پاکیزگی ٹپکتی ہے۔ فروتنی۔ رُوحانیت۔ صبر۔ حلم اور محبت ظاہر ہوتی ہے۔ رُوح القدس کا حقیقی کام کبھی چُھپا نہیں رہتا۔

جہاں ایمانداری سے انجیل کی بشارت دی جاتی ہے وہاں بعضوں کی رُوحانی حالت ایسی ہوگی۔ گو دُنیاوی مزاجوں کی نسبت یہ شمار میں تھوڑے ہوں۔ اُن کا تجربہ اور روحانی حالت متفرق ہوگی۔ بعضوں کا پھل تیس گنا۔ بعضوں کا ساٹھ گنا

اور بعضوں کا سَو گُنا ہوگا۔ لیکن جو بیج اچھی زمین میں گرتا ہے ہمیشہ ایک ہی قسم کا ہوگا۔ اِن کی توبہ روزِ روشن کی طرح عیاں ہوگی۔ ان کا ایمان ہر جگہ نمودار ہوگا اور اِن کی پاکیزہ زندگی ہر جگہ دکھائی دیگی۔ اِن صفات کے بغیر کوئی نجات بخش دین نہیں ہوسکتا۔

اب ہم اپنے گریبان میں مُنہ ڈال کر اپنے دِل سے یہ سوال کریں۔ ہماری کیا حالت ہے؟ ہم کس قسم کے سامعین میں شمار ہوسکتے ہیں؟ ہم کس قسم کے دل سے خدا کا کلام سُنتے ہیں؟ ہم یہ امر کبھی فراموش نہ کریں کہ کلام کے سُننے کے تین طریقے رایگاں اور فضول ہیں اور صرف ایک ہی صحیح و راست طریقہ ہے۔ ہم ہرگز نہ بُھولیں کہ راست دِل سامعین ایک ہی اٹل ثبوت ہے وہ ثبوت پَھل لانا ہے۔ بے ثمر ہونا ابدی ہلاکت کی راہ پر جانا ہے۔

مرقس ۴: ۲۱-۲۵ (۲۱) اور اُس نے اُن سے کہا۔ کیا چراغ اِس لئے لایا جاتا ہے کہ پیمانے یا پلنگ کے تلے رکھا جائے؟ کیا اِس لئے نہیں کہ چراغدان پر رکھا جائے؟ (۲۲) کیونکہ کوئی چیز چھپی نہیں مگر اِس لئے کہ ظاہر ہو جائے۔ اور پوشیدہ نہیں ہوئی مگر اِس لئے کہ ظہور میں آئے (۲۳) اگر کِسی کے سُننے کے کان ہوں۔ تو سُن لے۔ (۲۴) پھر اُس نے اُن سے کہا۔ خبردار رہو کہ کیا سُنتے ہو۔ جس پیمانے سے تم ناپتے ہو اُسی سے تمہارے واسطے ناپا جائیگا اور تمہیں زیادہ دیا جائیگا۔ (۲۵) کیونکہ جس کے پاس ہے اُسے دیا جائیگا۔ اور جس کے پاس نہیں ہے اُس سے وہ بھی جو اُس کے پاس ہے لے لیا جائیگا۔

اِن آیات کا مقصد یہ معلوم ہوتا ہے کہ جنہوں نے بیج بونے والے کی تمثیل سُنی تھی وہ اُن کے دِلوں پر نقش کریں۔ اِن الفاظ میں ماقل و دل ضرب المثل اور قول مختصر الفاظ

میں مندرج ہیں۔ ایسے اقوال کے ذریعہ غافل سے غافل اور نادان سے نادان سُننے والے کی توجہ بھی اس کی طرف کھچ آتی ہے۔ اکثر یہ قوتِ حافظہ پر اثر کرتے اور وہاں چمٹ جاتے ہیں اگرچہ خاص وعظ بہت کچھ بھول جائے۔

ان آیات میں سے ایک تو یہ سبق نکل سکتا ہے کہ نہ صرف ہم خود علم حاصل کریں بلکہ اس کو دوسروں تک بھی پہنچائیں۔ شمع چھپا رکھنے کے لئے نہیں جلائی جاتی بلکہ اس لئے کہ وہ شمعدان پر رکھی جائے اور روشنی دے۔ دینی روشنی بھی کسی کو اس لئے نہیں ملتی کہ وہ اُسے اپنے ہی لئے محدود رکھے۔ بلکہ اس لئے کہ وہ دُوسروں کو بھی فائدہ پہنچائے۔ اس لئے ہم اپنے علم کو دُوسروں تک پہنچانے میں کوشش کریں۔ جو قیمتی خزانہ ہمیں ملا ہے وہ دوسروں پر بھی منکشف کریں اور انہیں ترغیب دیں کہ وہ بھی اس کی تلاش کریں۔ جو مژدہ ہمیں ملا ہے اس کی خبر دُوسروں کو دیں اور یہ کوشش کریں کہ وہ اس خوشخبری کو مان لیں اور اُس کی قدر کریں۔

ایک روز ہم کو اپنے علم کا بھی حساب دینا ہوگا کہ ہم نے اُسے کس طرح سے استعمال کیا۔ اگر ہم نے اپنے توڑوں کو زمین میں گاڑ دیا۔ اگر ہم کاہل و سُست اور بیکار مسیحی بنے رہیں اور دوسروں کی حالت کی کچھ پروا نہ کریں اور اسی پر قناعت کریں کہ ہم تو آسمان کی راہ پر جا رہے ہیں تو آخرکار ایک دن یہ سارا بھانڈا پھوٹ جائیگا۔ "کوئی چیز چھپی نہیں مگر اس لئے کہ ظاہر ہو جائے"۔

سب مسیحیوں کو چاہئے کہ یہ سبق دل و جان سے یاد رکھیں۔ یہ وقت ہے کہ ہم اس غلطی کو دُور کریں کہ دینی علم سکھانے اور پھیلانے کا کام صرف پادریوں اور مناّدوں ہی کا ہے مسیح کی کلیسیا کے سب ممبروں کا یہ فرض ہے خواہ وہ خادم دین ہوں یا اہل جماعت میں سے کہ وہ اس نُور کو جا بجا پھیلائیں۔ اگر طاعون و وبا کے وقت کسی کو اس کا اکسیر نسخہ مل جائے تو وہ فوراً اپنے پڑوسی کو بتائے ویسے ہی ہر مسیحی کا فرض ہے کہ وہ

دوسروں پر ظاہر کریں کہ انہیں رُوحوں کی بیماری کا علاج مل گیا ہے کیونکہ اُن کو اِس کی خبر نہیں اور وہ اس کے نہ ملنے سے مر رہے ہیں چنانچہ مقدس پطرس نے یہ فرمایا "جن کو جس قدر نعمت ملی ہے وہ اُسے .... دوسروں کی خدمت میں صرف کریں" (۱ پطرس ۴: ۱۰) جب لوگ اس آیت پر عمل کرینگے تو وہ کیسے مبارک دن ہونگے۔

ان آیات سے ظاہر ہے کہ سُننا اور پھر اُس پر غور کرنا کیسا ضروری ہے۔ ہمارے خداوند نے اس امر پر بہت زور دیا۔ بیج بونے والے کی تمثیل میں یہی تعلیم تھی اور اِس جملہ میں اس امر پر تاکید ہے "جس کے سُننے کے کان ہوں وہ سُن لے"۔ "جو باتیں ہم نے سُنیں اُن پر اَور بھی دل لگا کر غور کریں۔ صداقت کا سُننا وہ شاہراہ ہے جس کے ذریعہ آدمی کی رُوح کو فضل پہنچتا ہے"۔ ایمان سُننے سے آتا ہے" (رُومیوں ۱۰: ۱۷)۔ رُوح القدس سے سُننے والے کان حاصل کرنا رجوع لانے کی طرف ایک قدم آگے بڑھنا ہے۔ سُننے کے بغیر شاذونادر ہی کوئی شخص توبہ اور ایمان حاصل کرتا ہے۔ عام قانون یہ ہے جس کی تلقین مقدس پولوس نے افسیوں کو کی۔ "جب تم نے کلام حق کو سُنا ... تو اُس پر ایمان لائے (افسیوں ۱: ۱۳)۔

جب لوگوں کو منادی کے خلاف کہتے سُنو تو اِس سبق کو یاد رکھو۔ بائبل نے جو اعلیٰ درجہ منادی کو دیا لوگ اُس سے اِس کو گرانا چاہتے ہیں۔ بہت لوگ یہ چلّائینگے کہ خدا کے کلام کی تشریح سُننے کی نسبت تحریری نمازوں کو پڑھنا اور عشائے ربانی لینا زیادہ افضل ہے۔ ایسے خیالوں اور بیانوں سے ہم خبردار رہیں اور اسے خُوب یاد رکھیں کہ کلام کا سُننا خدا کا فضل حاصل کرنے کے لئے ایک مقدم اور اعلیٰ وسیلہ ہے۔ دُوسرے وسائل فضل کو بھی مناسب درجہ دیں لیکن مقدس پولس کے ان الفاظ کو کبھی فراموش نہ کریں "نبوتوں کی حقارت نہ کرو" اور تھسلنیکیوں کو اُس

نے یہ تاکید کی "کلام کی منادی کر" (دیکھئے ۲-تمتھیس ۴-۲ +۲۰-۵ تھسلنیکے)۔
ان آیات میں یہ تعلیم بھی پائی جاتی ہے کہ دینی حقوق کا استعمال کیسا اہم ہے۔
چنانچہ ہمارے خداوند نے یہ فرمایا "جس کے پاس ہے اُسے دیا جائیگا اور جس کے
پاس نہیں ہے اُس سے وہ بھی جو اُس کے پاس ہے لے لیا جائیگا" کتاب مقدس
نے بار بار اس اصول کا ذکر کیا ہے۔ جو کچھ ایمانداروں کے پاس ہے وہ کلام خدا
کے فضل سے ہے لیکن جس درجہ تک ایماندار فضل میں ترقی کرتا ہے وہ اسی بنا پر
ہے کہ فضل کے وسیلوں کو سرگرمی سے استعمال کرے اور جو علم و روشنی اُسے
حاصل ہوئی ہے ایمانداری سے اُس کا استعمال کرے۔ خدا کے کلام میں سستی اور
کاہلی کی ہمیشہ مذمت ہوئی ہے۔ سُننے۔ پڑھنے اور دُعا مانگنے میں محنت و مشقت
کرنا بڑا اجر حاصل کرتے ہیں۔ "محنتی چالاکوں کا جی موٹا ہوگا" (امثال ۱۳-۴)۔
"آرام طلب کا دل بھوکا رہتا ہے" (امثال ۱۹-۱۵)۔
اس اصول پر کاربند ہونا روحانی بہبودی کا راز ہے۔ جو آدمی روحانی خوبیوں
میں جلدی ترقی کرتا۔ جو فضل میں علم اور قوت اور فیض رسانی میں پھولتا پھلتا نظر
آتا ہے وہ ہمیشہ محنتی شخص نکلیگا۔ وہ اپنی روح کی بہبودی کے لئے پتہ پتہ اُلٹ دیگا۔
وہ بائبل کو بھی سرگرمی سے پڑھتا ہوگا۔ اپنی خلوتی دُعاؤں میں بھی محنت کرتا ہوگا۔ وعظ
و نصیحت کے سُننے میں بھی قدم آگے رکھتا ہوگا اور خداوند کی میز پر بھی فکر سے حاضر ہوتا
ہوگا۔ اور جیسا وہ بوتا ہے ویسا ہی وہ کاٹتا ہے۔ جیسے ورزش سے اعصابِ
بدنی مضبوط اور پختہ ہوتے ہیں ویسے ہی ان وسائلِ فضل کے باقاعدہ استعمال
سے رُوح کی قوتیں ترقی پاتی ہیں۔
کیا ہم فضل میں ترقی کیا چاہتے ہیں؟ کیا ہم زیادہ پختہ ایمان حاصل کیا چاہتے
ہیں زیادہ ہشاش بشاش امید کے اور زیادہ علم کے طلبگار ہیں؟ بیشک اگر

ہم حقیقی مسیحی ہیں تو ان کے متلاشی ہونگے۔ پس ہم اپنی روشنی کے مطابق زندگی بسر کریں اور ہر موقعہ سے فائدہ اُٹھائیں۔ اپنے خداوند کے اِن الفاظ کو کبھی نہ بھولیں "جس پیمانے سے تم ناپتے ہو اُسی سے تمہارے واسطے ناپا جائیگا" جس قدر زیادہ ہم اپنی رُوحوں کے لیئے کرینگے اس سے زیادہ خدا ہمارے لئے کریگا۔

مرقس ۴: ۲۶۔ ۲۹ (۲۶) اور اُس نے کہا۔ خدا کی بادشاہت ایسی ہے جیسے کوئی آدمی زمین میں بیج ڈالے (۲۷) اور رات کو سوئے اور دن کو جاگے۔ اور وہ بیج اِس طرح اُگے اور بڑھے کہ وہ نہ جانے (۲۸) زمین آپ سے آپ پھل لاتی ہے۔ پہلے پتّی۔ پھر بالیں۔ بعد اُس کے بالوں میں تیار دانے (۲۹) پھر جب اناج پک چکا وہ درانتی لگاتا ہے کیونکہ کاٹنے کا وقت آپہنچا۔

ان آیات میں جو تمثیل ہے وہ مختصر سی ہے اور صرف اسی انجیل میں پائی جاتی ہے لیکن جو حقیقی مسیحی ہونے کے مُدعی ہیں ان کے لئے بہت دلچسپی رکھتی ہے۔ ہر فرد رُوح میں جو فضل کا کام ہوتا ہے اس کی گویا یہ تاریخ ہے۔ اس میں ہم سے یہ مطالبہ کیا گیا ہے کہ الٰہی باتوں کے بارہ میں ہم اپنے نفس کا امتحان کریں۔

اِس تمثیل میں بعض جملے ایسے ہیں جن کی بہت کھینچ تان نہ کرنی چاہیئے۔ مثلاً "رات کو سوئے اور دن کو جاگے"۔ "رات اور دن" نہ صرف اِس تمثیل میں بلکہ اور دیگر اکثر تمثیلوں میں جو خداوند کی زبان مبارک سے نکلیں ہم اِس امر کو بخوبی یاد رکھیں کہ اس سارے قصّہ کا خاص مقصد اور مُدعا کیا ہے اور تفصیل پر حد سے زیادہ زور نہ دیں۔ اس تمثیل میں خاص بات یہ ہے کہ اناج کے پکنے اور دل میں فضل کے کام کی ترقی میں بہت مشابہت پائی جاتی ہے۔ اِسی پر ہم اپنی توجہ کو مبذول کریں۔

اس تمثیل میں اول تو یہ سبق ملتا ہے کہ جیسے اناج کے نشوونما میں ویسے ہی فضل کے کام میں کوئی بیج بونے والا ضرور ہوگا۔

زمین خود بخود اناج پیدا نہیں کرتی۔ گھاس پھوس تو اس میں سے خودرو ہو سکتا ہے لیکن گندم خودرو نہیں ہوتی۔ اس کے لئے انسانی ہاتھ کی ضرورت ہے جو اس میں ہل چلائے۔ اور بیج ڈالے ورنہ کبھی فصل درو نہیں ہو سکتی۔

اسی طرح انسان کا دل بھی اپنے آپ کبھی نہ تو خدا کی طرف پھر سکتا۔ نہ توبہ کر سکتا۔ نہ ایمان لا سکتا۔ نہ اطاعت کر سکتا ہے فضل کے بغیر یہ تو بنجر زمین کی طرح ہے۔ خدا کے لئے یہ بالکل مُردہ ہے اور اپنے تئیں زندگی دینے کے بالکل ناقابل ہے۔ اس کے لئے یہ درکار ہے کہ ابن آدم رُوح القدس کے ذریعہ اس میں ہل چلائے۔ اور اسے نئی فطرت عطا کرے۔ اور اپنے خادموں کے ذریعہ کلام کا اچھا بیج اس میں گرائے۔

اس صداقت کو ہم بخوبی یاد رکھیں۔ انسان کے دل میں فضل ایک خارجی شئے ہے۔ یہ نیا اصول باہر سے اُس میں داخل ہوُا ہے۔ وہ آسمان سے آیا ہے اور انسان کی رُوح میں بویا گیا ہے۔ اگر آدمی کو اُس کی اپنی کوششوں پر چھوڑا جاتا تو وہ کبھی خدا کی تلاش نہ کرتا۔ تو بھی فضل عطا کرنے میں خدا انسانی وسائل کو استعمال کرتا ہے۔ جو لوگ معلموں اور مبشروں کو حقارت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں وہ ایسے اناج کے متوقع ہیں جس کا بیج کبھی بویا نہ گیا تھا۔

دوسرا سبق یہ حاصل ہوتا ہے کہ جیسے اناج کے نشوونما میں ویسے ہی فضل کے کام میں بہت کچھ انسان کی رسائی اور پہنچ سے باہر ہے۔

دُنیا کا دانا سے دانا کسان بھی اس امر کی پُوری تشریح نہیں کر سکتا کہ جب گندم کا دانہ بویا گیا تو پھر کس طرح سے وہ ترقی کرتا ہے۔ وہ صرف اس عام بات

سے واقف ہے کہ جب تک وہ بیج کو زمین میں بو کر اُس کو مٹی سے نہ ڈھانپیگا تو فصل
کے وقت اُس میں اناج کی بالیں پیدا نہ ہونگی - ہم اس امر کی تشریح نہیں کر سکتے
کہ کیوں بعض دانے تو اُگ آتے ہیں اور بعض گل سڑ جاتے ہیں - وہ ایسی ساعت و لحظہ
مقرر نہیں کر سکتا جبکہ بیج میں جان نظر آنے لگتی ہے - اِن باتوں کو وہ جان
نہیں سکتا اس لئے اُن کو چھوتا نہیں - وہ بیج بو دیتا ہے اور اُس کی نشو و نما خدا
پر چھوڑتا ہے - "خدا بڑھاتا ہے" (اکرنتھی ۳-۷)-

اسی طرح دل میں فضل کی تاثیر ایک نامعلوم راز ہے ہم اس امر کی تشریح
نہیں کر سکتے کہ جماعت میں ایک شخص پر تو کلام تاثیر ہوتی ہے اور دوسرے پر
نہیں - ہم کو معلوم نہیں کہ کیوں باوجود موقعہ حاصل کرنے اور ہر طرح کی منت و
سماجت کے بھی بعض لوگ کلام کو رد کر دیتے ہیں اور اپنی خطاؤں اور گناہوں میں
مُردہ پڑے رہتے ہیں - ہم بیان نہیں کر سکتے کہ بعض صورتوں میں باوجود مشکلات
اور بغیر کسی قسم کی حوصلہ افزائی کے بعض نیا جنم پاتے ہیں اور حقیقی مسیحی بن جاتے ہیں -
نہ ہم یہ بیان کر سکتے ہیں کہ کس طریقے سے خدا کا رُوح انسان کے دل میں زندگی پہنچاتا
ہے اور کس عمل کے ذریعہ ایماندار کو نئی ذات حاصل ہو جاتی ہے - چند نتائج تو ہم کو
نظر آتے ہیں لیکن اور کچھ دکھائی نہیں دیتا - "ہوا جدھر چاہتی ہے چلتی ہے اور تو
اُس کی آواز سُنتا ہے مگر نہیں جانتا کہ وہ کہاں سے آتی اور کہاں کو جاتی ہے -
جو کوئی رُوح سے پیدا ہُوا ایسا ہی ہے" (یوحنا ۳-۸) -

اس صداقت میں گہری تعلیم پائی جاتی ہے اس لئے ہم اس پر خُوب غور کریں -
البتہ خادمانِ دین اور دوسروں کو سکھانے والوں کے لئے یہ کسرِ شان نظر آتی ہے -
اعلیٰ سے اعلیٰ لیاقت زبردست وعظوں سخت محنت - کامیاب ہونے کا دعویٰ نہیں
کر سکتی - خدا ہی اکیلا یہ زندگی دے سکتا ہے - پھر بھی ہے تو یہ صداقت لیکن فکرمندی

اور مایوسی کے لئے یہ قابل تعریف تریاق کا کام دیتی ہے ۔ ہمارا خاص کام یہ ہے کہ بیج بوئیں ۔ جب ہم یہ کر چکے تو ہم ایمان و صبر کے ساتھ نتیجہ کے منتظر رہیں" ہم رات کو سوئیں اور دن کو جاگیں" اور اپنا کام خداوند پہ چھوڑیں ۔ وہی اکیلا بشرطیکہ وہ مناسب سمجھے کامیابی دے سکتا ہے۔

سوم ۔ یہ سبق بھی اِن آیات سے حاصل ہوتا ہے کہ جیسا اناج کے نشوونما ہیں ویسے فضل کے کام میں زندگی بتدریج ظاہر ہوتی ہے ۔ اس پر یہ مثل صادق آتی ہے کہ "قدرت چھلانگیں نہیں مارتی"۔ گندم کے پکے خوشے یک لخت ظاہر نہیں ہوتے ۔ بیج یک لخت پھٹ کر خوشے پیدا نہیں کرتا ۔ کمال تک پہنچنے میں پودے کو کئی منزلیں طے کرنی پڑتی ہیں ۔ "پہلے پتی ۔ پھر بالیں ۔ بعد اُس کے بالوں میں تیار دانے"۔ لیکن ان ساری منزلوں میں یہ امر برابر پایا جاتا ہے کہ پودا خواہ کیسا ہی کمزور ہو وہ زندہ پودا ہے۔

اسی طرح سے دل میں فضل کا کام بتدریج ہوتا رہتا ہے ۔ فرزندان خدا ایمان اُمید ۔ عرفان یا تجربہ میں کامل پیدا نہیں ہوتے ۔ اُن کا آغاز عموماً "چھوٹی چیزوں کا دن" ہے ۔ وہ اپنی قصور واری ۔ مسیح کی بھرپوری اور حسنِ تقدیس کو جزوی طور پر دیکھنے لگتے ہیں لیکن پھر بھی خواہ وہ کیسا ہی کمزور بچہ ہو وہ خدا کے خاندان میں خدا کا حقیقی فرزند ہے ۔ باوجود اپنی ضعف و کمزوری کے وہ زندہ ہے ۔ فضل کا بیج فی الحقیقت اُس کے دل میں بویا گیا ہے اگرچہ اس وقت صرف "پتی" ہی نظر آتی ہے ۔ وہ مُردوں میں سے جی اُٹھا ہے ۔ اور دانا شخص کا مقولہ ہے کہ "زندہ کُتا مُردہ شیر سے بہتر ہے" (واعظ ۹ ۔ ۴)۔

اس صداقت میں بڑی تسلی پائی جاتی ہے ہم فضل کی تحقیر نہ کریں خواہ وہ کتنا ہی کمزور ہو اور یہ نہ سمجھیں کہ چونکہ بعض پولس کی طرح ایمان میں مضبوط نہیں اِس

لئے وہ از سرِ نو پیدا ہی نہیں ہوئے۔ ہم یاد رکھیں کہ دیگر امور کی طرح فضل کا بھی آغاز ہوا کرتا ہے۔ ایک شاندار بلوط کا درخت پہلے صرف ایک بیج تھا۔ قوی ہیکل آدمی پہلے ایک شیر خوار بچہ تھا۔ عدم فضل سے "پتی" جیسا فضل رکھنا ہزار درجے بہتر ہے۔

چہارم۔ ان آیات میں یہ تعلیم بھی ملتی ہے کہ جیسے اناج کے نشو و نما میں ویسے فضل کے کام میں۔ جب تک بیج پک نہ جائے کوئی فصل درو نہیں کر سکتے کبھی کوئی کسان خیال ہی نہیں کرتا کہ سبز کھیتی کو کاٹے۔ جب تک کہ دھوپ بارش۔ گرمی اور سردی اپنا مقررہ عمل ختم نہ کریں اور خوشے لٹکنے نہ لگیں وہ انتظار کرتا رہتا ہے۔ تب وہ درانتی لگاتا ہے اور گندم کو کھلیان میں جمع کرتا ہے۔

خدا بھی اپنے فضل کا کام ٹھیک اسی طرح سے کرتا ہے۔ وہ اپنے لوگوں کو اس دنیا سے لے نہیں جاتا جب تک کہ وہ پک کر تیار نہ ہو جائیں۔ جب تک کہ ان کا کام پورا نہ ہو جائے وہ انہیں لے نہیں جاتا۔ وہ کبھی بے وقت نہیں مرتے۔ گو انسان کو ان کی موت کیسا ہی راز معلوم ہو۔ یوسیاہ اور یوحنا کا بھائی یعقوب عین اس وقت رحلت کر گئے جب کہ وہ مفید کام میں مشغول تھے اور وہ کام ابھی ختم ہوا نہ معلوم ہوتا تھا لیکن روزِ قیامت کو یہ واضح ہو جائیگا کہ یہ کیسا ضرور تھا۔ ان کی پیدائش کے بارہ میں اور ان کی موت کے بارہ میں جو کچھ ہوا وہ سب اچھا تھا۔ یہ اعلیٰ باغبان اپنے کسی اناج کو نہیں کاٹتا جب تک کہ وہ پختہ نہ ہو جائے۔

ہم اس تمثیل کو اسی جگہ چھوڑ دیتے ہیں اور یہ التماس ہے کہ جب کوئی ایماندار فوت ہو تو ہمیں اس سے تسلی حاصل ہو۔ ہم اطمینان رکھیں کہ کوئی شئے اتفاقیہ نہیں ہوتی۔ خدا کے فرزندوں کی وفات میں کوئی غلطی واقع نہیں ہو سکتی۔ وہ سب "خدا کی کھیتی" ہیں۔ اور خدا بہتر جانتا ہے کہ فصل کب تیار ہوگی۔ جب تک ہمارا کام ختم نہ ہو ہم مر نہیں سکتے۔

مرقس ۴: ۳۰-۳۴ (۳۰) پھر اُس نے کہا کہ ہم خدا کی بادشاہت کو کس سے تشبیہ دیں۔ اور کس تمثیل میں اُسے بیان کریں ؟ (۳۱) وہ رائی کے دانے کی مانند ہے کہ جب زمین میں بویا جاتا ہے تو زمین کے سب بیجوں سے چھوٹا ہوتا ہے (۳۲) مگر جب بو دیا گیا تو اُگ کر سب ترکاریوں سے بڑا ہو جاتا ہے اور ایسی بڑی ڈالیاں نکالتا ہے کہ ہوا کے پرندے اُس کے سائے میں بسیرا کر سکتے ہیں۔ (۳۳) اور وہ اُن کو اس قسم کی تمثیلیں دے دے کر اُن کی سمجھ کے موافق کلام سُناتا تھا (۳۴) اور بغیر تمثیل کے اُن سے کچھ نہ کہتا تھا۔ لیکن خلوت میں اپنے خاص شاگردوں سے سب باتوں کے معنی بیان کرتا تھا۔

رائی کے دانے کی تمثیل اُن تمثیلوں میں سے ہے جو تاریخی اور نبیّانہ دونو سیرتیں رکھتی ہیں۔ اس تمثیل میں یہ ظاہر کرنے کا منشا ہے کہ اس زمین پر مسیح کی مرئی کلیسیا کی تاریخ اس کے شروع سے لیکر روزِ عدالت تک کیسی ہے۔ اِس سے پہلی تمثیل میں یہ دکھایا گیا تھا کہ جو بیج زمین میں بویا گیا وہ دل میں فضل کی تاثیر کی ایک مثال تھا۔ رائی کے دانے کی تمثیل میں یہ ظاہر کیا جاتا ہے کہ دُنیا میں ظاہرا مسیحیت کیا ترقی کرتی ہے۔ اس لئے اول تو ہم یہ سبق حاصل کرتے ہیں کہ آغاز میں مسیح کی کلیسیا چھوٹی اور کمزور ہوگی۔ نہ صرف یہودیوں میں بلکہ سارے مشرقی ممالک میں اور خاص ہمارے ہندوستان میں رائی کا دانہ بہت چھوٹی اور خفیف شے کے لئے آتا ہے۔ چنانچہ اسی کے مطابق ہمارے خداوند نے فرمایا کہ "جب زمین میں بویا جاتا ہے تو زمین کے سب بیجوں سے چھوٹا ہوتا ہے۔ دو دفعہ ہمارے خداوند نے کمزور ایمان کے لئے اس تشبیہ کو استعمال کیا (متی ۱۷-۲۰ + لوقا ۱۷-۶)۔ یہ تشبیہ یہودیوں کو اچھی طرح معلوم تھی۔ اس سے ہمارے خداوند کی دانائی کا اظہار ہوتا ہے کہ وہ ایسی

زبان اور محاورات استعمال کرتا ہے جن سے سامعین بخوبی واقف ہیں۔ اس رائی کے دانے کی تشبیہ سے زیادہ اور کوئی تشبیہ مرئی کلیسیا کی تاریخ کو ایسی عمدگی سے ظاہر نہیں کرتی۔

کمزوری اور ظاہرا خفیف پن اس کے آغاز کی صفات ہیں۔ اس کلیسیا کا سر اور بادشاہ کیسی حالت میں اس دُنیا میں ظاہر ہوا؟ ایک کمزور بچہ کی طرح بیت لحم میں چرنی میں پیدا ہوا۔ نہ اُس کے پاس دولت تھی۔ نہ فوج۔ نہ خادم اور نہ اختیار۔ اُس نے کیسے آدمیوں کو چُنا اور کن کو رسول مقرر کیا ہ وہ غریب اَن پڑھ لوگ تھے۔ مچھیرے۔ محصُول لینے والے۔ اور اس قسم کے پیشوں کے لوگ جنکی نسبت ہرگز خیال نہ گُزر سکتا تھا کہ وہ دُنیا کو ہلا دینگے۔ اس کلیسیا کے سر کا آخری وقت کیا حال تھا اور اُس نے کیا خدمت سرانجام دی؟ وہ مجرم کی طرح دو چوروں کے درمیان مصلُوب ہوُا۔ اور اس سے پیشتر اُس کے سب شاگرد اُس کو چھوڑ کر بھاگ گئے۔ اُن میں سے ایک نے اُسے پکڑوا دیا۔ اور ایک نے اُس کا انکار کیا۔ اس کلیسیا کے پہلے معماروں نے یروشلم کے بالاخانے میں نکل کر کونسی تعلیم سب سے پہلے اور مقدم نوعِ انسان کے سامنے پیش کی؟ یہ وہ تعلیم تھی جو یہودیوں کے لئے ٹھوکر اور یونانیوں کے نزدیک نادانی تھی۔ یہ اس امر کا اشتہار تھا کہ اُن کے نئے دین کا بانی مبانی صلیب پر مارا گیا۔ لیکن باوجود اس کے اُس کی مَوت ہی کے طفیل اپنی زندگیاں دُنیا کے لئے قربان کر دیں۔ ان ساری باتوں میں عقلِ انسانی کمزوری اور ضعف کے سوا کچھ نہیں پاتی۔ الغرض رائی کے دانے کی تمثیل ذرا ذرا پوری ہوئی۔ انسان کی نظر میں مرئی کلیسیا کا آغاز حقیر خفیف اور کمزور اور ہیچ سا تھا۔

علاوہ ازیں یہ سبق بھی اس تمثیل سے ملتا ہے کہ جب رائی کا دانہ ایک دفعہ بویا گیا

وہ بڑھتا اور ترقی کرجاتا ہے۔ چنانچہ ہمارے خداوند نے فرمایا کہ رائی کے دانے کا بیج "جب بویا گیا تو اُگ کر سب ترکاریوں سے بڑا ہو جاتا ہے"۔ ہمارے ملک میں رائی کا پودا اتنا بڑا نہیں ہوتا لیکن فلسطین میں یہ بہت بڑا ہو جاتا ہے۔ چنانچہ سیاحوں نے اس کی تصدیق کی ہے۔

اس مرئی کلیسیا کا آغاز اسی طرح ہوا۔ پنتی کوست کے دن سے لے کر یہ بڑھنے لگی اور حیرت انگیز ترقی کر گئی اور یہ خدا کی قدرت کے بغیر ناممکن تھا۔ یہ کیسی عجیب ترقی تھی کہ ایک ہی دن میں تین ہزار رُوحوں نے نجات پائی اور تھوڑے ہی دنوں کے بعد پانچ ہزار اور نجات کے وارث بن گئے۔ یہ کیسی حیرت انگیز ترقی تھی کہ انطاکیہ۔ افسس۔ فلپی۔ کرنتھس اور روم میں جماعتیں قائم ہو گئیں اور مسیحی دین نے قدم جما لئے۔ یہ کیسی عجیب ترقی تھی کہ جب مسیح کا دین جو لوگوں نے ایسا حقیر سمجھا تھا یُوروپ۔ ایشیائے کوچک اور شمالی افریقہ کے بڑے حصہ میں پھیل گیا۔ اور باوجود سخت ایذا رسانی اور ظلم اور مخالفت کے اُس نے بُت پرستی کے مذہب کو اُکھاڑ پھینکا اور خود اُس کی جگہ قائم ہو گیا اور کُل رومی سلطنت کا یہ عقیدہ ہو گیا۔ بہتوں کی نظر میں یہ ترقی حیرت کا باعث ہو گی لیکن اس تمثیل میں ہمارے خداوند نے پہلے سے اس کی خبر دی تھی "خدا کی بادشاہت رائی کے دانے کی مانند تھی"۔

اس مرئی کلیسیا کی ترقی ابھی موقوف نہیں ہو گئی۔ اگرچہ اس کی بعض شاخیں برگشتہ ہو گئی ہوں اور کئی ایک سخت کمزور رہوں لیکن تو بھی یہ ساری دُنیا میں پھیل رہی اور توسیع اختیار کرتی جاتی ہے۔ امریکہ۔ ہندوستان۔ آسٹریلیا۔ افریقہ۔ چین۔ جاپان دکن کے جزائر میں اس کی نئی شاخیں نکل رہی اور ترقی کر رہی ہیں۔ بیشک اُن میں بہت کچھ خرابی اور نقص بھی ہیں۔ بہت لوگ شاید برائے نام مسیحی ہونگے

اور کتنی دیگر خرابیاں بھی اُن میں پائی جائینگی لیکن تو بھی بحیثیت مجموعی باوجود اندرونی اور بیرونی مخالفت اور حملوں کے بیرونی کلیسیا بڑھ رہی ہے۔ یہ رائی کا پودا بڑھتا جاتا ہے۔

اور جو نبوت اِس میں ہے وہ بھی ختم نہیں ہوگئی۔ ایک دن آئیگا کہ اِس کلیسیا کا یہ سر اپنی قدرت اور حکومت کو ہاتھ میں لیگا اور اپنے ہر دشمن کو اپنے پاؤں میں پامال کریگا۔ اور یہ زمین خدا کے عرفان سے ایسی معمور ہو جائیگی جیسے سمندر پانی سے (یسعیاہ ۱۱-۹)۔ شیطان باندھا جائیگا۔ غیر قومیں ہمارے خداوند کی میراث ہونگی اور دنیا کے آخری کناروں تک اُس کے قبضے میں آئینگے۔ اور تب اِس تمثیل کی ٹھیک ٹھیک تکمیل ہوگی۔ یہ چھوٹا بیج ایک بڑا درخت ہو جائیگا اور ساری زمین کو بھر دیگا (دانیال ۲-۳۵)۔

اِس تمثیل کو چھوڑ کر ہم اب یہ ارادہ کرلیں کہ مسیح کی کلیسیا میں کوئی تحریک یا کوئی اوزار کیسا ہی خفیف یا کمزور کیوں نہ معلوم ہو ہم اُس کو حقیر نہ جانیں۔ ہم بیت لحم کی چرنی کو یاد رکھیں اور دانائی حاصل کریں۔ جو بیکس بچہ وہاں پڑا تھا اب اُس کا نام ساری زمین پر گونج رہا ہے۔ رائی کا دانہ جو اُس روز بویا گیا جب مسیح پیدا ہوا اب بڑا درخت ہوگیا ہے اور اب ہم اس کے سائے تلے آرام پاتے ہیں۔ ہمارے دین کا یہ پختہ اصول ہو کہ "ان چھوٹی چیزوں کے دن کی تحقیر نہ کریں" (زکریاہ ۴-۱۰)۔ شاید ایک لڑکا ایک بڑے سکول کا آغاز ہو شاید ایک کا مسیحی ہونا ایک زبردست کلیسیا کا شروع ہو۔ ایک لفظ شاید ایک بڑی مسیحی مہم کا شروع ہو۔ ایک بیج شاید نجات یافتہ رُوحوں کی بڑی فصل کا آغاز ہو۔

مرقس ۴-۳۵-۴۱ (۳۵) اُسی دن جب شام ہوئی اُس نے

اُن سے کہا آؤ پار چلیں۔ (۳۶) اور وہ بھیڑ کو چھوڑ کر اُسے جس طرح وہ تھا کشتی پر ساتھ لے چلے اور اُس کے ساتھ اور بھی کشتیاں تھیں۔ (۳۷) تب بڑی آندھی چلی اور لہریں کشتی پر یہاں تک لگیں کہ کشتی پانی سے بھری جاتی تھی (۳۸) اور وہ خود پیچھے کی طرف گدی پر سوتا تھا۔ پس اُنہوں نے اُسے جگا کر کہا۔ اے اُستاد کیا تجھے فکر نہیں کہ ہم ہلاک ہوئے جاتے ہیں؟ (۳۹) اُس نے اُٹھ کر ہوا کو ڈانٹا اور پانی سے کہا چُپ رہ۔ تھم جا۔ تو ہوا بند ہو گئی اور بڑا امن ہو گیا (۴۰) پھر اُن سے کہا۔ تم کیوں ڈرتے ہو؟ اب تک ایمان نہیں رکھتے؟ (۴۱) اور وہ نہایت ڈرے اور آپس میں کہنے لگے۔ پس یہ کون ہے کہ ہوا اور پانی بھی اُس کا حکم مانتے ہیں؟

ان آیات میں ایک طوفان کا ذکر ہے جو جھیل گلیل میں آیا جس وقت کہ ہمارا خداوند معہ اپنے شاگردوں کے جھیل پر سے عبور کر رہے تھے۔ اُس وقت یہ معجزہ ہُوا کہ ہمارے خداوند نے ایک لحظہ میں طوفان کو بند کر دیا۔ جس قدر اس معجزے سے شاگردوں کے دلوں پر اثر ہُوا ایسے چند ہی معجزے وقوع میں آئے۔ ان شاگردوں میں سے چار تو مچھلی پکڑنے والے تھے۔ پطرس۔ اندریاس۔ یعقوب اور یوحنا کو غالباً جھیل گلیل کا خوب تجربہ تھا۔ اور اُس کے طوفانوں وغیرہ سے بچپن سے واقف تھے۔ ہمارے خداوند نے اس زمین پر جو سفر کئے اُن میں سے شاید کسی موقعہ پر ہی ایسا واقعہ گزرا جس میں اس قدر تعلیم ہو جیسی کہ اس عبارت میں مندرج ہے۔

اوّل تو ہم یہاں یہ سیکھتے ہیں کہ مسیح کی خدمت اپنے خادموں کو طوفانوں سے مستثنےٰ نہیں کرتی۔ یہاں بارہ شاگرد اپنے فرضِ منصبی پر جا رہے تھے۔ اور جہاں کہیں یسوع

جاتا تھا وہ وفاداری سے اُس کی پیروی کرتے تھے۔ وہ ہر روز اُس کی خدمت میں حاضر رہتے اور اُس کا کلام سُنتے تھے وہ ہر روز یہ گواہی دینے کو کہتے تھے کہ فقیہ اور فریسی خواہ کچھ ہی گمان کریں لیکن وہ تو یسُوع پر ایمان رکھتے۔ یسُوع کو پیار کرتے اور اُس کی خاطر اپنی جان دینے کی بھی پروا نہ کرتے تھے لیکن یہ لوگ بھی اس وقت مصیبت میں گرفتار تھے۔ جھیل کے تلاطم کے طمانچے کھا رہے تھے اور یہی اندیشہ تھا کہ اب غرق ہوئے۔ اب غرق ہوئے۔

ہم یہ سبق بخوبی یاد رکھیں۔ اگر ہم سچے مسیحی ہیں تو ہم کبھی یہ خیال نہ کریں کہ آسمان میں ہم برابر بلا روک ٹوک چلے جائینگے۔ اگر ہم کو بیماری۔ نقصان۔ ماتم اور مایُوسی سے واسطہ پڑے تو ہم ذرا تعجب نہ کریں۔ کہ ہمارے خداوند نے جن باتوں کا وعدہ کیا ہے وہ یہ ہیں۔ مُفت معافی اور پُوری مغفرت۔ اثنائے راہ میں فضل اور آخر کو جلال لیکن اُس نے کبھی یہ وعدہ نہیں کیا کہ ہم پر کوئی مصیبت وارد نہ ہوگی۔ وہ ہم کو اس قدر پیار کرتا ہے کہ اُس نے یہ وعدہ نہیں کیا مصیبت کے ذریعہ وہ ہمیں بہت سے قیمتی سبق سکھاتا ہے اور ان مصیبتوں کے بغیر ہم وہ سبق سیکھ نہیں سکتے۔ مصیبتوں کے ذریعہ وہ ہم پر روشن کر دیتا ہے کہ ہم خالی اور کمزور ہیں۔ انہیں کے ذریعہ وہ ہمیں فضل کے تخت کے قریب کھینچ لے جاتا ہے۔ ہمارے جذبات کو پاک و صاف کرتا ہے اور دُنیا سے ہمیں علیحدہ کرتا ہے۔ اور آسمان کی آرزو ہمارے دلوں میں ڈالتا ہے۔ روز قیامت کی صبح کو ہم سب یہ کہینگے "میرے لئے بھلا ہُوا کہ میں نے دُکھ اُٹھایا"۔ ہر طوفان کے لئے ہم خدا کا شُکریہ کرینگے۔

دوئم۔ ہم یہ سیکھتے ہیں کہ ہمارا خداوند یسُوع مسیح فی الحقیقت انسان تھا۔ ان آیات میں ہم کو یہ تعلیم دی جاتی ہے کہ جب طوفان شروع ہُوا اور لہریں جہاز کو ٹکرانے لگیں تو وہ پچھلے حصہ میں "سوتا تھا"۔ اُس کا بدن بالکل ہمارے بدن کی طرح تھا۔ ایسا بدن جو بھُوکا اور پیاسا ہوتا تھا۔ دُکھ اور تکان کو محسوس کرتا تھا۔ اور آرام کا محتاج تھا۔ یہ

تعجب نہیں کہ اُسے اُس وقت آرام کی ضرورت تھی۔ وہ سارا دن اپنے باپ کے کام میں مصروف رہا تھا۔ وہ میں ان میں ایک بڑی بھیڑ کے سامنے منادی کرتا رہا تھا۔ اِس لئے کچھ تعجب نہیں کہ جب شام ہوئی اور اُس کا کام ختم ہُوا تو وہ سوگیا۔

اِس سبق پر بھی ہم خوب توجہ کریں جس منجی پر بھروسہ کرنے کا ہم کو حکم ملا ہے وہ نہ صرف خدا ہے بلکہ حقیقی انسان بھی ہے۔ وہ انسان کے امتحانوں سے واقف ہے کیونکہ وہ خود ان کا تجربہ کرچکا ہے۔ وہ انسان کی بدنی کمزوریوں کو جانتا ہے۔ کیونکہ اُن کو خود اُس نے محسوس کیا تھا۔ اور جب ہم اپنی حاجتوں کے وقت مدد کے لئے اُس سے فریاد کرتے ہیں تو وہ اُس کے معنی بخوبی سمجھتا ہے جس نجات دہندہ کی ضرورت ایسے مردوں اور عورتوں کو تھی جن کے بدن کمزور تھے۔ جو سردردی میں مُبتلا تھے اور جن کو ہر شب و روز تسلی کی ضرورت تھی۔ ٹھیک یہ ایسا ہی نجات دہندہ ہے۔ "ہمارا ایسا سردار کاہن نہیں جو ہماری کمزوریوں میں ہمارا ہمدرد نہ ہوسکے" (عبرانی ۴-۱۵)۔

سوئم۔ اِن آیات میں ہمیں یہ تعلیم ملتی ہے کہ ہمارا خداوند یسُوع بحیثیتِ خدا قادرِ مُطلق ہے۔ اِن آیات میں وہ ایسا کام کرتا نظر آتا ہے جو انسانی طور سے بالکل ناممکن تھا۔ وہ ہواؤں کو حکم دیتا ہے اور وہ اُس کا حکم مانتی ہیں۔ وہ لہروں سے مخاطب ہوتا ہے اور وہ اُس کی اطاعت کرتی ہیں۔ وہ طوفان کے جوش و خروش کو چند الفاظ سے تھما کر امن چین پیدا کرتا ہے "تھم جا"۔ یہ الفاظ اس شخص کے الفاظ تھے جس نے ابتدا میں ساری چیزیں خلق کی تھیں۔ یہ عناصر اپنے خداوند کی آواز کو پہچانتے تھے اور فرمانبردار خادموں کی طرح فوراً خاموش ہوگئے۔

ہم یہ سبق بھی یاد رکھیں اور اپنے دلوں میں نقش کرلیں۔ خداوند یسُوع مسیح کے لئے کوئی چیز ناممکن نہیں۔ کوئی جذبہ ایسا زبردست نہیں جسے وہ نابُود نہ کرسکے۔ کوئی مزاج ایسا اکھڑ اور تُند نہیں جسے وہ بدل نہ سکے۔ کسی ضمیر کی ایسی بے اطمینانی نہیں جسے وہ

اطمینان دے کر امن چین نہ دے سکے۔ کسی کو مایوس ہونا نہیں چاہئے بشرطیکہ وہ اپنے غرور کو نیچا کرے اور فروتن گنہگار کی حیثیت سے مسیح کے قدموں میں آ جائے مسیح اُس کے دل میں یہی معجزے کر سکتا ہے۔ اگر کوئی اپنے تئیں بالکل مسیح کے سُپرد کر دیتا ہے تو وہ اپنے سفر کے آخر تک پہنچنے میں ہرگز مایوس نہ ہو۔ مسیح ہر خطرے میں سے صحیح و سلامت اُس کو لیجائیگا۔ مسیح اُس کو ہر دُشمن پر فتحیاب کریگا۔ کچھ مضائقہ نہیں اگر ہمارے رشتہ دار مخالفت کریں۔ کچھ پروا نہیں اگر ہمارے پڑوسی ہم پر ہنسی تمسخر کریں۔ کیا مضائقہ اگر ہماری جگہ دشوار ہو۔ کیا پروا اگر ہماری آزمائشیں بڑی ہوں۔ اگر مسیح ہماری طرف ہو اور ہمارے ساتھ کشتی میں ہو تو ان کی کیا حقیقت ہے؟ جو ہماری طرف ہے وہ اُن سب سے بڑا ہے جو ہمارے مخالف ہیں۔

اس عبارت میں یہ نصیحت بھی ہمارے لئے ہے کہ اپنے لوگوں کے ساتھ سلوک کرنے میں ہمارا خداوند نہایت صابر اور رحیم ہے۔ اس موقعہ پر اُس کے شاگرد اپنے ایمان کی کمزوری دکھا رہے تھے اور نامناسب طور سے خوفزدہ ہو رہے تھے۔ وہ اپنے اُستاد کے معجزوں کو بھول گئے۔ اُنہوں نے فراموش کر دیا کہ چند ہی روز گذرے اُس نے اُن کی کیسی فکر کی تھی۔ انہیں سوائے اپنے خطرہ کے اور کچھ یاد نہ رہا۔ اُنہوں نے جلدی سے اپنے خداوند کو جگایا اور چلّائے "کیا تجھے فکر نہیں کہ ہم ہلاک ہوئے"۔ ہمارے خداوند نے نہایت نرمی اور صبر سے اُن کے ساتھ سلوک کیا۔ اُس نے کوئی سخت تنبیہ نہ کی۔ اُس نے کوئی دھمکی نہ دی کہ اُن کی بے ایمانی کے سبب وہ اُنہیں نکال دیگا۔ اُس نے اُن سے صرف یہ مؤثر سوال کیا "تم کیوں ڈرتے ہو۔ اب تک ایمان نہیں رکھتے"؟

یہ سبق بھی بخوبی سیکھ لیں۔ ہمارا خداوند نہایت رحیم و کریم ہے۔ "جیسے باپ

بچوں پر ترس کھاتا ہے ویسے خداوند اُن پر ترس کھاتا ہے جو اس سے ڈرتے ہیں (زبور ۱۰۳-۱۳) - وہ ایمانداروں سے ان کے گناہوں کے مطابق سلوک نہیں کرتا۔ نہ اُن کی بدیوں کے مطابق انہیں بدلہ دیتا ہے۔ وہ ان کی کمزوریوں کو دیکھتا ہے وہ ان کی خطاؤں سے واقف ہے اُن کے ایمان - اُمید اور محبت اور ہمت میں جو نقص ہیں اُن سے وہ بخوبی واقف ہے۔ تو بھی وہ اُنہیں نکال نہیں دیتا۔ وہ برابر ان کی برداشت کرتا رہتا ہے۔ وہ آخر تک اُن کو پیار کرتا رہتا ہے۔ جب وہ گر پڑتے ہیں تو وہ اُن کو اُٹھا کھڑا کرتا ہے۔ جب وہ گمراہ ہوتے ہیں تو وہ اُن کو راہ پر ڈال دیتا ہے۔ اُس کی محبت کی طرح اُس کا صبر بھی فہم سے باہر ہے۔ جب وہ دیکھتا ہے کہ کسی کا دل سیدھا ہے تو اُس کی بہت خطاؤں کو نظر انداز کرنا اُس کا فخر ہے۔

ان آیات کو چھوڑتے وقت ہم یہ تسلی بخش خیال رکھیں کہ یسوع بدل نہیں گیا۔ اُس کا دل اب تک ویسا ہی ہے جیسا کہ اُس وقت تھا جبکہ اُس نے جھیل گلیل کو عبور کیا اور طوفان کو موقوف کیا تھا۔ آسمان میں خدا کے دہنے ہاتھ سرفراز ہو کر یسوع اب تک ہمدرد۔ اب تک قادرِ مطلق - ہنوز اپنے لوگوں کے لئے صابر و رحیم ہے۔ اس لئے سارے ایماندار بھائیوں کے ساتھ ہم بھی صبر اور محبت سے سلوک کریں۔ اگرچہ وہ بہت باتوں میں غلطی کریں لیکن اگر یسوع نے اُن کو قبول کر لیا ہے تو ہم بھی ان کی برداشت کریں۔ ہم اپنے بارہ میں بھی زیادہ پُر اُمید ہوں۔ اگرچہ ہم کمزور ضعیف اور غیر مستقل مزاج ہوں لیکن اگر ہم راستی سے یہ کہہ سکتے ہیں کہ ہم یسوع کے پاس آتے ہیں اور اُس پر ایمان لاتے ہیں تو ہم تسلی رکھیں۔ جس سوال کا جواب ہماری ضمیر کو دینا ہے وہ یہ نہیں "کیا ہم فرشتوں کی مانند ہیں" کیا ہم ایسے کامل ہیں جیسے کہ آسمان میں ہونگے" بلکہ سوال یہ

ہوگا" کیا مسیح کے پاس جانے میں ہم راست اور با دیانت ہیں؟ کیا ہم فی الحقیقت توبہ کرتے اور ایمان لاتے ہیں؟

مرقس ۵: ۱-۲۰ (۱) اور وہ جھیل کے پار گراسینیوں کے علاقے میں پہنچے (۲) اور جب وہ کشتی سے اُترا تو فی الفور ایک آدمی جس میں ناپاک رُوح تھی قبروں سے نکل کر اُسے ملا (۳) وہ قبروں میں رہا کرتا تھا۔ اور اب کوئی اُسے زنجیروں سے بھی نہ باندھ سکتا تھا (۴) کیونکہ وہ بار بار بیڑیوں اور زنجیروں سے باندھا گیا تھا لیکن اُس نے زنجیروں کو توڑا اور بیڑیوں کے ٹکڑے ٹکڑے کئے تھے۔ اور کوئی اُسے قابو میں نہ لا سکتا تھا (۵) اور وہ ہمیشہ رات دن قبروں اور پہاڑوں میں چلاتا اور اپنے تئیں پتھروں سے زخمی کرتا تھا (۶) وہ یسوع کو دُور سے دیکھ کر دوڑا اور اُسے سجدہ کیا (۷) اور بڑی آواز سے چلا کر کہا۔ اے یسوع خدا تعالےٰ کے بیٹے مجھے تجھ سے کیا کام؟ تجھے خدا کی قسم دیتا ہوں مجھے عذاب میں نہ ڈال (۸) کیونکہ وہ اُس سے کہتا تھا کہ اے ناپاک رُوح۔ اس آدمی میں سے نکل آ۔ (۹) پھر اُس نے اُس سے پوچھا۔ تیرا کیا نام ہے؟ اُس نے اُس سے کہا۔ میرا نام لشکر ہے۔ اس لئے کہ ہم بہت ہیں (۱۰) پھر اُس نے اُس کی بہت منت کی کہ ہمیں اس علاقہ سے باہر نہ بھیج (۱۱) اور وہاں پہاڑ پر سؤروں کا ایک بڑا غول چر رہا تھا (۱۲) پس اُنہوں نے اُس کی منت کر کے کہا کہ ہم کو اُن سؤروں میں بھیج دے تاکہ ہم اُن کے اندر جائیں (۱۳) پس اُس نے اُنہیں اجازت دی۔ اور ناپاک رُوحیں نکل کر سؤروں کے اندر گئیں۔ اور وہ غول جو دو ہزار کا تھا کڑاڑے پر سے جھپٹ کر جھیل میں جا پڑا اور

جھیل میں ڈوب مرا (۱۴) اور اُن کے چرانے والوں نے بھاگ کر شہر اور دیہات میں خبر پہنچائی (۱۵) پس لوگ یہ ماجرا دیکھنے کو نکل کر یسوع کے پاس آئے اور جس میں بدرُوحیں یعنی بدروحوں کا لشکر تھا اُس کو بیٹھے اور کپڑے پہنے اور ہوش میں دیکھکر ڈر گئے (۱۶) اور دیکھنے والوں نے اُس شخص کا احوال جس میں بدرُوحیں تھیں اور سُوروں کا ماجرا اُن سے بیان کیا (۱۷) وہ اُس کی منت کرنے لگے کہ ہماری سرحد سے چلا جا۔

اِن آیات میں اُن پُراسرار معجزوں میں سے ایک کا ذکر ہے جو اناجیل میں اکثر پائے جاتے ہیں۔ یعنی بدرُوح کا نکالنا۔ نئے عہد نامے میں جتنے معجزے اِس قسم کے مذکور ہیں اُن میں اِس کا بیان سب سے زیادہ مفصل ہے۔ تینوں اناجیل نویسوں میں سے مقدس مرقس کی انجیل کا بیان زیادہ مفصل ہے۔

اِن آیات میں اوّل تو یہ سبق ملتا ہے کہ بدرُوح کا کسی انسان کے بدن پر قابو پانا ہمارے خداوند کے ایام میں ایک امرِ حقیقی اور واقعی تھا۔ البتہ یہ افسوس کی بات ہے کہ بہت ایسے ظاہری مسیحی ہیں جو خداوند کے معجزوں کو عجیب عجیب تشریحات سے رد کرتے ہیں۔ وہ طبعی اسباب کے ذریعہ ان کی تشریح کرنا چاہتے ہیں اور یہ ظاہر کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ وہ کسی غیر معمولی طاقت کا کام نہ تھا۔ اور اُن معجزات میں سے بدروحوں کے نکالنے کے معجزات پر سب سے زیادہ حملہ کیا جاتا ہے۔ وہ صاف انکار کرتے ہیں کہ شیطان کسی پر چڑھتا ہے۔ وہ یہ بتاتے ہیں کہ یہ ایک طرح کی دیوانگی یا مرگی کی بیماری تھی اور یہ تو واہیات بات ہے کہ بدرُوح کسی کے بدن پر قبضہ کرلے۔

ایسے اعتراضوں کا سب سے صاف و صریح جواب یہ ہے کہ اناجیل میں جو بیان مندرج ہے اُسے غور سے پڑھو اور خاصکر اس بیان کو جو مذکورہ بالا آیات میں قلمبند ہُوا ہے۔ اگر بدرُوحوں کا آسیب نہ مانا جائے تو اِن آیات کی تشریح ہرگز نہیں ہو سکتی۔ یہ تو امر مسلمہ ہے کہ دیوانگی۔ سَودا اور مرگی امراض متعدی نہیں کہ دوسروں کو لگ سکیں خاصکر سؤروں کے غول پر اثر کر سکیں۔ تو بھی یہ لوگ ہم سے یہ منوانا چاہتے ہیں کہ جُونہی یہ شخص چنگا ہُوا دوہزار سؤر نہایت تُندی سے دَوڑ کر یکایک جوش میں آکر بغیر کسی ظاہر اسبب کے سمندر میں جا کُودے۔ ایسی دلیل تو ہلکاپن کا نشان ہے۔ اگر آدمیوں کو ایسی تشریحات سے تسلی ہو سکتی ہے تو ان کی دلی حالت قابل ترس ہے۔

بدروحوں کے متعلق اس قسم کی تشریحات سے ہم خبردار ہیں۔ اس میں تو کچھ کلام نہیں کہ اس طرح کے آسیبوں میں بہت کچھ ہمارے فہم سے باہر ہے۔ اور جس کی ہم تشریح نہیں کر سکتے۔ لیکن اس بنا پر ہم اس کو رد نہ کریں۔ وہ مشرقی بادشاہ جس کے نزدیک پانی کا یخ ہونا ناممکن تھا گرم ملک کا باشندہ تھا اور اس نے کبھی یخ نہ دیکھی تھی۔ وہ اُن سے زیادہ نادان نہ تھا جو بدرُوحوں کے آسیب کا انکار کرتے ہیں اس بنا پر کہ اُنہوں نے کبھی ایسا دیکھا نہیں اور نہ اُسے سمجھ سکتے ہیں۔ یقین جانئے کہ شیطان اور اُس کی قدرت کے بارہ میں ہم بہت کم جانتے ہیں اور بہت کم مانتے ہیں۔ شیطان کی ہستی اور شخصیت کا انکار اکثر خدا کے انکار کی طرف ایک قدم ہے۔

دوئم۔ ان آیات میں ہم یہ دیکھتے ہیں کہ ایک سخت ظالم۔ زور آور۔ اور حاسد وجود شیطان ہے۔ ان تینوں اُمور کے بارہ میں یہاں مفصل تعلیم پائی جاتی ہے۔ شیطان کا ظلم اس میں نظر آتا ہے کہ یہ آسیب زدہ شخص کیسی بُری اور کم بخت

حالت میں لکھا یہ لکھا ہے کہ "وہ قبروں میں رہا کرتا تھا" اور "کوئی اُسے زنجیروں سے بھی نہ باندھ سکتا تھا" اور "کوئی اُسے قابو میں نہ لا سکتا تھا" اور "وہ ہمیشہ رات دن قبروں اور پہاڑوں میں چلاتا اور اپنے تئیں پتھروں سے زخمی کرتا تھا۔" ننگا رہتا۔ اگر شیطان کو قابو ملے تو ہم میں سے ہر ایک کو اسی حالت میں مُبتلا کرے۔ جو الفاظ بد رُوح نے استعمال کئے اُن سے اُس کی قدرت ظاہر ہوتی ہے۔

جب ہمارے خداوند نے اُس سے پُوچھا "تیرا نام کیا ہے" تو اُس نے جواب دیا "میرا نام لشکر ہے۔ اِس لئے کہ ہم بہت ہیں" ہمیں شاید شیطان کے کارندوں کے شمار۔ چالاکی اور پھُرتی کا دُھندلا سا بھی خیال نہیں۔ ہم شاید بھُول جاتے ہیں کہ اُس کے ماتحت بیشمار رُوحیں ہیں جو اس کا حکم مانتی ہیں۔ اگر ہماری آنکھیں ایسی کھُل جائیں کہ ہم رُوحوں کو دیکھ سکتے تو غالباً ہم کو معلوم ہو جاتا ہے کہ وہ ہمارے راہ کو گھیرے ہیں ہمارے بستر کے اردگرد ہیں۔ ہماری ساری راہوں کی تاک میں ہیں اور وہ بھی اس انتہا تک کہ ہم کو شان و گمان بھی نہیں ہوتا۔ خلوت میں اور جلوت میں۔ گرجا میں اور دُنیا میں ہمارے چاروں طرف یہ دُشمن اپنے کام میں سخت مصروف ہیں کہ ہم کو پتہ بھی نہیں۔

اُنہوں نے جو درخواست کی اُس سے ان کا حسد ظاہر ہوتا ہے "ہم کو ان سُؤروں میں بھیج دے"۔ جس آدمی کے بدن میں وہ اِس قدر عرصہ سے رہیں اور جس پر اتنی دیر تک قبضہ رکھا جب اُس سے نکالی گئیں تو وہ مزید شرارت کی پیاسی تھیں۔ جب وہ اُس غیر فانی رُوح کو نقصان پہنچانے کے قابل نہ رہیں تو اُنہوں نے اجازت چاہی کہ بے زبان حیوانوں کو نقصان پہنچائیں جو نزدیک چر رہے تھے شیطان کی حقیقی سیرت ایسی ہی ہے۔ یہ اُس کی فطرت ہے کہ کسی کو ستائے قتل اور غارت کرے۔

شیطان کے بارہ میں ہنسی اُڑانے کی نامعقول عادت کو ہم ترک کریں۔ ایسی عادت انسانی فطرت کے فساد اور کوری کی علامت ہے اور یہ بہت عام ہے۔ اگر یہ مناسب معلوم ہو کہ کوئی مجرم اپنے جلاّد کی ہنسی اُڑائے تو ہم بھی شیطان کی بابت ایسی ہنسی اُڑا سکتے ہیں۔ ہمارے لئے تو یہ اچھا ہوتا کہ ہم اپنے اِس بڑے رُوحانی دشمن کی قدرت و اختیار کو زیادہ پہچانتے اور اس سے مخلصی پانے کیلئے زیادہ دعا مانگتے۔ کسی مشہور مسیحی بزرگ نے کیا خوب کہا تھا "کوئی دُعا مکمل نہیں ہو سکتی جب تک کہ اُس میں شیطان سے محفوظ رہنے کی درخواست نہ ہو"۔

اِن آیات میں یہ تعلیم بھی ہے۔ کہ شیطان پر ہمارے خداوند کو کیسا کامل اختیار اور کامل قدرت ہے۔ چنانچہ بدرُوح نے چلّا کر کہا "تجھے خدا کی قسم دیتا ہوں مجھے عذاب میں نہ ڈال" اور ہمارے خداوند نے حکم دیا "اے ناپاک رُوح اِس آدمی میں سے نکل آ" اور اُس نے فوراً حکم مانا۔ اور اُس کی یہ قدرت اس سے بھی ظاہر ہے کہ اس آسیب زدہ شخص میں کیسی تبدیلی وقوع میں آئی وہ بیٹھے اور کپڑے پہنے اور ہوش میں دکھائی دیا۔ اور شیاطین کی اس درخواست میں "ہم کو اُن سؤروں میں بھیج دے" انہوں نے بخوبی ادراک کیا کہ بلا اس کی اجازت کے وہ کچھ نہیں کر سکتے سہان ساری باتوں سے ظاہر ہے کہ وہ شیطان سے زیادہ زور آور ہے۔ "گو انسان کا دُشمن بڑا زبردست ہے لیکن اب وہ اُس کے حضور تھا جو اس سے بھی زیادہ زبردست تھا۔ گو اُس کا لشکر بیشمار ہو اُسے اب ایسے شخص سے پالا پڑا جو بارہ تمن فرشتوں سے زیادہ بلا سکتا تھا۔ بادشاہ کا حکم غالب ہے" (واعظ ۸۔ ۴)۔

جو صداقت یہاں پائی جاتی ہے وہ سارے حقیقی مسیحیوں کے لئے پُر از تسلّی ہے۔ ہم ایسی نئی دُنیا میں رہتے ہیں جو مشکلات اور پھندوں سے بھری ہے۔ ہم خود بہت

کمزور اور ضعیف ہیں اور جب ہمیں یہ خیال آتا ہے کہ ہمارے نزدیک ایک باقدرت رُوحانی دشمن ہے جو بڑا چالاک. زبردست اور حاسد شیطان ہے تو ہم گھبراتے ہیں اور مایوسی ہمیں آگھیرتی ہے۔ لیکن خدا کا شُکر ہو کہ یسُوع ایک قادرِ مطلق دوست ہم کو مِل گیا ہے جو آخر تک ہم کو بچا سکتا ہے اُس نے صلیب پر شیطان کو مغلوب کیا۔ اور سارے ایمانداروں کے دِلوں میں وہ ہمیشہ شیطان پر غالب رہیگا اور بلا ناغہ اُن کے لئے سفارش کرتا رہیگا۔ اور آخرکار جب وہ دوسری آمد کے وقت پھر آئیگا تو کامل طور سے شیطان پر فتحیاب ہوگا اور اُس کو زنجیروں سے باندھ کر اتھاہ گڑھے میں ڈال دیگا۔

اب ہم اپنے دِل سے یہ سوال کریں کہ کیا ہم کو شیطان کے پنجہ سے رہائی مِل گئی ہے؟ یہ بڑا سوال ہے جس کا تعلق ہماری رُوحوں سے ہے۔ جو نافرمانی کے فرزند ہیں اُن سبھوں کے دِلوں میں شیطان اب تک حکمران ہے (افسیوں ۲-۲)۔ وہ اب تک بیدینوں کا بادشاہ ہے۔ کیا ہم نے فضل کے ذریعہ اُس کی زنجیروں کو توڑ ڈالا ہے اور اُس کے چنگل سے نِکل آئے ہیں؟ کیا ہم نے اُسے اور اُس کے سارے کاموں کو ترک کر دیا ہے؟ کیا ہم ہر روز اُس کا مقابلہ کرتے اور اُسے بھگا دیتے ہیں؟ کیا ہم خدا کے سارے ہتھیار پہن لینے اور اُس کے حملوں کا مقابلہ کرتے ہیں؟ جب تک اِن سوالوں کا ہم تسلی بخش جواب نہ دے سکیں ہم کبھی چین نہ لیں۔

مرقس ۵: ۱۸-۲۰ (۱۸) اور جب وہ کشتی پر چڑھنے لگا تو جس میں بدرُوحیں تھیں اُس نے اُس کی منت کی کہ مَیں تیرے ساتھ رہوں (۱۹) لیکن اُس نے اُسے اجازت نہ دی بلکہ اُس سے کہا کہ اپنے لوگوں کے پاس اپنے گھر جا اور اُنھیں خبر دے کہ خداوند نے تیرے لئے کیسے بڑے کام کئے اور تجھ پر رحم کیا (۲۰) وہ گیا

اور دکپلس میں اس بات کا چرچا کرنے لگا کہ یسُوع نے میرے لئے کیسے بڑے کام کئے۔ اور سب تعجب کرتے تھے۔

جن لوگوں نے ہمارے خداوند سے شفا پائی اُن کے شفا پانے کا مابعد احوال اکثر اناجیل میں مندرج نہیں۔ اکثر اعجازی شفا کا قصہ بیان کیا گیا ہے اور جس شخص نے شفا پائی اُس کے مابعد حال کا عموماً کچھ ذکر نہیں آتا اور دیگر باتوں کا بیان شروع ہو جاتا ہے۔

لیکن بعض ایسے دلچسپ واقعات ہیں جن میں شفا یافتہ اشخاص کی مابعد حالت کا کچھ ذکر آتا ہے چنانچہ ایسے واقعات میں سے ایک واقعہ اس شخص کا ہے جس میں سے گدرینیوں کے علاقہ میں بدرُوح نکالی گئی تھی۔ مذکورہ بالا آیات میں اس کا بیان ہے۔ گو ایسی مثالیں بہت تھوڑی پائی جاتی ہیں لیکن وہ بیش بہا تعلیم سے پُر ہیں۔ ان آیات سے یہ سبق حاصل ہوتا ہے کہ اپنے لوگوں کی نسبت ہمارے خداوند کو زیادہ علم ہے کہ اُنہیں کس مناسب درجہ میں رہنا چاہئے۔ چنانچہ یہ مذکور ہے کہ جب ہمارا خداوند گدرینیوں کے علاقہ کو چھوڑنے پر تھا" تو جس میں بدرُوحیں تھیں" اُس نے اُس کی منت کی کہ میں تیرے ساتھ رہوں"۔ ایسی درخواست کو ہم خوب سمجھ سکتے ہیں۔ جو تبدیلی اس کی زندگی میں واقع ہوئی اُس کے لئے وہ نہایت ممنون و مشکور تھا وہ اپنے نجات دہندہ سے بہت پیار کرنے لگا تھا۔ اس کے گمان میں اس سے بڑھکر کیا ہو سکتا تھا کہ وہ اپنے خداوند کے پیچھے چلے اور اُس کا رفیق اور شاگرد ہو کر اُس کے ہمراہ رہے۔ وہ تیار تھا کہ اپنے گھر اور مُلک کو ترک کرے اور مسیح کے پیچھے جائے۔ تو بھی گو بادی النظر میں کیسا ہی عجیب معلوم ہو اُس کی درخواست نامنظور ہوئی تو بھی" خداوند نے اُسے اجازت نہ دی" ہمارے

خداوند نے کچھ اور کام اُس سے لینا تھا اِس لئے اُس نے اُس سے کہا "اپنے لوگوں کے پاس اپنے گھر جا اور اُنہیں خبر دے کہ خداوند نے تیرے لئے کیسے بڑے کام کئے اور تجھ پر رحم کیا"۔

اِن الفاظ میں بڑی حکمت چھپی ہے جس حالت میں کہ مسیحی رہنا چاہتے ہیں شاید خدا کی نظر میں وہ اُن کی رُوحوں کے لئے مفید نہیں۔ اگر اِن کے اختیار میں کسی حالت کو چُننا ہوتا اور وہ اپنے لئے چُن لیتے شاید وہ حالت نہ ہو جسے یسوع پسند کرتا ہے۔

نومسیحیوں کو خاصکر اِس سبق کی ضرورت ہے۔ ایسے لوگ اکثر نہیں جانتے کہ اُن کے لئے کیا بہتر ہوگا جن نئے خیالات کی اُن کو تعلیم ملی وہ اُن کے دماغ میں بھرے ہوئے ہیں۔ اور اپنی نئی حالت سے جوش میں آ رہے ہیں اور اپنے چاروں طرف کی اشیاء کو نئی روشنی میں دیکھ رہے ہیں۔ اور شیطان کی گہری باتوں اور اپنے دلوں کی کمزوری سے ابھی واقف نہیں ہوئے۔ وہ صرف اتنا جانتے ہیں کہ تھوڑی دیر پہلے وہ اندھے تھے اور اب خدا کی بڑی رحمت سے وہ بینا ہیں۔ سب لوگوں کی نسبت اُن کو غلطی کرنے کا زیادہ خطرہ ہے۔ نیت تو اُن کی نیک ہے لیکن زندگی کے بارہ میں جو اُنکے منصوبے ہیں اُن میں انہیں گرنے کا زیادہ امکان ہے۔ یہی خطرہ اُن کے سارے انتخابات حرکات و سکنات اور پیشوں میں ہے۔ وہ فراموش کر دیتے ہیں کہ جو ہماری نظروں میں اعلیٰ و افضل ہے وہ ہمیشہ ہماری روحوں کے لئے مفید نہیں۔ اور فضل کے بیج کے لئے نہ صرف موسم گرما کی ضرورت ہے بلکہ موسم سرما کی بھی۔ نہ صرف گرمی کی بلکہ سردی کی بھی تاکہ وہ پک کر جلال تک پہنچے۔

ہم خدا سے دُعا مانگیں تاکہ ہمارے رُجوع لانے کے بعد ہماری ساری راہوں میں ہماری ہدایت کرے۔ اور ہم کو غلط انتخاب سے محفوظ رکھے اور جلد بازی سے

بچائے۔ وہی جگہ اور حالت ہمارے لئے فائدہ مند ہے جہاں ہم نہایت فروتن رہ سکیں۔ جہاں ہمیں ہماری خطاؤں کی نسبت زیادہ تعلیم مل سکے۔ زیادہ بائبل اور دُعا کی طرف مائل رہیں۔ ہم ایمان سے چل سکیں نہ دیکھ دیکھ کے۔ شاید یہ ہماری حسب منشا نہ ہو۔ لیکن اگر مسیح نے اپنی قدرت کاملہ سے ہمیں اس حالت میں رکھا ہے تو ہم جلد بازی سے اُسے چھوڑنے کی کوشش نہ کریں۔ ہم اُسی حالت میں خدا میں قائم رہیں۔ سب سے بڑی بات تو یہ ہے کہ ہماری اپنی مرضی نہ ہو اور جہاں یسوع رکھے وہاں رہنے پر راضی ہوں۔

ان آیات سے یہ تعلیم بھی ہم حاصل کر سکتے ہیں کہ ایماندار پہلے اپنے گھرانے کی فکر کرے۔ جس شخص میں بدرُوح تھی اُسے ہمارے خداوند نے فرمایا کہ "اپنے لوگوں کے پاس اپنے گھر جا اور اُنہیں خبر دے کہ خداوند نے تیرے لئے کیسے بڑے کام کئے اور تجھ پر رحم کیا"۔ اس کے دوستوں نے شاید اسے کئی سالوں سے نہ دیکھا تھا اور جب دیکھا تو بدرُوح کے آسیب ہی میں دیکھا۔ وہ تو اُن کے لئے گویا مر گیا تھا بلکہ مُردے سے بھی بدتر ہو گیا تھا۔ جس کی وجہ سے اُن کو ہمیشہ تکلیف فکر اور غم رہتا تھا۔ یہ اُس کا اب فرض تھا۔ یہ اُس کے لئے سب سے افضل طریقہ خدا کا جلال ظاہر کرنے کا تھا۔ وہ گھر جائے اور اپنے دوستوں سے کہے کہ یسوع نے اُس کے لئے کیا کچھ کیا۔ وہ اپنے تئیں مسیح کی صحبت میں رہنے کی خوشی سے محروم کر دے تاکہ وہ یہ اعلیٰ کام کر سکے جو دوسروں کے لئے مفید تھا اور اُن کے سامنے مسیح کے زور کا گواہ ہو۔

ہمارے خداوند کے اِن سادہ الفاظ میں کیا خزانہ چھپا ہے۔ ان سے سارے سچے مسیحیوں کے دلوں میں کیسے کیسے خیالات پیدا ہونے چاہئیں۔ "اپنے گھر جا اور اپنے دوستوں کو خبر دے"۔ گھر ہی ایسی جگہ ہے جہاں سب سے پہلے ہمیں نیکی کرنے کی کوشش

کرنی چاہئے۔ اکثر وقت آدمی کا گھر ہی میں گُزرتا ہے اور اُسی جگہ اُس کی سیرت کی حقیقت سب سے زیادہ ظاہر ہو سکتی ہے۔ گھر ہی میں آدمی کے سارے جذبات کا اجتماع ہونا چاہئے۔ گھر ہی میں سب سے پہلے آدمی روزمرہ مسیح کے لئے گواہ ہو۔ گھر ہی ایسی جگہ ہے جہاں آدمی اپنے بُرے نمونے سے نقصان کر سکتا ہے۔ گھر ہی ایسی جگہ ہے جہاں بالخصوص وہ مسیح کا زندہ خط ثابت ہو جہاں کہ اُسے خدا کے رحم سے اُس کی خدمت کرنے کی تعلیم ملی تھی۔ کاش کہ ہم ہر روز ان باتوں کو یاد رکھیں۔ کاش کہ ہماری نسبت یہ کبھی نہ کہا جائے کہ ہم گھر سے باہر تو مقدس ہیں لیکن اپنے عزیز و اقربا میں شریر۔ باہر تو ہم مذہب کا بہت چرچا کرتے ہیں لیکن گھر میں بیدین اور دُنیادار ہیں۔ کیا ہمارے پاس دوسروں کو بتانے کے لئے کچھ ہے۔ کیا ہم اپنے دل میں کسی فضل کے کام کی شہادت دے سکتے ہیں؟ کیا ہم نے دنیا جسم اور شیطان کے پنجہ قدرت سے کسی مخلصی کا تجربہ کیا ہے؟ کیا ہم نے کبھی چکھا اور دیکھا کہ مسیح مہربان ہے۔ یہ بڑے سنجیدہ سوال ہیں اگر اب تک ہم از سرِ نو پیدا نہیں ہوئے اور نئے مخلوق نہیں بنے تو ہمارے پاس دوسروں کو بتانے کے لئے کچھ نہیں۔ اگر مسیح کے بارہ میں دوسروں کو بتانے کے لئے ہمارے پاس کچھ ہے تو ہم مصمم ارادہ اس کے بتانے کا کریں اگر ہمیں انجیل میں اطمینان اور آرام مل گیا ہے تو ہم کبھی خاموش نہ رہیں۔ ہم اپنے رشتہ داروں۔ دوستوں۔ خاندان اور پڑوسیوں کو حسب موقعہ خبر دیں اور انہیں کہیں کہ خداوند نے ہماری روحوں کے لئے کیا کچھ کیا ہے۔ سب تو خادم بننے کے لئے بلائے نہیں گئے اور نہ سبھوں سے یہ طلب کیا جاتا ہے کہ وہ منادی کرتے پھریں لیکن سب اُس شخص کے نقش قدم پر چل سکتے ہیں جس کی نسبت ہم نے ان آیات میں پڑھا۔ اور اندریاس، فلپس اور سامری عورت کے نقش قدم پر (یوحنا ۱: ۴۱ و ۴۵ + ۴: ۲۹)۔ جو شخص دوسروں سے یہ کہنے میں نہیں شرماتا وہ کیسا مبارک ہے

"آؤ سُنو کہ اُس نے میری جان سے یہ یہ کچھ کیا" (زبور ۶۶ - ۱۶)۔

مرقس ۵: ۲۱-۳۴ (۲۱) جب یسُوع پھر کشتی میں پار گیا تو بڑی بھیڑ اُس کے پاس جمع ہوئی۔ اور وہ جھیل کے کنارے تھا (۲۲) اور عبادت خانے کے سرداروں میں سے ایک شخص یائر نام آیا۔ اور اُسے دیکھکر اُس کے قدموں پر گرا (۲۳) اور یہ کہہ کر اُس کی بہت منت کی کہ میری چھوٹی بیٹی مرنے کو ہے۔ تُو آکر اپنے ہاتھ اُس پر رکھ تاکہ وہ اچھی ہو جائے اور زندہ رہے (۲۴) پس وہ اُس کے ساتھ چلا۔ اور بہت لوگ اُس کے پیچھے ہو لئے اور اُس پر گرے پڑتے تھے (۲۵) پھر ایک عورت جس کے بارہ برس سے خون جاری تھا (۲۶) اور اُس نے بہت حکیموں سے بڑی تکلیف اُٹھائی تھی۔ اور اپنا سب مال خرچ کر کے بھی اُسے کچھ فائدہ نہ ہُوا تھا بلکہ زیادہ بیمار ہو گئی تھی (۲۷) یسُوع کا حال سُنکر بھیڑ میں اُس کے پیچھے سے آئی اور اُس کی پوشاک کو چھُؤا (۲۸) کیونکہ وہ کہتی تھی کہ اگر میں صرف اُس کی پوشاک ہی چھو لونگی تو اچھی ہو جاؤنگی (۲۹) اور فی الفور اُس کا خُون بہنا بند ہو گیا۔ اور اُس نے اپنے بدن میں معلوم کیا کہ میں نے اس بیماری سے شفا پائی (۳۰) یسُوع نے فی الفور اپنے میں سے معلوم کر کے کہ مجھ میں سے قوت نکلی۔ اُس بھیڑ میں پھر کر کہا۔ کس نے میری پوشاک چھوئی ہے؟ (۳۱) اُس کے شاگردوں نے اُس سے کہا۔ تُو دیکھتا ہے کہ بھیڑ تجھ پر گری پڑتی ہے پھر تُو کہتا ہے کہ مجھے کس نے چھُؤا؟ (۳۲) اُس نے چاروں طرف نگاہ کی تاکہ جس نے یہ کام کیا اُسے دیکھے (۳۳) وہ عورت یہ جان کر کہ مجھ پر کیا اثر ہُوا ڈرتی کانپتی آئی اور اُس کے آگے گر پڑی اور سارا حال سچ سچ اُس سے کہہ دیا۔

اُس نے اُس سے کہا بیٹی تیرے ایمان نے تجھے اچھا کیا ہے۔ سلامت جا اور اپنی اِس بیماری سے بچی رہ۔

اِن آیات کا خاص مضمون ایک بیمار عورت کی اعجازی شفا ہے۔ بیماریوں کی واردانوں میں ہمارے خداوند کو بڑا تجربہ تھا۔ جو لوگ بیماری کے دُکھ میں پڑے کراہتے تھے اُن کے ساتھ اُس کو بڑی ہمدردی تھی۔ غیر اقوام کے دیوتا عموماً خوفناک اور جنگ میں قادر بتائے جاتے ہیں جو خونریزی میں خوش ہوتے اور زبردستوں کے مربی اور جنگی مردوں کے دوست ہیں۔ لیکن مسیحیوں کا نجات دہندہ ہمیشہ حلیم۔ فریادرس۔ شکستہ دلوں کا شافی اور کمزوروں۔ بیکسوں کا ماوٰی وملجا۔ مصیبت زدوں کا تسلی دینے والا۔ اور بیماروں کا اعلیٰ دوست بیان ہوا ہے۔ کیا انسانی فطرت کو ایسے ہی نجات دہندہ کی ضرورت نہ تھی؟ دُنیا تو رنج والم سے بھرپور ہے۔ زبردستوں کی نسبت کمزوروں کا شمار دُنیا میں زیادہ ہے۔

اِن آیات میں ہم یہ یاد رکھیں کہ گناہ دُنیا میں کیسی مصیبت لایا۔ یہاں ایسی عورت کا ذکر ہے جو بارہ سالوں سے سخت دردناک بیماری میں مبتلا تھی۔ وہ بہت حکیموں سے بڑی تکلیف اُٹھا چکی تھی اور اپنا سب مال خرچ کر چکی تھی لیکن اُسے کچھ فائدہ نہ ہُوا تھا بلکہ زیادہ بیمار ہو گئی تھی۔ ہر طرح کا علاج معالجہ کیا لیکن اُسے کچھ فائدہ نہ ہُوا۔ علم طب اس کو شفا دینے میں قاصر رہا۔ اِس بیماری سے جدوجہد کرتے ہوئے اُسے بارہ سال گزر گئے۔ لیکن ہنوز روزِ اوّل ہی تھا۔ اس نااُمیدی سے بھی اُس کا دِل ٹوٹ گیا ہوگا (امثال ۱۳۔ ۱۲)۔

کیسی عجیب بات ہے کہ ہم گناہ سے جیسی چاہئے نفرت نہیں کرتے۔ دُنیا میں رنج وبیماری کا سبب گناہ ہی ہے۔ خدا نے آدمی کو اس لئے تو پیدا نہیں کیا تھا

کہ وہ دُکھ و درد میں مبتلا رہے۔ یہ گناہ ہی تھا جس کی وجہ سے جسم کی یہ ساری بیماریاں آئیں۔ گناہ ہی کی وجہ سے یہ دُکھ درد اور یہ کمزوریاں انسان کو ستا رہی ہیں۔ ہم ہمیشہ اِس بات کو یاد رکھیں۔ ہم نہایت نفرت سے گناہ سے گھن کریں۔

نیز ہم اِس کا بھی لحاظ کریں۔ کہ کیسے کیسے مختلف اسباب سے لوگ مسیح کے پاس آتے ہیں۔ چنانچہ اِن آیات میں مذکور ہے کہ "بڑی بھیڑ اُس کے پاس جمع ہوئی"۔ لیکن یہ ایک ہی شخص کے بارہ میں لکھا ہے کہ "بھیڑ میں اُس کے پیچھے سے آئی"۔ اور اُس کی پوشاک کو چھُؤا اور چنگی ہوگئی۔ بہت لوگ صرف استعجاب کے باعث یسُوع کے پیچھے لگے پھرتے تھے لیکن انہوں نے اِس سے کچھ فائدہ نہ اُٹھایا۔ صرف ایک ہی نے اپنی ضرورت کو محسوس کیا اور جس نے جان لیا کہ نجات دہندہ کو اُسے شفا دینے کی قدرت تھی۔ اور ایک ہی نے یہ بڑی برکت حاصل کی۔

آج بھی مسیح کی کلیسیا میں برابر یہی نظارہ نظر آتا ہے۔ ایک بڑا ہجوم گرجاؤں میں جاتا ہے اور ہر بنچ و کرسی بھر جاتی ہے۔ سینکڑوں خداوند کے دسترخوان کے پاس آتے ہیں اور روٹی اور وائن میں شریک ہوتے ہیں لیکن اِن عبادت کرنے والوں اور عشاء ربانی میں شریک ہونے والوں میں سے کتنے فی الحقیقت مسیح سے برکت حاصل کرتے ہیں فیشن۔ دستور۔ رسم۔ عادت یا تعجب یا کھجلانے والے کان اکثروں کو کھینچ لاتے ہیں لیکن بہت تھوڑے ایسے ہیں جو ایمان کے ساتھ آکر مسیح کو چھُوتے ہیں اور اطمینان حاصل کرکے گھر کو جاتے ہیں بعض شاید اسے سخت کلامی سمجھینگے۔ لیکن افسوس ہے کہ ہے تو یہ سچ۔

نیز یہ ہم یاد رکھیں کہ اِس عورت کو فی الفور اور آناً فاناً شفا حاصل ہوئی۔ جُونہیں اُس نے خداوند کے کپڑے کو چھُؤا وہ چنگی ہوگئی۔ جس کی اُس نے بارہ سال تک بے سود کوشش کی تھی وہ ایک لحظہ میں اُسے مل گئی۔ جو علاج بہت حکیم نہ کرسکے وہ

ایک لمحہ میں ہو گیا۔" اُس نے اپنے بدن میں معلوم کیا کہ میں نے اِس بیماری سے شفا پائی۔ ہم ذرا شک نہ کریں کہ یہاں اُس شفا کا نشان ہے جو انجیل ہماری رُوحوں کو دیتی ہے۔ ہزاروں گناہ سے لدے ہوئے لوگوں کو بھی تجربہ ہُوا جو اس عورت کو ہُوا۔ بہت لوگوں نے خدا سے میل کرنے میں سالوں کوشش کی لیکن وہ ملاپ حاصل نہ ہُوا۔ انہوں نے دنیاوی علاج کئے لیکن کچھ آرام نہ ملا۔ وہ جا بجا پھرتے تھک گئے۔ مختلف گرجاؤں میں گئے لیکن کچھ فائدہ نہ ہُوا بلکہ زیادہ بیمار ہو گئے" لیکن آخرکار اُن کو آرام مل گیا۔ اور کہاں سے یہ آرام ملا؟ اسی جگہ جہاں اس عورت کو ملا تھا یعنی یسُوع مسیح میں۔ انہوں نے سارے کام چھوڑے۔ اپنی جدوجہد پر بھروسہ نہ رکھا وہ فروتن اور گناہگار کی حیثیت میں اُس کے پاس آئے اور اپنے تئیں اُس کی رحمت کے سپرد کر دیا اور فوراً اُن کے کندھوں پر سے بوجھ نیچے جا گرا۔ اُن کا غم خوشی سے بدل گیا اور اُن کا فکر اطمینان سے۔ ہزاروں قسم کی ریاضتوں کی نسبت ایمان کا ایک مس انسانی رُوح کے لئے زیادہ کر سکتا ہے سالوں تک ٹاٹ اور راکھ اوڑھنے سے مسیح کی طرف ایک نظر زیادہ کام کر سکتی ہے ہم آخری دن تک اِسے کبھی فراموش نہ کریں۔ خدا کے ساتھ ملاپ کا راز یہ ہے کہ ہم مسیح کے پاس جائیں۔

آخری بات جو قابلِ غور ہے وہ یہ ہے کہ مسیحیوں کے لئے یہ کیسا مناسب ہے کہ جو فوائد انہوں نے مسیح سے حاصل کئے ان کا اقرار لوگوں کے سامنے کریں۔ اِس مقام سے ظاہر ہے کہ جب یہ عورت اچھی ہو گئی تو اُس کی شفا کی طرف لوگوں کو توجہ دلائے کے بغیر اُس کو گھر جانے کی اجازت نہ ملی۔ ہمارے خداوند نے یہ دریافت کیا کہ مجھے کس نے چھُوا؟" اُس نے چاروں طرف نگاہ کی تاکہ جس نے یہ کام کیا تھا اُسے دیکھے۔" اس میں تو شک نہیں کہ مسیح اُس عورت کا نام اور احوال جانتا تھا اور اُسے

یہ ضرورت نہ تھی کہ کوئی اُسے بتلائے لیکن وہ اس عورت کو اور جو اُس کے چاروں طرف تھے اُن کو سکھانا چاہتا تھا کہ شفا یافتہ رُوحیں حاصل کردہ رحمتوں کا برملا اقرار کریں۔

سارے سچے مسیحی اس تعلیم کو یاد رکھیں۔ ہم آدمیوں کے سامنے مسیح کا اقرار کرنے سے نہ شرمائیں اور نہ دوسروں کو یہ بتانے سے کہ اُس نے ہماری رُوحوں کے لئے کیا کچھ کیا ہے۔ اگر ہمیں اِس کے خون کے وسیلے اطمینان مل گیا ہے اور اس کے رُوح کے ذریعہ ہم نئے بن گئے ہیں تو ہر مناسب موقعہ پر اس کا اقرار کرنے سے کبھی نہ جھجکیں اس کا یہ مطلب نہیں کہ ہم بازاروں میں اس کا ڈھول بجاتے پھریں اور ہر ایک آدمی کو خواہ مخواہ یہ تجربہ سُنانے لگیں۔ بلکہ اس کا یہ مطلب ہے کہ ہم مسیح کو اپنا مالک تسلیم کریں اور اُس کا اقرار کریں کسی طعنہ تشنیع یا ایذارسانی کے خوف سے اس سے گریز نہ کریں۔ اِس سے زیادہ ہم سے طلب نہیں کیا جاتا لیکن اس سے کم پر بھی ہم قناعت نہ کریں۔ اگر آدمیوں کے سامنے ہم یسُوعؑ کا اقرار کرنے سے شرمائیں تو وہ ایک دن اپنے باپ اور فرشتوں کے سامنے ہمارا اقرار کرنے سے شرمائیگا۔

ہم یہ سبق بھی حاصل کر سکتے ہیں کہ ایمان کیسی بے بہا برکت ہے۔ جس عورت نے شفا پائی اُسے ہمارے خداوند نے یہ کہا "اے بیٹی تیرے ایمان نے تجھے اچھا کیا ہے سلامت جا۔"

مسیحی نعمتوں میں سے نئے عہد نامہ میں جس قدر ایمان کی نعمت کا ذکر آیا ہے اور کسی کا نہیں آیا۔ اور نہ کسی کی اِس قدر تعریف آئی ہے۔ کوئی دوسری نعمت مسیح کا جلال ظاہر نہیں کرتی۔ اُمید تو آنے والی اچھی چیزوں کی آرزو ہمارے دلوں میں پیدا کرتی ہے۔ محبت سے ہمارا دل گرویدہ اور گرم ہو جاتا ہے۔ ایمان خالی ہاتھ لاتا ہے اور ہر ایک چیز حاصل کر لیتا ہے اور کچھ عوضانہ بھی ادا نہیں کرتا۔

انسان کی رُوح کے لئے ایمان کی اشد ضرورت ہے۔ ایمان ہی کے ذریعہ ہم شروع کرتے ہیں ایمان ہی کے ذریعہ ہم زندہ رہتے ہیں۔ ایمان کے باعث ہم کھڑے رہتے ہیں۔ ہم ایمان ہی سے چلتے نہ دیکھ دیکھ کے۔ ایمان ہی کے ذریعہ ہم غالب آتے ایمان ہی کے وسیلے ہم اطمینان حاصل کرتے۔ ایمان ہی کے وسیلے ہم آرام میں داخل ہوتے ہیں۔ اس لئے ایمان کے بارہ میں اپنے دل کو بہت آزمانا چاہئے ہم اکثر اپنے سے یہ سوال کریں کہ کیا ہم فی الحقیقت ایمان رکھتے ہیں؟ کیا میرا ایمان راست حقیقی اور خدا کا عطیہ ہے؟ جب تک ان سوالات کا تسلی بخش جواب نہ دے سکیں ہم چین نہ کریں۔ جب سے اس عورت نے شفا پائی مسیح بدل نہیں گیا۔ وہ اب بھی مہربان اور نجات دینے پر قادر ہے۔ اگر ہم نجات چاہتے ہیں تو ایک بات درکار ہے اور وہ ایک بات ایمان کا ہاتھ ہے۔ آدمی صرف یسُوع کو چھُو لے اور وہ چنگا ہو جائیگا۔

مرقس ۵: ۳۵-۴۳ (۳۵) وہ یہ کہہ ہی رہا تھا کہ عبادت خانے کے سردار کے ہاں سے لوگوں نے آکر کہا کہ تیری بیٹی مر گئی۔ اب اُستاد کو کیوں تکلیف دیتا ہے؟ (۳۶) جو بات وہ کہہ رہے تھے اُس پر یسُوع نے توجہ نہ کر کے عبادتخانے کے سردار سے کہا۔ خوف نہ کر۔ فقط اعتقاد رکھ (۳۷) پھر اُس نے سوائے پطرس اور یعقوب اور یعقوب کے بھائی یوحنا کے اور کسی کو اپنے ساتھ چلنے نہ دیا (۳۸) اور وہ عبادتخانے کے سردار کے گھر میں آئے۔ اور اُس نے دیکھا کہ ہُلڑ ہو رہا ہے اور لوگ بہت رو پیٹ رہے ہیں (۳۹) اور اندر جا کر اُن سے کہا۔ تم کیوں غُل مچاتے اور روتے ہو؟ لڑکی مر نہیں گئی بلکہ سوتی ہے (۴۰) وہ اُس پر ہنسنے لگے لیکن وہ سب کو نکال کر لڑکی کے ماں باپ کو اور اپنے ساتھیوں کو لے کر جہاں لڑکی پڑی تھی اندر آیا (۴۱) اور لڑکی کا ہاتھ پکڑ کر اُس سے کہا۔ تلیتا قومی جس کا ترجمہ یہ ہے کہ اے

لڑکی میں تجھ سے کہتا ہوں۔ اُٹھ (۴۲) وہ لڑکی فی الفور اُٹھکر چلنے پھرنے لگی کیونکہ وہ بارہ برس کی تھی۔ اس پر لوگ بہت ہی حیران ہوئے (۴۳) پھر اُس نے تاکید سے حکم دیا کہ یہ کوئی نہ جانے۔ اور فرمایا کہ اُسے کچھ کھانے کو دیا جائے۔

ان آیات میں ایک بڑے معجزے کا ذکر ہے۔ ایک مُردہ لڑکی زندہ کی گئی۔ گو دشمنوں کا بادشاہ بڑا زبردست ہے لیکن ایک اُس سے بھی بڑا ہے۔ مَوت کی کُنجیاں خداوند یسُوع مسیح کے ہاتھ میں ہیں۔ ایک دن "وہ مَوت کو نِگل جائیگا" (یسعیاہ ۲۵-۸)۔

ان آیات سے ایک سبق تو یہ حاصل کر سکتے ہیں کہ خواہ انسان کیسا ہی اعلیٰ درجہ کا ہو وہ درجہ اُسے غم والم کے پنجہ سے بچا نہیں سکتا۔ یائرس ایک "سردار" تھا۔ تو بھی بیماری اور تکلیف اُس کے گھر میں آگھسی۔ غالباً وہ صاحبِ دولت بھی ہوگا۔ اور دولت کے ذریعہ جو طبی علاج معالجہ ہو سکتا ہے اُس نے کرایا ہوگا۔ تو بھی دولت اُس بچہ کو مَوت سے بچا نہ سکی۔

یہ بہت ہی اچھا ہوگا کہ ہم یہ سبق یاد رکھیں۔ ہم اکثر اسے بھول جاتے ہیں۔ ہم اکثر یہ خیال کیا کرتے ہیں کہ دولت غم کے لئے تریاق کا حکم رکھتی ہے اور بیماری اور مَوت سے ہماری حفاظت کر سکتی ہے لیکن ایسا سمجھ لینا سخت نادانی ہے۔ اگر ہم اپنے چاروں طرف نظر دوڑا کر دیکھینگے تو ہمارے اس گمان کی تردید ہوگی۔ مَوت کا دخل نہ صرف جھونپڑیوں میں ہوتا ہے بلکہ حویلیوں اور محلّوں میں بھی۔ نہ صرف بے خانمان کو اس سے پالا پڑتا ہے بلکہ صاحبِ جائداد کو بھی۔ نہ صرف غریبوں کو بلکہ دولتمندوں کو بھی۔ اس کا انحصار کسی رِیت رسم پر نہیں نہ یہ انسان کی فرصت کا انتظار کرتی ہے۔ "آدمیوں کے لئے ایک بار مرنا اور اُس کے بعد عدالت کا ہونا مقرر ہے" (عبرانیوں ۹: ۲۷) ہم سب ایک ہی جگہ یعنی قبر کی طرف جا رہے ہیں۔ ہم یقین جانیں کہ جو حصہ بخرہ ہم کو ملا ہے وہ

بہت کچھ مساوی درجہ رکھتا ہے گو بادی النظر میں ایسا دکھائی نہیں دیتا۔ بیماری ہماری سطح کو بہت کچھ ہموار کردیتی ہے اور بڑے چھوٹے امیر غریب کا کچھ امتیاز نہیں کرتی۔ آسمان ہی ایک ایسی جگہ ہے جہاں کے "باشندوں میں بھی کوئی نہ کہیگا کہ میں بیمار ہوں" (یسعیاہ ۳۳-۲۴)۔ وہ لوگ کیسے مبارک ہیں جو اپنا دل اُوپر کی چیزوں پر لگاتے ہیں۔ اور اُنہیں کو وہ لازوال خزانہ ملتا ہے۔ تھوڑے ہی عرصے کے بعد وہ ایسی جگہ پہنچ جائینگے جہاں کسی بُری اور خراب شئے کا ذکر وہ نہ سُنینگے۔ اُن کے چہرہ سے سارے آنسو پُونچھے جائینگے۔ وہ پھر کبھی ماتمی لباس نہ اوڑھینگے۔ اور یہ غم آلودہ الفاظ کبھی نہ سُنینگے۔ ہائے تیری بیٹی۔ تیرا بیٹا۔ تیری بیوی۔ تیرا خاوند مرگیا ہے۔ یہ پہلی باتیں سب گزر جائینگی۔

ایک دوسرا سبق یہ سیکھ سکتے ہیں۔ ہمارے خداوند یسُوع مسیح کی طاقت کیسی کامل ہے جس پیغام نے سردار کے دل کو چھید ڈالا کہ اُس کی بیٹی مرگئی اُس نے ہمارے خداوند کو ایک لحظہ کے لئے بھی نہیں روکا۔ اُس نے فوراً ان الفاظ سے باپ کے پژمردہ دل کو خوش کردیا "خوف نہ کر فقط اعتقاد رکھ"۔ وہ اُس گھر کو گیا جہاں رونا پیٹنا ہو رہا تھا اور اُس کمرہ میں داخل ہُوا جہاں لڑکی مری پڑی تھی۔ اُس نے لڑکی کو ہاتھ سے پکڑ کر کہا "اے لڑکی میں تجھ سے کہتا ہوں اُٹھ"۔ فوراً لڑکی کے دل میں حرکت پیدا ہوگئی اور اُس مُردہ بدن میں سانس آگیا۔ "لڑکی فی الفور اُٹھکر چلنے پھرنے لگی"۔ یہ دیکھکر کچھ تعجب نہیں کہ "لوگ بہت ہی حیران ہوئے"۔

ذرا سوچیں کہ اس گھر میں کیسی عجب تبدیلی وقوع میں آئی۔ ابھی رو رہے تھے ابھی خوشی کرنے لگے۔ ابھی ماتم پُرسی ہو رہی تھی ابھی مبارکبادیاں ملنی شروع ہوگئیں۔ ابھی موت کا چرچا تھا ابھی زندگی کا شور سُنا جاتا ہے۔ یہ تبدیلی بہت ہی حیرت انگیز تھی۔ اس کا تصور کچھ وہی لوگ کرسکتے ہیں جنہیں موت سے پالا پڑا ہو۔ جن کے گھر کا

چراغ بُجھ گیا ہو اور جن کے جگر میں کٹاری لگی ہو۔ صرف ایسے ہی لوگ خیال کر سکتے ہیں کہ یائرس کے گھرانے کا کیا حال ہوگا۔ جب اُنہوں نے دیکھا کہ اُن کی لختِ جگر جیتی جاگتی اُن کی گود میں بیٹھی ہے اور یہ سب کچھ مسیح کی قدرت کا ظہور تھا۔ اُس رات اُس خاندان میں کیسی خوشی ہوئی ہوگی۔ اِس معجزہ میں اِس امر کا ثبوت ہے کہ مسیح مُردہ رُوحوں کے لئے کیا کچھ کر سکتا ہے۔ وہ ہمارے بچوں کو خطا اور گناہ کی موت سے جِلا سکتا ہے اور نئی زندگی میں اپنے سامنے چلا سکتا ہے۔ وہ ہمارے بیٹوں اور بیٹیوں کو ہاتھ سے پکڑ کر یہ کہہ سکتا ہے "اُٹھ"۔ اور اُنہیں یہ حکم دے سکتا ہے کہ آئندہ کو اپنے لئے زندگی بسر نہ کرو بلکہ اُس کے لئے جو اُن کی خاطر مُوا اور پھر جی اُٹھا۔ کیا ہمارے خاندان میں کوئی مُردہ ہے؟ ہم خداوند سے فریاد کریں کہ وہ اُسے زندہ کر دے (افسیوں ۲-۱) ہم سندیسہ پرسند یسہ اُس کے پاس بھیجیں اور اُس سے مدد کی التجا کریں جس نے یائرس کی مدد کی اُس کی رحمت اب تک بڑی ہے اور اُس کی قدرت کامل ہے۔

آخر کار اِس معجزے میں یہ مبارک اُمید اور بیعانہ ہے کہ جب ہمارا خداوند دوسری دفعہ آئیگا تو کیا کریگا۔ وہ اپنے ایماندار لوگوں کو اُن کی قبروں سے بُلائیگا۔ وہ اُنہیں ایک بہتر، زیادہ ذوالجلال اور خوبصورت بدن عطا کریگا۔ وہ اپنے برگزیدوں کو شمال اور جنوب اور مشرق اور مغرب سے فراہم کریگا۔ وہ کبھی جُدا نہ ہونگے اور نہ کبھی مرینگے۔ ایماندار والدین اپنے ایماندار بچوں کو پھر دیکھینگے۔ ایماندار خاوند اپنی ایماندار بیویوں سے پھر ملینگے۔ خبردار ہم اُن کے لئے جو مسیح میں سو گئے ہیں نااُمیدوں کی طرح غم نہ کریں۔ نوجوان سے نوجوان اور پیارے سے پیارا ایماندار اپنے وقت سے پہلے مر نہیں سکتا۔ ہم آگے کی طرف نظر رکھیں۔ قیامت کی صبح آنے والی ہے۔ "خدا اُن کو بھی جو سو گئے ہیں یسُوع کے وسیلے سے اُسی کے ساتھ لے آئیگا" (۱ تھسلنیکے ۴-۱۴)۔ ایک روز اِن الفاظ کی پُوری تکمیل ہوگی۔ "میں اُنہیں پاتال کے قبضے سے فدیہ میں لُونگا۔ میں اُنہیں مَوت سے

چھڑاؤنگا۔ اے موت تیری مری کہاں ہے۔ اے پاتال تیری ہلاکت کہاں" (ہوسیع ۱۳: ۱۴)
جس نے یائرس کی بیٹی کو جِلایا وہ اب تک زندہ ہے۔ جب وہ آخری روز اپنے گلہ کو جمع
کریگا تو ایک برہ بھی نہ کھویا ہوگا۔

مرقس ۶: ۱-۶ (۱) پھر وہاں سے نکل کر وہ اپنے وطن کو آیا۔ اور اُس کے
شاگرد اُس کے پیچھے ہو لئے (۲) جب سبت کا دن آیا تو وہ عبادت خانے میں تعلیم
دینے لگا۔ اور بہت لوگ سُنکر حیران ہوئے اور کہنے لگے کہ یہ باتیں اس کو کہاں
سے آگئیں؟ اور یہ کیا حکمت ہے جو اُسے بخشی گئی ہے اور کیسے معجزے اُس کے
ہاتھ سے ظاہر ہوتے ہیں! (۳) کیا یہ وہی بڑھئی نہیں جو مریم کا بیٹا اور یعقوب اور
یوسیس اور یہوداہ اور شمعون کا بھائی ہے؟ اور کیا اُس کی بہنیں یہاں ہمارے
ہاں نہیں؟ پس اُنہوں نے اُس کے سبب سے ٹھوکر کھائی (۴) یسوع نے اُن
سے کہا کہ نبی اپنے وطن اور اپنے رشتہ داروں اور اپنے گھر کے سوا اَور کہیں
بے عزت نہیں ہوتا (۵) اور وہ کوئی معجزہ وہاں نہ دکھا سکا۔ سوا اس کے کہ
تھوڑے سے بیماروں پر ہاتھ رکھکر اُنہیں اچھا کر دیا (۶) اور اُس نے اُن کی
بے اعتقادی پر تعجب کیا۔

ان آیات میں اُس حال کا کچھ ذکر ہے جو اُس کے اپنے وطن ناصرت میں گزرا۔ یہاں
انسان کے دل کی افسوسناک حالت کا ایک نظارہ ہمارے سامنے پیش کیا گیا ہے
اس لئے یہ مقام خاص توجہ کا مستحق ہے۔

۱۔ کیونکہ جس اصول پر وہ کام کرتا تھا یہ تھا "تمہارے اعتقاد کے موافق تمہارے لئے ہو"۔
(متی ۹: ۲۹)۔ گو قدرت معجزہ کرنے کی وہ رکھتا تھا لیکن ایسی بے اعتقادی کو دیکھکر وہ کرنا نہ چاہتا تھا۔

اول تو یہاں اِس بات کو ظاہر کیا گیا ہے کہ جن اُمور سے انسان خوب آشنا ہوتا ہے اُن کی وہ کم وقری کرتا ہے۔ اہلِ ناصرت نے اُس سے "ٹھوکر کھائی"۔ یہ اُن کے خیال میں نہ آسکتا تھا کہ جو اُن کے درمیان اتنے سالوں تک رہا اور جس کے بھائی بہنوں سے وہ بخوبی واقف تھے اُسے وہ ایک عالمگیر معلّم مان کر پیروی کریں۔

رُوئے زمین پر جو اعزاز ناصرت کو حاصل ہُوا اور کسی دوسری جگہ کو حاصل نہ ہُوا۔ تقریباً تیس سال تک ابنِ خدا ناصرت میں رہا اور اُس کے گلی کوچوں میں پھرتا رہا۔ اہلِ شہر کے سامنے وہ خدا کے ساتھ ساتھ چلتا تھا اور بے عیب و کامل زندگی بسر کرتا تھا لیکن انہوں نے اس سے کچھ فائدہ نہ اُٹھایا جب خداوند اُن کے درمیان رہا اُن کے عبادت خانوں میں تعلیم دیا کرتا تھا تو وہ انجیل پر ایمان لانے کے لئے تیار نہ تھے۔ وہ یہ یقین نہ لاسکے کہ جس کے چہرے سے وہ ایسے آشنا تھے اور جو اِس قدر عرصے تک اُن کے درمیان کھاتا پیتا رہا اور اُنہی کی طرح پہنتا اوڑھتا تھا وہ کسی خاص توجہ کا مستحق ہوسکتا تھا اُنہوں نے اُس سے "ٹھوکر کھائی"۔

اِس میں کوئی تعجب کی بات نہیں۔ ہمارے مُلک میں چاروں طرف یہی نظارہ نظر آرہا ہے اور مثل مشہور ہے "گھر کا جوگی جوگنا باہر کا جوگی سِدھ"۔ کتابِ مقدس۔ انجیل کی بشارت۔ دین کی عام رسُوم فضل کے وسائل جو ہمیں حاصل ہیں اُن کو ہم اکثر نظرانداز کرتے ہیں۔ وہ اُن سے ایسے آشنا ہیں کہ اُن میں کچھ خصوصیت نہیں پاتے۔ یہ سچ تو ہے لیکن ہولناک صداقت ہے کہ دیگر اُمور کی نسبت دین میں یہ مثل زیادہ صادق آتی ہے کہ زیادہ آشنائی سے حقارت پیدا ہوتی ہے۔

خداوند کے بعض شاگردوں کے لئے اِس میں کچھ تسلی بھی ہے۔ انجیل کے اُن وفادار خادمان کے لئے اِس میں تسلی ہے جو خدمت کرتے کرتے اپنے سامعین اور جماعتوں کی کم اعتقادی کے باعث کچھ مایوس ہوگئے ہیں۔ حقیقی مسیحی بھی اِس سے تسلی حاصل کرسکتے ہیں جن کے خاندان

کے لوگ دُنیا میں پھنسے ہوئے ہیں اور وہ اپنے تئیں تن تنہا پاتے ہیں۔ وہ ایسی قسم کے لوگ یہ یاد رکھیں کہ وہ اُسی پیالے کو پی رہے ہیں جو اُن کے پیارے خداوند نے پیا تھا۔ وہ یہ بھی فراموش نہ کریں کہ جو لوگ اُس سے سب سے بڑھکر آشنا تھے اُنہوں نے ہی اُسے حقیر جانا تھا۔ وہ جان رکھیں کہ خواہ اُس کا چالچلن کیسا ہی باقاعدہ اور درست ہو یہ ضروری نہیں کہ دوسرے اُن کی رائے کو قبول کرلینگے۔ ناصرت کے لوگوں نے ایسا نہیں کیا۔ وہ یاد رکھیں کہ ہمارے خداوند کے دردناک الفاظ کا تجربہ اُن کو بھی حاصل ہوگا کہ "نبی اپنے وطن اور اپنے رشتہ داروں اور اپنے گھر کے سوا کہیں بے عزت نہیں ہوتا"۔

دوم۔ اپنی خدمت عامہ شروع کرنے سے پیشتر ہمارے خداوند نے کیسا ادنیٰ درجہ اختیار کیا تھا۔ اہلِ ناصرت حقارت سے یہ کہتے تھے "کیا یہ وہی بڑھئی نہیں"۔ یہ عجیب جملہ صرف مرقس کی انجیل ہی میں پایا جاتا ہے۔ اس سے یہ صاف ظاہر ہے کہ ہمارے خداوند کے پہلے تیس سالوں کے عرصے میں ہمارا خداوند اپنے ہاتھوں سے کام کرتے سے نہ شرماتا تھا۔ یہ خیال بہت عجیب اور پُر تعلیم ہے جس نے آسمان زمین اور سمندر کو اور جو کچھ اُن میں ہے بنایا۔ جس کے بغیر کوئی چیز بھی پیدا نہیں ہوئی۔ خود ابن خدا نے خادم کی صورت پکڑی اور اپنے پسینے کی روٹی کھائی۔ اور ہاتھوں سے روزی کمائی۔ مسیح کی یہ وہ محبّت ہے جو فہم سے باہر ہے۔ گو وہ دولتمند تھا پر ہماری خاطر غریب ہو گیا۔ زندگی اور موت دونوں میں اُس نے اپنے تئیں پست کیا۔ تاکہ اُس کے وسیلے گنہگار زندگی حاصل کرسکیں اور ابدالآباد حکومت کرتے رہیں (افسیوں ۲: ۱۹-۲۰ کرنتھیوں ۸: ۹)

جب ہم یہ مقام پڑھیں تو یاد رکھیں کہ افلاس گناہ نہیں۔ ہم افلاس سے شرمندہ نہ ہوں بشرطیکہ وہ ہمارے اپنے گناہوں کا نتیجہ نہ ہو۔ کسی کو مفلس ہونے کی وجہ سے ہم کبھی حقیر نہ جانیں۔ قمار باز۔ شرابی۔ لالچی یا جھوٹا ہونا تو شرم کی بات ہے لیکن اپنے

ہاتھوں سے کام کرنا شرم کی بات نہیں۔ اور اپنی محنت سے روٹی کمانا بُرا نہیں۔ جو لوگ دولت کو اپنا بُت بنا لیتے ہیں ناصرت کی دکان کا تصور اُن کے گھمنڈ کو پاش پاش کر دیتا ہے۔ جو درجہ ابنِ خدا اور دُنیا کے نجات دہندے نے اختیار کیا وہ کسی کے لئے بےعزتی کا باعث نہیں ہو سکتا۔

سوم۔ بے اعتقادی کا گناہ نہایت ہی سخت گناہ ہے۔ اس سبق میں دو خاص جُملے مستعمل ہوئے ہیں۔ ایک تو یہ ہے "وہ کوئی معجزہ وہاں نہ دکھا سکا" ناصرت کے لوگوں کی بے اعتقادی کے باعث۔ دوسرا یہ کہ "اُس نے اُن کی بے اعتقادی پر تعجب کیا"۔ پہلے جملے سے تو یہ ظاہر ہے کہ بے اعتقادی ہماری اعلیٰ سے اعلیٰ برکتوں کو ہم سے چھین لیتی ہے۔ دوسرے جملے سے ظاہر ہے کہ خود ابنِ خدا اس پر اپنی حیرت ظاہر کرتا ہے۔

اس بے اعتقادی سے ہم جس قدر چوکس رہیں اُتنا ہی تھوڑا ہے۔ یہ گناہ باغِ عدن میں شروع ہُوا۔ جب حوّا نے خدا کی باتوں پر ایمان لانے کی بجائے شیطان کے وعدوں کو مان لیا "تو یقیناً مریگا" (پیدائش ۲۔ ۱۷) جس قدر اس گناہ کے نتیجے تباہی لاتے ہیں اَور کسی گناہ کے نہیں۔ موت کو دُنیا میں یہی بے اعتقادی کا گناہ لایا۔ اسی بے اعتقادی نے بنی اسرائیل کو چالیس برس تک مُلک کنعان سے باہر رکھا۔ یہی گناہ ہے جو بالخصوص دوزخ کو بھرتا ہے "جو ایمان نہ لائے وہ مُجرم ٹھیرایا جائیگا" (مرقس ۱۶-۱۶)۔ ہمارے گناہوں میں سے یہ زیادہ احمقانہ اور بے قاعدہ گناہ ہے۔ اِسی کی وجہ سے اِنسان صریح شہادت قبول کرنے سے اِنکار کرتا ہے۔ ایک صاف گواہی کے سامنے اِنسان اپنے کان بند کر لیتا ہے لیکن جُھوٹ کا یقین کرتا ہے۔ سب سے بدتر یہ کہ دُنیا میں سب سے عام گناہ یہی ہے۔ چاروں طرف لوگ اس گناہ میں مُبتلا پائے جاتے ہیں۔ وہ مسیحی ہونے کا اقرار تو کرتے ہیں لیکن عمل میں وہ بے اعتقادی کا ثبوت دے رہے ہیں۔ وہ بائبل کو بلا عذر وحیلہ نہیں مانتے اور نہ مسیح کو اپنا نجات دہندہ قبول

ہے اور مزدور تھوڑے ہیں اور اس لئے ایک ایک کر کے بھیجنے کی ضرورت ظاہر
کی جاتی ہے۔ تو بھی اس موقعہ پر جو کچھ ہمارے خداوند نے کیا وہ قابل غور ہے۔
اعمال کی کتاب میں ایک بھی ایسا موقع مذکور نہیں جہاں پولس یا کوئی دوسرا رسول
تنہا کام کرتا نظر آئے۔ اس لئے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ اگر دو دو کر کے بھیجنے کا قانون زیادہ
درستی سے مانا جاتا تو آج مشنوں کا زیادہ بہتر نتیجہ اور پھل پیدا ہوتا۔

کم از کم ایک بات تو صاف ظاہر ہے کہ مسیح کے سارے کارندوں کا یہ فرض ہے کہ
جہاں تک ہو سکے وہ ایک دوسرے کی مدد کریں۔ "جیسا لوہا لوہے کو تیز کرتا ہے
ویسے انسان کا چہرہ اُس کے دوست کو" خادمانِ دین مشنری۔ دیہاتی کارندے
سنڈے سکول کے اُستاد جب کبھی آپس میں ملیں تو وہ ایک دوسرے کو اپنی صلاح و
مشورت سے مدد دینے کا موقع بنائیں۔

مقدس پولس کے الفاظ میں ایک صداقت ہے جسے لوگ اکثر فراموش کرتے ہیں "ایک
دوسرے کے ساتھ جمع ہونے سے باز نہ آئیں۔ جیسا بعض لوگوں کا دستور ہے۔
بلکہ ایک دوسرے کو نصیحت کریں" (عبرانی ۱۰-۲۴ و ۲۵)۔

دوم۔ ہمارے خداوند کے رسولوں نے کونسی تعلیم کی منادی کی؟ اس کی نسبت
یہ لکھا ہے کہ "انہوں نے روانہ ہو کر منادی کی کہ توبہ کرو"۔ بادی النظر میں توبہ کی ضرورت
ایک سادہ اور ابتدائی تعلیم معلوم پڑتی ہے لیکن اس تعلیم کی حقیقت تک پہنچنے کے
لئے طومار کے طومار بھر سکتے ہیں۔ یہ تعلیم ہر ملک و زمانہ و ہر حالت کے لوگوں کے حسب
حال ہے۔ خدا۔ انسانی فطرت۔ گناہ۔ مسیح۔ پاکیزگی اور آسمان کی نسبت صحیح رائے
رکھنے کے ساتھ اس کا تعلق ایسا ہے جو ٹوٹ نہیں سکتا۔ سب نے گناہ کیا اور خدا
کے جلال سے محروم رہے۔ سبھوں کو یہ درکار ہے کہ وہ اپنے گناہوں کو پہچانیں۔
اُن پر افسوس کریں اور اُن کو ترک کرنے پر آمادہ ہو جائیں اور معافی کے لئے یسوع کے

اور پیاسے بنیں۔ المختصر سبھوں کو یہ حاجت ہے کہ وہ از سر نو پیدا ہوں اور بھاگ کر مسیح کی پناہ لیں۔ یہی وہ توبہ ہے جس سے زندگی حاصل ہوتی ہے۔ کسی کی نجات اِس سے کم پر نہیں ہو سکتی اور نہ کسی کے سامنے اس سے کچھ پیش کرنا چاہئے۔ اگر ہم رسولوں کے نقش قدم پر چلنا چاہتے ہیں تو ہم لوگوں کو تاکید سے کہیں کہ وہ توبہ کریں اور جب وہ توبہ کر چکیں تو ہم اُنہیں زور دیں کہ آخری دن تک زیادہ زیادہ توبہ کرتے جائیں۔

کیا ہم نے خود توبہ کی ہے؟ اِس سوال کا ہم سے گہرا تعلق ہے۔ کل مسیحی تعلیم سے واقف ہو جانا بہت مفید ہے لیکن تجربہ کے ذریعہ توبہ کا علم حاصل کرنا اور اُسے اپنے دلوں میں محسوس کرنا اس سے کہیں افضل ہے۔ جب تک ہم کو یہ علم اور احساس نہ ہو کہ ہم نے توبہ کی ہم چین نہ لیں۔ آسمان کی بادشاہت میں کوئی ایسا شخص پایا نہیں جاتا جس نے توبہ نہ کی ہو۔ جو لوگ اُس میں داخل ہوتے ہیں اُن کو گناہ کا احساس حاصل رہا ہے۔ وہ گناہوں پر روتے رہے ہیں۔ انہوں نے گناہ ترک کر دیا ہے اور گناہوں سے معافی حاصل کر لی ہے۔ اگر ہم نجات پانے کی اُمید رکھتے ہیں تو ہمارا یہی تجربہ ہونا چاہئے۔

مرقس ۶: ۱۴ - ۲۹ (۱۴) اور ہیرودیس بادشاہ نے اُس کا ذکر سُنا کیونکہ اُس کا نام مشہور ہو گیا تھا۔ اور اُس نے کہا کہ یوحنّا بپتسمہ دینے والا مُردوں میں سے جی اُٹھا ہے۔ اِس لئے اُس سے معجزے ظاہر ہوتے ہیں (۱۵) مگر بعض کہتے تھے کہ ایلیاہ ہے۔ اور بعض یہ کہ نبیوں میں سے کسی کی مانند ایک نبی ہے (۱۶) مگر ہیرودیس نے سُن کر کہا کہ یوحنّا جس کا سر مَیں نے کٹوایا وہی جی اُٹھا ہے (۱۷) کیونکہ ہیرودیس نے آپ آدمی بھیج کر یوحنّا کو پکڑوایا اور اپنے بھائی فلپس کی بیوی ہیرودیاس کے سبب سے اُسے قید خانے میں باندھ رکھا تھا۔ کیونکہ ہیرودیس نے اُس سے بیاہ کیا تھا (۱۸) اور یوحنّا نے اُس سے کہا تھا کہ اپنے بھائی کی بیوی رکھنی تجھے روا

نہیں (۱۹) پس ہیرودیاس اُس سے دُشمنی رکھتی اور چاہتی تھی کہ اُسے قتل کرائے مگر نہ ہو سکا (۲۰) اِس واسطے کہ ہیرودیس یوحنا کو راستباز اور مقدس آدمی جان کر اُس سے ڈرتا اور اُسے بچائے رکھتا تھا۔ اور اُس کی باتیں سُن کر بہت حیران ہو جاتا تھا۔ مگر سُنتا خوشی سے تھا (۲۱) اور موقع کے دن جب ہیرودیس نے اپنی سالگرہ میں اپنے امیروں اور فوجی سرداروں اور گلیل کے رئیسوں کی ضیافت کی (۲۲) اور اُسی ہیرودیاس کی بیٹی اندر آئی اور ناچ کر ہیرودیس اور اُس کے مہمانوں کو خوش کیا۔ تو بادشاہ نے اُس لڑکی سے کہا۔ جو چاہے مجھ سے مانگ میں تجھے دُونگا (۲۳) اور اُس سے قسم کھائی کہ جو تو مجھ سے مانگیگی اپنی آدھی بادشاہت تک تجھے دُونگا (۲۴) اور اُس نے باہر جا کر اپنی ماں سے کہا کہ میں کیا مانگوں؟ وہ بولی۔ یوحنا بپتسمہ دینے والے کا سر۔ (۲۵) وہ فی الفور بادشاہ کے پاس جلدی سے اندر آئی اور اُس سے یہ عرض کی۔ میں چاہتی ہوں کہ تو یوحنا بپتسمہ دینے والے کا سر ایک تھال میں ابھی منگوا دے۔ (۲۶) بادشاہ بہت غمگین ہُوا مگر اپنی قسموں اور مہمانوں کے سبب اُس سے انکار کرنا نہ چاہا (۲۷) پس بادشاہ نے فی الفور ایک سپاہی کو حکم دے کر بھیجا کہ اُس کا سر لائے۔ اُس نے جا کر اُس کا سر قید خانے میں کاٹا (۲۸) اور ایک تھال میں رکھ کر لایا اور لڑکی کو دیا۔ اور لڑکی نے اپنی ماں کو دیا (۲۹) پھر اُس کے شاگرد سُن کر آئے اور اُس کی لاش اُٹھا کر قبر میں رکھی۔

اِن آیات میں ایک بڑے مقدس شخص کی وفات کا بیان ہے۔ یعنی یوحنا بپتسمہ کے قتل کا۔ جس تفصیل کے ساتھ مرقس نے اِس قتل کا ذکر کیا ہے اور کسی انجیل نویس نے نہیں کیا ہم اِن آیات سے اپنے لئے عملی سبق نکالیں۔

اوّل تو یہاں یہ نظر آتا ہے کہ ضمیر پر صداقت کو کیسی حیرت انگیز قدرت حاصل ہے۔ ہیرودیس جب تک جیتا رہا یوحنا سے ڈرتا رہا۔ اور اُس کی وفات کے بعد اُس کا دل گھبراتا رہا۔ یہ بے دوست بیکس واعظ جس کے پاس خدا کی صداقت کے سوا اور کوئی اوزار بھی نہیں ایک بادشاہ کو گھبرا اور خوف زدہ کر رہا ہے۔

ہر ایک میں ضمیر ہے۔ اور ایک دیانتدار خادم کی قدرت کا یہی راز ہے۔ اسی وجہ سے پولس قیدی کا کلام سُن کر فیلکس نے "دہشت کھائی اگرچہ یہ چلا اُٹھتا ہے کہ" تُو تو تھوڑی ہی سی نصیحت کر کے مجھے مسیحی کر لینا چاہتا ہے"۔ جن لوگوں کے دل نئے نہیں ہو گئے انکو بھی خدا نے بلا گواہ نہیں چھوڑا گو انسان گری ہوئی اور بگڑی حالت میں ہے تو بھی اُس کے باطن میں ایسے خیالات پائے جاتے ہیں جو یا تو اُسے الزام لگاتے یا معذور رکھتے ہیں۔ ایسے خیالات جن سے انسان گریز نہیں کر سکتا۔ ایسے خیالات جو ہیرودیس جیسے بادشاہوں کو بھی بے چین اور خوفزدہ کر دیتے ہیں۔

مسیحی خادمان دین اور معلموں کو بالخصوص یہ یاد رکھنا چاہئے۔ اگر وہ مسیح کی صداقت کی اشاعت اور تلقین کرتے ہیں تو وہ یقین کر جانیں کہ اُن کا کام رائگاں نہیں۔ سکول میں بچے گو چھلا پروا اور بے توجہ معلوم دیں۔ گو جماعتوں میں سامعین کان دھر کے نہ سُنیں تو بھی اکثر اُن کی ضمیروں میں کام ہو رہا ہے گو ہماری آنکھیں اُس کا مشاہدہ نہ کر سکیں۔ بیج اکثر اُگ آتے ہیں اور پھل لے آتے ہیں۔ جبکہ بیج بونے والے۔ یوحنا بپتسمہ جیسے بزرگ عالم خاموشی میں استراحت کر رہے ہیں۔

دوم۔ یہ ممکن ہے کہ کوئی شخص دین میں ترقی کر گیا ہو لیکن ایک اُلجھانے والے گناہ میں پھنس کر نجات سے محروم رہے۔

ہیرودیس بادشاہ دین میں بہتوں سے سبقت لے گیا تھا۔ وہ جانتا تھا کہ "یہ صادق اور مقدس شخص ہوں۔ وہ یوحنا کی باتیں سُن کر اکثر اُن پر عمل کیا کرتا تھا۔ اور خوشی

سے اُس کی مُنا کرتا تھا لیکن ایک بات تھی جسے وہ کرنا نہ چاہتا تھا وہ زناکاری چھوڑنا نہ چاہتا تھا اور نہ ہیرودیاس کو ترک کرنے پر راضی تھا۔ اِس لئے اُس نے اپنی رُوح کو ہمیشہ کے لئے برباد کر لیا۔ ہمیں چاہئے کہ ہم اکثر اپنے گریبان میں مُنہ ڈال کر دیکھا کریں اور اپنا اطمینان کر لیں کہ کوئی ایسی شہوت یا خطا ہیرودیاس جیسی تو ہمارے اندر نہیں جو ہماری رُوحوں کو غارت کر رہی ہو۔ نارِ جہنم میں جانے کی نسبت ہم اپنے داہنے ہاتھ کو کاٹ کر یا داہنی آنکھ کو نکال کر پھینک دیں۔ اِس پر قناعت نہ کریں کہ ہم مشہور واعظین کے سراہنے والے۔ یا بشارتی وعظوں کو خوشی سے سُننے والے ہیں جب تک ہم داؤد کی طرح یہ نہ کہہ سکیں ہم چین نہ لیں "میں تیرے سارے فرائض کو سب باتوں کی بابت راست جانتا ہوں اور سب جھوٹی راہوں کو دُشمن رکھتا ہوں" (زبور ۱۱۹–۱۲۸)۔

سوم۔ کیسی دلیری سے دیانتدار خادمِ خدا کو گناہ پر ملامت کرنی چاہئے یُوحنا بپتسمہ دینے والے نے ہیرودیس کی زندگی کی خطا کے بارے میں اس کو صفائی سے بتایا۔ اُس نے یہ عذر پیش نہیں کیا کہ ایسا کرنا گستاخی میں داخل یا خلافِ مصلحت ہوگا۔ یا ایسا کرنے کا موقع نہیں یا ایسا کرنا بے سُود ہے۔ نہ اُس نے چکنی چُپڑی باتیں کیں اور نہ بادشاہ کی خطا ظاہر کرنے میں خوشامدانہ الفاظ استعمال کئے۔ اس نے بادشاہ کو صاف لفظوں میں اُس کا گُناہ جتا دیا اور اِس امر کی کچھ پروا نہ کی کہ اس کا نتیجہ کیا ہوگا۔ "اپنے بھائی کی بیوی رکھنی تجھے روا نہیں"۔

سب خادمانِ دین کے لئے یہ نمونہ ہے تاکہ اُس کے مطابق چلیں۔ جلوت میں، ہو خواہ خلوت میں۔ ممبر پر سے ہو یا شخصی ملاقات کے وقت ہمارا فرض ہے کہ ایسے برملا گناہ پر ملامت کریں اور جو لوگ ایسے گناہ میں زندگی بسر کر رہے ہوں اُن کو وفاداری سے متنبہ کریں۔ شاید ایسا کرنے سے لوگ ناراض تو ہونگے۔ اور ہر دلعزیزی وشہرت میں بھی فرق آئیگا۔ ان باتوں کی ذرا پروا نہ کریں۔ اُن کا یہ فرض ہے۔ نتیجہ

خدا کے ہاتھ میں ہے۔

اس میں کلام نہیں کہ ایسا کرنے کے لئے خدا کا فضل اور جرأت درکار ہے۔ بلاشک یوحنا بپتسمہ جیسے ملامت کرنے والے کو بڑی دانائی اور محبت کے ساتھ خداوند کے اس حکم کی تعمیل اور شریروں کو تنبیہ کرنا چاہئے لیکن یہ ایک ایسا معاملہ ہے جس میں اس کی دیانت اور محبت معرض خطرہ میں ہے اگر اسے یقین ہے کہ فلاں شخص اپنی روح کو نقصان پہنچا رہا ہے تو یقیناً اس شخص کو آگاہ کرنا اس کا فرض ہے اگر وہ فی الحقیقت اس شخص کو پیار کرتا ہے تو بلا آگاہی اس کو بربادی میں جاتے دیکھنا سخت گناہ ہے خواہ ایسی تنبیہ سے بڑی ناراضگی کیوں نہ پیدا ہو۔ لیکن ایک وقت آئیگا جب ایسے تنبیہ کرنے والے کی قدر ہوگی۔ "جو کسی آدمی کو سرزنش کرتا ہے آخر کو اس کی بہ نسبت جو اپنی زبان سے خوشامد کرتا ہے زیادہ احسان حاصل کریگا" (امثال ۲۸: ۲۳)۔

چہارم۔ یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ تنبیہ کرنے والے سے وہ لوگ کبھی سخت نفرت رکھتے ہیں جو اپنے گناہوں کو چھوڑنا نہیں چاہتے۔ ہیرودیاس جو بدی میں بادشاہ کی منکوحہ شریک تھی ہیرودیس سے بھی زیادہ گناہ میں غرق معلوم دیتی ہے۔ اس کی شرارت کے ذریعہ اس کا دل سخت ہو گیا تھا اور اس کی ضمیر داغی گئی تھی یوحنا بپتسمہ کی دیانتدارانہ گواہی کے باعث اس سے سخت عداوت رکھتی تھی اور جب تک اس کی موت کا فتویٰ حاصل نہ کیا چین نہ آیا۔

یہ جائے تعجب نہیں۔ جب کسی مرد یا عورت نے اپنی کسی روش کو چن لیا اور اپنی اس بدراہی پر چلنے کی دل میں ٹھان لی تو بہتر یہ ہے کہ ان سے کنارہ کریں کیونکہ نصیحت سے وہ چڑ جاتے ہیں۔ جب ان سے سچ کہا جاوے تو وہ خفا ہو جاتے ہیں۔ ایلیاہ نبی کو یہ لقب ملا "ایسا آدمی جس نے اسرائیل کو دکھ دیا" اخیاب میکاہ نبی سے عداوت

رکھتا تھا۔ کیونکہ اُس نے اُس کے بارہ میں یحییٰ کی پیشین گوئی نہیں کی بلکہ یہ بھی کہ ہر زمانہ کے انبیا اور دیانتدار واعظوں کے ساتھ ایسا ہی سلوک ہوتا رہا ہے۔ نہ صرف بعضوں نے اُن کی بات نہ مانی بلکہ اُن سے عداوت بھی رکھی۔

اس لئے ہم حیران نہ ہوں جب ہم یہ پائیں کہ انجیل کے دیانتدار خادموں کے خلاف بولا جاتا ہے، اُن سے عداوت کی جاتی اور اُن پر لعن طعن ہوتا ہے۔ ہم یہ یاد رکھیں کہ اُن کا تقرر ہی اس لئے ہوا کہ گناہ کے خلاف دُنیا کے اور شیطان کے خلاف گواہی دیں اور اگر وہ دیانتدار ہیں تو وہ لوگوں کو ناراض کئے بغیر نہیں رہ سکتے۔ اگر شریر اور بےدین کسی خادمِ دین کو ناپسند کریں تو یہ اُس کی ہتک عزت نہیں۔ اگر شریر کوئی کسی خادم کو بھلا کہے تو اُس میں اُس کی کوئی مستقل عزت نہیں۔ ہمارے خداوند کے اس قول پر اکثر غور نہیں کیا جاتا "افسوس تم پر جب سب لوگ تمہیں بھلا کہیں" (لوقا ۶-۲۶)۔

پنجم۔ یہ بھی قابلِ غور ہے کہ ضیافتوں اور عیش کے جلسوں سے بعض اوقات کس قدر گناہ صادر ہو سکتا ہے۔ ہیرودیس نے اپنے جنم دن کی تقریب پر بڑی شاندار ضیافت کی۔ صحبت، شراب بازی اور ناچ رنگ میں سارا دن گذرا۔ اس عیش و عشرت کے خمار میں اُس نے اس شریر لڑکی کی درخواست منظور کر لی کہ یوحنا بپتسمہ کا سر کاٹ کر اُسے دیا جائے۔ غالباً اگلے روز وہ اپنی اس بدکاری پر کفِ افسوس ملتا ہوگا۔ لیکن جو ہونا تھا وہ ہو گیا۔ اب پچھتانے سے کیا بنتا تھا۔

عیش و عشرت کے جلسوں کا جو انجام ہوتا ہے اُس کا یہ ایک نمونہ تھا کہ ایسے موقعوں پر خوشی کے سرور اور جوش میں لوگ ایسے کام کر بیٹھتے ہیں جن سے اُن کو پیچھے پچھتانا پڑتا ہے۔ وہ لوگ کیسے خوش قسمت ہیں جو ایسی آزمائشوں سے کنارہ رہتے اور شیطان کو موقع نہیں دیتے۔ جب سلامتی کی راہ سے آدمی ہٹ جاتا ہے تو آدمی جان نہیں سکتا کہ کیا واقع ہوگا۔ بہت لوگ تو یہ خیال کرتے ہیں کہ دیر تک گھر سے باہر رہنے اور

جھگڑوں میں اوقات بسری کرنے اور شاندار جلسوں میں شریک ہونے ناچ رنگ کی محفلوں میں جانے سے کیا نقصان ہے لیکن مسیحی شخص کبھی یہ فراموش نہ کرے کہ ان باتوں میں شریک ہونے کے ذریعہ آزمائش کے لئے ایک بڑا دروازہ کھل جاتا ہے۔

ششم۔ اس دُنیا میں خدا کے بعض افضل خادموں کو کیسا تھوڑا اجر ملتا ہے۔ یوحنا بپتسمہ کو محنتوں کا معاوضہ جو ملا وہ نا راست قید اور مظلومانہ موت تھی۔ استفنس اور یعقوب اور بعض دیگر مقدسوں کی طرح جن کے لائق یہ دُنیا نہ تھی اُس نے بھی اپنی شہادت پر اپنے خون سے مُہر ثبت کی۔

اس قسم کے تاریخی واقعات ہمیں یاد دلاتے رہتے ہیں۔ کہ حقیقی مسیحی احباب کی نعمتیں ابھی مستقبل میں ہیں۔ اُن کا آرام۔ اُن کا تاج۔ اُن کی مزدُوری۔ اُن کا اجر وہ قبر کے پرلی طرف ہیں۔ یہاں اس دُنیا میں اُسے ایمان سے چلنا ہے نہ دیکھ دیکھ کے۔ اگر وہ آدمیوں کی تعریف کا مشتاق ہے تو اُسے مایوسی حاصل ہوگی۔ یہاں اس دُنیا میں تو اُسے بیج بونا محنت کرنا۔ لڑنا اور دُکھ سہنا ہے اور اگر وہ کسی بڑے دُنیاوی اجر کا متوقع ہو تو وہ اُسے کبھی نہیں ملیگا۔ لیکن اس زندگی کا بس خاتمہ نہیں۔ ایک انتقام کا دن بھی ہے۔ شاندار فضل ظاہر ہونے والی ہے۔ ان سب کی تلافی آسمان میں ہوگی۔ جو شاندار چیزیں خدا نے اپنے پیار کرنے والوں کے لئے تیار کر رکھی ہیں اُن کو نہ آنکھوں نے دیکھا نہ کانوں نے سُنا ہے۔ حقیقی مذہب کی قدرومنزلت کا اندازہ مرئی چیزوں سے نہیں لگ سکتا بلکہ غیر مرئی چیزوں سے " اس زمانہ کے دُکھ درد اس لائق نہیں کہ اُس جلال کے مقابل ہو سکیں جو ہم پر ظاہر ہونے والا ہے ہماری دم بھر کی ہلکی سی مصیبت ہمارے لئے ازحد بھاری اور ابدی جلال پیدا کرتی جاتی ہے" (رُومیوں ۸: ۱۸+ ۲ کرنتھی ۴: ۱۷)

مرقس ۶: ۳۰-۳۴ (۳۰) اور رسولوں نے یسوع کے پاس جمع ہو کر جو کچھ انہوں نے کیا اور جو کچھ سکھایا تھا سب اُس سے بیان کیا (۳۱) اُس نے اُن سے کہا۔ تم آپ الگ ویران جگہ میں چلے آؤ اور ذرا آرام کرو اس لئے کہ بہت لوگ آتے جاتے تھے اور اُنہیں کھانا کھانے کی بھی فرصت نہ ملتی تھی۔ (۳۲) پس وہ کشتی میں بیٹھ کر الگ ایک ویران جگہ میں چلے گئے (۳۳) اور لوگوں نے اُنہیں جاتے دیکھا۔ اور بہتیروں نے پہچان لیا اور سارے شہروں سے اکٹھے ہو ہو کر پیدل اُدھر دوڑے اور اُن سے پہلے جا پہنچے (۳۴) اور اُس نے اُتر کر بڑی بھیڑ دیکھی اور اُسے اُن پر ترس آیا۔ کیونکہ وہ اُن بھیڑوں کی مانند تھے جن کا چرواہا نہ ہو۔ اور وہ اُنہیں بہت باتیں سکھانے لگا۔

اس عبارت میں رسولوں کی روش پر ہم غور کریں جب وہ پہلی رسالت سے بشارت کا کام کر کے واپس آئے۔ "رسولوں نے یسوع کے پاس جمع ہو کر جو کچھ اُنہوں نے کیا اور جو کچھ سکھایا تھا سب اُس سے بیان کیا۔"

یہ الفاظ تعلیم سے پُر ہیں۔ وہ انجیل کے سارے مبشروں کے لئے بہت عمدہ نمونہ ہیں۔ اور اُن سب کارندوں کے لئے جو رُوحوں کی بہبودی کے لئے محنت کرتے ہیں۔ جو کچھ رسولوں نے اس موقعہ پر کیا وہی اُن سب کو ہر روز کرنا چاہئے۔ وہ اپنی ساری کارگزاری کلیسیا کے رُکن اعظم کے آگے بیان کریں۔ وہ اپنا سارا کام مسیح کو کھول کر بتائیں اور اُس سے مشورت۔ ہدایت۔ قوت اور مدد طلب کریں۔

رُوحانی کارگزاری میں کامیابی کا خاص راز دُعا ہے۔ دُعا اُس کو جُنبش دیتی ہے جو آسمان و زمین کو جُنبش دے سکتا ہے۔ دُعا کے ذریعہ رُوح القدس کی مدد حاصل ہوتی ہے جس کا وعدہ ایمانداروں سے کیا گیا تھا جس کے بغیر عمدہ سے عمدہ وعظ۔

سلیمس سے سلیمن تعلیم اور برزی سے بڑی محنت کا کام رائگاں ٹھہرتا ہے۔ خدا کے لئے سب سے کامیاب کارندے اکثر وہی نہیں ہوتے جن کو سب سے زیادہ قابلیتیں عطا ہوتی ہیں۔ بلکہ عموماً ایسے لوگ جو مسیح کے ساتھ گہری شراکت رکھتے اور دعا میں ہمیشہ لگے رہتے ہیں۔ ایسے لوگ جو حزقیل نبی کی طرح یہ چلایا کرتے ہیں "اے سانس آ چاروں ہواؤں میں سے آ اور اِن مقتولوں پر پھونک کہ وہ جئیں" (حزقی ایل ۳۷-۲)۔ ایسے لوگ جو ٹھیک ٹھیک رسولوں کے نمونے پر چلتے ہیں۔ جو دعا میں اور کلام میں مشغول رہتے ہیں (اعمال ۶-۴)۔ مبارک ہے ایسی کلیسیا جہاں دعا اور بشارت دونو عمل میں آتی ہوں۔ نئے خادم کے بارہ میں محض یہ سوال کرنے کی ضرورت نہیں "کیا وہ اچھی طرح وعظ کر سکتا ہے" بلکہ یہ "کیا وہ اپنے لوگوں اور اپنے کام کے بارہ میں بہت دعا مانگا کرتا ہے"؟

دوم ہم اُن الفاظ پر غور کریں جو ہمارے خداوند نے رسولوں سے کہے جب وہ اپنی پہلی خدمت سے واپس آئے۔ "اس نے اُن سے کہا۔ تم آپ الگ ویران جگہ میں چلے آؤ اور ذرا آرام کرو"۔

اِن الفاظ میں کیسی محبت اور قدرشناسی پائی جاتی ہے۔ ہمارا خداوند اچھی طرح جانتا ہے کہ میرے خادموں میں محض روح ہی نہیں بلکہ وہ جسم بھی رکھتے ہیں۔ خواہ وہ کیسے ہی اعلیٰ ہوں تو بھی یہ خزانہ مٹی کے برتنوں میں ہے اور کہ وہ بہت کمزوریوں سے گھرے ہوئے ہیں۔ وہ اُن پر یہ ظاہر کئے دیتا ہے کہ تمہاری بدنی طاقت سے زیادہ میں تم سے توقع نہیں رکھتا۔ جو کچھ ہم کر سکتے ہیں وُہی وہ ہم سے طلب کرتا ہے اور جو ہم کر نہیں سکتے اسکا مطالبہ نہیں کرتا۔ "تم آپ الگ ویران جگہ میں چلے آؤ۔ اور ذرا آرام کرو"۔

اِن الفاظ میں انسانی ہمدردی کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے ہمارا خداوند اس سے بخوبی آگاہ ہے کہ اُسکے خادموں کا نہ صرف یہی فرض ہے کہ وہ دوسروں کی روحوں کی فکر کریں۔ بلکہ اپنی روحوں کا بھی فکر کریں۔ اُسے معلوم ہے کہ عوام الناس کی خدمت میں متواتر لگے رہنے سے ہماری اپنی روحوں کے معرضِ خطر میں پڑ جانیکا اندیشہ ہے جب ہم دوسروں کے تاکستانوں کی حفاظت کر رہے ہیں تو اپنے تاکستان کی طرف سے غافل ہو جانیکا خطرہ ہے (غزل الغزلات ۱-۶)۔ وہ ہمیں یاد دلاتا ہے کہ وقتاً فوقتاً خادمانِ دین کیلئے یہ بہتر ہوگا کہ عوام الناس کی خدمت سے علیحدہ ہو کر ہم اپنے باطن کی طرف متوجہ ہوں۔ "تم الگ ویران جگہ میں چلے آؤ"۔

بدقسمتی سے کلیسیا میں ایسے لوگوں کی کمی ہے جن کو اس نصیحت کی ضرورت ہے۔ بہت تھوڑے ایسے لوگ ہونگے جن کی نسبت ہم کہہ سکیں کہ وہ حد سے زیادہ محنت کرنے کے خطرہ میں ہیں۔ اور دُوسروں کی خدمت میں مستغرق ہو کر اپنے بدنوں اور روحوں کی فکر سے غافل ہو گئے ہوں۔ جو لوگ عام طور پر مسیحی کہلاتے ہیں وہ اکثر کاہل اور سُست ہیں اور دوسرے لوگوں کے لئے کچھ نہیں کرتے۔ ایسے لوگ بہ نسبت اُن کے جن کو مہمیز کی ضرورت ہے بہت کم ہیں جن کو لگام کی ضرورت ہو۔ اُنہیں معدودے چند کو اس عبارت کا سبق دل سے سیکھ لینا چاہئے۔ وہ اپنی صحت کو کفایت کے ساتھ استعمال کریں اور قمار بازوں کی طرح فضول نہ اُڑائیں۔ وہ اپنی قوت کی روزانہ آمدنی پر کفایت کریں اور اپنی پُونجی کو لاپرواہی سے خرچ نہ کریں۔ وہ یاد رکھیں کہ اگر تھوڑا کام اچھی طرح سے کیا جائے تو ایک عرصہ کے بعد وہی کام سب سے زیادہ ثابت ہوگا۔ سب سے بڑھکر وہ اپنے دلوں کی خوب حفاظت کریں اور باقاعدہ ان کا امتحان کریں اور چُپ چاپ دھیان میں لگے رہیں۔ آدمی کے کام اور عوام الناس کی خدمت کی بہبودی انسان کی اپنی روح کی بہبودی کے ساتھ وابستہ ہے۔ گاہے گاہے خاطر تنہائی میں پناہ لینا نہایت سُودمند حکم ہے۔

بالآخر جو لوگ مسیح کے پاس جمع ہو کر آتے ہیں اُن کی نسبت ہمارے خداوند یسُوع مسیح کا احساس بھی قابل غور ہے۔ چنانچہ یہ لکھا ہے "اُسے اُن پر ترس آیا۔ کیونکہ وہ اُن بھیڑوں کی مانند تھے جن کا چرواہا نہ ہو"۔ وہ اُستادوں کے محتاج تھے۔ اندھے فقیہوں اور فریسیوں کے سوا اُن کا کوئی رہنما نہ تھا۔ انسان کی اختراع کردہ روایتوں کے سوا اُن کے پاس کوئی رُوحانی خوراک نہ تھی۔ ہزاروں غیر فانی ارواح ہمارے خداوند کے سامنے کھڑی تھیں جو جاہل تھیں اور تباہی کی طرف جا رہی تھیں۔ یہ حال دیکھکر ہمارے خداوند

کے پُر محبت دل میں چوٹ لگی۔ اور اُسے اُن پر ترس آیا . . . اور وہ اُنہیں بہت باتیں سکھانے لگا۔"

ہم کبھی یہ فراموش نہ کریں کہ ہمارا خداوند کل اور آج اور ہمیشہ تک یکساں ہے۔ وہ غیر مبدل ہے۔ وہ خدا کے دہنے ہاتھ پر آسمان میں سرفراز ہے اور بنی آدم پر اب تک اُسی ترس کی نگاہ سے دیکھ رہا ہے۔ وہ نادانوں اور گمراہوں پر اب تک ترس کھاتا ہے اور اب تک اُنہیں بہت باتیں سکھانے کو راضی ہے۔ جو بھیڑیں اُس کی آواز سُنتی ہیں گو اُس کی محبت اُن کی طرف خاص ہے تو بھی اُس کی محبت عامہ عالمگیر ہے حقیقی ترس کی محبت اور رحم کی محبت۔ ہم اِسے نظرانداز نہ کریں۔ یہ تعلیم بہت ناقص اور تنگ خیالی کی ہے کہ مسیح صرف ایمانداروں کے سوا اَور کسی کی پروا نہیں کرتا۔ انجیل کی سند پر ہم بڑے سے بڑے گنہگار کو یہ کہہ سکتے ہیں کہ یسُوع اُن پر ترس کھاتا اور اُن کی رُوحوں کی فکر کرتا ہے۔ وہ اُن کو بچانا چاہتا اور ایمان لانے اور نجات پانے کی دعوت دیتا ہے۔

اِس عبارت کو پڑھنے کے بعد ہم اپنے آپ سے پُوچھیں کہ یسُوع کے دل کے بارہ میں ہمیں کچھ علم حاصل ہُوا ہے؟ جو لوگ ایمان نہیں لاتے کیا اُن کی فکر ہم میں پیدا ہوتی ہے؟ کیا ہمارے دلوں میں اپنے خداوند کی طرح اُن لوگوں کے لئے ترس آتا ہے جو اُن بھیڑوں کی مانند ہیں جن کا چرواہا نہ ہو؟ جو بے توبہ اور بے دین لوگ ہمارے اِرد گرد رہتے ہیں۔ کیا ہمیں اُن کی فکر ہے؟ کیا ہم ہندوؤں۔ محمدیوں۔ یہودیوں اور رومن کیتھالکوں اور دوسرے فرقوں کی نجات کی فکر کر رہے ہیں؟ کیا ہم سارے ذریعے استعمال کرتے اور خوشی سے اپنا روپیہ خرچ کرتے ہیں تاکہ سارے جہان میں انجیل کی اشاعت ہو؟ یہ سنجیدہ سوالات ہیں اور سنجیدگی سے ان کا جواب ملنا چاہئے جو شخص دوسروں کی رُوحوں کی فکر نہیں کرتا وہ یسُوع مسیح کی مانند نہیں۔ بلکہ اُس کی

ایمانداری پر بھی شک پیدا ہوتا ہے اور شاید اُس کو اپنی رُوح کی بھی قدر و منزلت معلوم نہیں۔

مرقس ۶: ۳۵-۴۶ (۳۵) جب دن بہت ڈھل گیا اُس کے شاگرد اُس کے پاس آ کر کہنے لگے یہ جگہ ویران ہے اور دن بہت ڈھل گیا ہے (۳۶) اُنہیں رُخصت کر تا کہ وہ چاروں طرف کی بستیوں اور گاؤں میں جا کر اپنے لئے کچھ کھانے کو مول لیں (۳۷) اُس نے اُن سے جواب میں کہا۔ تم ہی اُنہیں کھانے کو دو۔ اُنہوں نے اُس سے کہا۔ کیا ہم جا کر دو سَو دینار کی روٹیاں مول لائیں اور اُنہیں کھلائیں؟ (۳۸) اُس نے اُن سے کہا۔ تمہارے پاس کتنی روٹیاں ہیں؟ جاؤ۔ دیکھو۔ اُنہوں نے دریافت کر کے کہا۔ پانچ۔ اور دو مچھلیاں (۳۹) اُس نے اُنہیں حکم دیا کہ سب ہری گھاس پر جماعت جماعت کر کے بیٹھ جائیں (۴۰) پس وہ سَو سَو اور پچاس پچاس کی قطاریں باندھ کر بیٹھ گئے (۴۱) پھر اُس نے وہ پانچ روٹیاں اور دو مچھلیاں لیں اور آسمان کی طرف دیکھ کر برکت چاہی۔ اور روٹیاں توڑ کر شاگردوں کو دیتا گیا کہ اُن کے آگے رکھیں۔ اور وہ دو مچھلیاں بھی اُن سب میں بانٹ دیں (۴۲) پس وہ سب کھا کر سیر ہو گئے (۴۳) اور اُنہوں نے ٹکڑوں سے بارہ ٹوکریاں بھر کر اُٹھائیں اور کچھ مچھلیوں سے بھی (۴۴) اور جنہوں نے روٹیاں کھائیں وہ پانچ ہزار مرد تھے (۴۵) اور فی الفور اُس نے اپنے شاگردوں کو مجبور کیا کہ کشتی پر چڑھ کر اُس سے پہلے اُس پار بیت صیدا کو چلے جائیں جب تک وہ لوگوں کو رُخصت کرے (۴۶) اور اُنہیں رُخصت کر کے پہاڑ پر دُعا مانگنے گیا۔

ہمارے خداوند یسوع مسیح کے معجزوں میں سے جتنی دفعہ اس معجزے کا بیان انجیل میں

آیا ہے اُتنا اور کسی مُعجزے کا نہیں آیا۔ چاروں انجیلوں میں اس کا بیان پایا جاتا ہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ خدا کے کلام کے ہر تلاوت کرنے والے کو اس کی طرف معمول سے بڑھکر توجہ کرنی چاہئے۔

اس عبارت میں اوّل تو یہ بات قابلِ لحاظ ہے کہ ہمارے خداوند یسُوع مسیح کی قادرِ مطلق قدرت کا ثبوت اس معجزے میں ملتا ہے۔ اس میں ذکر ہے کہ ہمارے خداوند نے پانچ روٹیوں اور دو مچھلیوں سے پانچ ہزار کو سیر کیا۔ وہاں صاف لکھا ہے کہ اس بھیڑ کے پاس کھانے کو کچھ نہ تھا سوائے ان پانچ روٹیوں اور دو مچھلیوں کے۔ تو بھی یہ مندرج ہے کہ ہمارے خداوند نے ان روٹیوں اور مچھلیوں کو لیا۔ اُن پر برکت دی۔ اُن کو توڑ کر شاگردوں کو دیں تاکہ وہ لوگوں کے آگے رکھیں اور آخر میں یہ نتیجہ قلمبند ہُوا "وہ سب کھا کر سیر ہو گئے اور اُنہوں نے ٹکڑوں سے بارہ ٹوکریاں بھر کر اُٹھائیں"۔

لاکلام یہاں اُس کی قوتِ خالقہ کا ثبُوت ہے۔ کچھ حقیقی مادّی شئے پیدا ہو گئی جو پہلے موجود نہ تھی۔

یہاں اس قیاس کی گنجائش نہیں رہتی کہ آنکھوں کو دھوکا لگا۔ یا خیالی تصویر اُن کے سامنے آ گئی۔ پانچ ہزار بھوکے لوگ کبھی سیر نہیں ہو سکتے اگر وہ مادی روٹی اپنے مُنہ سے نہ کھالیتے۔ ٹکڑوں سے بھرے ہوئے بارہ ٹوکرے ہرگز اُٹھائے نہ جاتے اگر وہ پانچ روٹیاں اعجازی طور پر کثیر ہو جاتیں۔ المختصر یہ تو عیاں ہے کہ جس کے ہاتھ نے نیستی سے یہ جہان بنا دیا۔ وہی اس موقع پر موجود تھا۔ جس نے پہلے پہل سب کچھ خلق کیا اور جس نے بیابان میں مَن برسایا تھا اُس کے سوا کون اس بیابان میں دسترخوان بچھا سکتا تھا؟

ہر سچے مسیحی کا یہ فرض ہے کہ ایسے واقعات کو دل میں نقش کر رکھے اور ضرورت کے

وقت اُن کی یاد کریں۔ ہم ایک خراب جہان میں بستے ہیں۔ اور ہمارے رفیق معدودے چند ہیں اور کثرت ایسے لوگوں کی ہے جو ہمارے خلاف ہیں۔ اور ہمارے باطن میں ایک کمزور دل ہے اور ہمیشہ راہِ بہارت سے بھٹک جانے کو تیار ہے۔ ہر لحظہ ہمارے نزدیک ایک چالاک شیطان موجود ہے۔ وہ ہماری کمزوریوں کی تاک میں ہمیشہ لگا رہتا ہے اور ہمیں آزمائش میں ڈالنے کی فکر رکھتا ہے۔ ہم مدد کے لئے کس کے پاس جائیں؟ ہمارے ایمان کو کیا شئے ثابت قدم رکھیگی اور ہمیں ناامیدی کے دلدل میں پھنسنے سے بچائیگی؟ اس کا صرف ایک ہی جواب ہے ؟ ہم یسوع کی طرف نظر کریں۔ اُس کی قادرِ مطلق قدرت کا خیال کریں اور جو عجائبات اُس نے زمانۂ قدیم میں کئے تھے اُن کو سوچیں۔ ہم یاد کریں کہ اُس نے کس طرح سے اپنے لوگوں کے لئے عدم سے خوراک پیدا کر دی اور جو اُس کے پیچھے چلے آئے تھے اُن کی حاجتوں کو کیسے رفع کیا اور وہ بھی عین بیابان میں۔ اور جب ہم اِن خیالات پر غور کرینگے تو ہمیں ضرور یاد آئیگا کہ یسوع اب تک زندہ ہے۔ وہ کبھی نہیں بدلتا اور وہ ہماری طرف ہے۔

اس عبارت میں ہم ایک اور بات کو بھی سوچیں۔ کہ جب اس بڑی بھیڑ کو سیر کرنے کا معجزہ ہوچکا تو ہمارے خداوند کی روش کیا تھی۔ یوں لکھا ہے کہ "وہ انہیں رخصت کرکے پہاڑ پر دُعا مانگنے گیا"۔

اس ماجرے میں ایک گہری تعلیم پوشیدہ ہے۔ ہمارا خداوند آدمیوں کی تعریف کا خواہاں نہیں ہُوا۔ اپنے ایک بہت بڑے معجزے کے بعد وہ عالمِ تنہائی میں جا چھپتا ہے اور اپنا وقت دُعا میں کاٹتا ہے۔ جو تعلیم اُس نے لوگوں کو دی تھی اُس پر اُس نے خود عمل کیا۔

"جب تُو دُعا مانگے تو اپنی کوٹھڑی میں جا اور دروازہ بند کرکے اپنے باپ سے جو

پوشیدگی میں ہے دُعا مانگ"۔ جیسے قدرت کے کام اُس نے کئے اور کسی نے نہیں کئے۔ نہ کسی نے اُس جیسا قدرت کا کام کیا۔ نہ اُس کی مانند کوئی دُعا میں ایسا مشغول رہا۔

اس معاملہ میں ہمارے خداوند کی رَوِش ہمارا نمونہ ہو۔ ہم اُس کی طرح معجزے تو نہیں کر سکتے اس میں تو وہ یکتا ہے لیکن خلوتی عبادت میں ہم اُس کے نقشِ قدم پر چل سکتے ہیں اگر ایسا لک ہونے کی رُوح ہم میں ہے تو ہم دُعا مانگ سکتے ہیں۔ پہلے کی نسبت ہم زیادہ زیادہ دُعا مانگنے کا عزم کریں۔ ہم کوشش کرکے وقت۔ جگہ اور موقعہ نکالیں تاکہ ہم خدا کے ساتھ تنہائی میں رہیں۔ نہ صرف خدا کے لئے کام کرنے کی کوشش سے پہلے دُعا مانگیں بلکہ جب ہمارا کام ختم ہو تب بھی دُعا مانگیں۔

ہم سبھوں کے لئے یہ بہت اچھا ہوگا کہ اکثر ہم اپنی خلوتی دُعاؤں کے بارہ میں اپنی عادت کا امتحان کریں۔ دن کے چوبیس گھنٹوں میں ہم کس قدر وقت دُعا میں گزارتے ہیں؟ سال بہ سال ہم غور کریں کہ ہماری دُعاؤں میں کہاں تک سرگرمی۔ بھرپوری اور کثرت میں ترقی ہوئی ہے؟ ہم اپنے تجربہ سے "دعا مانگنے میں ہمیشہ جانفشانی کرنے" کے بارہ میں ہم کیا جانتے ہیں؟ (کلسیوں ۴ - ۱۲)۔ ایسی تحقیقات کرنے کے بعد ہمیں شرم آئیگی۔ لیکن کچھ مضائقہ نہیں کیونکہ ایسا کرنا ہماری رُوحوں کے لئے مفید ہے۔ مجھے تشویش ہے کہ مسیح کے نمونہ پر چلنے میں جس قدر ہم دُعا کے معاملہ میں قاصر رہے ہیں اور شاید کسی امر میں ایسے قاصر نہیں رہے۔ دُعا میں ہمارے خداوند کا زور سے چلّانا۔ آنسو بہانا۔ رات رات بھر خدا سے دُعا مانگنے میں گزارنا۔ باپ کے ساتھ رفاقت رکھنے کے لئے تنہا جگہوں میں چلا جانا۔ ایسے اُمور ہیں جن کا ذکر اور تعریف تو ہم بہت کیا کرتے ہیں لیکن عمل میں کوتاہی

کرتے ہیں۔ یہ دَوڑ بھاگ اور رل چل کا زمانہ ہے۔ اور اکثر ہمیں یہ آزمائش پیش آتی ہے کہ اپنے عبادت کے وقت کو گھٹا دیں اور اپنی دُعاؤں کو مختصر کریں۔ جب یہ حالت ہو تو کچھ تعجب نہیں کہ مسیح کی کلیسیا اپنے مطالبہ کی نسبت بہت کم کر رہی ہے۔ کلیسیا اپنے سر کے نمونہ پر چلنے کی زیادہ کوشش کرے۔ کلیسیا کے سر کا اپنی کو گھڑیوں میں وقت کاٹیں۔ "تمہیں اس لئے نہیں ملتا کہ مانگتے نہیں" (یعقوب ۴-۲)۔

مرقس ۶: ۴۷-۵۶ (۴۷) اور جب شام ہوئی تو کشتی جھیل کے بیچ میں تھی، اور وہ اکیلا خشکی پر تھا (۴۸) جب اُس نے دیکھا کہ وہ کھینے سے بہت تنگ ہیں کیونکہ ہوا اُن کے مخالف تھی۔ تو رات کے پچھلے پہر کے قریب وہ جھیل پر چلتا ہوا اُن کے پاس آیا۔ اور اُن سے آگے نکل جانا چاہتا تھا (۴۹) لیکن اُنہوں نے اُسے جھیل پر چلتے دیکھکر خیال کیا کہ بھوت ہے اور چلا اُٹھے (۵۰) کیونکہ سب اُسے دیکھکر گھبرا گئے تھے۔ مگر اُس نے فی الفور اُن سے باتیں کیں اور کہا۔ خاطر جمع رکھو۔ میں ہوں۔ ڈرو نہیں (۵۱) پھر وہ کشتی پر اُن کے پاس آیا اور ہوا تھم گئی۔ اور اپنے دل میں نہایت حیران ہوئے (۵۲) اس لئے کہ وہ روٹیوں کے بارے میں نہ سمجھے تھے بلکہ اُن کے دل سخت ہو گئے تھے۔ (۵۳) اور وہ پار جا کر گنیسرت کے علاقے میں پہنچے اور کشتی گھاٹ پر لگائی (۵۴) اور جب کشتی پر سے اُترے تو فی الفور لوگ اُسے پہچان کر (۵۵) اُس سارے علاقے میں چاروں طرف دوڑے۔ اور بیماروں کو چارپائیوں پر ڈال کر جہاں جہاں سُنا کہ وہ ہے وہاں وہاں لئے پھرے (۵۶) اور وہ خواہ گاؤنوں۔ خواہ شہروں۔ خواہ بستیوں میں جہاں کہیں جاتا تھا لوگ بیماروں کو بازاروں میں رکھکر اُس کی منت کرتے تھے کہ وہ صرف اُس کی پوشاک کا کنارہ چھو لیں۔ اور

جتنے اُسے چھُوتے تھے سب اچھے ہو جاتے تھے۔

جس واقعہ کا ذکر ان آیات میں آیا ہے وہ سارے ایمانداروں کی اس حالت کا نمونہ ہے جو مسیح کی پہلی اور دوسری آمدوں کے درمیان پائی جاتی ہے۔ اُن شاگردوں کیطرح ہم بھی طوفان کے تھپیڑے چاروں طرف سے کھا رہے ہیں اور اپنے خداوند کی مرئی حضوری سے محروم ہیں۔ ان شاگردوں کی طرح ہم بھی پھر اپنے خداوند کا مُبارک چہرہ دیکھینگے گو جب وہ واپس آئے نہایت تنگی کا وقت ہوگا۔ اُن شاگردوں کی طرح ہمارے لئے بھی سب چیزیں بدل کر بہتر ہو جائینگی جب ہمارا مالک ہمارے پاس واپس آئیگا۔ پھر طوفان ہمیں نہ ستائیگا۔ اُس وقت امن چین ہوگا۔

اس عبارت سے یہ نصیحت نکالنا محض خیالی اور وہمی نہیں۔ ہم شک نہ کریں کہ اُس کی زندگی کے ہر قدم میں ایک گہرے معنی چھپے ہیں جو "خدا جسم میں ظاہر ہُوا"۔ لیکن اس وقت ہم صرف چند عملی سبق نکالنے پر ہی کفایت کرینگے۔

اوّل تو اس مقام میں یہ غور کریں کہ ہمارا خداوند اپنے ایماندار لوگوں کی تکلیفوں کو دیکھتا ہے۔ یہ لکھا ہے کہ "کشتی جھیل کے بیچ میں تھی اور وہ اکیلا خشکی پر تھا"۔ اُس نے دیکھا کہ وہ کھینے سے بہت تنگ ہیں" تب وہ اُن کے پاس جھیل پر چلتے ہوئے گیا اور یہ کہکر اُن کے دل کو خوش کیا "میں ہوں ڈرو نہیں"۔ اُس کے کہتے ہی فوراً طوفان بند ہو گیا۔

سارے سچے ایمانداروں کے لئے یہاں تسلی کے خیالات پائے جاتے ہیں۔ خواہ وہ کسی جگہ ہوں کسی حالت میں ہوں خداوند یسوع اُنہیں دیکھتا ہے۔ خواہ وہ عالم تنہائی میں ہوں یا رفیقوں کے درمیان ہوں۔ خواہ حالت بیماری میں ہوں خواہ حالت صحت میں ہوں۔ خواہ سمندر میں ہوں خواہ زمین پر۔ خواہ خطرے کے خطرے میں ہوں۔

خواہ بیابان کے خطرے میں جس آنکھ نے شاگردوں کو طوفان میں پھنسا دیکھا وہ ہمیشہ ہمیں بھی دیکھ رہی ہے۔ ہم کبھی اتنی دُور نہیں ہوتے جہاں اُس کی رسائی نہ ہو۔ ہماری راہ کبھی اُس سے پوشیدہ نہیں۔ جس راہ پہ ہم جا رہے ہیں وہ جانتا ہے۔ اور وہ اب بھی ہماری مدد کر سکتا ہے شاید جس وقت ہم اُس سے مدد کی توقع کرتے ہوں وہ اُس وقت نہ پہنچے لیکن وہ ہمیں آخر تک محروم نہ رکھیگا جو جھیل پہ چل رہا تھا وہ کبھی نہیں بدلتا۔ وہ اپنے لوگوں کی مدد کے لئے عین وقت پہ پہنچیگا۔ گو وہ دیر کرے ہم صبر سے اُس کی انتظار کریں۔ یسُوع ہمیں دیکھتا ہے اور کبھی ہمیں ترک نہ کریگا۔

دوم۔ ہم یہ دیکھیں کہ جب شاگردوں نے ہمارے خداوند کو جھیل پہ چلتے پہلی دفعہ دیکھا تو وہ کیسے ڈر گئے۔ اُنہوں نے "خیال کیا کہ بھوت ہے اور چلا اُٹھے۔ کیونکہ سب اُسے دیکھکر گھبرا گئے تھے"۔

ان الفاظ میں فطرتِ انسانی کی کیسی تصویر کھینچی گئی ہے۔ جو کچھ شاگردوں نے دیکھا تھا اگر وہ آج دکھائی دیتا تو ہزاروں آدمی ایسا ہی کرتے جیسا شاگردوں نے کیا تھا۔ اگر آدمی رات کے وقت جہاز پہ سوار ہوتے اور طوفان آ جاتا اور اچانک کسی کو پانی پہ چلتے دیکھتے کہ وہ جہاز کی طرف آ رہا ہے تو کتنے تھوڑے اطمینان خاطر سے رہ سکتے اور خوف نہ کھاتے۔ ان ناخواندہ شاگردوں کی خوفزدگی دیکھکر اگر کوئی ہنسے تو ہنسنے دو۔ اور زمانہ حال میں جو عقلی ترقی ہوئی اور علم پھیل گیا ہے اُس پر اگر فخر کرنا چاہیں تو کرنے دو لیکن ہم یقین سے کہہ سکتے ہیں کہ اگر آج وہی نظارہ دیکھنے میں آتا جو شاگردوں نے دیکھا تھا تو اُن سے بڑھکر کسی کو جُرأت نہ ہوتی۔ دلیر سے دلیر غیر مومن اکثر پرلے درجے کے بُزدل ثابت ہوئے جب اُنہوں نے رات کے وقت ایسی شکلیں دیکھیں جن کی اُن کو توقع نہ تھی۔

سچ تو یہ ہے کہ یہ کچھ انسانی فطرت میں داخل ہے کہ جب کوئی ایسا نظارہ اُن کو نظر آتا

ہے جو اُن کے خیال میں دوسرے جہان سے علاقہ رکھتا ہے تو وہ کچھ گھبرا جاتا ہے۔
اس احساس کو بعض لوگ لاپرواہی دکھا کے چھپانا چاہتے ہیں لیکن پھر بھی دل میں قائل ہیں کہ ایسے مرئی اور غیر مرئی وجود ہیں کہ جو زندگی ہم جسم میں بسر کر رہے ہیں وہی ایک تنہا زندگی نہیں جو ہمارا حصہ و تجربہ ہو۔ بھوت پریت کے قصے کہانیاں نادانی اور وہم کا نتیجہ ہیں اور سادہ لوح لوگوں کے دلوں میں جو خوف پیدا ہوتا ہے اُسی پر ان کا دارومدار ہے لیکن چونکہ ایسی کہانیاں عالمگیر ہیں اور سارے جہان میں پائی جاتی ہیں اس لئے یہ امر غور طلب ہے: غیر مرئی اشیا پر پوشیدہ ایمان کا یہ ایک ثبوت ہیں۔ جیسے جعلی سکہ اس امر کا ثبوت ہے کہ کوئی کھرا سکہ ہے۔
یہ ایک خاص شہادت ہے جس کا رد کرنا غیر مومن لوگوں کے لئے دشوار ہے۔ یہ اس امر کا ثبوت ہے کہ انسان کے باطن میں کوئی ایسی بات ہے جو قبر سے دوسری طرف کے جہان پر دلالت کرتی ہے اور جب لوگوں کو اس کا احساس ہوتا ہے تو وہ ڈر جاتے ہیں۔
ہر سچے مسیحی کا یہ صاف فرض ہے کہ غیر مرئی جہان کے سارے خوفوں کے خلاف کوئی تریاق حاصل کرے اور یہ تریاق ایک غیر مرئی نجات دہندہ پر ایمان لانا۔ اور اُس کے ساتھ متواتر شراکت رکھنا ہے۔ اس تریاق سے مسلح ہو کر اور اُس غیر مرئی کو دیکھ کر کوئی شے ہمیں دہشت زدہ نہیں کر سکتی۔ ہم روحوں کے جہان کی طرف برابر سفر کرتے ہیں۔ ہم اب بھی بہت خطروں سے گھرے ہوئے ہیں لیکن جب یسوع ہمارا چوپان ہے تو ہمیں خوف کھانے کی ضرورت نہیں۔ جب وہ ہماری سپر ہے تو ہم محفوظ ہیں۔
اس باب کے اس آخری حصہ میں ہم یہ بھی دیکھتے ہیں کہ ہم پر جو دوسروں کا فرض ہے اُس کا کیسا عمدہ نمونہ یہاں پایا جاتا ہے۔
یہاں یہ لکھا ہے کہ جب ہمارا خداوند گنیسرت کے علاقہ میں آیا تو لوگ "اُس سارے علاقہ میں چاروں طرف دوڑے" اور بیماروں کو چارپائیوں پر ڈال کر ... لئے پھرے"۔

جہاں جہاں سُنا کہ وہ ہے وہاں وہاں لئے پھرے۔" خواہ گانوؤں۔ خواہ شہروں۔ خواہ بستیوں میں جہاں کہیں جاتا تھا لوگ بیماروں کو بازاروں میں رکھکر اُس کی منت کرتے تھے کہ وہ صرف اِس کی پوشاک کا کنارہ چھولیں۔"

ہمارے لئے بھی یہ ایک نمونہ ہے۔ ہم بھی جا کر ایسا ہی کریں جن کو رُوحانی دوا کی ضرورت ہے اُن کو ہم اِس روحانی حکیم یسُوع کے پاس لے آئیں تا کہ وہ شفا حاصل کریں۔ ہر روز رُوحیں مر رہی ہیں۔ وقت تھوڑا ہے اور موقعے چلے جا رہے ہیں۔ رات آ رہی ہے جب کوئی آدمی کام نہیں کر سکتا۔ ہم محنت کر کے مردوں اور عورتوں کو یسُوع مسیح کی انجیل سُنائیں تا کہ وہ نجات پائیں۔ یہ کیسا تسلی بخش خیال ہے کہ "جتنے اُسے چھُوتے تھے سب اچھے ہو جاتے تھے۔"

مرقس ۷: ۱-۱۳ (۱) پھر فریسی اور بعض فقیہ اُس کے پاس جمع ہوئے۔ وہ یروشلیم سے آئے تھے (۲) اور اُنہوں نے دیکھا کہ اُس کے بعض شاگرد ناپاک یعنی بن دھوئے ہاتھوں سے روٹی کھاتے ہیں (۳) کیونکہ فریسی اور سب یہودی بزرگوں کی روایت پر قائم رہنے کے سبب جب تک اپنے ہاتھ خوب دھو نہ لیں نہیں کھاتے (۴) اور بازار سے آ کر جب تک غسل نہ کر لیں نہیں کھاتے اور بہت سی اَور باتیں ہیں جو قائم رکھنے کے لئے بزرگوں سے اُنہیں پہنچی ہیں۔ جیسے پیالوں اور لوٹوں اور تانبے کے برتنوں کا دھونا (۵) پس فریسیوں اور فقیہوں نے اُس سے پُوچھا۔ کیا سبب ہے کہ تیرے شاگرد بزرگوں کی روایت پر نہیں چلتے۔ بلکہ ناپاک ہاتھوں سے روٹی کھاتے ہیں (۶) اُس نے اُن سے کہا۔ یشعیاہ نے تم ریاکاروں کے حق میں کیا خوب نبوت کی۔ جیسا کہ لکھا ہے "یہ اُمت زبان سے تو میری عزت کرتی ہے مگر اُن کا دل مجھ سے دُور ہے (۷) اور یہ بیفائدہ میری پرستش کرتے ہیں۔

کیونکہ آدمیوں کے حکموں کی تعلیم دیتے ہیں (۸) تم خدا کے حکم کو ترک کر کے آدمیوں کی روایت کو قائم رکھتے ہو (۹) اور اُس نے اُن سے کہا۔ تم اپنی روایت کے ماننے کے لئے خدا کے حکم کو کیا خوب باطل کرتے ہو! (۱۰) کیونکہ موسیٰ نے فرمایا ہے کہ اپنے باپ کی اور اپنی ماں کی عزت کر۔ اور جو کوئی باپ یا ماں کو بُرا کہے وہ ضرور جان سے مارا جائے (۱۱) لیکن تم کہتے ہو۔ اگر کوئی باپ یا ماں سے کہے کہ جس چیز کا تجھے مجھ سے فائدہ پہنچ سکتا تھا وہ قربان یعنی خدا کی نذر ہو چکی (۱۲) تو تم اُسے پھر باپ یا ماں کی کچھ مدد کرنے نہیں دیتے (۱۳) یوں تم خدا کے کلام کو اپنی روایت سے جو تم نے جاری کی ہے باطل کر دیتے ہو۔ اور ایسے بہتیرے کام کرتے ہو۔"

اس عبارت میں انسانی فطرت کی ایک عبرت انگیز تصویر دکھائی گئی ہے کہ وہ مذہب میں کیا کچھ کر سکتی ہے۔ جو لوگ مسیح کی کلیسیا کی ترقی چاہتے ہیں وہ اس عبارت کو بار بار غور سے پڑھیں۔

اوّل۔ اِن آیات میں جو غور طلب امر ہے وہ یہ ہے کہ جب ہمارا خداوند اس زمین پر آیا اُس وقت یہودی دین کیسی ذلت و پست حالت میں تھا۔ جو بیان ہمارے سامنے ہے اُس سے بڑھ کر قابلِ افسوس کیا ہوگا؟ یہودی قوم کے بڑے بڑے معلم عیب جوئی کرتے ہیں "کیونکہ اُس کے بعض شاگرد ناپاک یعنی بن دھوئے ہاتھوں سے روٹی کھاتے تھے"۔ وہ لوگ "پیالوں اور لوٹوں اور تانبے کے برتنوں کے" دھونے پر بڑا زور دیتے تھے۔ المختصر جو لوگ انسانی اختراع کردہ ریت رسوم کے بڑے پابند ہوتے وہی سب سے پاک لوگ سمجھے جاتے تھے۔

جس قوم کی یہ حالت تھی۔ اُس پر دُنیا میں سب سے بڑے احسان ہوتے تھے۔ اسی قوم کو کوہِ سینا پر شریعت ملی۔ خدا کی عبادت کے قوانین۔ کہانت کا انتظام۔ عہد اور وعدے اِن کو ملے۔ موسیٰ اور سموئیل اور داؤد اور انبیا اسی اُمت کے درمیان پیدا

ہو گئے اور مر گئے۔ جس قدر رُوحانی حقوق اس قوم کو حاصل ہوئے دُنیا پر اَور کسی قوم کو حاصل نہ تھے۔ اور جس قدر اِن حقوق کا بُرا استعمال اس قوم نے کیا اَور کسی قوم نے نہیں کیا اور اُن رحمتوں کو بالکل ترک کر دیا۔ کن دن کبھی ایسا بے چلا نہیں ہُوا تھا۔ کہاں وہ دین جو اشعیا اور مزامیر کی کتابوں میں مذکور ہے اور کہاں یہ دین یعنی برتنوں اور پیالوں کے دھونے کا دین۔ کچھ تعجب نہیں کہ جن دنوں میں ہمارا خداوند اس زمین پر تھا اُس نے اس اُمت کو ایسا پایا جیسے بھیڑیں بغیر گڈریے کے ہوتی ہیں۔ خدا کی صداقت پر ایمانداری سے چلنے کے بغیر محض رسمیات کی پابندی انسان کے ضمیر کو روشن اور دلوں کو پاک نہیں کر سکتی۔

یہودی کلیسیا کی تاریخ ہمارے لئے ایک عبرت ہے کہ کہیں ہم جھوٹی تعلیم ہیچ نہ سمجھیں۔ اگر ہم ایک لحظہ کے لئے اسے جاری رہنے دینگے تو نہ معلوم یہ کہاں تک ترقی کر جائیگی۔ یا دین کو کیسی پست حالت میں یہ دھکیل دیگی۔ صداقت کی شاہراہ کو جہاں کسی نے چھوڑا تو فقیہوں اور فریسیوں کی طرح "برتنوں اور پیالوں" کے دھونے والے وہ بنے۔ جب کوئی خدا کے کلام کی طرف سے ایک ساعت کے لئے مُنہ پھیر لیتا ہے تو کوئی بھی ایسی کمینی اور نامعقول بات نہیں جس کا وہ مرتکب نہ ہو سکے۔ مسیح کی کلیسیا کی بعض شاخیں اب بھی ایسی ہیں جن میں کتابِ مقدس کی تلاوت کبھی نہیں ہوتی اور انجیل سُنائی نہیں جاتی۔ ان شاخوں میں دین صرف چند بے معنی رسُوم کے ماننے اور انسانی اختراع کردہ چند روزے اور تہواروں کے ماننے پر مشتمل ہے۔ اِن شاخوں نے یہودی کلیسیا کی طرح شروع تو اچھا کیا تھا لیکن اُسی کلیسیا کی طرح اُس کا انجام ایسا خراب ہُوا۔ تھوڑا خمیر سارے لوندے کو خمیر کر ڈالتا ہے۔ جو ایمان مقدسوں کے سُپرد ہُوا تھا اُس کو ہم کوشش سے صحیح و سالم رکھیں۔

دوم۔ خدا کی عبادت میں محض زبانی عبادت بے سُود ہے۔ پُرانے عہدنامے سے

حوالہ دیکر ہمارے خداوند نے اس سبق پر زور دیا۔ "یشعیاہ نے تم ریاکاروں کے حق میں کیا خوب نبوت کی۔ یہ اُمت زبان سے تو میری عزت کرتی ہے۔ مگر ان کا دِل مجھ سے دُور ہے"۔

خداوند مذہبی معاملات میں دِل ہی پر خاص نظر ڈالتا ہے۔ سر کا جُھکانا۔ گھٹنوں کا ٹیکنا۔ چہرہ کا سنجیدہ بنانا۔ آمین آمین کہنا اِن سے اِنسان حقیقی پرستار نہیں بن جاتا۔ خدا کی آنکھیں زیادہ گہری نظر ڈالتی ہیں۔ وہ دِلی عبادت طلب کرتا ہے۔ وہ ہم میں سے ہر ایک کو یہ کہتا ہے "اے میرے بیٹے اپنا دِل تو مجھے دے" (امثال ۲۳:۲۶) ہم جماعتوں میں اِس بات کو یاد رکھیں۔ اگر ہم اپنے دِلوں کو گھر چھوڑ آتے ہیں تو بدنوں کو گرجا میں لے جانے سے کیا فائدہ۔ اِنسان کی آنکھ ہمارے اِس عیب کو شاید نہ پکڑ سکے۔ شاید ہمارا پاسٹر ہمیں پسند کرتا ہو۔ شاید ہمارے پڑوسی ہمیں مسیحی زندگی کا نمونہ سمجھتے ہوں گو گیتوں اور دُعاؤں میں ہماری آواز سب سے زیادہ سُنائی دیتی ہو۔ اگر ہمارے دُور ہوں تو خدا کی نظر میں وہ ہیچ سے بھی بدتر ہیں جو خیالوں کا جانچنے والا اور دِلوں کے راز سے آگاہ ہے اُس کے آگے یہ لکڑی اور گھاس پھوس کی مانند ہیں۔

اپنی خلوتی عبادت میں ہم اِس امر کو بخوبی یاد رکھیں۔ اگر ہمارے دِل اور زبان ساتھ ساتھ نہ چلیں تو عمدہ الفاظ استعمال کرنے پر قناعت نہ کریں۔ جب ہم گھٹنے ٹیکے ہوں اور ہمارے خیالات بھٹکتے پھرتے ہوں تو طُول طویل دُعاؤں سے کیا فائدہ۔ خدا دیکھتا ہے کہ ہم کیا کر رہے ہیں اور ہماری نذروں کو رد کر دیتا ہے وہ دِلی دُعاؤں کو ہی سُننا پسند کرتا ہے۔ گو ہماری مناجاتیں ہماری نظروں میں کمزور اور ذلیل معلوم ہوں خواہ وہ عمدہ اور چیدہ الفاظ میں بیان نہ ہوں اور اگر لکھی جائیں تو وہ سمجھ میں بھی نہ آسکتیں لیکن اگر وہ راست دِل سے صادر ہوئی

ہیں تو خدا اُن کو سمجھ لیتا ہے۔ ایسی ہی دعاؤں میں اُس کی خوشی ہے۔

سوم۔ اِن آیات میں یہ بات بھی قابلِ توجہ ہے۔ کہ انسانی اختراع کردہ باتوں میں یہ میلان پایا جاتا ہے کہ وہ خدا کی باتوں کی جگہ چھین لیں۔ ہمارے خداوند نے فریسیوں پر تین دفعہ یہ الزام لگایا "تم اپنی روایت کے ماننے کے لئے خدا کے حکم کو کیا خوب باطل کرتے ہو"۔ "تم خدا کے حکم کو ترک کر کے آدمیوں کی روایت کو قائم رکھتے ہو"۔ "تم خدا کے کلام کو اپنی روایت سے .... باطل کر دیتے ہو"۔ فریسیوں نے پہلا قدم یہ اُٹھایا کہ اپنی روایتوں کو خدا کے کلام کا مفید تتمہ ٹھیرایا۔ دوسرا قدم یہ تھا کہ اُن کو خدا کے کلام کے برابر درجہ دیا۔ آخری قدم یہ تھا کہ خدا کے کلام سے بڑھکر اُن کی عزت کی۔ اور خدا کے کلام کو ادنےٰ درجہ دیا۔ جب ہمارا خداوند زمین پر آیا تو اُس نے یہ حالت پائی۔ عملی طور پر انسانی روایات ہی سب کچھ تھیں اور خدا کا کلام کچھ نہ تھا۔ انہی روایات کی پابندی حقیقی دین سمجھا جاتا تھا۔ اور خدا کے کلام کی اطاعت کو لوگوں نے نظر انداز کر دیا۔ یہ جائے افسوس ہے کہ ایسے معاملہ میں مسیحی بھی اکثر فریسیوں کے نقش قدم پر چلے اور یہ بات بار بار وقوع میں آئی ہے۔ اور ویسے ہی نتائج پیدا ہوئے۔ انسانی اختراع کی پابندی پر مسیحیوں کو زور دیا گیا۔ یہ رسُوم گو ظاہراً مفید اور نیک نیتی پر مبنی تھیں لیکن خدا کے کلام میں کہیں ان کا حکم نہیں دیا گیا۔ اور انہیں رسُوم پر اکثر خدا کے کلام سے بڑھکر زور دیا گیا اور خدا کے کلام سے بڑھکر ان کی حمایت کی گئی۔ اِس کی مثالیں ڈھونڈنی نہیں پڑتیں۔ ہماری کلیسیا کی تاریخ ان سے بھری پڑی ہے۔

ہم کوئی بات خدا کے کلام پر ایسی ایزاد نہ کریں جس کو ہم نجات کے لئے ضروری سمجھنے لگیں۔ ایسا کرنے سے خدا ہمیں دل کے اندھاپن کی سزا دیتا ہے۔ ایسا کرنا

تو گویہ کہنا ہے کہ بائبل کامل نہیں۔ کہ خدا کی نسبت ہم بہتر سمجھتے ہیں کہ انسان کی نجات کے لئے کیا کچھ ضرور ہے۔ جیسے خدا کے کلام میں سے کچھ گھٹانے کے ذریعہ خدا کے کلام کی سند کو ہم توڑ دیتے ہیں ویسے ہی اُس پر کچھ ایزاد کرنے کے ذریعہ سے۔ صرف بائبل ہی ہمارے ایمان کا قانون ہو۔ اِس میں نہ کچھ بڑھایا جائے نہ گھٹایا جائے۔

چہارم ۔ دین میں جو باتیں انسان نے اختراع کیں اور جو خدا کے کلام کے مطابق ہیں اُن میں ہم بخوبی امتیاز کریں۔ جو کچھ خدا نے حکم دیا وہ نجات کے لئے ضروری ہے اور جس کا حکم اِنسان نے دیا وہ ضروری نہیں۔ جو باتیں انسان نے اختراع کیں حسب زمانہ وہ مفید ہوں لیکن نجات ان کے ماننے پر موقوف نہیں۔ جو خدا کا حکم ہے وہ ابدی زندگی کے لئے لازمی ہے جو اِرادتاً ایسے احکام کو توڑتا ہے وہ اپنی رُوح کو برباد کرتا ہے۔

مرقس ۷: ۱۴-۲۳ (۱۴) اور وہ لوگوں کو پھر پاس بُلا کر اُن سے کہنے لگا کہ تم سب میری سُنو اور سمجھو (۱۵) کوئی چیز باہر سے آدمی میں داخل ہو کر اُسے ناپاک نہیں کر سکتی۔ مگر جو چیزیں آدمی میں سے نکلتی ہیں وہی آدمی کو ناپاک کرتی ہیں (۱۶) اور جب وہ بھیڑ کے پاس سے گھر میں گیا تو اُس کے شاگردوں نے اُس سے اِس تمثیل کے معنے پُوچھے (۱۷) اُس نے اُن سے کہا۔ کیا تم بھی ایسے بے سمجھ ہو؟ کیا تم نہیں سمجھتے کہ کوئی چیز جو آدمی کے اندر جاتی ہے اُسے ناپاک نہیں کر سکتی (۱۸) اِس لئے کہ وہ اُس کے دِل میں نہیں بلکہ پیٹ میں جاتی ہے اور پائخانے میں نکل جاتی ہے؟ یہ کہکر اُس نے تمام کھانے کی چیزوں کو پاک ٹھہرایا (۱۹) پھر اُس نے کہا۔ جو آدمی میں سے

نکلتا ہے وہی آدمی کو ناپاک کرتا ہے (۲۱) کیونکہ اندر سے یعنی آدمی کے
دِل سے بُرے خیال ۔حرامکاریاں (۲۲) چوریاں ۔خونریزیاں ۔زناکاریاں۔
لالچ ۔ بدیاں ۔مکر ۔شہوت پرستی ۔ بدنظری ۔ بدگوئی ۔شیخی ۔بیوقوفی نکلتی ہے۔
(۲۳) یہ سب بُری باتیں اندر سے نکل کر آدمی کو ناپاک کرتی ہیں

اِس عبارت سے ظاہر ہے کہ رُوحانی باتوں کے سمجھنے میں لوگ کیسے کُند ذہن ہوتے ہیں۔ ہمارے خداوند نے لوگوں سے یہ کہا "تم سب میری سُنو اور سمجھو"۔ اور اُس نے اپنے شاگردوں سے یہ کہا "کیا تم بھی ایسے بے سمجھ ہو"؟

انسانی فطرت کا بگاڑ ایک عالمگیر بیماری ہے۔ اِس کا اثر نہ صرف انسان کے دل ۔ ارادہ اور تمیز پر ہُوا بلکہ اُس کے مزاج ۔ یادداشت اور دماغ پر بھی ہُوا۔ ایک شخص دُنیاوی اُمور میں بڑا تیز فہم اور ہوشیار ہوتا ہے لیکن وہی شخص اکثر مسیحی دین کی سادہ تعلیم کے سمجھنے میں بھی قاصر ہوتا ہے۔ وہ انجیل کی سلیس دلائل کو بھی اکثر گرفت نہیں کر سکتا۔ بشارتی تعلیم کے صریح بیانات اُس کے نزدیک بے معنی ہوتے ہیں وہ اُنہیں جہالت یا راز کہہ کر ٹال دیتا ہے۔ اُس کے کانوں میں اُن کی آواز ایسی ہی پڑتی ہے جیسے کوئی اجنبی بولی ہو جس کا اِکّا دُکّا لفظ تو سمجھ میں آجاتا ہو لیکن کُل کا مقصد اُس کی عقل میں نہیں آتا "دُنیا نے اپنی حکمت سے خدا کو نہ جانا" (۱ کرنتھی ۱-۲۱)۔ لفظوں کی آواز تو اُس کے کان میں آتی ہے لیکن وہ سمجھتا کچھ نہیں۔

اگر ہم عرفانِ الٰہی میں ترقی کرنا چاہتے ہیں تو ہم ہر روز رُوح القدس کی تعلیم کے لئے دُعا مانگیں۔ اُس کے بغیر اعلیٰ سے اعلیٰ عقل اور مضبوط سے مضبوط دلائل بے سُود ٹھہرینگی۔ بائبل کے پڑھنے ۔ وعظوں کے سُننے میں ہر بات کا انحصار اِس امر پر ہے کہ ہم کس طبیعت سے اُس کو پڑھتے اور سُنتے ہیں۔ فروتنی سیکھنے میں بچوں کی سی سادہ اور

آرزومند طبیعت کامیابی کا بڑا راز ہے۔ جو شخص اکثر داؤد کی طرح یہ دُعا مانگا کرتا ہے وہ کیسا مبارک ہے "مجھے اپنے حقوق سکھا" (زبور ۱۱۹-۶۴) ایسا شخص نہ صرف سُننے والا بلکہ سمجھنے والا بھی ہو گا۔

دوم۔ خدا کی نظر میں آلودگی اور ناپاکی کا خاص سرچشمہ دِل ہے۔ اخلاقی پاکیزگی۔ طہارت بدنی۔ چھونے یا نہ چھونے۔ کھانے یا نہ کھانے پر مبنی نہیں جیسا کہ فریسی اور فقیہی سکھاتے تھے۔ "کوئی چیز جو باہر سے آدمی کے اندر جاتی ہے اُسے ناپاک نہیں کر سکتی۔۔۔ بلکہ جو آدمی میں سے نکلتا ہے وہی آدمی کو ناپاک کرتا ہے"۔

اِن الفاظ میں ایک گہری صداقت چھپی ہے جسے اکثر لوگ نظر انداز کر دیتے ہیں۔ ہماری موروثی خطا اور گُناہ کی طرف ہمارے طبعی میلان پر شاذ و نادر لوگ کافی توجہ کرتے ہیں۔ اکثر یہ کہتے ہیں کہ آدمی کی بدی بد نمونہ سے پیدا ہوتی ہے یا بُری صحبت سے۔ یا خاص آزمائشوں سے یا شیطان کے پھندوں سے لیکن وہ یہ بھول جاتے ہیں کہ ہر آدمی کے اندر بدی کا ایک چشمہ موجود ہے۔ بُری صحبت ہی ہمیں بد راہی نہیں سکھاتی نہ شیطان ہی ہمیں آزمائش میں ڈالتا ہے۔ اِس فلک کے نیچے ہر ممکن گناہ کا آغاز ہمارے اندر ہی سے ہوتا ہے۔

بچوں کی تعلیم و تربیت میں ہم اِسے یاد رکھیں۔ ہم اپنے سارے انتظام میں یہ فراموش نہ کریں کہ ساری شرارت اور بدی کے بیج اُن کے دِل ہی میں موجود ہیں۔ لڑکے لڑکیوں کو گھر پر رکھنا اور ظاہرا آزمائش سے محفوظ رکھنا کافی نہیں۔ ان کے اندر ایک ایسا دِل پایا جاتا ہے جو ہر وقت گُناہ کرنے کو تیار رہے اور جب تک وہ دِل نہ بدلے۔ خواہ ہم کچھ ہی کریں وہ محفوظ نہیں۔ جب بچے خطا کرتے ہیں تو ہم عموماً اُسے بُری صُحبت سے منسوب کرتے ہیں لیکن یہ تو محض جہالت۔ نادانی اور

اندھاپن ہے۔ لاکلام بدصحبت بہت خراب ہے اور اُس سے حتی الامکان بچوں کو بچانا چاہئے لیکن " بچوں کا دل بشرطیکہ بدل کر نیا نہ ہو جائے جس قدر بدی کی تلقین کرتا ہے اُس سے آدھا بھی بُری صحبت نہیں سکھاتی۔ ساری بدی کا سرچشمہ ہمارے باطن میں ہے۔ والدین جس قدر بُری صحبت سے بچانے میں سرگرمی دکھاتے ہیں اگر اُس سے آدھی سرگرمی بھی بچوں کے دل کی تبدیلی کے لئے دُعا مانگا کرتے تو لاکلام نتیجے بہت بہتر نکلتے۔

سوم۔ دِل کے اندر کس قدر بدیاں پائی جاتی ہیں" آدمی کے دِل سے بُرے خیال۔ حرامکاریاں۔ چوریاں۔ خونریزیاں۔ زناکاریاں۔ لالچ۔ بدیاں۔ مکر۔ شہوت پرستی۔ بدنظری۔ بدگوئی۔ شیخی۔ بیوقوفی نکلتی ہیں"۔

جب ہم اِن الفاظ کو پڑھیں تو ہم یاد رکھیں کہ ہمارا خداوند عام انسانی دل کا نقشہ دکھا رہا ہے۔ وہ کسی بدمعاش یا جیل خانہ کے قیدی کے دِل کا بیان نہیں کر رہا ہے بلکہ کُل نوعِ انسان کے دِل کا۔ ہم میں سے ہر ایک خواہ اعلیٰ ہو یا ادنیٰ۔ دولتمند ہو یا غریب۔ آقا ہو یا نوکر۔ بُوڑھا ہو یا جوان۔ عالم ہو یا نادان۔ ہم سب طبعی طور پر ایسا ہی دِل رکھتے ہیں جیسا ہمارے خداوند نے بیان کیا۔ اِن ساری بدیوں کے بیج ہم سبھوں کے اندر چھپے رہتے ہیں۔ شاید وہ ساری عُمر چھپے رہیں یا اُن کے بدنتیجے کا خوف اُنہیں دبائے رکھے۔ یا زبانِ خلق کا ڈر۔ شہرت کا خوف۔ معزز ظاہر ہونے کی خواہش اُن کو پھُولنے پھَلنے نہ دے لیکن سب سے بڑھکر خدا کا فضل اُن کو دبا سکتا ہے لیکن اِس میں تو کوئی شک نہیں کہ ہر گُناہ کی جڑ ہر انسان کے دل میں موجود ہے۔

اِن آیات کو پڑھکر ہم سر نیچا کریں۔ ہم خدا کی نظر میں گندی دھجی کی طرح ہیں۔ (یسعیاہ ۶۴: ۶)۔ وہ ہم میں سے ہر ایک میں بے شمار بدیاں دیکھتا ہے۔

اِن سارے گُناہوں میں سے جن کے ہم مُرتکب ہوتے ہیں اپنے تئیں راستباز سمجھنا سب سے بڑا گُناہ ہے۔
اِن آیات کو پڑھکر ہم انجیل کا شکریہ ادا کریں۔ ہماری ساری بگڑی طبیعت کا علاج وہاں ملتا ہے۔ مسیح کا خُون ہمیں سارے گُناہ سے پاک کرتا ہے۔ خدا کا رُوح القدس ہمارے گُناہ آلُودہ دِلوں کو بھی بدل سکتا ہے اور جب بدل گیا تو پاک رکھ سکتا ہے جو شخص انجیل پر فخر نہیں کرتا وہ اپنے باطن کی بیماری سے آگاہ نہیں۔
اگر ہم اِن آیات کو یاد رکھیں تو ہم کیسے ہوشیار رہینگے۔ ہم اپنے تصورات۔ اپنی زبانوں۔ اور روزمرہ رَوش پر پہرہ دینگے۔ بدیوں کی اِس فہرست کے شروع میں "بُرے خیال" کا نام ہے۔ ہم یہ کبھی نہ بُھولیں۔ خیالات میں سے الفاظ و افعال پیدا ہوتے ہیں۔ ہم خدا کے فضل کے لئے ہمیشہ دُعا مانگیں کہ وہ ہمارے خیالات کو قابو میں رکھے اور ہم دِلی جوش کے ساتھ پُکاریں "ہمیں آزمائش میں نہ لے جا۔"

مرقس ۷: ۲۴-۳۰ - پھر وہاں سے اُٹھکر صُور اور صیدا کی سرحدوں میں گیا۔ اور ایک گھر میں داخل ہُوا اور نہ چاہتا تھا کہ کوئی جانے۔ مگر پوشیدہ نہ رہ سکا (۲۵) بلکہ فی الفور ایک عورت جس کی چھوٹی بیٹی میں ناپاک رُوح تھی اُس کی خبر سُن کر آئی۔ اور اُس کے قدموں پر گری (۲۶) یہ عورت یُونانی تھی۔ اور قوم کی سُورُفینیکی۔ اُس نے اُس سے درخواست کی کہ بدرُوح کو میری بیٹی میں سے نکال (۲۷) اُس نے اُس سے کہا کہ پہلے لڑکوں کو سیر ہونے دے۔ کیونکہ لڑکوں کی روٹی لے کر کُتّوں کو ڈال دینی اچھی نہیں۔ (۲۸) اُس نے جواب میں کہا۔ ہاں خداوند۔ کُتّے بھی میز کے تلے لڑکوں کی

روٹی کے ٹکڑوں میں سے کھاتے ہیں (۲۹) اُس نے اُس سے کہا۔ اس کلام کے سبب جا۔ بدرُوح تیری بیٹی سے نکل گئی ہے (۳۰) اور اُس نے اپنے گھر میں جاکر دیکھا کہ لڑکی پلنگ پر پڑی ہے اور بدرُوح نکل گئی ہے۔

جس عورت کا یہاں ذکر ہے اُس کے بارہ میں ہمیں کچھ بھی معلوم نہیں سوائے اِس کے جو یہاں مذکور ہے۔ اُس کا نام اُس کی پہلی تاریخ۔ جس طریقے سے اُس نے ہمارے خداوند کی تلاش شروع کی گو وہ غیر قوم عورت تھی اور صور صیدا کی سرحدوں میں رہتی تھی۔ یہ ساری باتیں ہم سے پوشیدہ ہیں جو چند اُمور اس عورت کے بارہ میں مذکور ہیں اُن میں بیش بہا تعلیم پائی جاتی ہے۔ ہم اُس پر غور کریں اور اُس سے حکمت سیکھیں۔

اِس عبارت میں دُوسروں کے لئے دُعا مانگنے کی ہمت افزائی ہے۔ جس عورت کا یہاں ذکر ہے وہ بڑی مصیبت میں تھی۔ اُس کی عزیز بچی کو بدرُوح کا آسیب تھا۔ وہ ایسی حالت میں تھی جس میں کوئی تعلیم دِل پر مؤثر نہ ہو سکتی تھی اور نہ کوئی دوا بدن کو فائدہ پہنچا سکتی تھی۔ یہ حالت موت سے دوم درجے پر تھی۔ اُس نے یسُوع کے بارہ میں سُنا اور اُس کی منّت کی کہ "بدرُوح کو میری بیٹی میں سے نکال"۔ یہ لڑکی اپنے لئے دُعا نہ مانگ سکتی تھی لیکن ماں نے اُس کے لئے دُعا مانگی۔ اور مانگتی چلی گئی جب تک کہ اُس کی مُراد حاصل نہ ہوئی جس کے علاج سے انسانی وسائل قاصر تھے دُعا نے وہ علاج کر دیا۔ ماں کی دُعا کے وسیلے بیٹی نے شفا حاصل کی۔ اپنے لئے وہ لڑکی ایک لفظ بھی نہ کہہ سکتی تھی۔ لیکن اُس کی طرف سے ماں نے خداوند سے درخواست کی اور اُس کی درخواست رائگاں نہ گئی۔ گو اُس کی حالت نااُمیدی اور مایوسی کی تھی لیکن اُس کی ماں دُعا مانگنے والی تھی اور جہاں

دُعا مانگنے والی ماں ہو وہاں ہمیشہ اُمید ہے۔

جو راستی کی تعلیم یہاں ہے وہ بڑی اہم تعلیم ہے۔ یہ اکیلا واقعہ اِس قسم کا نہیں۔ بائبل میں سفارشی دُعا کا فرض بہت مثالوں کے ذریعہ سکھایا گیا ہے۔ کتابِ مقدس میں اِن مثالوں کی ایک طویل فہرست پائی جاتی ہے جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ دُوسروں کے لئے دُعا مانگنے سے کس قدر فائدے دُوسروں کو پہنچ سکتے ہیں۔ کفرنحوم میں سردار کا بیٹا۔ صوبہ دار کا نوکر۔ یائرس کی بیٹی وغیرہ عجیب مثالیں مندرج ہیں۔ خواہ یہ عجیب بات ہی معلوم ہو لیکن یہ سچ ہے کہ دوست رشتہ دار کسی کے لئے دِل سے دُعا مانگتے ہیں تو خدا بہت کچھ اُن کے لئے کرتا ہے"۔ راستباز کی دُعا کے اثر سے بہت کچھ ہو سکتا ہے"(یعقوب ۵-۱۶)

باپ اور مائیں خاصکر اِس عورت کا نمونہ یاد رکھیں۔ وہ اپنے بچوں کو نیا دِل تو عطا نہیں کر سکتے لیکن وہ انہیں مسیحی تعلیم دلا سکتے اور زندگی کی راہ دِکھا سکتے ہیں لیکن وہ اُن میں مسیح کی خدمت اختیار کرنے کا ارادہ اور خدا کو پیار کرنے کا دِل پیدا نہیں کر سکتے لیکن ایک بات وہ ہمیشہ کر سکتے ہیں۔ وہ اُن کے لئے دُعا مانگ سکتے ہیں۔ وہ مسرف بیٹوں کے دِل کی تبدیلی کے لئے دُعا کر سکتے ہیں جو اپنی مرضی پر چلا چاہتے اور گُناہ کی طرف شوق سے دوڑے چلے جاتے ہیں۔ وہ دُنیادار لڑکیوں کے رُجوع لانے کے لئے دُعا مانگ سکتے ہیں جو اس دُنیا کی چیزوں پر دِل لگائے ہوئے ہیں جو خدا کی نسبت عیش کو زیادہ پسند کرتی ہیں۔ یہ دُعائیں عالمِ بالا میں سُنی جاتی ہیں۔ ایسی دُعاؤں کے ذریعہ اکثر برکتیں نازل ہوتی ہیں۔ ہم ہرگز ہرگز یہ فراموش نہ کریں کہ جن بچوں کے لئے بہت دُعائیں کی گئی ہیں وہ آخرکار ہلاک نہیں ہونگے۔ ہم اپنے بیٹے بیٹیوں کے لئے زیادہ زیادہ دُعا مانگیں۔ جبکہ وہ ہمیں یہ اجازت بھی نہ دیتے ہوں کہ ہم دین کے بارہ میں اُن سے گفتگو کریں لیکن وہ

ہمیں خدا سے گفتگو کرنے سے روک نہیں سکتے۔

دوم۔ اِس عبارت میں یہ سبق بھی ہے کہ ہم دُوسروں کے لئے دُعا مانگنے میں ہمت نہ ہاریں۔ جس عورت کا ذکر اِس عبارت میں آیا ہے اُسے پہلے پہل درخواست کرنے پر کچھ نہیں ملا۔ بلکہ برعکس اِس کے خداوند کا جواب حوصلہ شکن تھا۔ تو بھی وہ عورت مایُوس نہ ہوئی وہ دُعا مانگتی گئی اور اُس نے ہمت نہ ہاری۔ اور بڑی دلائل کے ساتھ اُس نے اپنے مقدمہ کو اُس کے سامنے پیش کیا۔ اُس نے یہ منّت کی کہ محروم رہنے کی نسبت رحم کے چند ٹکڑے ہی اُس کو مِل جائیں اور اِس پاک اصرار کی وجہ سے وہ کامیاب ہوئی۔ اور اُس نے یہ خوشی کے الفاظ سُنے "اِس کلام کے سبب جا۔ بدرُوح تیری بیٹی سے نکل گئی ہے"۔

دُعا میں استقلال رکھنا بڑا ضروری ہے۔ ہمارے دِل اکثر ٹھنڈے اور لاپروا ہو جاتے ہیں اور ہم یہ خیال کرنے لگ جاتے ہیں کہ خدا کی قُربت میں جانا بے سُود ہے۔ ہمارے ہاتھ جلد ڈھیلے ہو جاتے ہیں اور ہمارے گھُٹنے سُست۔ شیطان اِس کوشش میں رہتا ہے کہ ہم دُعا مانگنے سے کنارہ کش ہو جائیں اور دُعا ترک کرنے کی وجوہات بھی ہم کو بتاتا رہتا ہے۔ یہ باتیں ساری دُعاؤں کے بارہ میں صادق ٹھہرتی ہیں لیکن خاصکر سفارشی دُعا کے بارہ میں یہ راست ہے۔ ہماری سفارشی دُعائیں اکثر کمزور اور عارضی ہوتی ہیں۔ تھوڑی دیر کرتے اور پھر چھوڑ دیتے ہیں۔ ہماری دُعاؤں کا فی الفور جواب نہیں ملتا جن لوگوں کے لئے ہم دُعا مانگتے ہیں وہ بدستور گناہ کرتے جاتے ہیں۔ یہ دیکھکر ہم یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ ان کے لئے دُعا مانگنا بے سُود ہے اور ہماری سفارشی دُعاؤں کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔

سفارشی دُعا میں مستقل رہنے کے لئے ہم دلائل سے اپنے دلوں کو مضبوط کریں اور اکثر اِس عورت کے نمونہ کو یاد رکھیں۔ ہم کو یاد رہے کہ یہ عورت کیسے دُعا مانگتی چلی

گئی اور اگرچہ بہت دِل شکنی ہوئی تو بھی وہ ہمت نہ ہاری۔ دیکھئے کیسی خوشی کے ساتھ وہ اپنے گھر کو روانہ ہوئی اور ہم خدا کے فضل سے یہ عزم بالجزم کریں کہ اُس کے نمونہ پہ چلینگے۔

کیا ہمیں معلوم ہے کہ اپنے لئے دُعا مانگنا کیا ہوتا ہے؟ جو لوگ اپنے دِلوں کی تفتیش کیا چاہتے ہیں اُن کے لئے یہ پہلا سوال ہے۔ جو شخص اپنی رُوح کے بارہ میں خدا سے ایک لفظ بھی نہیں کہتا وہ دوسروں کے لئے دُعا مانگنا جانتا ہی نہیں۔ وہ اب تک بے خدا۔ بے مسیح۔ بے اُمید ہے اور اُسے اب تک یہ ضرورت ہے کہ دین کی اِن ابتدائی باتوں کو سیکھے۔ وہ جاگے اور خدا سے دُعا مانگے۔

لیکن کیا ہم اپنے لئے دُعا مانگا کرتے ہیں؟ اگر مانگا کرتے ہیں تو ہم ضرور دوسروں کے لئے بھی دُعا کریں۔ ہم خود غرضی کی دُعاؤں سے پرہیز کریں یعنی ایسی دُعاؤں سے جن میں ہمارے اپنے ذکر کے سوا کسی دوسرے کی رُوح کی گنجائش نہیں جن کو ہم پیار کرتے ہیں اُن کا متواتر ذکر نام لے لے کر خدا کے سامنے کریں۔ ہم سب کے لئے دُعا کریں۔ جو سب سے خراب۔ پتھر دِل اور سخت بے ایمان ہیں اُن کے لئے بھی۔ اور سال بہ سال اُن کے لئے لگاتار دُعا کرتے رہیں اگرچہ وہ اپنی بدی میں مُبتلا ہوں۔ شاید خدا کی رحمت کا وقت ابھی دُور ہو۔ ہماری آنکھیں شاید ہماری سفارشی دُعاؤں کا جواب نہ دیکھیں۔ شاید یہ جواب دس۔ پندرہ یا بیس سال تک نہ ملے۔ یا شاید اُس وقت تک نہ ملے جب ہم دُعاؤں کی بجائے حمد و تعریف کے گروہ میں جا پہنچے ہوں اور اِس جہان سے دُور نکل گئے ہوں۔ لیکن جب تک ہم زندہ ہیں ہم دُوسروں کے لئے دُعا مانگنا نہ چھوڑیں۔ یہ سب سے بڑی مہربانی ہے جو ہم کسی سے کر سکتے ہیں کہ اُس بادشاہ کے سامنے اُس کا ذکر کریں اور خداوند یسُوع مسیح کے سامنے اُس کا نام لیں۔ یوم الحساب ظاہر کر دیگا کہ کس رُوح کو خدا کے پاس کھینچ لانے کا ایک بڑا

وسیلہ دوستوں کی یہ سفارشی دُعا تھی۔

مرقس ۷: ۳۱-۳۷۔ (۳۱) اور وہ پھر صور کی سرحدوں سے نکل کر صیدا کی راہ سے دکپلس کی سرحدوں میں ہوتا ہُوا گلیل کی جھیل پر پہنچا (۳۲) اور لوگوں نے ایک بہرے کو جو ہکلا بھی تھا اُس کے پاس لاکر اُس کی منت کی کہ اپنا ہاتھ اُس پر رکھ (۳۳) وہ اُس کو بھیڑ میں سے الگ لے گیا اور اپنی اُنگلیاں اُس کے کانوں میں ڈالیں۔ اور تھوک کر اُس کی زبان چھوئی (۳۴) اور آسمان کی طرف نظر کرکے ایک آہ بھری اور اُس سے کہا۔ اِفّتح۔ یعنی کُھل جا (۳۵) اور اُس کے کان کُھل گئے اور اُس کی زبان کی گرہ کُھل گئی اور وہ صاف بولنے لگا (۳۶) اور اُس نے اُنہیں حکم دیا کہ کسی سے نہ کہنا لیکن جتنا وہ اُن کو حکم دیتا رہا اُتنا ہی زیادہ وہ چرچا کرتے رہے (۳۷) اور اُنہوں نے نہایت ہی حیران ہو کر کہا۔ جو کچھ اُس نے کیا سب اچھا کیا۔ وہ بہروں کو سُننے کی اور گونگوں کو بولنے کی طاقت دیتا ہے۔

اِن آیات میں جو امر اوّل قابلِ توجہ ہے وہ زبردست معجزہ ہے جس کا بیان یہاں پایا جاتا ہے۔ یہاں ذکر ہے کہ وہ ہمارے خداوند کے پاس "ایک بہرے کو جو ہکلا بھی تھا لائے۔ اور اُس کی منت کی کہ اپنا ہاتھ اُس پر رکھ"۔ فوراً درخواست منظور ہوئی اور شفا حاصل ہوئی۔ زبان اور کان ایک لفظ کے کہنے اور چھو لینے سے فوراً کُھل گئے "اُس کے کان کُھل گئے اور اُس کی زبان کی گرہ کُھل گئی اور وہ صاف بولنے لگا"۔ اگر ہم اِسے اپنے خداوند کی الٰہی قدرت کی ایک مثال ہی سمجھیں تو جو سبق اس عبارت میں ہے اُس کا نصف بھی مشکل سے سیکھینگے۔ بلاشک یہ ایک ایسی مثال تو ہے لیکن یہ اُس سے

کچھ بڑھکر بھی ہے۔ ہم سطح سے زیادہ نیچے زیادہ گہری نظر ڈالیں تو ہمیں صداقت کے قیمتی جواہر ملینگے۔

ہم یہ سیکھیں کہ ہمارے خداوند نے ایک رُوحانی بہرے کو شفا دینے میں ایسی قدرت دکھائی۔ وہ بڑے سے بڑے گنہگار کو سُننے والے کان دے سکتا ہے۔ جس انجیل کو وہ ہنسی میں اُڑاتا اور حقیر جانتا تھا اُسے سُن کر اب وہ خوش ہونے لگتا ہے۔

یہاں اِس امر کی مثال بھی ہے کہ ہمارا خداوند رُوحانی گُونگوں کو زبان دینے کی قدرت رکھتا ہے۔ وہ سخت سے سخت خطاکاروں کو بدل کر دُعا مانگنے والے بنا سکتا ہے۔ وہ اُس کے مُنہ میں ایک نیا گیت ڈال سکتا ہے جو ایک وقت اِس دُنیا کی باتوں میں مشغول رہتے تھے وہ اِس قابل ہے کہ نکمے سے نکمے شخص کے مُنہ سے رُوحانی باتیں نکلوائے اور خدا کے فضل اور انجیل کی شہادت اُس سے دلوائے۔

جب خداوند اپنا رُوح القدس نازل کرتا ہے تو کچھ ناممکن نہیں رہتا۔ ہم دوسروں کے بارہ میں کبھی نااُمید نہ ہوں۔ ہم اپنے دلوں کو کبھی ایسا بُرا نہ سمجھیں کہ ان کا بدلنا ناممکن ہو۔ جس نے بہرے اور گُونگے کو شفا دی وہ اب تک زندہ ہے۔ اخلاقی فلسفہ جن کو نااُمید سمجھتا ہے وہ لاعلاج نہ ٹھیرینگے اگر ہم اُن کو مسیح کے پاس لائیں۔

دوم۔ جس طریقے سے خداوند نے یہ معجزہ کیا وہ بھی قابلِ لحاظ ہے۔ یہ لکھا ہے کہ جب اِس گُونگے بہرے شخص کو یسُوع کے پاس لائے تو "وہ اُس کو بھیڑ میں سے الگ لے گیا اور اپنی اُنگلیاں اُس کے کانوں میں ڈالیں اور تھُوک کر اُس کی زبان چھُوئی۔ اور آسمان کی طرف نظر کر کے ایک آہ بھری"۔ اور اُس وقت وہ باقدرت حکم صادر ہُوا "افتح یعنی کُھل جا"۔

ان حرکات میں بعض باتیں ایسی ہیں جو سمجھ میں نہیں آتیں اور ہم نہیں جانتے کہ کیوں خداوند نے اُن کو استعمال کیا۔ اگر ہمارا خداوند پہلے ہی حکم دے دیتا اور صحت

ملنے کو کہہ دینا تو یہ کافی تھا۔ ان چند اقوال کی کیا ضرورت تھی۔ جن وجوہات سے اُس نے ایسا کیا وہ یہاں قلمبند نہیں ہوئیں لیکن ہم کو اتنا معلوم ہے کہ جو نتیجہ دیگر موقعوں پر صادر ہُوا وہی یہاں ہُوا۔ اُس آدمی نے شفا پائی۔

اِس موقعہ پر ہمارے خداوند نے جس رَوِش سے کام لیا اُس میں ایک صریح سبق پایا جاتا ہے۔ وہ یہ ہے کہ آدمیوں کے درمیان کام کرنے میں ہمارا خداوند کسی ایک وسیلے کا پابند نہ تھا۔ اُس نے کبھی ایک وسیلہ استعمال کیا کبھی دُوسرا۔ اُس کے دشمن یہ کبھی نہ کہہ سکتے تھے کہ اُس نے ایک خاص طریقہ ہمیشہ استعمال کیا جس کے بغیر وہ کام نہ کر سکتا تھا۔

مسیح کی کلیسیا میں اب تک یہی حال مشاہدہ ہو رہا ہے۔ متواتر یہ ثبوت مل رہا ہے کہ خداوند کسی ایک وسیلہ کا پابند نہیں کہ کسی رُوح کو صرف اُسی وسیلے سے فضل پہنچا سکتا ہو۔ کبھی کلام کی برملا منادی سے وہ کام کرتا ہے کبھی کلام کی خلوتی "تلاوت" کے ذریعہ۔ کبھی وہ کسی کو بیماری کے ذریعہ جگا دیتا ہے کبھی دوستوں کی تنبیہ و نصیحت کے ذریعہ۔ کبھی فضل کے وسیلوں کو استعمال کرتا ہے تاکہ لوگوں کو گناہ کی راہ سے ہٹائے۔ کبھی کسی اتفاقی امر کے ذریعہ بلا کسی فضل کے خاص وسیلے کے۔ وہ نہیں چاہتا کہ ہم فضل کے کسی وسیلے کو ایسا بُت بنا لیں اور اُس کی ایسی عزت کریں جس سے کہ وہ مسیح وسائل کی ہٹی ہو۔ وہ نہیں چاہتا کہ ہم فضل کے کسی وسیلہ کو حقیر اور بے سُود سمجھیں۔ اپنے اپنے وقت پر وہ سب فائدہ بخش ہیں اور اُن سب کا ایک ہی مقصد ہے یعنی روحوں کو بدل ڈالنا۔ اور وہ سب اُسی کے ہاتھ میں ہیں جو اپنے کاموں کا حساب کسی کو نہیں دیتا اور جانتا ہے کہ ہر واحد معاملہ میں کونسا وسیلہ استعمال کرنا مفید ہوگا۔

سوم۔ اِن آیات میں آخری بات جو قابلِ توجہ ہے وہ یہ ہے کہ جن لوگوں نے

یہ معجزہ دیکھا اُنہوں نے کیسی عجیب شہادت دی اُنہوں نے ہمارے خداوند کے بارہ میں کہا "جو کچھ اُس نے کیا سب اچھا کیا"

یہ اغلب ہے کہ جن لوگوں نے یہ الفاظ ہمارے خداوند کے بارہ میں استعمال کئے وہ کائفا کی طرح اُن کے پُورے معنوں سے آگاہ نہ ہوں "یہ اپنی طرف سے نہیں کہا" (یوحنا ۱۱-۵۱) لیکن جو صداقت ان کی زبان سے سرزد ہوئی وہ بہت تسلّی بخش ہے اور سب مسیحی اُس کو دل سے یاد رکھیں۔

جب سے ہم نے دِل کی تبدیلی حاصل کی اس وقت سے لیکر اب تک جیسی ہماری زندگی گُزری اُس پر ہم ایک نظر ڈالیں تو ہم بھی یہ کہہ اُٹھینگے "جو کچھ اُس نے کیا سب اچھا کیا"۔ پہلے وہ ہم کو تاریکی سے روشنی میں نکال لایا۔ اُس نے ہم کو فروتن کیا اور ہماری کمزوری ہم پر ظاہر کی۔ ہماری نادانی اور خطا ہم کو دکھائی۔ ہم سے ہمارے بُت چھین لئے اور ہمارا بخرہ ہمارے لئے چُن لیا اور جہاں ہم ہیں وہاں ہم کو رکھا۔ اور جو کچھ ہمارے پاس ہے وہ ہمیں دیا۔ جو کچھ اُس نے کیا سب اچھا کیا۔ اور یہ اُس کی کیسی بڑی رحمت تھی کہ ہم اپنی مرضی پر چلنے نہ پائے۔

آنے والے دنوں کو مدِنظر رکھکر ہم یہ یاد رکھیں ہمیں معلوم نہیں کہ وہ کیا ہونگے کیسے ہونگے خوشی کے ہونگے یا غم کے ہونگے۔ بہت ہونگے یا تھوڑے ہونگے۔ لیکن ہم کو اتنا معلوم ہے کہ ہم اُس کے ہاتھوں میں ہیں جو سب کچھ اچھا کرتا ہے۔ ہمارے ساتھ سلوک کرنے میں وہ کسی طرح غلطی نہ کریگا۔ وہ بعض چیزیں ہم سے چھین لیگا۔ بعض دے دیگا۔ بعض اوقات ہمیں دُکھ دیگا اور سوگوار کریگا۔ وہ کامل دانائی سے ٹھیک وقت اور ٹھیک طریقے سے قدم اُٹھائیگا اور سارا انتظام کریگا۔ بھیڑوں کا بڑا چوپان کبھی غلطی نہیں کرتا۔ وہ اپنے گلّے کے ہر بّرے کو ٹھیک راہ سے سکونت کے شہر میں پہنچا دیتا ہے۔

قیامت کی صبح تک ہم اِن الفاظ کی پُوری خوبصورتی کو دیکھ نہ سکینگے۔ تب ہم اپنی زندگی کے ورقوں پر نظر ڈالینگے اور جو کچھ اوّل سے آخر تک واقع ہُوا اُس کے معنی سمجھینگے جس راہ سے وہ ہمیں لایا اُس کو بخوبی یاد رکھینگے اور ہم اقرار کرینگے کہ "اُس نے اچھا کیا"۔ یہ سوالات کہ کیوں اور کیسے ہ۔ ان امور کے اسباب و وجوہات جو اِس وقت ہماری عقل کو پریشان کر رہے ہیں اُس دن روزِ روشن کی طرح آشکارا ہونگے۔ ہم اپنی گذشتہ کوتہ چشمی پر تعجب کرینگے اور حیران ہونگے کہ ہم نے اپنے خداوند کی محبت پر شک کیسے کیا۔ "اب ہم کو آئینے میں دھندلا سا دکھائی دیتا ہے مگر اُس وقت روبرو دیکھینگے۔ اِس وقت میرا علم ناقص ہے مگر اس وقت ایسے پُورے طور پر پہچانونگا جیسے میں پہچانا گیا ہوں" (۱ کرنتھی ۱۳-۱۲)۔

مرقس ۸ : ۱ - ۱۳ (۱) اُن دنوں میں جب پھر بڑی بھیڑ جمع ہوئی اور اُن کے پاس کچھ کھانے کو نہ تھا۔ تو اُس نے اپنے شاگردوں کو پاس بُلا کر اُن سے کہا (۲) مجھے اِس بھیڑ پر ترس آتا ہے کیونکہ یہ تین دن سے برابر میرے ساتھ رہی ہے۔ اور اِن کے پاس کچھ کھانے کو نہیں (۳) اگر میں انہیں بھوکا گھر کو رخصت کروں تو راہ میں تھک کر رہ جائینگے۔ اور بعض ان میں سے دُور کے ہیں (۴)، اُس کے شاگردوں نے اُسے جواب دیا کہ اس بیابان میں کہاں سے کوئی اِتنی روٹیاں لائے کہ انہیں سیر کر سکے ؟ (۵) اُس نے اُن سے پُوچھا کہ تمہارے پاس کتنی روٹیاں ہیں ؟ وہ بولے۔ سات (۶) پھر اُس نے لوگوں کو حکم دیا کہ زمین پر بیٹھ جائیں۔ اور اُس نے وہ سات روٹیاں لیں۔ اور شکر کر کے توڑیں۔ اور اپنے شاگردوں کو دیتا گیا کہ اُن کے آگے رکھیں۔ اور انہوں نے لوگوں کے آگے رکھ دیں (۷) اور اُن کے پاس تھوڑی سی چھوٹی مچھلیاں

تھیں۔ اُس نے اُن پر برکت چاہ کر کہا کہ یہ بھی اُن کے آگے رکھدو (۸)۔ پس وہ کھاکر سیر ہوئے۔ اور بچے ہوئے ٹکڑوں کے سات ٹوکرے اُٹھائے (۹)۔ اور لوگ چار ہزار کے قریب تھے۔ پھر اُس نے اُنہیں رُخصت کیا (۱۰)۔ اور فی الفور اپنے شاگردوں کے ساتھ کشتی میں بیٹھکر دلمنوتہ کے علاقے میں گیا (۱۱)۔ پھر فریسی نکل کر اُس سے بحث کرنے لگے اور اُسے آزمانے کے لئے اُس سے کوئی آسمانی نشان طلب کیا (۱۲)۔ اُس نے اپنی رُوح میں آہ کھینچ کر کہا۔ اس زمانے کے لوگ کیوں نشان طلب کرتے ہیں؟ میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ اس زمانے کے لوگوں کو کوئی نشان دیا نہ جائیگا (۱۳)۔ اور وہ اُنہیں چھوڑ کر پھر کشتی میں بیٹھا اور پار چلا گیا۔

ایک دفعہ پھر یہ ذکر آیا کہ ہمارے خداوند نے ایک بڑی بھیڑ کو چند روٹیوں اور مچھلیوں کے ذریعہ سیر کیا۔ وہ اِنسان کے دِل سے واقف تھا۔ وہ پہلے سے جانتا تھا کہ لوگ اس کے معجزوں اور عجیب کاموں کے بارہ میں جھگڑینگے اور شک و شُبہ کرینگے۔ اس زبردست معجزہ کو دوبارہ کرنے کے ذریعہ اس نے اُن سب کا مُنہ بند کردیا جو عمداً شہادت کی طرف سے کان بند نہیں کرلیتے۔ یہ ملا چار ہزار گواہوں کے سامنے اُس نے دُوسری دفعہ اپنی قدرتِ مُطلق دکھائی۔

اس جگہ اوّل تو ہمیں اپنے خداوند یسُوع مسیح کی بڑی مہربانی اور ترس کا مکاشفہ ملتا ہے۔ اُس نے اپنے اِردگرد "بڑی بھیڑ" جمع دیکھی جن کے پاس کھانے کو کچھ نہ تھا۔ اُس کو معلوم تھا کہ جو لوگ اُس کے پیچھے آتے تھے اُن میں سے اکثر محض تماشا کے طور پر آتے تھے اور شاگرد کہلانے کا اُن کو کوئی حق حاصل نہ تھا۔ تو بھی جب اُس نے اُن کو بھوکا اور تنگدست دیکھا تو اُن پر ترس کیا "مجھے اس بھیڑ پر ترس آتا ہے کیونکہ یہ تین دن سے برابر میرے ساتھ ہیں اور اُن کے پاس کچھ کھانے کو نہیں۔"

دیکھئے ہمارے خداوند کے دل میں ان کے لئے کیسا ترس تھا۔ اُس نے اُن پر بھی ترس کیا جو اُس کی اُمت نہ تھے۔ یعنی بے ایمان بے فضل اور دُنیادار لوگ تھے۔ گو ان کو علم نہ تھا تو بھی اُن پر اُسے رحم آیا۔ اُس نے اُن کے لئے جان دی۔ اگرچہ اُن کو خبر بھی نہیں کہ اُس نے صلیب پر اُن کے لئے کیسے کیسے دُکھ سہے۔ وہ انہیں پیار سے قبول کر لیتے اور مُفت معاف کرنے کو تیار ہے بشرطیکہ وہ توبہ کریں اور اُس پر ایمان لائیں۔ خبردار مسیح کی محبت کا اندازہ ہم انسانی اندازہ سے نہ لگائیں۔ اِس میں تو کچھ شک نہیں کہ اپنے ایماندار لوگوں سے اُس کو خاص محبت ہے لیکن اُس کے ترس کی محبت عالمگیر ہے۔ وہ ناشکرگزاروں اور بدوں پر بھی ترس کھاتا ہے۔ اُس کی محبت "جاننے سے باہر ہے" (افسیوں ۳-۱۹)۔

ہم اس میں اور باقی ساری باتوں میں یسوعؑ کو اپنا نمونہ ٹھہرائیں۔ ہم سب آدمیوں پر مہربان۔ ترس کھانے والے۔ رحم کرنے والے اور اُن سے اچھی طرح پیش آنے والے بنیں۔ ہم نہ صرف دوستوں اور ایمانداروں سے بلکہ سب لوگوں سے بھلائی کریں۔ ہم اپنے خداوند کی اِس ہدایت پر عمل کریں "اپنے دُشمنوں سے محبت رکھو اور اپنے ستانے والوں کے لئے دُعا مانگو" (متی ۵-۴۴) اسی طریقہ سے تم مسیح کی محبت ظاہر کر سکتے ہو۔ اِس طرح تم دُشمن کے سر پر کوئلوں کا انبار رکھ دو گے اور دُشمنوں کو دوست بنا لوگے (رومیوں ۱۲-۲۰)۔

دوم۔ اِس عبارت سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ مسیح کے لئے کچھ ناممکن نہیں۔ اُس کے شاگردوں نے کہا کہ "اِس بیابان میں کہاں سے کوئی اتنی روٹیاں لائے کہ انہیں سیر کر سکے" بیشک وہ یہ کہہ سکتے تھے۔ اُس کے ہاتھ کے بغیر جس نے ابتدا میں نیستی سے یہ جہان پیدا کر دیا یہ ہو نہیں سکتا تھا لیکن یسوع کے قادرِ مطلق ہاتھ میں سات روٹیاں اور چند مچھلیاں اِس قدر بڑھ سکتی تھیں کہ ہزاروں کو سیر کر دیں۔ خداوند

کے لئے کچھ دُشوار نہیں۔

ہم مسیح کی طاقت پر کبھی شک نہ کریں کہ اپنے لوگوں کی ضروریات کو وہ رفع کر سکتا ہے۔ اُس کے پاس کافی سے بھی زیادہ روٹی ہے کہ جو رُوح اُس پر بھروسہ کرتی ہے اُس کے لئے مہیا کرے۔ ایماندار خواہ کیسے ہی اپنے تئیں کمزور۔ لاچار اور ناقابل محسوس کریں جب تک یسُوع جیتا ہے کبھی مایُوس نہ ہوں۔ اُس میں اُن کے لئے رحم اور فضل کا لازوال ذخیرہ ہے جسے اُس نے اپنے ایمانداروں کے لئے جمع کر رکھا ہے اور جو بذریعہ دُعا اُس سے مانگتے ہیں اُن کو دینے کے تیار رہے "باپ کو یہ پسند آیا کہ ساری معموری اُس میں سکونت کرے" (کلسیوں ۱-۱۹)۔

اس پر ہم کبھی شک نہ کریں کہ ہمارے خداوند کے پاس اپنے سارے لوگوں کی دُنیاوی احتیاج رفع کرنے کے لئے کافی وافی سامان ہے۔ وہ اُن کے حالات سے واقف ہے۔ وہ اُن کی ساری ضرورتوں سے آگاہ ہے اور جو کچھ ان کی بھلائی کے لئے ہے وہ کبھی اُن سے دریغ نہ رکھیگا۔ جب سے وہ آسمان پر گیا اور باپ کے دہنے ہاتھ بیٹھا ہے اُس کا دل بدل نہیں گیا۔ جس نے بیابان میں بھُوکی بھیڑ پر ترس کھایا تھا اور اُن کی ضرورتوں کو پُورا کیا تھا وہ اب تک جیتا ہے۔ پھر جو لوگ اُس پر بھروسہ رکھتے ہیں۔ ان کی ضرورتوں کو وہ کیوں پُورا نہ کریگا؟ وہ تو ضرور ان کی حاجت رفع کریگا۔ البتہ کبھی کبھی اُن کے ایمان کی آزمائش ہوگی۔ ان کو کبھی انتظار کرنا پڑیگا اور کبھی مایُوسی بھی حاصل ہوگی لیکن ایماندار بالکل محتاج نہ رہیگا "اُس کو روٹی دی جائیگی۔ اُس کو پانی بھی ہر وقت ملیگا" (یسعیاہ ۳۳-۱۶)۔

تیسری بات یہ ہے کہ بے ایمانی دیکھکر ہمارے خداوند یسُوع مسیح کو کیسا غم ہوتا ہے۔ یہ لکھا ہے کہ "جب فریسی اُس سے بحث کرنے لگے اور اُسے آزمانے کے لئے اُس سے کوئی آسمانی نشان طلب کیا اُس نے اپنی رُوح میں آہ کھینچ کر کہا"۔ اِس آہ میں گہرے

معنی چھپے تھے وہ ایسے دِل سے نکلی جو اُس تباہی پر افسوس کر رہا تھا جسے یہ شہر پر لوگ اپنی روحوں پر لا رہے تھے۔ گو وہ دُشمن تھے لیکن ہمارا خداوند افسوس کئے بغیر نہ رہ سکا جبکہ وہ بے ایمانی کے باعث اپنے دلوں کو سخت کر رہے تھے۔

اس موقعہ پر ہمارے خداوند یسوع مسیح نے جو کچھ محسوس کیا وہ ہمیشہ سارے سچے مسیحیوں کا احساس ہے۔ دوسروں کے گناہوں کے لئے غم کرنا حقیقی فضل کا خاص نشان ہے جس شخص کا دِل فی الحقیقت بدل گیا وہ اُن پر ہمیشہ ترس و رحم کھائیگا جن کے دل اب تک نہیں بدلے۔ یہی داؤد کا حال تھا "میں نے بیوفاؤں کو دیکھا اور غمگین ہُوا" (نہ نفرت کی) (زبور ۱۱۹-۱۵۸)۔

حزقی ایل کے ایام میں دینداروں کا یہی مزاج تھا "جو اُن سارے نفرتی کاموں کے سبب سے ... آہیں مارتے" (حزقی ایل ۹-۴)۔ لوط کی یہی طبیعت تھی "وہ راستباز اُن میں رہ کر اور اُن کے بے شرع کاموں کو دیکھ دیکھ کر اور سُن سُن کر گویا ہر روز اپنے سچے دل کو شکنجے میں کھینچتا تھا" (۲ پطرس ۲-۸)۔ پولس کا یہی حال تھا "مجھے بڑا غم ہے اور میرا دل ہمیشہ دُکھتا رہتا ہے" (رومیوں ۹-۲)۔ اِن ساری مثالوں میں مسیح کے مزاج کا کچھ نظارہ نظر آتا ہے۔

ہم ذرا اپنے گریبان میں مُنہ ڈال کر دیکھیں۔ کیا مسیح سے مشابہت رکھنے کے بارہ میں تمہیں کچھ معلوم ہے کہ اس کے دل میں کیسی ہمدردی تھی؟ جب ہم دُوسروں کو گناہ اور بے ایمانی میں پڑا دیکھتے ہیں تو کیا ہمارے دل میں چوٹ لگتی رنج اور افسوس پیدا ہوتا ہے؟ جن لوگوں کے دل نہیں بدلے کیا اُن کی حالت دیکھکر ہم کو غم اور فکر محسوس ہوتا ہے؟ یہ سوال دل کے پرکھنے والے ہیں اور ان پر خوب غور کرنا چاہئے۔ دوسروں کی روحوں کے بارہ میں لاپرواہی اور بے فکری اِس امر کا نشان ہیں کہ ہمارے دلوں کی تبدیلی نہیں ہوئی۔

آخر میں ہم یہ کبھی فراموش نہ کریں کہ بے ایمانی اور گناہ سے ہمارے خداوند کو اب تک ویسا ہی غم اور رنج ہوتا ہے جیسا کہ دو ہزار برس پہلے ہوتا تھا۔ پس ہم یہ کوشش کریں اور دعا مانگیں کہ ہم اپنے کسی قول یا فعل کے ذریعہ خداوند کے اس غم کو نہ بڑھائیں مسیح کو غمگین کرنے کا گناہ ہم اکثر بلا سوچے سمجھے کرتے رہتے ہیں جس نے فریسیوں کی بے ایمانی پر آہ کھینچی وہ اب تک بے تبدیل ہے۔ کیا تمہیں کوئی شک ہے کہ جب وہ کسی کو آج اس بے ایمانی پر اڑا دیکھتا ہے تو اُسے غم ہوتا ہے؟ خدا ایسے گناہ سے ہمیں مخلصی دے۔

مرقس ۸: ۱۴-۲۱ (۱۴) اور وہ روٹی لینی بھول گئے تھے۔ اور کشتی میں اُن کے پاس ایک سے زیادہ روٹی نہ تھی (۱۵) اور اُس نے اُنہیں یہ حکم دیا کہ خبردار فریسیوں کے خمیر اور ہیرودیس کے خمیر سے ہوشیار رہنا (۱۶)، وہ آپس میں چرچا کرنے اور کہنے لگے کہ ہمارے پاس روٹی نہیں (۱۷) مگر یسوع نے یہ معلوم کرکے اُن سے کہا۔ تم کیوں چرچا کرتے ہو کہ ہمارے پاس روٹی نہیں؟ کیا اب تک نہیں جانتے اور نہیں سمجھتے؟ کیا تمہارا دل سخت ہو گیا ہے؟ (۱۸) آنکھیں ہیں اور تم دیکھتے نہیں؟ کان ہیں اور سنتے نہیں؟ اور کیا تمہیں یاد نہیں (۱۹)، جس وقت میں نے وہ پانچ روٹیاں پانچ ہزار کے لئے توڑیں تو تم نے کتنی ٹوکریاں ٹکڑوں سے بھری ہوئی اُٹھائیں؟ اُنہوں نے کہا۔ بارہ (۲۰) اور جس وقت سات روٹیاں چار ہزار کے لئے توڑیں تو تم نے کتنے ٹوکرے ٹکڑوں سے بھرے ہوئے اُٹھائے؟ اُنہوں نے اُس سے کہا۔ سات (۲۱) اُس نے اُن سے کہا۔ کیا تم اب تک نہیں سمجھتے؟۔

اس عبارت کے شروع میں ہمارے خداوند نے جو آگاہی اپنے شاگردوں کو دی وہ قابل

غور ہے یا اُس نے کہا "خبردار فریسیوں کے خمیر اور ہیرودیس کے خمیر سے ہُشیار رہنا"۔

اِس آگاہی کا جو مقصد تھا وہ متی کی انجیل کے بیان سے زیادہ واضح ہو جاتا ہے۔ کہ یسوع کی مراد روٹی کے خمیر سے نہ تھی بلکہ تعلیم کے خمیر سے۔ فریسیوں کا اپنے تئیں راستباز سمجھنا اور اُن کی رسم پرستی۔ ہیرودیس کے مصاحبوں کی دنیا پرستی اور بے ایمانی سے خداوند یسوع نے اپنے شاگردوں کو آگاہ کیا ایسی آگاہیاں نہایت ضروری ہیں۔ کیا اچھا ہوتا کہ مسیح کی کلیسیا ان کو زیادہ یاد رکھتی۔ کلیسیا پر جو بیرونی حملے اور ایذا رسانیاں ہوئیں اِنہوں نے اتنا نقصان نہیں پہنچایا جتنا کہ کلیسیا کے اندر سے جھوٹی تعلیموں نے برپا ہو کر پہنچایا۔ روم نے جو ایذا رسانیوں میں مسیحیوں کے خون کی ندیاں بہائیں وہ ایسی ضرر رساں نہ تھیں جیسا کہ جھوٹے معلم جو کلیسیا کے اندر ہی سے اُٹھے ضرر رساں ثابت ہوئے۔ مخالف کی تلوار نے صداقت کو ایسا نقصان نہیں پہنچایا جیسا کہ زبان اور قلم نے پہنچایا۔ جن تعلیموں کی طرف ہمارے خداوند نے اِس مقام میں خاص طور پر ذکر کیا اُن سے مسیحیت کو ہمیشہ نقصان پہنچا ہے مسیح کی مُنہ سے اِقرار کرنے والی کلیسیا میں یہ دو سخت پُرانی بیماریاں آگئی ہیں۔ ایک تو رسم پرستی دوسری بے ایمانی یا شک کی مرض (Scepticism)۔ ہر زمانے میں ہزاروں مسیحی اِس مرض میں مُبتلا ہوئے۔ اِس لئے ہر زمانے میں اُن سے خبردار رہنا چاہیے۔

ہمارے خداوند نے جھوٹی تعلیم کے لئے جو لفظ استعمال کیا وہ پُر زور اور مناسب لفظ ہے۔ یہ لفظ "خمیر" ہے۔ شاید اِس سے بہتر کوئی لفظ تھا ہی نہیں۔ اِس میں ٹھیک طور سے ظاہر کیا گیا کہ جھوٹی تعلیم کا آغاز کیسا خفیف ہوتا ہے۔ اور چُپکے سے چھپے چھپے یہ آدمی کے مذہب میں سرایت کر جاتا ہے۔ اور اِس کی مہلک تاثیر سے اس کی مسیحیت کی ساری کیفیت بدل ڈالتا ہے۔ جھوٹی

تعلیم کا یہ ایک بڑا خطرہ ہے۔ اگر یہ اپنی اصلی صورت میں ظاہر ہوتی تو چنداں نقصان نہ پہنچا سکتی اِس کی کامیابی کا بڑا راز اس کی عیاری اور صداقت سے مشابہت ہے۔ دین میں جتنی غلطیاں آئیں وہ ایک طرح کی بگڑی ہوئی صداقتیں تھیں۔ ہم اپنا امتحان لیں کہ آیا ہم میں ایمان ہے اور "خمیر سے خبردار" رہیں ہم کسی چھوٹی سے چھوٹی تعلیم کی طرف سے بھی لاپروائی نہ کریں جیسے تھوڑی سی پاپا کی یا تھوڑے جھوٹ کی طرف سے ہم کو لاپرواہ ہونا چاہئے۔ کیونکہ جہاں ایک دفعہ یہ ہمارے دلوں میں گھس گئی تو ہمیں معلوم بھی نہ ہوگا کہ کہاں تک وہ ہم کو گمراہ کر کے لیجائیگی۔ خالص صداقت سے کنارہ کشی کا آغاز پانی کے چھوڑنے کی مانند ہے۔ پہلے ایک ایک بوند ٹپکنی شروع ہوتی ہے پھر بتدریج سیلاب کی نوبت پہنچتی ہے۔ "تھوڑا سا خمیر سارے گندھے ہوئے آٹے کو خمیر کر دیتا ہے" (گلتیوں ۵۔۹)۔

شاگردوں کی کُند ذہنی بھی یہاں آشکار ہے۔ اُنہوں نے سمجھا کہ جب خمیر کا ذکر کیا اُس سے روٹی کا خمیر مراد ہوگا۔ انہیں خیال بھی نہیں گزرا کہ اُس کا اشارہ تعلیم کی طرف تھا۔ اسی وجہ سے خداوند نے اُن کو کچھ ملامت کی "کیا اب تک نہیں جانتے اور نہیں سمجھتے۔ کیا تمہارا دل سخت ہوگیا ہے؟ اگرچہ یہ شاگرد ایماندار۔ تبدیل شدہ اور نوپیدائشدہ تھے تو بھی روحانی اُمور کے سمجھنے میں اب تک کُند ذہن تھے۔ ان کی آنکھیں ابتک دُھندلی تھیں اور خدا کی بادشاہت کے بارہ میں اُن کا ادراک کمزور تھا۔

جو کچھ شاگردوں کے بارہ میں یہاں لکھا گیا اگر اُس کو یاد رکھیں تو ہمارے لئے مفید ہوگا۔ ہم بھی کبھی کبھی اپنی عقل پر گھمنڈ کرنے لگ جاتے ہیں لیکن اس کی یاد ہم کو فروتن اور خاکسار بنا رکھیگی۔ ہم یہ نہ سمجھ لیں کہ ایمان لاتے ہی ہم ہر بات سمجھ جائینگے ہمارا علم دیگر مسیحی خوبیوں کی طرح ہمیشہ ناکامل ہوتا ہے لیکن مسیح کی خدمت کے شروع میں وہ کمال سے بہت دُور ہوتا ہے۔ جس قدر جہالت ہمارے دلوں میں ہوتی ہے اس سے

ہم اکثر واقف بھی نہیں ہوتے۔ "اگر کوئی گمان کرے کہ میں کچھ جانتا ہوں تو جیسا جاننا چاہئے ویسا اب تک نہیں جانتا" (۱ کرنتھی ۸-۲)۔

علاوہ ازیں اس کے یاد رکھنے سے ہمیں یہ بھی فائدہ ہوگا کہ ہم مریدوں سے کیسا سلوک کریں۔ نو مریدمیں ہم کمال کے متوقع نہ ہوں۔ اگر شروع میں وہ نصف صداقت سے بھی واقف ہو اور بہت غلطیاں کرے تو بھی اُس کو بے برکت۔ بےدین اور جھوٹا مسیحی نہ کہیں۔ شاید خدا کی نظر میں اُس کا دل راست ہو لیکن شاگردوں کی طرح وہ روحانی اُمور کے سمجھنے میں بہت کُند ہو۔ ہم صبر سے اس کی برداشت کریں اور اُس کو دھکیل کر نکال نہ دیں۔ ہم اُسے موقعہ دیں کہ وہ فضل اور علم میں بڑھے اور بعد ازاں وہ پطرس اور یوحنا کی طرح حکمت میں پُختہ ہو جائیگا۔ یہ خیال کیسا ہی مبارک ہے کہ یسوع ہمارا آسمانی مالک اپنے شاگردوں میں سے کسی کو بھی ناچیز نہیں سمجھتا۔ خواہ ان کی روحانی سمجھ کیسی ہی کُند ہو لیکن وہ صبر کو ہاتھ سے نہیں دیتا وہ اُن کو تعلیم دیتا رہتا ہے "سطر پر سطر اور حکم پر حکم"۔ ہم بھی ایسا ہی کریں ہم اس کو اپنا دستور العمل ٹھیرائیں کہ ہم کسی کمزور اور کُند ذہن نو مرید مسیحی کو حقیر نہ جانینگے۔ جہاں کہیں حقیقی فضل کی چنگاری ہمیں نظر آئے خواہ وہ کیسی ہی دُھندلی اور کمزور ہو ہم اس کی مدد کریں اور مہربان ہوں۔ ہم ایسا ہی سلوک کریں جیسا کہ ہم خود چاہتے ہیں کہ ہم سے کیا جائے۔

مرقس ۸: ۲۲-۲۶ (۲۲) پھر وہ بیت صیدا میں آئے۔ اور لوگ ایک اندھے کو اُس کے پاس لائے اور اُس کی منت کی کہ اُسے چھوئے (۲۳) وہ اُس اندھے کا ہاتھ پکڑ کر اُسے گاؤں سے باہر لے گیا۔ اور اُس کی آنکھوں میں تھوک کر اپنے ہاتھ اُس پر رکھے۔ اور اُس سے پوچھا۔ کیا تو کچھ دیکھتا ہے؟

(۲۴) اُس نے نظر اُٹھا کر کہا میَں آدمیوں کو دیکھتا ہوں۔ کیونکہ وہ مجھے چلتے ہوئے ایسے دکھائی دیتے ہیں جیسے درخت (۲۵) پھر اُس نے دوبارہ اُس کی آنکھوں پر اپنے ہاتھ رکھے۔ اور اُس نے غور سے نظر کی اور اچھا ہو گیا اور ساری چیزیں صاف صاف دیکھنے لگا۔ (۲۶) پھر اُس نے یہ کہکر اُس کو اُس کے گھر کی طرف روانہ کیا کہ اِس گاؤں کے اندر قدم بھی نہ رکھنا۔

ان آیات میں جس معجزہ کا ذکر ہے اس کے متعلق ہمیں علم نہیں کہ ہمارے خداوند نے یہ خاص وسائل کیوں استعمال کئے۔ ہم صرف اتنا دیکھتے ہیں کہ ایک اندھے نے اعجازی طور پر بینائی حاصل کی۔ ہمیں صرف اِتنا معلوم ہے کہ اگر ہمارا خداوند صرف زبان سے فرما دیتا اور ہاتھ سے چھو لیتا تو شفا کے لئے یہ کافی ہوتا لیکن وہ اُس کو گاؤں سے باہر لے گیا۔ اُس کی آنکھوں پر تھوک لگایا۔ اُس پر اپنے ہاتھ رکھے اور اُس وقت لیکن اُس سے پیشتر نہیں۔ اُس شخص کو بینائی حاصل ہوئی تھی۔ اِن حرکات کے کیا معنی تھے اِن آیات سے اِس کا کچھ پتہ نہیں لگتا۔

لیکن اِس قسم کے مقامات کی تلاوت میں ہم یہ بخوبی یاد رکھیں کہ خداوند کسی خاص وسیلہ کا پابند نہیں۔ آدمیوں کی رُوحوں کے جِلانے میں وہ مختلف طریقوں سے کام لیتا ہے لیکن جِلانے والا وہی ایک رُوح ہے۔ اِسی طرح بدنوں کے شفا دینے میں ہمارے خداوند نے مختلف وسائل اِستعمال کئے لیکن شفا دینے والی وہی الٰہی قدرت تھی۔ اپنے سارے کاموں میں خدا شاہنشاہ ہے وہ اپنے کاموں کے حساب کسی کو نہیں دیتا۔

اِس مقام میں ایک بات خاص توجہ طلب ہے۔ وہ خاص بات علاج کا بتدریج۔

عمل میں آتا ہے جیسا کہ ہمارے خداوند نے اس نابینا شخص کا علاج کیا۔ اُس نے اس شخص کو نابینائی سے یک لخت مخلصی نہیں دی بلکہ بتدریج۔ وہ ایک آن میں یہ کر سکتا لیکن اُس نے یہ پسند کیا کہ رفتہ رفتہ یہ عمل میں آئے۔ پہلے پہل اُس نابینا شخص نے یہ کہا کہ "مَیں آدمیوں کو دیکھتا ہوں کیونکہ وہ مجھے چلتے ہوئے ایسے دکھائی دیتے ہیں جیسے درخت" بعد ازاں اُس کو پُوری بینائی حاصل ہوئی اور وہ ساری چیزیں صاف صاف دیکھنے لگا"۔ اس لحاظ سے یہ معجزہ لاثانی ہے۔

اس میں شک کرنے کی ضرورت نہیں کہ یہ بتدریج علاج رُوحانی اُمور کا نشان ہے۔ ہم یقین جانیں کہ اس دُنیا میں جو لفظ ہمارے خداوند کی زبان مُبارک سے نکلا اور جو فعل اُس سے سرزد ہُوا وہ پُرمعنی ہے۔ اور دیگر مقامات کی طرح یہاں بھی ایک مفید سبق حاصل ہوتا ہے۔

یہ بتدریج علاج اس امر کی روشن مثال ہے کہ رُوحوں کی تبدیلی میں روح القدس اکثر بتدریج کام کرتا ہے۔ ہم اپنی رُوحوں کے متعلق فطرتاً اندھے اور نادان ہوتے ہیں۔ تبدیلِ دل ایک طرح کا منور ہونا ہے تاریکی سے روشنی کی طرف۔ نابینائی سے آسمان کی بادشاہت کے دیکھنے کی طرف آنا۔ ایسے بہت تھوڑے شخص ہونگے جو تبدیلی دل حاصل کرتے ہی سب باتوں کو سمجھنے لگ جائیں۔ انجیل کی تعلیمات۔ عبدیات اور احکام کی حقیقت کو وہ پہلے دُھندلا سا دیکھنے لگتے ہیں اور ناقص طور سے سمجھتے ہیں۔ وہ اسی آدمی کی مانند ہیں جس کو پہلے آدمی درختوں کی مانند چلتے نظر آئے۔ اِس جہان کا مکاشفہ اُن کی آنکھوں میں چکا چوندی پیدا کر دیتا ہے۔ کیونکہ وہ اُس کے دیکھنے کے عادی نہیں ہوتے۔ جُوں جوں رُوح القدس کا کام گہرا ہوتا جاتا اور اُن کا تجربہ پختگی پکڑتا ہے اسی نسبت سے اُن کی بینائی صاف ہوتی جاتی ہے اور مذہب کے ہر ایک حصہ کو اپنی اپنی مناسب جگہ میں دیکھنے لگتے ہیں۔ خدا کے

ہزارہا فرزندوں کی یہی تاریخ ہے۔ ان کا شروع اسی طرح سے ہوتا ہے کہ وہ آدمیوں کو درختوں کی طرح چلتے دیکھتے ہیں۔ وہ شخص کیسا مبارک ہے جس نے یہ سبق بخوبی سیکھ لیا اور فروتنی سے اور اپنی رائے پر بھروسہ نہیں رکھتا۔

دُنیا میں مسیح کے ایمانداروں کی فی زمانہ یہی حالت ہے بمقابلہ اُس حالت کے جو آئندہ زمانے میں ہوگی۔ اِس عہد میں ہم جُزوی طور پر علم و تجربہ رکھتے ہیں۔ ہم ایسے لوگوں کی مانند ہیں جو رات کو سفر کرتے ہیں اور جو کچھ ہمارے چاروں طرف گُزرتا جاتا ہے اُس کے بارہ میں ہم کو بہت کم علم ہے۔ خدا جو سلوک ہم سے کرتا ہے اور مقدسوں کی روِش میں بہت ایسی باتیں ملتی ہیں جو ہماری سمجھ میں نہیں آتیں الغرض ہم آدمیوں کو درختوں کی مانند چلتے دیکھتے ہیں۔

لیکن ہم آگے نظر ڈالیں اور تسلی حاصل کریں۔ ایک وقت آئیگا جب ہم صاف صاف دیکھینگے۔ رات بہت گزر چکی ہے۔ دن نکلنے والا ہے۔ ہم صبر سے منتظر رہیں۔ جاگیں۔ کام کریں۔ اور دُعا مانگیں۔ جب خداوند کا دن آئیگا تو ہماری رُوحانی بینائی کامل ہو جائیگی۔ ہم ویسا ہی دیکھینگے جیسے لوگ ہم کو دیکھتے ہیں اور ہم جانینگے جیسا کہ لوگ ہم کو جانتے ہیں۔

مرقس ۸ : ۲۷ - ۳۳ (۲۷) پھر یسُوع اور اُس کے شاگرد قیصریہ فلپی کے گانوؤں میں چلے گئے۔ اور راہ میں اُس نے اپنے شاگردوں سے یہ پُوچھا کہ لوگ مجھے کیا کہتے ہیں؟ (۲۸) اُنہوں نے یہ جواب دیا کہ یوحنا بپتسمہ دینے والا اور بعض۔ ایلیاہ۔ اور بعض۔ نبیوں میں سے کوئی۔ (۲۹) اُس نے اُن سے پُوچھا لیکن تم مجھے کیا کہتے ہو؟ پطرس نے جواب میں اُس سے کہا۔ تو مسیح ہے (۳۰) پھر اُس نے اُنہیں تاکید کی کہ میری بابت

کسی سے یہ نہ کہنا (۳۱) پھر وہ اُنہیں تعلیم دینے لگا کہ ضرور ہے کہ ابنِ آدم بہت دُکھ اُٹھائے اور بزرگ اور سردار کاہن اور فقیہ اُسے رد کریں۔ اور وہ قتل کیا جائے۔ اور تین دن کے بعد جی اُٹھے (۳۲) اور اُس نے یہ بات صاف صاف کہی۔ پطرس اُسے الگ لے جا کر اُسے ملامت کرنے لگا (۳۳) مگر اُس نے پھر کے اور اپنے شاگردوں پر نگاہ کر کے پطرس کو ملامت کیا اور کہا۔ اے شیطان میرے سامنے سے دُور ہو۔ کیونکہ تُو خدا کی باتوں کا نہیں بلکہ آدمیوں کی باتوں کا خیال رکھتا ہے۔

جن ماجروں کا ذکر یہاں مندرج ہے وہ بہت اہم ہیں۔ وہ ایک سفر کے ایام کے ماجرے ہیں۔ وہ "راہ میں گفتگو کرتے وقت پیدا ہوئے۔ ایسے سفر کیسے مبارک ہیں جن میں وقت نکمی باتوں میں صرف نہیں ہوتا بلکہ سنجیدہ اُمور پر غور کرنے میں۔

اوّل ہم اِس امر پر غور کریں کہ مسیح کے بارہ میں یہودیوں کے درمیان اختلاف الرائے تھا۔ بعض تو یہ کہتے تھے کہ وہ یُوحنا بپتسمہ دینے والا تھا۔ بعض ایلیاہ۔ اور بعض نبیوں میں سے ایک سمجھتے تھے۔ الغرض اُس کے بارہ میں ہر طرح کی رائے کا چرچا تھا سوائے اُس کے جو صحیح رائے تھی۔

آجکل بھی چاروں طرف یہی حال نظر آتا ہے۔ مسیح اور اُس کی انجیل کو فی الحقیقت لوگ بہت ہی کم سمجھتے ہیں اور ان کے بارہ میں ویسا ہی اختلاف رائے اب ہے جیسا اُنیس سو برس پہلے تھا۔ بہت لوگ مسیح کے نام سے واقف ہیں۔ وہ تسلیم کرتے ہیں کہ گنہگاروں کو بچانے کے لئے وہ دُنیا میں آیا۔ اور ایسی جگہوں میں اُس کی عبادت کرتے ہیں جو اِس کے لئے مخصوص ہیں لیکن بہت کم یہ جانتے ہیں کہ وہ عین خدا ہے۔ وہ واحد و میانی اور سردار کاہن ہے۔ وہی اکیلا زندگی اور اطمینان

کا چشمہ ہے وہ اُن کا اپنا چوپان اور دوست ہے مسیح کے بارہ میں سرسری خیالات بہت عام ہیں لیکن عقل و تجربہ سے اُس کی شناسائی شاذ و نادر لوگوں کو ملی ہے۔ جب تک ہم مسیح کی نسبت یہ نہ کہہ سکیں ہم چین نہ لیں "میرا محبوب میرا ہے اور مَیں اُس کی ہوں" (غزل ۲-۱۶) - یہ نجات بخش علم ہے۔ یہ ابدی زندگی ہے۔

پطرس رسُول نے جو ایمان کا اعلیٰ اقرار کیا وہ بھی قابلِ غور ہے۔ ہمارے خداوند کے اِس سوال کا کہ "تم مجھے کیا کہتے ہو" یہ جواب دیا "تُو مسیح ہے"۔ جس موقعہ پر پطرس نے یہ اقرار کیا اگر اُس کا لحاظ کیا جائے تو ظاہر ہو گا کہ یہ جواب بہت اعلیٰ تھا۔ اُس وقت مسیح غریب حالت میں تھا۔ اُس کی کوئی ظاہرا عزت۔ حشمت دولت و طاقت نہ تھی۔ ایسے وقت اُس نے یہ اقرار کیا کہ جب یہودی قوم کے کلیسیائی اور مُلکی سرداروں نے یسُوع کو مسیح تسلیم کرنے سے اِنکار کر دیا تھا اُس وقت شمعون پطرس نے کہا "تُو مسیح ہے"۔ ہمارے خداوند کے افلاس و پست حالت سے اُس نے ٹھوکر نہ کھائی۔ فقیہوں اور فریسیوں کی مخالفت۔ حاکموں اور کاہنوں کی عداوت کے باعث اُس کے ایمان کو جُنبش نہ ہوئی۔ شمعون پطرس پر ان کا کچھ اثر نہ ہُوا۔ اُس کا یہ ایمان تھا کہ یسُوع ناصری کی اُس نے پیروی کی وہ موعود نجات دہندہ حقیقی نبی۔ موسیٰ سے بزرگتر تھا جس کی پیشین گوئی صدیوں پیشتر کی گئی تھی۔ اُس نے دلیرانہ اور بلا تامل ظاہر کیا کہ میرا اور میرے چند رفیقوں کا یہ عقیدہ تھا کہ "تُو مسیح ہے"۔ اِس موقعہ پر پطرس کی روش سے ہم بہت کچھ سیکھ سکتے ہیں۔ گو وہ بعض اوقات غلطی کرتا اور تلوّن مزاجی دکھاتا تھا لیکن جس ایمان کا اُس نے یہاں اقرار کیا وہ قابلِ تقلید ہے۔ ایسے دلیرانہ اقرارات زندہ ایمان کی حقیقی شہادت ہُوا کرتے ہیں اور ہر زمانے میں اُن کی ضرورت ہے بشرطیکہ اپنے تئیں مسیح کے شاگرد ثابت کرنا چاہیں۔ پطرس کی طرح ہم بھی مسیح کا اقرار کریں۔ مسیح اور اُس کی تعلیم کو عوام پسند نہ کریں گے۔

اِس لئے ہم چند شاگرد اُس کا اقرار کرنے پر تیار رہوں گو کثرت ہمارے خلاف ہو۔ ہم دلیر ہو کر پطرس کے نقشِ قدم پر چلیں تو ہم کو بھی پطرس کی طرح انعام عطا ہو گا۔ جو لوگ آدمیوں کے سامنے مسیح کا اقرار کرتے ہیں اُن کو وہ خوب یاد رکھتا ہے اور ایک دن وہ سارے جہان کے سامنے ان کا اقرار کریگا۔

مسیح نے اپنی موت اور قیامت کا جو پورا اعلان کیا اُس پر ہم غور کریں "وہ انہیں تعلیم دینے لگا کہ ضرور ہے کہ ابنِ آدم بہت دُکھ اُٹھائے اور بزرگ اور سردار کاہن اور فقیہہ اُسے رد کریں اور وہ قتل کیا جائے اور تین دن کے بعد جی اُٹھے"۔

جن باتوں کا یہاں ذکر ہے وہ شاگردوں کے کانوں میں انوکھی معلوم ہوئی ہونگی۔ اُن کو یہ کہنا کہ اُن کا پیارا اُستاد ایسے بڑے عجیب کام کرنے کے بعد مارا جائیگا کیسا شاق گزرا ہوگا۔ یہ تو اُن کی سمجھ سے باہر تھا۔ لیکن جن الفاظ میں یہ اعلان دیا گیا وہ بھی عجیب ہیں "ضرور ہے کہ وہ دُکھ اُٹھائے"۔ "ضرور ہے کہ وہ مارا جائے"۔ "ضرور ہے کہ وہ جی اُٹھے"۔ ہمارے خداوند نے کیوں یہ کہا کہ "ضرور ہے"۔ کیا اُس کا یہ مطلب تھا کہ وہ اُن دُکھوں سے بچنے کی طاقت نہ رکھتا تھا۔ کہ وہ اپنے سے زیادہ طاقتور کے ہاتھوں مرنے پر مجبور تھا۔ یہ تو غلط ہے۔ کیا اُس کا منشا یہ تھا کہ دُنیا کو خود نثاری اور خود انکاری کا نمونہ دکھانے کے لئے اُس کا مرنا ضرور تھا اور صرف اِسی وجہ سے اُس کی موت ضروری تھی؟ ناممکن۔ بلکہ اِن سے بھی گہرے معنی اِس لفظ میں پائے جاتے ہیں "ضرور ہے کہ وہ دُکھ اُٹھائے اور مارا جائے"۔ اُس کا مقصد یہ تھا کہ اُس کی موت اور دُکھ آدمی کے گُناہ کا کفارہ دینے کے لئے ضروری تھے۔ اُس کا خون بہائے بغیر کوئی معافی نہ ہوسکتی تھی صلیب پر اُس کے بدن کے قربان کئے جانے کے بغیر خدا کی مقدس شریعت کی تلافی نہ ہوسکتی تھی۔ بدی کی تلافی اور خدا سے ملاپ کی خاطر اُسے دُکھ اُٹھانا ضرور تھا۔ اُسے مرنا ضرور تھا کیونکہ اُس کی موت کے ذریعہ کفارہ

دیئے بغیر گنہگاروں کو زندگی نہ مل سکتی تھی بغیر اُس کے دُکھوں کے ہمارے گُناہ دُور نہ ہو سکتے تھے۔ "وہ ہمارے قصوروں کے لئے حوالہ کر دیا گیا اور ہمارے راستباز ٹھیرانے کے لئے جلایا گیا" (رومیوں ۴-۲۵)۔ بائبل کی یہ مرکزی صداقت ہے۔ ہم اسے کبھی فراموش نہ کریں۔ یہ بھی قابلِ لحاظ ہے کہ سچے مسیحی کے دِل میں بھی فضل اور کمزوری عجیب طرح سے ملے ہوئے ہیں جس پطرس نے ایسا اعلیٰ اقرار کیا تھا وہ اپنے اُستاد کو مُلامت کرنے کی جُرأت کرتا ہے کیونکہ اُس نے اپنے دُکھوں اور موت کا ذکر کیا۔ لیکن اِس پر ہمارے خداوند نے اُس کو ایسی ملامت کی جیسے اُس نے پہلے کسی کو نہ کی تھی "اے شیطان میرے سامنے سے دُور ہو۔ کیونکہ تُو خدا کی باتوں کا نہیں بلکہ آدمیوں کی باتوں کا خیال رکھتا ہے"۔

یہ اِس امر کا ثبوت ہے کہ بڑے سے بڑے مقدس لوگ بھی بیکس غلطی کرنے والے مخلوق ہیں۔ پطرس میں جہالت تھی۔ اُس نے خداوند کی موت کی ضرورت کو نہیں سمجھا اور صلیب پر اُس کی قربانی کو روکنا چاہا۔ پطرس میں خود بینی کی کمزوری بھی تھی۔ اُس نے خیال کیا کہ میرے اُستاد کے لئے جو بہتر او رمناسب ہے اُسے مَیں بخوبی جانتا ہوں۔ میرا اُستاد اتنا نہیں جانتا اور اُس نے مسیح کو ایک دوسری بہتر راہ دکھانے کی کوشش کی لیکن پطرس نے جو کچھ کیا وہ نیک ارادے سے کیا۔ اُس کا منشا اچھا تھا اور اُس کی نیت پاک تھی لیکن جوش و سرگرمی غلطی کے لئے عُذر نہیں بن سکتے۔ ممکن ہے کہ کسی کی نیت اچھی ہو لیکن وہ سخت غلطی میں پھنس جائے۔ جن امور کا یہاں ذکر ہے اُن سے ہم فروتنی سیکھیں۔ ہم اپنی رُوحانی نعمتوں کے باعث پُھول نہ جائیں اور نہ دوسروں سے اپنی تعریف سُنکر مغرور ہوں۔ ہم کبھی نہ سوچیں کہ ہم سب کچھ جانتے ہیں اور غلطی نہیں کر سکتے لیکن دیکھئے ایسے اعلیٰ اقرار کرنے اور مسیح کے راستہ میں شیطان ہونے کے درمیان کتنا کم فاصلہ ہے۔ ہم ہر روز

یہ دُعا مانگیں "تُو مجھے سنبھال۔ میری حفاظت کر مجھے سکھلا اور مجھے غلطی میں پڑنے نہ دے"۔
بالآخر ان ماجروں سے ہم دوسروں کے ساتھ محبت سے سلوک کرنا سیکھیں۔ کسی کی غلطیوں اور خطاؤں کے باعث اُس کو رد کرنے میں شتابی نہ کریں۔ یاد رکھیں کہ شاید خدا کی نظر میں اُس کا دل پطرس کی طرح راست ہو۔ گو پطرس کی طرح ایک لحظہ کے لئے وہ ٹھیک ہو گیا ہو۔ ہم پولُس کی اِس نصیحت پر یاد سے عمل کریں" اے بھائیو اگر کوئی آدمی کسی قصور میں پکڑا بھی جاوے تو تم جو رُوحانی ہو اُس کو حلم مزاجی سے بحال کرو۔ اور اپنا بھی خیال رکھ کہیں تُو بھی آزمائش میں نہ پڑ جائے" (گلتیوں ۶ : ۱)۔

مرقس ۸ : ۳۴-۳۸ (۳۴) پھر اُس نے بِھیڑ کو اپنے شاگردوں سمیت پاس بُلا کر اُن سے کہا۔ اگر کوئی میرے پیچھے آنا چاہے تو اپنی خودی سے انکار کرے اور اپنی صلیب اُٹھائے اور میرے پیچھے ہو لے (۳۵) کیونکہ جو کوئی اپنی جان بچانی چاہے وہ اُسے کھوئیگا۔ اور جو کوئی میرے اور انجیل کے واسطے اپنی جان کھوئیگا وہ اُسے بچائیگا (۳۶) اور آدمی اگر ساری دُنیا کو حاصل کرے اور اپنی جان کا نقصان اُٹھائے تو اُسے کیا فائدہ ہوگا؟ (۳۷) اور آدمی اپنی جان کے بدلے کیا دے؟ (۳۸) کیونکہ جو کوئی اِس زناکار اور خطاکار قوم میں مجھ سے اور میری باتوں سے شرمائیگا۔ ابنِ آدم بھی جب اپنے باپ کے جلال میں پاک فرشتوں کے ساتھ آئیگا تو اُس سے شرمائیگا۔

اِس مقام میں ہمارے خداوند کے الفاظ بالخصوص بہت وزن دار اور سنجیدہ ہیں۔ اپنے شاگردوں کے غلط خیالات کی تصحیح کے لئے اُس نے یہ الفاظ زبان مبارک

سے نکالے۔ کیونکہ وہ نہیں چاہتا تھا کہ آسمان کی بادشاہت کے بارہ میں وہ غلط خیال رکھیں لیکن ہر زمانہ کی کلیسیا کے لئے اُن میں صداقت اور گہری تعلیم ہے۔ اِس ساری عبارت کو اگر ہم عالمِ تنہائی میں سوچا کریں تو کیا ہی خوب ہو۔

اوّل تو یہاں سے یہ سبق حاصل ہوتا ہے کہ اگر مسیح کے شاگرد بننا اور نجات پانا چاہتے ہیں تو ہمیں خود انکاری اختیار کرنا لازمی ہے۔ "اگر کوئی میرے پیچھے آنا چاہے تو اپنی خودی سے انکار کرے۔ اور اپنی صلیب اُٹھائے اور میرے پیچھے ہولے"۔

اِس میں تو کچھ کلام نہیں کہ نجات فضل ہی سے ملتی ہے۔ گنہگار سے گنہگار کو یہ مُفت پیش کی جاتی ہے بلا نقد اور بلا قیمت "تم کو ایمان کے وسیلے فضل ہی سے نجات ملتی ہے اور یہ تمہاری طرف سے نہیں بلکہ خدا کی بخشش ہے" (افسیوں ۲-۸و۹)۔ لیکن جو لوگ اس بڑی نجات کو قبول کرتے ہیں وہ مسیح کے پیچھے پیچھے اپنی صلیب اُٹھا کر اپنے ایمان کی صداقت کو ثابت کریں وہ یہ خیال نہ کریں کہ وہ بلا تکلیف۔ بلا دُکھ درد اور جدوجہد کے آسمان میں داخل ہو جائینگے۔ وہ تعلیم کی صلیب اور عمل کی صلیب اُٹھانے پر قناعت کریں۔ ایسے ایمان کو تھامے رکھنے کی صلیب جسے دُنیا حقیر جانتی ہے اور ایسی زندگی بسر کرنے کی صلیب جسے دُنیا مضحکہ میں اُڑاتی اور دینی مالیخولیا سے نامزد کرتی ہے۔ وہ اِس امر پر رضامند ہوں کہ جسم کو مصلوب کریں۔ بدن کے کاموں کو کُشتہ کریں۔ شیطان سے روزانہ جنگ کریں۔ دُنیا سے نکل آئیں اور اگر ضرورت ہو تو مسیح کی خاطر اور اُس کی انجیل کی خاطر جان دے دیں۔ یہ الفاظ سخت تو ہیں لیکن اِن کو کوئی توڑ مروڑ نہیں سکتا ہمارے خداوند کے یہ الفاظ صاف و صریح ہیں۔ اگر ہم صلیب نہ اُٹھائینگے تو ہم کبھی تاج حاصل نہ کرینگے۔

صلیب سے ڈر کر ہم مسیح کی خدمت سے گریز نہ کریں۔ خواہ وہ صلیب کیسی بھاری کیوں نہ ہو یسوع اُس کے اُٹھانے کے لئے ہمیں فضل عطا کریگا" جو مجھے طاقت بخشتا

ہے اُس میں مَیں سب کچھ کر سکتا ہوں" (فلپیوں ۴-۱۳)۔ ہم سے پیشتر ہزاروں لاکھوں نے یہ صلیب اُٹھائی اور مسیح کے جُوئے کو آسان اور اُس کے بوجھ کو ہلکا پایا۔ دُنیا میں کوئی اچھی شے بلا تکلیف حاصل نہیں ہوتی۔ ہم ہرگز توقع نہ رکھیں کہ بلا تکلیف ہم خدا کی بادشاہت میں داخل ہو جائینگے۔ ہم دلیری سے آگے بڑھیں اور کسی مشکل کے باعث پیچھے نہ ہٹیں۔ یہ صلیب صرف چند روزہ ہے آخر کار ابدی جلال حاصل ہوگا۔

ہم اکثر اپنے سے یہ سوال کیا کریں کہ کیا ہماری مسیحیت پر ہمارا کچھ خرچ بھی ہُوا ہے یا نہیں؟ کیا اِس کے ساتھ کوئی صلیب بھی ملحق ہے؟ اگر نہیں تو ہم کانپیں اور ڈریں۔ ہم نے ہر ایک بات سیکھی۔ جس دین پہ کچھ خرچ نہیں ہوتا وہ ناکارہ ہے۔ اُس سے ہمیں اِس زندگی میں کچھ فائدہ نہ ملیگا۔ اور نہ آئندہ زندگی میں نجات حاصل ہو گی۔

اِن آیات سے دوسری بات یہ حاصل ہوتی ہے کہ رُوح کی قیمت کیسی بیش بہا ہے۔ ہمارے خداوند نے فرمایا "آدمی اگر ساری دُنیا کو حاصل کرے اور اپنی جان کا نقصان اُٹھائے تو اُسے کیا فائدہ ہوگا" یہ الفاظ اِس لئے استعمال ہوئے تاکہ ہم میں کوشش اور خود انکاری کی رُوح کو تحریک دیں۔ ہر صبح کو جب ہم بستر سے اُٹھیں اور ہر رات جب ہم بستر پر لیٹنے جائیں یہ الفاظ تُرہی کی طرح ہمارے کانوں میں گونجیں۔ وہ ہمارے دماغ میں ایسے نقش ہو جائیں کہ شیطان اور دُنیا اُن کو نہ مٹا سکیں۔

ہم سب میں رُوح ہے جو ابد تک زندہ رہیگی۔ خواہ ہم جانیں یا نہ جانیں ہم سب کے پاس ایک ایسی شئے ہے جو زندہ رہیگی جبکہ ہمارے بدن قبروں میں پڑے سڑ گل گئے ہونگے۔ ہم سبھوں میں رُوح ہے جس کا حساب ہمیں خدا کو دینا ہوگا۔ یہ خوفناک خیال ہے۔ کیونکہ ہم جانتے ہیں کہ اکثر دُنیا کے سوا اور کسی چیز کی فکر نہیں کرتے ہر شخص کو یہ خطرہ ہے کہ اپنی رُوح کو ضائع کرے۔ وہ اُسے بچا نہیں سکتا۔ صرف مسیح اُسے بچا سکتا ہے لیکن آدمی اپنی روح کھو سکتا ہے اور وہ بھی کئی طریقوں سے۔ گُناہ

کو پیار کرنے اور دُنیا کے ساتھ دل لگانے کے ذریعہ وہ اسے قتل کر سکتا ہے۔ وہ جھوٹ کا مذہب قبول کرنے اور انسانی ایجاد کردہ وسواس پر ایمان لانے کے ذریعہ اُسے زہر دے سکتا ہے۔ فضل کے وسائل کو نظر انداز کرنے اور انجیل کو اپنے دل میں لینے سے انکار کرنے کے ذریعہ وہ اسے فاقوں مار سکتا ہے۔ گڑھے میں جانے کے اور بیشمار راستے ہیں۔ جو راہ وہ چاہے اختیار کرے اُس کے لئے وہ آپ ہی ذمہ دار ہے۔ گو انسانی فطرت کمزور۔ بگڑی۔ گری ہوئی اور ناتوان ہو لیکن اُسے اپنی رُوح کو تباہ و برباد کرنے اور کھونے کی زبردست طاقت حاصل ہے۔

آدمی کی رُوح کے نقصان کی تلافی سارے جہان سے نہیں ہو سکتی۔ دُنیا کے سارے خزانے اِس ابدی بربادی کا معاوضہ نہیں ہو سکتے۔ دُنیا کی دولت تو چند روزہ ہے وہ تو ایک دن ہمیشہ کے لئے ہم سے چھوٹ جائیگی۔ جو نقصان وہ اور ناقابلِ تلافی ہے سودے انسان کرتا ہے اُن سب سے یہ سودا بُرا ہے کہ اِس موجودہ دُنیا کی خاطر آدمی اپنی رُوح کی نجات کھو بیٹھے۔ عیساؔؤ کی طرح ہزاروں نے مسُور کی دال کے عوض اپنے پلوٹھے ہونے کا حق کھو دیا۔ اور بعد ازاں گو عیساؔؤ کی طرح رو رو کر توبہ بھی کی لیکن حاصل کچھ نہ ہُوا۔ وقت گزر گیا۔

ہمارے خداوند کے یہ الفاظ ہمارے دِلوں پر نقش ہو جائیں۔ اِن کے معنی ظاہر کرنے میں الفاظ قاصر ہیں۔ ہم اپنی آزمائش کے وقت اِن الفاظ کو یاد رکھیں۔ جبکہ رُوح ہیچ اور ناکارہ نظر آتی ہے اور یہ دُنیا بیش بہا۔ کاش کہ ایذا رسانی کے وقت یہ الفاظ یاد رہیں جبکہ انسان کے خوف سے ہم مسیح کو ترک کرنے کی طرف مائل ہونے لگتے ہیں۔ "آدمی اگر ساری دُنیا کو حاصل کرے اور اپنی جان کا نقصان اُٹھائے تو اُسے کیا فائدہ ہوگا؟"

سوم۔ اِن الفاظ سے ظاہر ہے کہ مسیح سے شرمندہ ہونے میں بڑا خطرہ ہے "جو کوئی ... مجھ سے اور میری باتوں سے شرمائیگا۔ ابنِ آدم بھی جب اپنے باپ کے جلال میں

پاک فرشتوں کے ساتھ آئیگا تو اُس سے شرمائیگا۔"

کسی کی نسبت ہم کب یہ کہہ سکتے ہیں کہ وہ مسیح سے شرماتا ہے؟ ہم اُس وقت اِس کے مرتکب ہوتے ہیں جب ہم کو لوگوں پر یہ ظاہر کرنے سے شرم آتی ہے کہ ہم مسیح پر ایمان لاتے اور اُس کی تعلیم کو پیار کرتے ہیں کہ ہم مسیح کے احکام کے مطابق زندگی بسر کرنا چاہتے ہیں اور ہم مسیح کے لوگوں میں شمار ہونے کی آرزو رکھتے ہیں۔ مسیح کی تعلیم۔ احکام اور شاگرد کبھی ہر دلعزیز نہیں ہوئے اور نہ کبھی ہونگے۔ جو لوگ دلیری سے یہ اقرار کرتے ہیں کہ وہ انہیں پیار کرتے ہیں ضرور لوگ اُن کو مخول میں اُڑائینگے اور دُکھ دینگے۔ اِس مخول اور دُکھ سے ڈر کر جو مسیح سے شرمندہ ہوتے ہیں وہ اِس فتوٰی کے تحت میں آتے ہیں جو یہاں قلمبند ہؤا ہے۔

ہمارے خداوند کے اقوال میں بہت تھوڑے ایسے ہونگے جو اِس سے زیادہ مجرم ٹھیرانے والے ہوں "آدمی کا ڈر آدمی کو پھنساتا ہے" (امثال ۲۹-۲۵)۔ ہزاروں آدمی ایسے ملینگے جو اپنا فرضِ منصبی ادا کرنے میں شیر کا مقابلہ کرینگے اور تیر و تفنگ کے آگے سینہ سپر کر دینگے اور خوف کو پاس پھٹکنے نہ دینگے۔ تو بھی "دیندار" کہلانے سے شرمائینگے اور یہ تسلیم کرنے کی جُرأت نہ کرینگے کہ وہ انسان سے بڑھکر مسیح کو خوش کرنا چاہتے ہیں ہنسی مخول کا زور بھی کیسا بڑا ہوتا ہے اور دُنیا کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے ہر طرح کی غلامی کو آدمی روا رکھتا ہے۔

اِس لئے ہم ہر روز دُعا مانگیں کہ آدمیوں کے سامنے مسیح کا اقرار کرنے کا ایمان اور دلیری ہم کو عطا ہو۔ گناہ سے۔ دُنیا داری سے یا کم اعتقادی سے ہم البتہ شرمندہ ہوں۔ لیکن اُس سے ہم کبھی شرمندہ نہ ہوں جس نے صلیب پر ہمارے لئے اپنی جان دی۔ باوجود ہنسی مخول اور دُشنام کے دلیری سے اقرار کریں کہ ہم مسیح کی خدمت کرینگے۔ ہم اکثر اُس کی دوسری آمد کا خیال رکھیں اور یاد کریں کہ یہاں اُس کے بارہ میں کیا

لکھا ہے۔ یہ ہزار گنا بہتر ہے کہ ہم یہاں مسیح کا اقرار کریں اور آدمیوں کی نظر میں حقیر ٹھہریں بہ نسبت اِس کے کہ عدالت کے دن مسیح اپنے باپ کے آگے ہمارا انکار کرے۔

مرقس ۹: ۱- ۱۳ (۱) اور اُس نے اُن سے کہا۔ مَیں تم سے سچ کہتا ہوں کہ جو یہاں کھڑے ہیں اُن میں سے بعض ایسے ہیں کہ جب تک خدا کی بادشاہت کو قدرت کے ساتھ آیا ہُوا نہ دیکھ لیں موت کا مزہ ہرگز نہ چکھینگے۔ (۲) چھ دن کے بعد یسُوع نے پطرس اور یعقوب اور یوحنّا کو ہمراہ لیا اور اُنہیں الگ ایک اُونچے پہاڑ پر اکیلے میں لے گیا۔ اور اُن کے سامنے اُس کی صورت بدل گئی (۳) اور اُس کی پوشاک ایسی نورانی اور نہائت سفید ہوگئی کہ دُنیا میں کوئی دھوبی ویسی سفید نہیں کرسکتا (۴) اور ایلیاہ موسےٰ کے ساتھ اُنہیں دکھائی دیا۔ اور وہ یسُوع سے باتیں کرتے تھے (۵) پطرس نے یسُوع سے کہا۔ ربّی۔ ہمارا یہاں رہنا اچھا ہے۔ پس ہم تین ڈیرے بنائیں۔ ایک تیرے لئے۔ ایک موسےٰ کے لئے۔ ایک ایلیاہ کے لئے (۶) کیونکہ وہ نہ جانتا تھا کہ کیا جواب دے۔ اِس لئے کہ وہ بہت ڈر گئے تھے (۷) پھر ایک بادل نے اُن پر سایہ کرلیا اور اُس بادل میں سے آواز آئی کہ یہ میرا پیارا بیٹا ہے۔ اِس کی سُنو (۸) اور اُنہوں نے یکایک جو چاروں طرف نظر کی تو یسُوع کے سوا اَور کسی کو اپنے ساتھ پھر نہ دیکھا (۹) جب وہ پہاڑ سے اُترتے تھے تو اُس نے اُنہیں حکم دیا کہ جب تک اِبنِ آدم مُردوں میں سے جی نہ اُٹھے جو کچھ تم نے دیکھا ہے کسی سے نہ کہنا (۱۰) اُنہوں نے اُس کلام کو یاد رکھا۔ اور وہ آپس میں بحث کرتے تھے کہ مُردوں میں سے جی اُٹھنے کے کیا معنے ہیں؟ (۱۱) پھر اُنہوں نے اُس سے یہ پُوچھا کہ فقیہ کیونکر کہتے ہیں کہ ایلیاہ کا پہلے آنا ضرور ہے؟

(۱۲) اُس نے اُن سے کہا کہ ایلیاہ البتہ پہلے آکر سب کچھ بحال کریگا۔ مگر کیا وجہ ہے کہ ابنِ آدم کے حق میں لکھا ہے کہ وہ بہت سے دُکھ اُٹھائیگا اور حقیر کیا جائیگا؟
(۱۳) لیکن میں تم سے کہتا ہوں کہ ایلیاہ تو آچکا۔ اور جیسا اُس کے حق میں لکھا ہُوا ہے اُنہوں نے جو کچھ چاہا اُس کے ساتھ کیا۔

اِس عبارت کا جو تعلق گذشتہ باب کی آخری آیات سے ہے اُسے ہم فراموش نہ کریں۔ ہمارے خداوند نے اپنی موت اور دُکھوں کا ذکر کیا۔ اور اِس امر کا کہ اگر کوئی اُس کا شاگرد ہونا چاہے تو اُسے خود انکاری لازم ہے۔ اور اگر وہ اپنی جانیں بچانا چاہتے ہیں تو اُن کو مسیح کی خاطر کھوئیں لیکن عین اُسی وقت اُس نے اپنی آیندہ سلطنت اور جلال کا ذکر کیا۔ اپنے سامعین کے لئے آئندہ جلال کا نظارہ دکھا کر اپنے اقوال کی سختی کو کم کیا۔ اور تبدیلِ صورت میں جس کا یہاں ذکر ہے اُس کا یہ وعدہ پُورا کیا۔

اِن آیات میں اوّل یہ عجیب رویت قابلِ غور ہے کہ مسیح کی دوسری آمد کے وقت اُس کا اور اُس کے لوگوں کا کیسا جلال ہوگا۔ اِس میں تو کچھ شک نہیں کہ تبدیلِ صورت کا ایک بڑا مقصد یہ تھا۔ اِس کے ذریعہ شاگردوں کو یہ سکھانا منظور تھا کہ فی الحال ہمارا خداوند عاجز اور غریب دکھائی دیتا تھا لیکن ایک روز وہ ایسے شاہانہ جلال میں ظاہر ہوگا جو ابنِ خدا کے شایاں تھا۔ اِس میں شاگردوں کے لئے یہ تعلیم تھی کہ جب وہ دوسری دفعہ آئیگا تو موسیٰ اور ایلیاہ کی طرح اُس کے مقدّس لوگ اُس کے ساتھ ظاہر ہونگے۔ یہ رویت اُن کو یاد دلاتی رہیگی کہ گو اب اُن کو لعنت مُلامت کی جاتی اور ایذا پہنچائی جاتی تھی تو بھی ایک دن عزت سے ملبّس ہونگے اور اپنے اُستاد کے جلال میں حصہ لینگے۔

ہم اِس رویت کے لئے خدا کا شکر کرتے ہیں۔ مسیح کی خدمت میں صلیب و مصیبت دیکھکر ہم اکثر اس کی خدمت ترک کرنے پر آمادہ ہوتے ہیں۔ ہمارے رفیق معدودے چند اور مخالف کثیر التعداد نظر آتے ہیں۔ ہمارا نام بدکاروں کی طرح بدنام کیا جاتا اور ہماری ہر طرح کی بدگوئی کی جاتی ہے کیونکہ ہم انجیل پر ایمان لاتے اور اُسے پیار کرتے ہیں۔ سال بہ سال ہم دیکھتے ہیں کہ مسیح کے خادموں کو موت چھین کر لے جاتی ہے اور ہم کو سوائے اِس کے اور کچھ خبر نہیں ہوتی کہ وہ ایک نامعلوم جہان کو چلے گئے اور ہم اکیلے رہ گئے۔ ہمارے جسم اور خون کو یہ خیال کیسا صدمہ پہنچاتا ہے۔ اگر ایمانداروں کا ایمان کبھی کمزور پڑ جائے اور اگر اُن کی آنکھیں انتظار کرتے کرتے تھک جائیں تو کچھ تعجب نہیں۔

ایسے شکوک کا علاج اِس رویت میں پایا جاتا ہے۔ اِس مقدس پہاڑ کی رویت اِس بات کی گویا ضمانت ہے کہ خدا کے لوگوں کے لئے ذوالجلال اشیاء مہیا کی گئی ہیں۔ اُن کا مصلوب نجات دہندہ بڑی قدرت اور جلال کے ساتھ پھر آئیگا۔ اور اُس کے سب مقدس بھی اُس کے ساتھ آئینگے اور اُس خوشی کے دن تک اُس کے ساتھ محفوظ رہینگے۔ ہم صبر سے انتظار کریں "جب مسیح جو ہماری زندگی ہے ظاہر کیا جائیگا تو تم بھی اُس کے ساتھ جلال میں ظاہر کئے جاؤ گے" (کلسیوں ۳-۴)۔

اِس مقام میں دوسرا امر قابلِ توجہ یہ ہے کہ جب پطرس رسول نے ہمارے خداوند کی صورت کی تبدیلی دیکھی تو اُس نے کیا الفاظ استعمال کئے "ربی ہمارا یہاں رہنا اچھا ہے"۔ اِن الفاظ میں بعض خیال ایسے ہیں جن کی سفارش نہیں کی جا سکتی کیونکہ جس مقصد کے لئے ہمارا خداوند دُنیا میں آیا تھا اُس کی طرف سے اُس کی ناواقفیت ٹپکتی ہے۔ کیونکہ وہ تو دُکھ اُٹھانے اور مرنے آیا تھا۔ وہ اپنے اُن بھائیوں کو بھول گیا جو اُس وقت اُس کے پاس موجود نہ تھے۔ اور اِس تاریک دُنیا کی طرف سے ناواقف

تھا جس کیلئے اسکے اُستاد کی حضوری درکار تھی۔ علاوہ ازیں جو تجویز اُس نے اُس وقت پیش کی اُس میں اُس کے اُستاد کی عزت کا ادنیٰ اندازہ لگایا گیا۔ جب اُس نے یہ کہا کہ "تین ڈیرے بنائیں" ایک موسیٰ کے لئے۔ ایک ایلیاہ اور ایک مسیح کے لئے۔" تو اُسے یہ معلوم نہ تھا کہ موسیٰ اور ایلیاہ سے بزرگتر شخص وہاں موجود تھا۔ ان سارے امور کے لحاظ سے پطرس کے الفاظ کی تعریف نہیں ہو سکتی بلکہ مذمت لیکن پھر بھی ہم یہ نظر انداز نہ کریں کہ اس جوشیلے شاگرد کے دل میں اس رویت سے کیسی خوشی حاصل ہوئی۔ فرطِ خوشی سے وہ چلا اُٹھا "ہمارا یہاں رہنا اچھا ہے" حقیقی ایماندار کے لئے جلال کا نظارہ کیسا تسلی بخش ہوتا ہے۔ ہم ذرا نظر مستقبل کی طرف کریں اور اس خوشی کا اندازہ لگائیں جو مقدسوں کو اُس وقت حاصل ہوگی جب وہ دوسری دفعہ آمد کے وقت خداوند یسوع سے ملاقات کرینگے اور پھر کبھی جُدا نہ ہونگے۔ چند لمحوں کی رویت سے پطرس کے دل میں کیسی خوشی ہوئی۔ ان دو مقدسوں کے نظارہ سے وہ ایسا خوش و خرم تھا کہ وہ وہاں ہی رہ کر مزید حظ اُٹھانا چاہتا تھا۔ پھر اُس وقت کا کیا حال جب ہمارا خداوند آخری روز اپنے مقدسوں کے ساتھ ظاہر ہوگا، جب ہم خود اُس جلال میں شریک ہونگے اور اُن مقدسوں کی صحبت میں رہینگے اور پھر کبھی اپنے خداوند کی حضوری سے جُدا نہ ہونگے۔ یہ ایسے سوال ہیں جن کا کوئی جواب نہیں دے سکتا۔ اُس دن کی خوشی کا اندازہ لگانا ہمارے احاطۂ خیال سے باہر ہے۔ جس خوشی کا تھوڑا سا ذائقہ پطرس کو حاصل ہوا اُس کا ہم پورا حظ حاصل کرینگے۔ ہم مسیح اور اُس کے مقدسوں کو دیکھکر ایک دل اور ایک آواز سے یہ چلا اُٹھینگے "ہمارا یہاں رہنا اچھا ہے"۔

تیسری بات جو یہاں قابلِ غور ہے وہ یہ ہے کہ مسیح کے عہدہ اور عظمت کے بارہ میں کہ وہ موعود مسیح ہے کیسی صاف شہادت یہاں ملتی ہے۔ موسیٰ اور ایلیاہ

شریعت اور انبیا کے نمائندے تھے۔ ان کا ظاہر ہونا ایک ایسی شہادت ہے کہ وہ گویا یہ کہہ رہے ہیں کہ جس کے بارہ میں اُنہوں نے قدیم زمانہ میں خبر دی اور جس کے بارہ میں اُنہوں نے لکھا کہ وہ آئیگا وہ یہی ہے۔ چند منٹوں کے بعد وہ غائب ہو گئے۔ اور یسوعؑ اکیلا رہ گیا تا کہ ظاہر ہو کہ وہ تو محض شاہد ہی تھے۔ چونکہ مالک خود آ گیا ہے اس لئے صدر جگہ اُس کے سپرد کرتے ہیں۔ آسمان سے جو آواز آئی "یہ میرا پیارا بیٹا ہے اس کی سُنو" وہ بھی شہادت تھی۔ خدا باپ کی جو آواز ہمارے خداوند کے بپتسمہ کے وقت سُنی گئی وہی آواز تبدیلِ صورت کے وقت آئی "یہ میرا پیارا بیٹا ہے" البتہ اس موقعہ پر یہ الفاظ پھر مزید ہوئے "اس کی سُنو"۔

اس روایت کا لُبِ لباب یہ تھا کہ ان تین شاگردوں کے دلوں پر اس کا مستقل اثر ہو۔ اس نے عجب طرح سے یہ سکھایا کہ ہمارا خداوند اُن سے اور انبیا سے ایسا ہی فوق رکھتا تھا جیسا کہ گھر کا مالک گھر کے خادموں پر رکھتا ہے اور کہ وہ ساری باتوں میں اُس پر ایمان لائیں اُس کی پیروی اور اطاعت کریں اُس پر بھروسہ رکھیں اور اُس کی سُنیں۔

الغرض اس آواز کے الفاظ ہر سچے مسیحی کے دل پر نقش ہو جائیں۔ وہ مسیح کی سُنیں"۔ وہ بڑا معلم ہے۔ جو لوگ دانا بننا چاہتے ہیں اس سے تعلیم حاصل کریں وہ دُنیا کا نور ہے جو اُسکی پیروی کرینگے وہ خطا نہ کریں گے۔ وہ کلیسیا کا سر ہے جو اُس ہتر یہ بدن کے زندہ اعضا ہونا چاہتے ہیں وہ اُس کی طرف نظر اُٹھائیں۔ جس سوال کا ہم سبھوں سے تعلق ہے وہ یہ نہیں کہ آدمی کیا کہتا ہے یا خادم کیا کہتے ہیں یا کلیسیا کیا کہتی ہے۔ یا کونسلیں کیا کہتی ہیں مگر یہ سوال ہے کہ مسیح کیا کہتا ہے۔ ہم اُس کی سُنیں۔ اُسی میں ہم قائم ہیں۔ اُس پر ہم تکیہ کریں اُس کی طرف نظر اُٹھائیں۔ وہ کبھی ہم کو مایوس

نہ کریگا نہ گمراہ کریگا۔ جو لوگ تجربہ سے اِس آیت کے معنی سمجھتے ہیں وہ کیسے خوش قسمت ہیں "میری بھیڑیں میری آواز سُنتی ہیں اور مَیں اُنہیں جانتا ہوں اور وہ میرے پیچھے پیچھے چلتی ہیں اور مَیں اُنہیں ہمیشہ کی زندگی بخشتا ہوں اور وہ ابد تک کبھی ہلاک نہ ہونگی اور کوئی اُنہیں میرے ہاتھ سے چھین نہ لیگا" (یوحنا ۱۰۔ ۲۷ و ۲۸)۔

مرقس ۹: ۱۴۔ ۲۹ (۱۴) اور جب وہ شاگردوں کے پاس آئے تو دیکھا کہ اُن کے چاروں طرف بڑی بھیڑ ہے۔ اور فقیہ اُن سے بحث کر رہے ہیں (۱۵) اور فی الفور ساری بھیڑ اُسے دیکھکر نہایت حیران ہوئی۔ اور اُس کی طرف دوڑ کر اُسے سلام کرنے لگی (۱۶) اُس نے اُن سے پُوچھا۔ تم اُن سے کیا بحث کرتے ہو؟ (۱۷) اور بھیڑ میں سے ایک نے اُسے جواب دیا کہ اے اُستاد۔ مَیں اپنے بیٹے کو جس میں گونگی رُوح ہے تیرے پاس لایا تھا (۱۸) وہ جہاں اُسے پکڑتی ہے پٹک دیتی ہے۔ اور وہ کف بھر لاتا اور دانت پیستا اور سُوکھتا جاتا ہے۔ اور مَیں نے تیرے شاگردوں سے کہا تھا کہ وہ اُسے نکال دیں۔ مگر وہ نہ نکال سکے (۱۹) اُس نے جواب میں اُن سے کہا۔ اے بے اعتقاد قوم میں کب تک تمہارے ساتھ رہونگا؟ کب تک تمہاری برداشت کرونگا؟ اُسے میرے پاس لاؤ (۲۰) پس وہ اُسے اُس کے پاس لائے۔ اور جب اُس نے اُسے دیکھا تو فی الفور رُوح نے اُسے مروڑا۔ اور وہ زمین پر گرا اور کف بھر کر لوٹنے لگا (۲۱) اُس نے اُس کے باپ سے پُوچھا یہ اِس کو کتنی مُدّت سے ہے؟ وہ بولا۔ بچپن سے (۲۲) اور اُس نے اکثر اُسے آگ میں اور اکثر پانی میں ڈالا تاکہ اُسے ہلاک کرے لیکن اگر تُو کچھ کر سکتا ہے تو ہم پر ترس کھا کر ہماری مدد کر (۲۳) یسوع نے اُس سے کہا۔ کیا! اگر تُو کر سکتا ہے!

جو اعتقاد رکھتا ہے اُس کے لئے سب کچھ ہو سکتا ہے (۲۴) فی الفور اُس لڑکے کا باپ چلا کر بولا۔ مَیں اعتقاد رکھتا ہوں۔ تو میری بے اعتقادی کا علاج کر (۲۵) جب یسوع نے دیکھا کہ لوگ دوڑ دوڑ کر جمع ہو رہے ہیں۔ تو اُس ناپاک رُوح کو جھڑک کر اُس سے کہا۔ اے گونگی بہری رُوح۔ میں تجھے حکم کرتا ہوں۔ اِس میں سے نکل آ۔ اور اِس میں پھر کبھی داخل نہ ہو (۲۶) وہ چلا کر اور اُسے بہت مروڑ کر نکل آئی۔ اور وہ مُردہ سا ہو گیا ایسا کہ اکثروں نے کہا کہ وہ مر گیا (۲۷) مگر یسوع نے اُس کا ہاتھ پکڑ کر اُسے اُٹھایا۔ اور وہ اُٹھ کھڑا ہُوا (۲۸) جب وہ گھر میں آیا تو اُس کے شاگردوں نے الگ اُس سے پُوچھا کہ ہم اُسے کیوں نہ نکال سکے؟ اُس نے اُن سے کہا کہ یہ قسم دُعا کے سوا کسی اور طرح نہیں نکل سکتی"۔

یہ آیات اُن آیات سے جو اِس سے پیشتر اِس باب میں مندرج ہیں بڑا فرق رکھتی ہیں۔ تبدیل صورت کے واقعہ سے ہٹ کر ہم شیطان کے افسوسناک کام کا ذکر پاتے ہیں۔ اِس جلال کے نظارہ سے ہٹ کر ایک آسیب زدہ کی رُوحی حالت دکھائی دیتی ہے۔ جہاں موسیٰ اور ایلیاہ کی رفاقت حاصل تھی اب وہاں بے اعتقاد فقیہوں سے واسطہ پڑتا ہے۔ ہزار سالہ سلطنت کے جلال کی ذرا سی جھلک دیکھنے کے بعد اور خدا باپ کی سنجیدہ آواز خدا بیٹے کی تصدیق میں سُننے کے بعد درد۔ کمزوری اور مصیبت کی گریہ و زاری سُنائی دیتی ہے۔ ایک لڑکا بدنی دُکھ میں مُبتلا ہے۔ ایک باپ سخت مصیبت میں پھنسا ہے اور شاگردوں کے چھوٹے چھوٹے کو شیطان کی قدرت نے حیران کر رکھا ہے اور کوئی چارہ کی صورت نظر نہیں آتی۔ یہ نظارہ کیسا متفرق اور مختلف ہے۔ جب ہمارے خداوند نے اپنے جلال کو چھوڑا اور جہان میں آیا تو اُس نے بخوشی ایسے نظاروں کو دیکھنا قبول کیا جس کا ذکر مُشتے نمونہ از خروارے

یہاں ملتا ہے۔ بہرحال سارے سچے مسیحیوں کی زندگی کی یہ درخشاں تصویر ہے جیسے اُن کے اُستاد کو پیش آیا ویسے ہی اُن کو پیش آتا ہے۔ کام۔ جنگ۔ ناتوانی اور غم کے نظارے ہمیشہ نظر پڑینگے ان کے لئے جلال کے نظارے۔ آسمانی ذائقے۔ پہاڑ کے موسم ان کی زندگی کا قانون نہیں بلکہ مستثنیات ہیں۔

ہم کو ان آیات سے یہ سبق ملتا ہے کہ مسیح کے شاگرد اپنے مالک کی صحبت اور مدد کے کس قدر محتاج ہیں۔ اِس کی ایک مثال اس وقت پیش آئی جب ہمارا خداوند پہاڑ سے نیچے اُترا موسیٰ کی طرح جب وہ کوہ سینا سے نیچے آیا تو اُس کے پیرووں کا چھوٹا گروہ حیرانی و پریشانی میں مبتلا تھا۔ اُس نے دیکھا کہ اُس کے نو شاگردوں کو حاسد فقیہوں نے گھیر رکھا ہے اور آسیب زدہ کو شفا دینے میں قاصر رہے ہیں۔ یہی گروہ جو قبل ازیں کئی ایک معجزے کر چکے اور بہت شیاطین کو نکال چکے تھے اب وہ ایک بدروح نکالنے میں ناکامیاب رہے۔ اُنہوں نے اپنے عجز کے تجربہ سے یہ سبق سیکھا "میرے بغیر تم کچھ نہیں کر سکتے" (یوحنا ۱۵-۵)۔ بیشک یہ مفید سبق تھا اور جس کے ذریعہ اُن کو روحانی فائدہ ہُوا جسے اُنہوں نے ساری عمر یاد رکھا۔ جو سبق تجربے کے ذریعہ حاصل ہوتا ہے وہ ساری عمر نہیں بھولتا۔ حالانکہ جو باتیں ہم کانوں سے سُنتے ہیں وہ جلد فراموش ہو جاتی ہیں۔ تو بھی یقیناً اُس وقت یہ تجربہ تلخ معلوم ہُوا ہوگا۔ ہم یہ سیکھنا پسند نہیں کرتے کہ مسیح کے بغیر ہم کچھ نہیں کر سکتے۔ ہر زمانے میں مسیح کے لوگوں کی تاریخ میں ایسی بیشمار مثالیں پائی جاتی ہیں۔ اکثروں کا یہ حال ہُوا کہ ایک وقت تو اُنہوں نے انجیل کی خاطر بہت محنت و مشقت کی اور ایک وقت ایسا آیا کہ وہ بالکل ٹھنڈے پڑ گئے اور پانی کی طرح متزلزل اور بے ثبات ہو گئے۔ صدر اُسقف کرانمر اور بشپ جوایل کی عارضی برگشتگی کسی کو یاد نہ ہوگی۔ پاک سے پاک اور فضل سے افضل مسیحی فخر کے قابل نہیں۔

اُس کی قوت اُس کی اپنی نہیں۔ اِس کے پاس جو کچھ ہے وہ اُس نے حاصل کیا ہے۔ اگر ذرا سی دیر کے لئے خداوند اِس کو چھوڑ دے تو وہ فوراً جان لیگا کہ اُس سے قدرت جاتی رہی۔ جب سمسون کے بال کاٹے گئے تو وہ دوسرے آدمیوں کی طرح کمزور و ناتواں ہو گیا۔ شاگردوں کی اِس ناکامیابی سے ہم فروتنی کا سبق سیکھیں اور یہ محسوس کرنے کی کوشش کریں کہ مسیح کا فضل اور حضوری ہم کو ہر روز درکار ہے۔ ہم اُس کے بغیر کچھ نہیں کر سکتے۔ لیکن اُس کی مدد کے ذریعہ ہم بڑی سے بڑی آزمائش پر غالب آسکتے ہیں۔ اُس کے بغیر ذرا سی آزمائش ہم کو دبا لیتی ہے۔ ہر صبح ہم یہ فریاد کریں "ہم کو تنہا نہ چھوڑ کیونکہ ہمیں معلوم نہیں کہ آج کیا پیش آئیگا۔ اگر تیری حضوری ہمارے ساتھ نہ چلے تو ہم اُوپر نہیں جا سکتے"۔

دوئم۔ اِن آیات سے ہم یہ سیکھیں کہ شیطان ہم کو اوائل عمر میں بھی نقصان پہنچا سکتا ہے۔ جس نوجوان کا ذکر یہاں قلمبند ہؤا اس سے ظاہر ہے کہ شیطان نے اُس کو کیسی تکلیف دے رکھی تھی اور لکھا ہے کہ بچپن ہی سے وہ اِس بلا میں گرفتار تھا۔ "وہ بولا بچپن سے"۔

ہم کوشش سے اپنے بچوں کو بچپن ہی سے نیک بنانے میں مصروف ہوں۔ اگر شیطان اپنا کام ایسی جلدی شروع کرتا ہے تو ہم پیچھے کیوں رہیں کہ اُن کو خدا کے بارہ میں تعلیم دیں۔ اِس سوال کا جواب دینا تو مشکل ہے کہ کس عمر میں بچہ ذمہ وار اور جواب دِہ گنا جائے۔ شاید بہت اوائل عمر میں جس کا کہ ہم کو پتہ بھی نہیں۔ بہر حال ایک بات تو بخوبی ظاہر ہے کہ جتنی جلدی ہم بچوں کی تعلیم شروع کریں اتنا بہتر ہے۔ اِن کے لئے دُعا مانگا کریں خدا اور مسیح کے بارہ میں حق اور ناحق کے بارہ میں اُن کو سکھایا کریں۔ یاد رکھیں شیطان اِن بچوں پر تاثیر کرنے میں کسی موقعہ کو ہاتھ سے جانے نہیں دیتا۔ وہ بچپن ہی میں اپنا کام شروع کر دیتا ہے۔ ہم اُس کے

کام کو بے تاثیر کرنے میں سخت محنت کریں۔ اگرچھوٹے بچوں کے دل شیطان سے بھر سکتے ہیں تو وہ خدا کی رُوح سے بھی بھر سکتے ہیں۔

سوم۔ ایک ہی دل میں ایمان اور بے ایمانی کیسے جمع ہو کر رہتی ہیں؟ اس بچے کے باپ کی فریاد سے یہ ظاہر ہے "مَیں اعتقاد رکھتا ہوں۔ تو میری بے اعتقادی کا علاج کر"۔ بہت بچے مسیحیوں کا دل ایسا ہی ہے۔ البتہ بہت ایسے ایماندار ہونگے جن میں ایمان اور شک اُمید اور خوف ساتھ ساتھ موجود نہ ہونگے۔ جب تک مسیحی اِس بدن میں موجود ہے وہ کامل نہیں۔ اُس کا علم۔ محبت اور فروتنی کم وبیش ناقص اور فساد آلودہ ہیں۔ جیسا اِن دوسری خوبیوں کا حال ہے ویسا ہی ایمان کا حال ہے۔ وہ ایمان لاتا ہے تو بھی بے ایمانی کا عنصر اُس میں باقی ہے۔

ہم اپنے اِس ایمان کو کیا کریں؟ ہم اِسے اِستعمال کریں۔ یہ خواہ کیسا ہی کمزور متزلزل اور شک کرنے والا کیوں نہ ہو ہم اِسے کام میں لائیں۔ ہم اِسی اِنتظار میں بیٹھے نہ رہیں کہ وہ بڑا۔ اور کامل اور توانا ہولے۔ بلکہ جیسے اِس آدمی کا حال ہے اِسے کام میں لائیں اور اُمید رکھیں کہ ایک دن یہ زیادہ مضبوط ہوجائیگا۔ اُس نے کہا۔ "مَیں اعتقاد رکھتا ہوں"۔

ہم اپنی کم اعتقادی سے کیا کریں؟ ہم اِس کا مقابلہ کریں اور اُس کے خلاف دُعا مانگیں۔ ہم اِسے موقعہ نہ دیں کہ ہم کو مسیح سے ہٹا رکھے۔ ہم اِسے مسیح کے پاس لے جائیں جیسے دوسرے گناہوں اور کمزوریوں کو لے جاتے ہیں اور مخلصی کے لئے اُس سے فریاد کریں۔

یہ تجربے کی باتیں ہیں۔ جو اِن کا کچھ علم رکھتے ہیں وہ کیسے خوشحال ہیں۔ دُنیا اُن سے ناواقف ہے۔ ایمان اور بے ایمانی۔ شک اور خوف جسمانی آدمی کے لئے بیوقوفی ہیں لیکن سچا مسیحی اِن باتوں کا غور سے مطالعہ کرے اور انہیں اچھی طرح سمجھ لے۔ یہ کیسی

تسلّی کی بات ہے کہ سچے ایماندار کی نشانی نہ صرف اندرونی اطمینان ہے بلکہ اندرونی جنگ بھی۔

اِس عبارت سے یہ سبق بھی سیکھ سکتے ہیں کہ ہمارا خداوند شیطان اور اُس کے شطونگڑوں پر پُورا اختیار رکھتا ہے جس بدرُوح کو شاگرد نہ نکال سکے اُستاد نے اُسے فوراً دفع کیا۔ وہ اختیار کے ساتھ بولا اور شیطان فوراً اطاعت پر مجبُور ہُوا۔ "مَیں تجھے حکم کرتا ہوں۔ اِس میں سے نکل آ۔ اور اِس میں پھر کبھی داخل نہ ہو"۔

اِس سے ہم کو یہ تسلّی حاصل ہوتی ہے کہ جو ہمارا مددگار ہے وہ ہمارے مخالف سے زورآور ہے۔ شیطان زبردست مصروف۔ پھرتیلا اور حاسد ہے لیکن یسُوع اُن کو جو اُس کے وسیلے خدا کے پاس آتے ہیں آخر تک بچانے میں قادر ہے۔ نہ صرف شیطان سے بلکہ گُناہ سے۔ نہ صرف بدرُوح سے بلکہ دُنیا سے۔ ہم صبر سے اپنی جانوں کو قابو میں رکھیں۔ یسُوع اب تک زندہ ہے اور شیطان اُس کے ہاتھوں سے ہم کو چھین نہیں سکتا۔ شیطان ایک دن باندھا جائیگا۔ صُلح کا خدا ایک دن شیطان کو اپنے پاؤں تلے کُچل ڈالیگا (مکاشفہ ۲۰-۱۰ + رومیوں ۱۶-۲۰)

مرقس ۹:۳۰-۳۷ (۳۰) پھر وہاں سے روانہ ہوئے اور گلیل میں ہوکر گُزرے۔ اور وہ نہ چاہتا تھا کہ کوئی جانے (۳۱) اِس لئے کہ وہ اپنے شاگردوں کو تعلیم دیتا اور اُن سے کہتا تھا کہ ابنِ آدم آدمیوں کے ہاتھ حوالے کیا جائیگا۔ اور وہ اُسے قتل کرینگے۔ اور وہ قتل ہونے کے تین دن بعد جی اُٹھیگا (۳۲) لیکن وہ اِس بات کو سمجھتے نہ تھے۔ اور اُس سے پُوچھتے ہوئے ڈرتے تھے (۳۳) پھر وہ کفرنحوم میں آئے۔ اور جب وہ گھر میں تھا تو اُس نے اُن سے پُوچھا کہ تم راہ میں کیا بحث کرتے تھے (۳۴) وہ چُپ رہے۔ کیونکہ اُنہوں نے راہ میں

ایک دوسرے سے یہ بحث کی تھی کہ بڑا کون ہے (۳۵) پھر اُس نے بیٹھکر اُن بارہ کو بُلایا اور اُن سے کہا کہ اگر کوئی اوّل ہونا چاہے تو وہ سب میں پچھلا اور سب کا خادم بنے (۳۶) اور ایک بچے کو لے کر اُن کے بیچ میں کھڑا کیا۔ پھر اُسے گود میں لے کر اُن سے کہا (۳۷) جو کوئی میرے نام پر ایسے بچوں میں سے ایک کو قبول کرتا ہے وہ مجھے قبول کرتا ہے۔ اور جو کوئی مجھے قبول کرتا ہے وہ مجھے نہیں بلکہ اُسے جس نے مجھے بھیجا ہے قبول کرتا ہے۔

ہمارے خداوند نے اپنی موت اور قیامت کا دوبارہ اعلان کیا تو وہ اپنے شاگردوں کو تعلیم دیتا اور کہتا تھا کہ ابن آدم آدمیوں کے ہاتھ حوالے کیا جائیگا اور وہ اُسے قتل کرینگے اور وہ قتل ہونے کے تین دن بعد جی اُٹھیگا۔" جُونہی ہمارے خداوند نے یہ کہا اُسی وقت ظاہر ہو گیا کہ شاگرد رُوحانی باتوں کے سمجھنے میں کیسے کُند ذہن تھے۔ اس اعلان میں کچھ تو خوشخبری تھی اور کچھ ظاہرا بُری خبر۔ کچھ شیرین تھی اور کچھ تلخ۔ قیامت کا فکر تھا لیکن ساتھ ہی صلیب کا۔ لیکن ان پریشان خاطر شاگردوں کے سامنے بالکل تاریکی تھی" وہ اِس بات کو سمجھتے نہ تھے اور اُس سے پُوچھتے ہوئے ڈرتے تھے"۔ اُن کے دل میں تو یہ غلط خیال بھرا تھا کہ ان کا اُستاد اس زمین پر حکومت کریگا۔ اُنہیں یہ خیال تھا کہ اُس کی دُنیاوی سلطنت بہت جلد ظاہر ہونے والی تھی۔ جب تعصب اور بُرے خیالوں سے دل بھرا ہو تو آدمی کی سمجھ کام نہیں کرتی۔

ہمارے خداوند کی موت اور قیامت کی اہمیت اِس اعلان سے بخوبی عیاں ہے۔ اُس نے جو اپنی موت کی خبر دوبارہ دی وہ فضول نہ تھی۔ وہ اُن کو یہ یقین دلانا چاہتا تھا کہ اُس کے دُنیا میں آنے کا یہ ایک بڑا مقصد تھا کہ اپنی جان دے۔ وہ یہ ظاہر کرنا چاہتا تھا کہ اُس کی موت کے ذریعہ یہ بڑا مسئلہ حل ہونا تھا کہ کیسے خدا عادل بھی رہے اور گنہگار کو

راستباز بھی ٹھیرائے۔ وہ زمین پر محض سکھانے اور وعظ کرنے اور معجزے دکھانے کو نہ آیا تھا۔ بلکہ اپنے خون اور صلیب پر دُکھ اُٹھانے کے ذریعہ گُناہ کی تلافی کرنے آیا تھا۔ ہم کبھی اِسے فراموش نہ کریں۔ مسیح کا تجسم۔ نمونہ اور اُس کے الفاظ گہرے معنی رکھتے ہیں لیکن وہ مقصد عظیم جو مسیح کی زندگی میں خاص غور کا مستحق ہے وہ کلوری پر اُس کی موت ہے۔

دوئم۔ ان آیات میں ہم اِس کا لحاظ کریں کہ رسولوں میں بڑے ہونے کی خواہش اور محبت کیسے زوروں پر تھی "اُنہوں نے راہ میں ایک دوسرے سے یہ بحث کی تھی کہ بڑا کون ہے"۔ یہ کیسا عجیب معلوم ہوتا ہے۔ یہ کس کو خیال گزرتا تھا کہ یہ چند مچھوے اور محصول لینے والے ایک دوسرے پر سبقت لیجانے کے ایسے آرزومند ہونگے؟ کس کو یہ توقع تھی کہ جن غریب لوگوں نے مسیح کی خاطر سب کچھ چھوڑا تھا اُن میں ایسا نفاق اور جھگڑا ہو کہ اُن کو کون سی جگہ اور رُتبہ حاصل ہوگا؟ لیکن ایسا ہی ہُوا۔ ہماری تعلیم کے لئے یہ قلمبند ہُوا ہے۔ مسیح کی کلیسیا کے دائمی فائدہ کے لئے رُوح القدس نے یہ بیان لکھوا دیا۔ خبردار ایسا نہ ہو کہ یہ بیان رائگاں جائے۔

خواہ ہم مانیں یا نہ مانیں یہ افسوسناک امر واقعہ ہے کہ جو گناہ انسانی ذات کو اُلجھا لیتے ہیں اُن میں سے غرور بہت عام ہے۔ ہم سب مادرزاد فریسی ہیں۔ ہم اپنی نسبت زیادہ اعلیٰ خیالات رکھتے ہیں۔ ہم سب فطرتاً یہ خیال کرتے ہیں کہ ہم تو زیادہ کے مستحق تھے۔ یہ پُرانا گناہ ہے۔ اِس کا آغاز باغ عدن میں ہُوا جب آدم اور حوا نے خیال کیا کہ جن نعمتوں کے وہ حقدار تھے وہ سب اُنہیں نہیں ملیں۔ یہ بڑا فریب دِہ گناہ ہے۔ بہتوں کے دِلوں میں یہ حکمران ہے گو وہ نظر نہیں آتا۔ یہ گناہ رُوح کے تباہ کرنے والا ہے۔ اِس کے ذریعہ آدمی توبہ سے باز رہتا ہے۔ یہ مسیح سے آدمی کو ہٹا رکھتا ہے۔ برادرانہ اُلفت کا یہ دُشمن ہے اور رُوحانی خیال کو پیدا ہوتے ہی یہ دبوچ

لیتا ہے۔ ہم اِس سے خبردار ہوں اور اپنی حفاظت کریں۔ سارے لباسوں میں سے جو سب سے خوبصورت اور پائدار لیکن شاذ ہے وہ حقیقی فروتنی ہے۔

سوئم۔ ہم یہ غور کریں کہ شاگردوں کے سامنے ہمارے خداوند نے حقیقی عظمت کا کیا خاص معیار رکھا۔ اُس نے اُنہیں کہا" اگر کوئی اوّل ہونا چاہے تو وہ سب میں پچھلا اور سب کا خادم بنے"۔

یہ الفاظ تعلیم آموز ہیں۔ وہ ہم پر ظاہر کرتے ہیں کہ دُنیا کے اصول مسیح کے مزاج کے خلاف ہیں۔ عظمت کے بارہ میں دُنیا کا یہ اصول ہے کہ حکومت کرے لیکن مسیحی عظمت خدمت پر مشتمل ہے۔ دُنیا کی یہ آرزو ہے کہ عزت تعظیم حاصل کرے لیکن مسیحی کی آرزو یہ ہے کہ وہ نہ لے۔ خدمت کرے نہ خدمت لے۔ الغرض جو شخص اپنے ہمجنسوں کی خدمت کرنے میں مصروف ہو اور اپنے زمانہ میں دوسروں کو فائدہ پہنچائے مسیح کی نظر میں وہی بڑا شخص ہے۔

اِس دل پر کھنے والے اصول پر ہم عمل کر کے دکھائیں۔ ہم اپنے ہمجنسوں کی بھلائی کریں اور جس خودپسندی اور عیاشی کی طرف طبیعت کا میلان ہوتا ہے اُسے کُشتہ کریں۔ کیا کوئی ایسی خدمت ہے جو اپنے مسیحی بھائیوں کی ہم کر سکتے ہیں؟ کیا کوئی احسان و مروّت ہے جسکے ذریعہ ہم دوسروں کی خوشحالی میں مدد کر سکتے ہیں؟ اگر ہے تو ہم بلا توقف وہ کریں۔ کیا اچھا ہوتا کہ کلیسیائی شراکت اور صحیح عقیدوں کا فخر کم ہوتا لیکن ہمارے خداوند کے اِن الفاظ پر زیادہ عمل کیا جاتا۔ جو لوگ مسیح کی خاطر سب سے پچھلے اور خادم بننا چاہتے ہیں وہ معدودے چند ہی ہؤا کرتے ہیں لیکن یہی لوگ ہیں جو فائدہ پہنچاتے تعصبوں کو توڑ ڈالتے۔ بے ایمانوں پر مسیحی دین کی صداقت ظاہر کرتے اور دُنیا کو ہلا دیتے ہیں۔

آخر میں ہم یہ بھی یاد رکھیں کہ مسیح نے کیسی حوصلہ افزائی کی ہے کہ چھوٹے

سے چھوٹے اور ادنیٰ سے ادنیٰ لوگوں پر جو اُس کے نام پر ایمان لاتے ہیں ہم کو مہربان ہونا چاہئے۔ اُس نے عجیب طریقے سے یہ سبق سکھایا ہے۔ اُس نے ایک بچے کو گود میں لیا اور اپنے شاگردوں سے کہا "جو کوئی میرے نام پر ایسے بچّوں میں سے ایک کو قبول کرتا ہے وہ مجھے قبول کرتا ہے اور جو کوئی مجھے قبول کرتا ہے … وہ اُسے جس نے مجھے بھیجا ہے قبول کرتا ہے"۔

یہ اصول وہی ہے جس کا اُوپر ذکر ہو چکا ہے۔ یہ جسمانی انسان کے نزدیک بیوقوفی ہے جسم اور خُون کے سامنے عظمت کا کوئی دوسرا طریقہ نہیں سوائے تاج۔ رُتبہ۔ دولت اور عقیدے کے۔ ابن خدا نے یہ ظاہر کیا کہ اس کا طریقہ یہ ہے کہ اُس کے گلّے کے کمزور سے کمزور بڑے کی نگرانی اور خبر گیری کی جائے۔

جو لوگ ان فراموش کردہ رُوحوں کی خدمت کرتے ہیں ان کے لئے یہاں کیسی حوصلہ افزائی ہے۔ ہم سبھوں کے لئے اس میں تسلّی ہے خواہ ہمارا کام کیسا ہی سخت اور حوصلہ شکن ہو۔ خواہ لوگ اُن کو ہنسی مخول میں اُڑائیں لیکن یہ جان لیں کہ ابن خدا ایسے کام سے خوش ہے۔

مرقس ۹: ۳۸-۵۰ (۳۸) یوحنا نے اُس سے کہا۔ اے اُستاد ہم نے ایک شخص کو تیرے نام سے بدروحوں کو نکالتے دیکھا۔ اور ہم اُسے منع کرنے لگے۔ کیونکہ وہ ہماری پیروی نہیں کرتا تھا (۳۹) لیکن یسوع نے کہا۔ اُسے منع نہ کرنا۔ کیونکہ ایسا کوئی نہیں جو میرے نام سے معجزہ دکھائے اور مجھے جلد بُرا کہہ سکے (۴۰) اس لئے کہ جو ہمارے خلاف نہیں وہ ہماری طرف ہے (۴۱) اور جو کوئی ایک پیالہ پانی تمہیں اس لئے پلائے کہ تم مسیح کے ہو۔ میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ وہ اپنا اجر ہرگز نہ

کھوئیگا (۴۲) اور جو کوئی اِن چھوٹوں میں سے جو مجھ پر ایمان لائے ہیں کسی کو ٹھوکر کھلائے۔ اُس کے لئے یہ بہتر ہے کہ ایک بڑی چکی کا پاٹ اُس کے گلے میں لٹکایا جائے۔ اور وہ سمندر میں پھینک دیا جائے (۴۳) اور اگر تیرا ہاتھ تجھے ٹھوکر کھلائے تو اُسے کاٹ ڈال۔ ٹُنڈا ہو کر زندگی میں داخل ہونا تیرے لئے اِس سے بہتر ہے کہ دو ہاتھ ہوتے جہنم کے بیچ اُس آگ میں جائے جو کبھی بُجھنے کی نہیں (۴۴) اور اگر تیرا پاؤں تجھے ٹھوکر کھلائے اُسے کاٹ ڈال۔ لنگڑا ہو کر زندگی میں داخل ہونا تیرے لئے اِس سے بہتر ہے کہ دو پاؤں ہوتے جہنم میں ڈالا جائے (۴۷) اور اگر تیری آنکھ تجھے ٹھوکر کھلائے تو اُسے نکال ڈال۔ کانا ہو کر خدا کی بادشاہت میں داخل ہونا تیرے لئے اِس سے بہتر ہے کہ دو آنکھیں ہوتے جہنم میں ڈالا جائے (۴۸) جہاں اُن کا کیڑا نہیں مرتا اور آگ نہیں بُجھتی (۴۹) کیونکہ ہر شخص آگ سے نمکین کیا جائیگا (۵۰) نمک اچھا ہے لیکن اگر نمک کی نمکینی جاتی رہے تو اُس کو کس چیز سے مزہ دار کرو گے؟ اپنے میں نمک رکھو اور ایک دوسرے کے ساتھ میل ملاپ سے رہو۔"

مذہبی آزادی کے متعلق مسیح کے مزاج کا یہاں اظہار ہے۔ یوحنا رسول نے اُسے کہا "اے اُستاد ہم نے ایک شخص کو تیرے نام سے بدروحوں کو نکالتے دیکھا اور ہم اُسے منع کرنے لگے کیونکہ وہ ہماری پیروی نہیں کرتا تھا"۔ اِس میں کچھ شک نہیں کہ وہ شخص نیک کام کر رہا تھا۔ وہ اُسی جانب جنگ کر رہا تھا جس جانب کہ رسول کر رہے تھے۔ لیکن یوحنا کو اِس سے اطمینان نہ ہوا۔ وہ چاہتا تھا کہ ان کی صف میں شامل ہو کر جنگ کرے اور اِس لئے یوحنا نے اُسے منع کیا۔ لیکن اب ہم دیکھیں کہ کلیسیا

کے بہر نے کیا فیصلہ کیا۔ "یسُوع نے کہا اُسے منع نہ کرنا۔ کیونکہ ایسا کوئی نہیں جو میرے نام سے معجزہ دکھائے اور مجھے جلد بُرا کہہ سکے۔ اِس لئے کہ جو ہمارے خلاف نہیں وہ ہماری طرف ہے"۔

یہ تو سُنہری قانون ہے اور انسانی فطرت کے لئے اِس کی سخت ضرورت ہے اور اکثر لوگ اِسے فراموش کر دیتے ہیں مسیح کی کلیسیا کی ساری شاخیں یہ خیال کرتی ہیں کہ جب تک آدمی ان کے فریق میں شامل نہ ہو وہ دُنیا میں کوئی فائدہ مند کام نہیں کر سکتا۔ وہ ایسے تنگدل ہیں کہ اِن کو یہ خیال بھی نہیں گزرتا کہ اُن سے کسی متفرق اور مختلف طریقے کے کام کا اِمکان ہے۔ وہ اپنے کلیسیائی انتظام کو ایک بُت بنا لیتے ہیں اور کسی دوسرے انتظام میں اُن کو کوئی خوبی نظر نہیں آتی۔ وہ اُس کی طرح ہیں کہ جس نے ایلداد اور میداد کو خیمہ گاہ میں نبوّت کرتے سُن کر موسیٰ کو کہا کہ "اِن کو منع کر" (گنتی ۱۱-۲۸)۔

اِسی تنگ خیالی نے تاریخ کلیسیا کے سینکڑوں صفحے کالے کر دیئے۔ مسیحیوں نے مسیحیوں کو بارہا محض اِس لئے ایذا دی کہ وہ ان کے فریق میں شریک نہ تھے۔ اُنھوں نے اکثر اپنے بھائیوں کو یہ اعلان دیا "یا تو تم ہماری پیروی کرو۔ یا مسیح کے لئے ہرگز کام نہ کرو"۔

ایسے خیالات سے ہم خبردار رہیں۔ یہ ہمارے دلوں کی سطح کے بہت قریب ہے۔ ہم خوب غور کریں کہ یسُوع نے مذہبی آزادی کی کیسی طبیعت کی سفارش کی۔ اور جہاں کہیں اور جس کسی کے وسیلے کوئی نیک کام ہو رہا ہے اُس کے لئے خدا کا شکر کریں۔ محض اِس لئے کسی کو نہ روکیں کہ وہ ہماری تجویز کے مطابق یا ہماری صف میں شامل ہو کر کام نہیں کرتا۔ ہم شاید یہ خیال کریں کہ ہمارے مسیحی بھائی چند باتوں میں غلطی پر ہیں اور شاید یہ سوچیں کہ اگر وہ ہمارے ساتھ شامل ہو جائیں تو

مسیح کی بہتر خدمت کر سکینگے اور سب ایک ہی طریقے سے کام کریں۔ ہم دیکھ سکتے ہیں کہ دینی فرقوں اور تفرقوں کی وجہ سے کیسی اور کتنی بُرائیاں پیدا ہو گئی ہیں۔ لیکن باوجود ان سب کے اگر ہم دیکھتے ہیں کہ شیطان کا کام برباد کیا جا رہا ہے اور رُوحیں نجات پاتی جاتی ہیں تو ہم خوشی کے نعرے ماریں۔ کیا ہمارا ہمسایہ شیطان سے جنگ کر رہا ہے؟ کیا وہ فی الحقیقت مسیح کے لئے محنت کرنے کی کوشش کر رہا ہے؟ یہ اہم سوال ہے۔ یہ نہایت بہتر ہے کہ کوئی دوسرا کام کرے بہ نسبت اس کے کہ کام کیا ہی نہ جائے۔ جو موسیٰ کی طبیعت سے کچھ واقف ہے وہ کیسا خوشحال ہے۔ اُس نے یہ کہا کاشکہ خداوند کے سارے بندے نبی ہوتے" اور پولُس نے یہ کہا۔" ہر طرح سے مسیح کی منادی ہوتی ہے.... اور اس سے مَیں خوش ہوں اور رہونگا بھی" (گنتی ۱۱-۲۹ + فلپیوں ۱-۱۸)۔

ان آیات میں ایک یہ بات بھی نظر آتی ہے کہ جو کچھ ہمارے اور ہماری رُوحوں کی نجات کے مابین سدِ حائل ہے اُس کو گرا دیں۔ اگر یہ "ہاتھ" ہوں یا "پاؤں" تو ان کو کاٹ کے پھینک دیں۔" یا آنکھ" ہو تو اُسے نکال ڈالیں۔ آنکھ۔ ہاتھ پاؤں جیسی عزیز چیزوں کو قطع کریں اگر وہ ہماری روحوں کو نقصان پہنچاتی ہیں اور ہم کسی طرح کے دُکھ کی پروا نہ کریں۔

بادی النظر میں یہ قانون سخت اور ناگوار معلوم دیتا ہے لیکن ہمارے خداوند نے بلاوجہ یہ قانون نہیں دیا۔ اِس کی پابندی مطلقاً لازمی ہے اور اِس کو نظر انداز کرنا دوزخ کی راہ میں جانا ہے۔ ہمارے ظاہری حواسِ خمسہ نہروں کی مانند ہیں جن کے وسیلے خوفناک آزمائشیں ہمارے نزدیک آ پہنچتی ہیں۔ ہمارے بدنی اعضا بدی کے تیز اوزار ہیں اور نیکی کے لئے وہ کُند ہیں۔ آنکھ۔ ہاتھ۔ پاؤں اچھے خادم ہیں بشرطیکہ راست نگرانی میں رہیں لیکن روزانہ ان کی نگرانی کریں مبادا وہ ہمیں

گناہ میں ڈالیں۔ اس عبارت میں ہمارے خداوند نے جو ہدایت کی خدا سے فضل مانگ کر اُس پر عمل کریں۔ اِسے ہم اچھے طبیب کی مشورت۔ مہربان باپ کی ہدایت۔ اور وفادار دوست کی آگاہی سمجھیں۔ اس سخت پابندی پر لوگ خواہ ہم پر کتنا ہی ہنسی مخول کریں ہم یہ عادت پیدا کریں کہ "اپنے جسم کو اُس کی ساری رغبتوں سمیت مصلوب کریں۔ ہم اپنی کسی خوشی کو خواہ ترک کریں لیکن خدا کے خلاف گناہ کے مرتکب نہ ہوں۔ ہم ایوب کے نقش قدم پر چلیں "میں نے اپنی آنکھوں سے عہد باندھا تھا" (ایوب ۳۱-۱)۔ پولُس کے الفاظ یاد رکھیں "میں اپنے بدن کو مارتا کوٹتا اور اُسے قابو میں رکھتا ہوں ایسا نہ ہو کہ اَوروں میں منادی کر کے آپ نامقبول ٹھیروں" (اکرنتھی ۹-۲۷)۔

الآخر۔ ان آیات میں آئندہ ابدی اور ہولناک سزا کی حقیقت بھی ظاہر ہوتی ہے۔ خداوند یسوع نے تین دفعہ "جہنم" کا ذکر کیا اور تین دفعہ ہی اُس کیڑے کا "جو نہیں مرتا"۔ اور تین دفعہ ہی اُس آگ کا "جو نہیں بجھتی"۔

یہ ہولناک جملے ہیں۔ ان کی تفسیر کی بجائے ان پر غور درکار ہے۔ جو لوگ اپنے تئیں مسیحی کہتے ہیں وہ خوب ان کو سوچیں۔ کچھ مضائقہ نہیں کہ کوئی انہیں تشبیہی یا مجازی سمجھے۔ اگر یہ ایسے ہوں تو بھی ایک بات تو ظاہر ہے۔ کیڑا اور آگ حقیقی اشیا کے نشان ہیں۔ جہنم فی الحقیقت ہے اور وہ جہنم ابدی ہے۔ یہ کوئی ترس کی بات نہیں کہ جہنم کا مضمون لوگوں سے چھپائے رکھیں۔ گو یہ خوفناک اور دہشت انگیز ہے تو بھی اُس پر زور دینا چاہئے کیونکہ یہ مسیحی دین کی ایک بڑی صداقت ہے۔ ہمارے پیارے نجات دہندے نے بار بار اس کا ذکر کیا۔ مکاشفہ کی کتاب میں یوحنا رسول نے اس کا بیان کیا ہے۔ ان دنوں میں خدا کے خادم اس ایمان کے اقرار سے نہ شرمائیں جو مسیح پر ایمان لاتے ہیں کیا اُن کے واسطے مسیح کے پاس بے حد رحم نہیں پھر ہم کیوں

اِس مضمون سے کان کترائیں۔ اگر مسیح کا کوئی قیمتی خُون سارے گُناہ سے پاک کرنے کے لئے نہ ہوتا تو آنے والے غضب کے بارہ میں ہم خاموش رہ سکتے تھے۔ لیکن اُن سب کے لئے جو مسیح کے نام سے مانگتے ہیں رحم ہے۔ اِس لئے ہم دلیرانہ بلا تامل یہ کہیں کہ جہنّم تو ہے اِس لئے لوگ پناہ کے لئے بھاگیں مبادا کہ دروازہ بند ہو جائے۔ خداوند کے غضب کو جان کر۔ اُس کیڑے اور آگ کی حقیقت کا یقین رکھکر ہم آدمیوں کو ترغیب دیں (۲ کرنتھی ۵-۱۱)۔ مسیح کے بارہ میں جتنا ہم کہیں اُتنا تھوڑا ہے۔ اِس عبارت کے آخر میں جو الفاظ ہمارے خداوند کے قلمبند ہیں وہ ہمارے کانوں میں گونجتے ہیں" اپنے میں نمک رکھو اور ایک دوسرے کے ساتھ میل ملاپ سے رہو"۔ ہم پختہ طور سے جان لیں کہ روح القدس کا نجات بخش فضل ہمارے دلوں میں ہے جو اُن کی تصدیق کرتا۔ پاک کرتا اور باطنی انسانیت کو سڑاہٹ سے محفوظ رکھتا ہے۔ جو فضل ہم کو ملا ہے اُس کی روزمرہ حفاظت کریں اور لاپروائی اور گُناہ سے بچنے کے لئے دعا مانگیں مبادا ہم قصوروں میں مُبتلا ہو کر اپنی ضمیر کو مصیبت میں پھنسائیں اور اپنے ایمان کے اقرار پر بٹہ لگائیں علاوہ ازیں ہم ایک دوسرے کے ساتھ ملاپ سے رہیں۔ بُرائی کے خیالات سے بچیں۔ بلکہ فروتنی سے ملبس ہو کر اُن سب کو پیار کریں جو خلوص قلبی سے مسیح کو پیار کرتے ہیں۔ یہ سادہ باتیں ہیں لیکن اُن کے ماننے میں بڑا اجر ہے۔

مرقس ۱۰: ۱-۱۲ (۱) پھر وہ وہاں سے اُٹھکر یہودیہ کی سرحدوں میں اور یردن کے پار آیا۔ اور بھیڑ اُس کے پاس پھر جمع ہو گئی۔ اور وہ اپنے دستور کے موافق پھر اُنہیں تعلیم دینے لگا (۲) اور فریسیوں نے پاس آکر اُسے

آزمانے کے واسطے اُس سے پُوچھا۔ کیا یہ روا ہے کہ مرد اپنی بیوی کو چھوڑ دے؟ (۳) اُس نے اُن سے جواب میں کہا کہ موسیٰ نے تمہیں کیا حُکم دیا ہے؟ (۴) وہ بولے۔ موسیٰ نے تو اجازت دی ہے کہ طلاق نامہ لکھ کر چھوڑ دیں (۵) مگر یسُوع نے اُن سے کہا کہ اُس نے تمہاری سخت دِلی کے سبب تمہارے لئے یہ حُکم لکھا تھا (۶)۔ لیکن خلقت کے شروع سے اُس نے اُنہیں مرد اور عورت بنایا (۷)۔ اِس سبب سے مرد اپنے باپ سے اور ماں سے جُدا ہو کر اپنی بیوی کے ساتھ رہیگا (۸) اور وہ اور اُس کی بیوی دونو ایک جسم ہونگے۔ پس وہ دو نہیں بلکہ ایک جسم ہیں (۹) اِس لئے جسے خُدا نے جوڑا ہے اُسے آدمی جُدا نہ کرے (۱۰) اور گھر میں شاگردوں نے اِس کی بابت پھر پُوچھا (۱۱) اُس نے اُن سے کہا۔ جو کوئی اپنی بیوی کو چھوڑ دے اور دوسری سے بیاہ کرے وہ اُس پہلی کے برخلاف زنا کرتا ہے (۱۲) اور اگر عورت اپنے شوہر کو چھوڑ دے اور دوسرے سے بیاہ کرے تو زنا کرتی ہے۔

اِس مقام کے شروع میں یہ ذکر ہے کہ ہمارا خداوند یسُوع مسیح کیسا صابر اور مستقل مزاج اُستاد تھا۔ یہاں لکھا ہے کہ "وہ یہودیہ کی سرحدوں میں اور یردن کے پار آیا اور بھیڑ اُس کے پاس پھر جمع ہو گئی"۔ جہاں کہیں ہمارا خداوند گیا وہ اپنے باپ کے کام پر گیا۔ منادی کرتا۔ سکھلاتا اور رُوحوں کی بھلائی کرتا پھرا۔ اُس نے کسی موقعہ کو ہاتھ سے جانے نہ دیا۔ اِس زمین پر جب تک وہ کام کرتا رہا اُس نے ایک دن بھی کاہلی اور سُستی نہیں کی۔ اُس کی نسبت یہ راستی سے کہہ سکتے ہیں کہ اُس نے پانی پر بویا۔ کہ صبح کو اُس نے اپنا بیج بو دیا اور شام کو بھی اُس نے اپنا ہاتھ روک نہ رکھا (یسعیاہ

۲۳-۲۰ + واعظ ۱۱-۶) - توبھی ہمارا خداوند سارے آدمیوں کے دلوں سے واقف تھا - اُسے معلوم تھا کہ اُس کے سامعین میں سے اکثروں کے دل سخت اور بے ایمان تھے - جب اُس نے کلام کیا تو وہ یہ جانتا تھا کہ اُس کے الفاظ ایسی زمین پر پڑے جس کی طرف کسی نے توجہ نہ کی تھی اور جہاں تک رُوحوں کی نجات کے ساتھ تعلق تھا اُس کی محنت رائگان گئی - وہ یہ سب کچھ جانتا تھا توبھی وہ محنت کرتا گیا -

جو لوگ دوسروں کا بھلا کرنا چاہتے ہیں خواہ اُن کا عقیدہ کچھ ہی کیوں نہ ہو اُن کے لئے یہ مستقل نمونہ ہے سب خادم اور مشنری - سب سکول اُستاد اور معلّم اسے یاد رکھیں - سب صاحبِ اولاد اور سربراہِ خاندان مسیح کے نمونے کو یاد رکھیں اور ویسا ہی کرنے کا عزم کریں - اگر کوئی بہتری نظر نہ آئے توبھی ہم اپنے کام کو ترک نہ کریں - اگر ہماری محنت کا پھل نظر نہ پڑے توبھی ہم محنت کرنے سے ڈھیلے نہ ہو جائیں - ہم کام کرتے جائیں اور یہ بڑا اصول پیشِ نظر رکھیں کہ یہ ہمارا فرض ہے نتیجہ خدا کے ہاتھ میں ہے - ہل جوتنے والے اور بیج بونے والے بھی درکار ہیں اور کاٹنے اور پُولے باندھنے والے بھی - دیانتدار مالک ہر ایک مزدور کو اُس کے کام کے مطابق مزدوری ادا کرتا ہے نہ اُس غلّہ کے مطابق جو اُس کی زمین میں پیدا ہوتا ہے - ہمارا آسمانی مالک آخری روز اپنے سارے کارندوں سے ایسا ہی سلوک کریگا - وہ جانتا ہے کہ کامیابی ہمارے ہاتھ میں نہیں اُسے معلوم ہے کہ ہم دلوں کو بدل نہیں سکتے - وہ اُن کی محنت کے مطابق اُنکو اجر دیگا نہ اُن پھلوں کے مطابق جو اُن کی محنت سے پیدا ہونگے - یہ جملہ اُس نے "اچھے اور کامیاب خادم کے بارہ میں نہیں کہا بلکہ "اچھے اور دیانتدار خادم" کے بارہ میں "اے اچھے اور دیانتدار نوکر شاباش . . . اپنے مالک کی خوشی میں شریک ہو"

(متی ۲۵-۲۰)

اِس عبارت کے بڑے حصہ میں شادی کی عظمت اور اہمیت ظاہر کی گئی ہے۔ یہ نوعیاں ہے کہ ہمارے خداوند کی خدمت کے ایام میں اِس مضمون کے بارہ میں یہودیوں کی رائے پرلے درجے کی ناقص تھی۔ نکاح کی وابستگی کی صفت کو اُنہوں نے تسلیم نہ کیا۔ خفیف اور ادنیٰ وجوہات پر طلاق کو جائز رکھا۔ اِس کا نتیجہ یہ ہُوا کہ بیویوں کے جو حقوق خاوندوں پر اور خاوندوں کے جو حقوق بیویوں پر تھے اُن کو اُنہوں نے بہت کم سمجھا۔ ایسی حالت کی اصلاح کی خاطر ہمارے خداوند نے اعلیٰ اور پاک اصول ٹھہرائے۔ خلقت کی پیدائش کے وقت نکاح کے مقرر ہونے کی طرف اُس نے اشارہ کیا کہ وہ مرد اور عورت کا اتحاد تھا۔ آدم اور حوا کے نکاح کے وقت جو الفاظ استعمال ہوئے اُن کا اُس نے حوالہ دیا "اِس سبب سے مرد اپنے باپ سے اور ماں سے جُدا ہو کر اپنی بیوی کے ساتھ رہیگا اور وہ اور اُس کی بیوی دونو ایک جسم ہونگے"۔ اِن الفاظ پر اُس نے یہ حاشیہ چڑھایا "جسے خدا نے جوڑا ہے اُسے آدمی جُدا نہ کرے"۔ آخرکار شاگردوں کے استفسار پر اُس نے ظاہر کیا کہ نکاح ثانی کے باعث طلاق جاری ہُوا۔ اگر کوئی زنا کے سوا کسی اَور وجہ سے طلاق دے تو وہ ساتویں حکم کو توڑتا ہے۔

جس مضمون کے بارہ میں ہمارے خداوند نے یہ فیصلہ دیا وہ بہت اہم ہے۔ ہم شکر کرتے ہیں کہ اُس نے اپنے دل کا حال ایسی صفائی اور تفصیل کے ساتھ ظاہر کر لیا۔ نکاح کا رشتہ قوموں کے تمدنی انتظام کی عین بنیاد ہے قوموں کے عام اخلاق اور خاندانوں کی خوشحالی کا دارومدار اسی نکاح کے قانون پر ہے۔ ہمارے خداوند نے جو فیصلہ بیان کیا سارے زمانوں اور ساری قوموں کے تجربہ نے اس کی تصدیق کی۔ یہ بخوبی واضح ہو گیا کہ کثرتِ ازدواجی اور خفیف امور کے باعث طلاق دینے کا دستور بداخلاقی اور حرامکاری کو ترقی دیتے ہیں۔ الغرض قوموں کے

قوانین جس قدر مسیح کے اِس قانون سے قُربت رکھتے ہیں اُسی قدر اعلیٰ اُس قوم کی اخلاقی حالت ہوگی۔

جو لوگ شادی کر چکے ہیں یا شادی کرنے کا اِرادہ رکھتے ہیں ہمارے خداوند کی اِس تعلیم پر بخوبی غور کریں۔ زندگی کے سارے رشتوں میں سے جس قدر تعظیم اِس رشتہ کی اور جس احتیاط کے ساتھ اُس کو ہاتھ لگانا چاہئے وہ بخوبی عیاں ہے۔ کسی دیگر رشتہ میں ایسی زمینی خوشحالی پائی نہیں جاتی بشرطیکہ دانائی اور خرد کے ساتھ اسکو آدمی اختیار کرے۔ اور نہ کسی رشتہ میں ایسی مصیبت ہے اگر نادانی اور ہلکاپن سے اِس کو قبول کریں۔ اگر لوگ "خداوند میں" شادی کریں تو روحوں کو نہایت ہی فائدہ پہنچیگا۔ ویسا ہی اگر لذاتِ دُنیوی اور شہوت سے کوئی نکاح کرے تو سخت نقصان ہوگا۔ سلیمان سب سے بڑا دانا شخص گزرا ہے "تو بھی اجنبی عورتوں نے اُسے بھی گنہگار کیا" (نحمیاہ ۱۳۔ ۲۶) لیکن پھر بھی افسوس سے کہا جاتا ہے کہ لوگ اکثر بے سوچے سمجھے۔ ہلکاپن سے اور خدا کو فراموش کرکے نکاح کر لیتے ہیں اور آخرکار اپنی غلطی کو معلوم کرتے ہیں جب کہ وقت گزر گیا اور پھر ساری عمر روتے پیٹتے ہیں۔ نکاح کے بارہ میں اگر تین قوانین کو مدِنظر رکھیں تو ہم خوش قسمت ہونگے۔ اوّل۔ خداوند میں شادی کریں اُس سے دُعا اور برکت مانگ کر۔ دوم۔ اپنے رفیق سے حد سے زیادہ کے متوقع نہ ہوں اور ہمیشہ یہ یاد رکھیں کہ بہرحال یہ دو گنہگاروں کا اتحاد ہے نہ دو فرشتوں کا۔ سوم۔ سب سے بڑھکر مقدم طور سے ایک دوسرے کی پاکیزگی کے خواہاں رہیں۔ جتنے پاکیزہ شادی شُدہ لوگ ہیں وہ خوش ہیں "مسیح نے بھی کلیسیا سے محبت کرکے... تاکہ اُس کو صاف کرکے مقدس بنائے" (افسیوں ۵۔ ۲۵ و ۲۶)۔

مرقس ۱۰ : ۱۳-۱۶ (۱۳) پھر لوگ بچوں کو اُس کے پاس لانے لگے تاکہ وہ

اُنہیں چھوئے مگر شاگردوں نے اُن کو جھڑکا (۱۴) یسُوع یہ دیکھ کر خفا ہُوا اور اُن سے کہا ۔ بچّوں کو میرے پاس آنے دو ۔ اُنہیں منع نہ کرو ۔ کیونکہ خدا کی بادشاہت ایسوں ہی کی ہے (۱۵) مَیں تم سے سچ کہتا ہوں کہ جو کوئی خدا کی بادشاہت کو بچّے کی طرح قبول نہ کرے وہ اُس میں ہرگز داخل نہ ہوگا ۔ (۱۶) پھر اُس نے اُنہیں اپنی گود میں لیا ۔ اور اُن پر ہاتھ رکھکر اُنہیں برکت دی ۔

اِن چار آیات میں جس نظارہ کا ذکر ہے وہ بہت دلچسپ ہے ۔ چھوٹے بچّوں کو والدین مسیح کے پاس لائے "تاکہ وہ اُنہیں چھوئے" ۔ اور شاگردوں نے لانے والوں کو جھڑکا لیکن جب یسُوع کو یہ حال معلوم ہُوا تو اُن پر "خفا ہُوا" اور عجیب الفاظ میں اُن کو تنبیہ کی ۔ بعدازاں یہ لکھا ہے کہ "اُس نے اُنہیں گود میں لیا اور اُن پر ہاتھ رکھکر اُنہیں برکت دی" ۔

اس عبارت سے ایک تو ہم یہ تعلیم حاصل کریں کہ مسیح کی کلیسیا کو بچّوں کی روحوں کی طرف کیسی زیادہ توجہ کرنی چاہئے ۔ کلیسیا کے راسِ اعظم نے کسی طرح سے وقت نکالا کہ بچّوں کی طرف خاص توجہ کرے ۔ اگرچہ زمین پر اس کا وقت قیمتی تھا اور بالغ مرد و عورت علم الہٰی کے نہ رکھنے کی وجہ سے چاروں طرف ہلاک ہو رہے تھے تو بھی اُس نے چھوٹے لڑکے لڑکیوں کو خفیف نہ سمجھا ۔ اُس کے وسیع دل میں اُن کے لئے بھی جگہ تھی ۔ اُس نے ظاہری نشان اور فعل سے اپنی خیر خواہی کا ثبوت دیا ۔ اور اُس کے الفاظ اب تک قلمبند چلے آتے ہیں جن کو کلیسیا کبھی فراموش نہ کرے "خدا کی بادشاہت ایسوں ہی کی ہے" ۔

ہم کبھی یہ نہ کہیں کہ بچّوں کی روحوں کے بارہ میں سوچنے اور فکر کرنے کی کچھ ضرورت نہیں ۔ یہ بچّے جو کچھ اپنی عمر کے پہلے سات سالوں میں سیکھتے ہیں اُن سے اُن کی سیرت پیدا ہوتی ہے ۔ بدی اور گُناہ بچپن ہی سے سیکھ سکتے ہیں ۔ دینی تاثیرات بھی بچپن ہی میں

حاصل کر لیتے ہیں۔ وہ طفلانہ طریقے سے خدا کے۔ اپنی رُوحوں کے اور آئندہ جہان کے بارہ میں ایسی اوائل عمر میں سیکھ لیتے ہیں جس کا کہ ہمیں شان و گمان بھی نہیں ہوتا۔ حق و ناحق کے احساس کو وہ بہت جلد محسوس کرنے لگ جاتے ہیں۔ اُن میں سے ہر ایک میں ضمیر ہے۔ خدا نے رحم کر کے اُن کے دلوں میں اپنے تئیں بے گواہی نہیں چھوڑا خواہ ہماری ذات کیسی ہی بگڑی ہوئی ہو۔ وہ ذی روح ہیں اور یہ روح ہمیشہ زندہ رہیگی خواہ بہشت میں خواہ دوزخ میں۔ ہم اُن کو مسیح کے پاس لانے میں جس قدر جلد کوشش کریں اُتنا ہی بہتر ہے۔

مسیح کی کلیسیا کی ہر شاخ اِس صداقت کو خوب غور سے سوچے۔ ہر مسیحی جماعت کا یہ لازمی فرض ہے کہ بچوں کی رُوحانی تعلیم و تربیت کا انتظام کرے۔ ہر خاندان کے لڑکے لڑکیوں کو جس قدر جلد وہ سیکھنے کے قابل ہوں اُن کو تعلیم دی جائے۔ اور اُن کو عبادت عام میں لایا کریں تاکہ وہ شائستگی سے بیٹھنا سیکھیں۔ کیونکہ ایک دن یہی بچے ہماری جماعت بنینگے اِس لئے اُن میں بڑی دلچسپی لینی چاہئے۔ بچوں سے بھلائی کرنے کی جو کوشش آپ کرینگے اُس پر مسیح کی برکت ضرور ہوگی۔ جو کلیسیا بچوں کی طرف سے غفلت کرتی ہے اور یہ بہانہ کیا کرتی ہے کہ "اوہ بچے تو بچے ہی ہیں" اُن کے لئے کوشش کرنا فضول ہے" وہ معرض خطر میں ہیں۔ ایسی کلیسیا یہ صاف ظاہر کر رہی ہے کہ اُس میں مسیح کا مزاج نہیں۔ جو جماعت محض بالغوں پر ہی مشتمل ہو جس کے بچے گھر میں یا گلیوں کوچوں میں آوارہ پھرتے ہوں اُس کی حالت نہایت تشویش پیدا کرنے والی ہے۔ ایسی جماعت کے لوگ اپنے شرکا کے شمار پر فخر کریں تو کریں۔ یہ اپنی صحیح تعلیم پر نازاں ہوں تو ہوں۔ وہ اپنے دل کو یہ تسلی چاہے دیں کہ ہم بچوں کے دلوں کو بدل نہیں سکتے اور اگر خدا کو منظور ہوگا تو کسی روز اُن کو بدل دیگا۔ لیکن وہ یہ یاد رکھیں کہ مسیح کی نظر میں وہ ایک اپنے بڑے فرض کو ٹال رہے ہیں اور جو مسیحی بچوں کو مسیح کے پاس لانے کے لئے ہر طرح کے وسائل استعمال

نہیں کرتے وہ ایک بڑے گناہ کے مرتکب ہوتے ہیں۔

اِس عبارت میں یہ تعلیم بھی ہے کہ بچوں کو بپتسمہ دلانے کے لئے کیسی حوصلہ افزائی بیان ہے۔ البتہ یہاں نہ تو بپتسمہ کا ذکر ہے اور نہ اُس کی طرف اشارہ ہے لیکن ہمارا مطلب یہ ہے کہ ہمارے خداوند نے اِس موقعہ پر جو الفاظ و حرکات استعمال کیں وہ یا داسطے بچوں کے بپتسمہ کی ممد ہیں۔ اسی وجہ سے انگریزی کلیسیا کی بپتسمہ کی ترتیب میں اس کو نمایاں جگہ دی گئی ہے۔

بچوں کے بپتسمہ کا مضمون بیشک مشکل جیسا ہے اکثر مقدس اور دُعا مانگنے والے مسیحیوں کا اس کے بارہ میں اختلاف رائے ہے۔ گو وہ ایک ہی بائبل پڑھنے میں ایک ہی رُوح سے ہدایت پانے کے مُدعی ہیں تو بھی اِس کے بارہ میں وہ مختلف نتیجے نکالتے ہیں۔ اکثر مسیحی یہ مانتے ہیں کہ بچوں کا بپتسمہ صحیح اور کتابِ مقدس کی تعلیم کے مطابق ہے بعض پراٹسٹنٹ جماعتیں جن میں بہت مقدس لوگوں کے نام آتے ہیں اسے غلط اور بائبل کی تعلیم کے خلاف سمجھتے ہیں۔ یہ افسوسناک اختلاف اِس امر کا ثبوت ہے کہ خدا کے مقدسوں میں بھی کچھ نہ کچھ کمزوری اور تاریکی پائی جاتی ہے۔ انگریزی کلیسیا کی تعلیم اِس کے متعلق مسائل دین میں یہ ہے "بچوں کا بپتسمہ کلیسیا میں ضرور برقرار رہے کیونکہ یہ قاعدہ مسیح کے ضابطے سے بہت ہی موافق ہے"۔

البتہ یہ تو سب فریق مانتے ہیں کہ بچے خدا کے برگزیدے اور نجات کے لئے چُنے ہوئے ہو سکتے ہیں۔ مسیح کے خُون سے دھوئے جا سکتے ہیں۔ روح کے ذریعہ سرنو پیدا ہو سکتے ہیں فضل پا سکتے ہیں۔ راستباز اور پاکیزہ ہو سکتے ہیں اور آسمان میں داخل ہو سکتے ہیں۔ اگر یہ سب کچھ ہو سکتا ہے تو بپتسمہ کا ظاہری نشان وہ کیوں نہیں قبول کر سکتے ہیں۔

یہ بھی تسلیم کیا جاتا ہے کہ چھوٹے بچے اپنے والدین کی مسیحیت کی وجہ سے مسیح

کی مرئی کلیسیا کے ممبر ہیں۔ کیونکہ پولس کے اِن الفاظ کے اور کیا معنی ہونگے "اب تو وہ پاک ہیں" (۱ کرنتھی ۷-۱۴)۔ اگر ایسا ہو تو پھر یہ سمجھنا مشکل ہے کہ بچے کلیسیا میں داخل ہونے کے لئے ظاہری نشان حاصل نہ کریں جیسا کہ یہودی بچے ختنے کا ظاہری نشان حاصل کیا کرتے تھے۔

یہ اعتراض کہ بپتسمہ صرف اُن کو دیا جائے جو توبہ کرنے اور ایمان لانے کے قابل ہوں بہت قائل کرنے والا نہیں ہے۔ نئے عہدنامے میں لُدیا اور استفنس کے "گھرانوں" کے بپتسمہ پانے کا ذکر آیا ہے اور لکھا ہے کہ فلپی کے داروغہ نے اپنے متعلقین کے ساتھ بپتسمہ لیا۔ یہاں یہ فرض کر لینا مشکل ہے کہ اِن تین گھرانوں میں کوئی بچہ تھا ہی نہیں (اعمال ۱۶-۱۵ و ۳۳ + ۱ کرنتھی ۱-۱۶)۔

بعض لوگ یہ بھی اعتراض کرتے ہیں کہ ہمارے خداوند یسوع مسیح نے کہیں صریح حکم بچوں کو بپتسمہ دینے کا نہیں دیا۔ یہودی کلیسیا جس کے پاس وہ آیا ہمیشہ ختنہ کے نشان کے ذریعہ بچوں کو کلیسیا میں شامل کیا کرتے تھے۔ چونکہ بپتسمہ کے بارہ میں اُس نے کسی عمر کا ذکر نہیں کیا اِس لئے گمان غالب ہے کہ مروّجہ دستور میں اُس نے کوئی تبدیلی کرنی نہیں چاہی۔

اِس مضمون کو طوالت دینے کی ضرورت نہیں۔ کیونکہ مباحثوں سے عموماً بہت نقصان ہُوا ہے اور بپتسمہ کے بارہ میں جو تکرار ہوتے رہے اُن سے کوئی روحانی فائدہ نہیں نکلا۔ گو طومار کے طومار لکھے گئے لیکن ہنوز روزِ اوّل ہی معلوم ہوتا ہے۔ اِس لئے جیسا مختلف جماعتیں کر رہی ہیں ان کو کرنے دیں اور اسی پر اتفاق رکھیں۔

ہمیں خاص اِس امر کے جاننے کی ضرورت ہے کہ جو بپتسمہ ہمیں چاہئے وہ اِس قدر پانی کا بپتسمہ نہیں بلکہ روح القدس کا بپتسمہ ہے۔ ہزاروں کو پانی کا بپتسمہ ملا لیکن رُوح سے سرِنو پیدا نہ ہوئے۔ کیا ہم نے نیا جنم حاصل کیا؟ اگر نہیں تو پھر اِس کا

چنداں کچھ مضائقہ نہیں کہ ہم نے کب اور کہاں اور کس طرح سے بپتسمہ پایا۔ ہم تو اب تک اپنے گناہوں میں گرفتار ہیں۔ نئی پیدائش کے بغیر کوئی نجات نہیں ہو سکتی۔ ہم چین سے نہ بیٹھیں جب تک ہم کو یہ معلوم اور محسوس نہ ہو کہ ہم موت سے گزر کر زندگی میں آ گئے ہیں اور فی الحقیقت خدا سے پیدا ہوئے ہیں۔

مرقس ۱۰: ۱۷-۲۷ (۱۷) اور جب وہ باہر نکل کر راہ میں جا رہا تھا تو ایک شخص اُس کے پاس دوڑتا ہوا آیا اور اُس کے آگے گھٹنے ٹیک کر اُس سے پوچھا۔ اے نیک اُستاد میں کیا کروں تاکہ ہمیشہ کی زندگی کا وارث بنوں؟ (۱۸) یسوع نے اُس سے کہا تو مجھے کیوں نیک کہتا ہے؟ کوئی نیک نہیں مگر ایک یعنی خدا (۱۹) تو حکموں کو تو جانتا ہے۔ خون نہ کر۔ زنا نہ کر۔ چوری نہ کر۔ جھوٹی گواہی نہ دے۔ فریب دے کر نقصان نہ کر۔ اپنے باپ کی اور ماں کی عزت کر (۲۰) اُس نے اُس سے کہا۔ اے اُستاد میں نے لڑکپن سے ان سب پر عمل کیا ہے (۲۱) یسوع نے اُس پر نظر کی اور اُسے اُس پر پیار آیا اور اُس سے کہا۔ ایک بات کی تجھ میں کمی ہے۔ جا۔ جو کچھ تیرا ہے بیچ کر غریبوں کو دے۔ تجھے آسمان پر خزانہ ملیگا۔ اور آ کر میرے پیچھے ہو لے (۲۲) اِس بات سے اُس کے چہرے پر اُداسی چھا گئی۔ اور وہ غمگین ہو کر چلا گیا۔ کیونکہ بڑا مالدار تھا (۲۳) پھر یسوع نے چاروں طرف نظر کر کے اپنے شاگردوں سے کہا کہ دولتمندوں کا خدا کی بادشاہت میں داخل ہونا کیسا مشکل ہے! (۲۴) شاگرد اُس کی باتوں سے حیران ہوئے۔ یسوع نے پھر جواب میں اُن سے کہا۔ بچو۔ جو لوگ دولت پر بھروسہ رکھتے ہیں۔ اُن کے لئے خدا کی بادشاہت میں داخل ہونا کیا ہی مشکل ہے! (۲۵) اونٹ کا سوئی کے ناکے میں سے نکل جانا اِس سے

آسان ہے کہ دولتمند خدا کی بادشاہت میں داخل ہو (۲۶) وہ نہایت ہی حیران ہو کر اُس سے کہنے لگے ۔ پھر کون نجات پا سکتا ہے ؟ (۲۷) یسوع نے اُن کی طرف نظر کر کے کہا ۔ یہ آدمیوں سے تو نہیں ہو سکتا لیکن خدا سے ہو سکتا ہے ۔ کیونکہ خدا سے سب کچھ ہو سکتا ہے ۔

جو بیان یہاں مندرج ہے وہ نئے عہد نامہ میں کم از کم تین دفعہ مذکور ہُوا ہے ۔ مرقس اور لوقا کو ایک ہی روح سے الہام ملا کہ ہماری تعلیم کے لئے اس بیان کو قلمبند کریں جن امور واقعی کا تین دفعہ تکرار سے بیان ہُوا اُس میں خاص مقصد تھا ۔ اس غرض سے اتنی دفعہ رُوح نے لکھوایا تاکہ مسیح کی کلیسیا اس مقام کو خاص توجہ سے پڑھے ۔

اس عبارت میں اوّل تو ہم یہ تعلیم حاصل کریں کہ آدمی اپنے آپ سے کیسا جاہل ہے ۔" ایک شخص اُس کے پاس دوڑتا ہُوا آیا اور اُس کے آگے گھٹنے ٹیک کر اُس سے پُوچھا .... میں کیا کروں تاکہ ہمیشہ کی زندگی کا وارث بنوں" ۔ اُس آدمی کی حالت بادی النظر میں بڑی اُمید افزا نظر آتی ہے ۔ وہ رُوحانی امور کے بارہ میں فکرمند تھا جس وقت کہ دیگر لوگ بے توجہ اور لاپرواہ تھے ۔ گھٹنے ٹیکنے کے ذریعہ اُس نے ہمارے خداوند کی تعظیم کی ۔ حالانکہ فقیہوں اور فریسیوں نے اُس کی تحقیر کی ۔ لیکن باوجود اس کے وہ اپنے دل کی حالت سے بالکل ناواقف تھا ۔ جب ہمارے خداوند نے وہ احکام اُس کو سُنائے جو پڑوسی کے حق کے بارہ میں ہیں تو وہ فوراً بول اُٹھا " میں نے لڑکپن سے ان سب پر عمل کیا ہے " ۔ اس اخلاقی قانون کی گہری حقیقت اور اس کا اطلاق ہمارے خیالات ۔ اقوال و اعمال پر کیا تھا اس سے وہ بالکل ناواقف تھا ۔

روحانی کور چشمی افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے بہت عام ہے۔ ہزارہا مسیحی کہلانے ہیں جن کو خدا کی نظر میں اپنی قصور واری اور خطاکاری کا خیال بھی نہیں۔ وہ اِس امر پر فخر کیا کرتے ہیں کہ ہم نے کوئی بڑی شرارت تو نہیں کی۔ اُنہوں نے خون نہیں کیا۔ چوری و زنا کے مرتکب نہیں ہوئے نہ جھوٹی گواہی دی اِس لئے اُن کو آسمان سے محروم رہنے کا خطرہ نہیں۔ لیکن وہ اس خدا کی مقدس ذات کو فراموش کر دیتے ہیں جس کے ساتھ ہم کو واسطہ پڑتا ہے۔ وہ بھول گئے کہ کتنی دفعہ اُنہوں نے اپنے مزاج اور خیال میں اُس کی شریعت کو توڑا۔ گو ظاہرا چال چلن میں اُنہوں نے غلطی نہیں کی۔ وہ کتاب مقدس کے ایسے مقاموں کا مطالعہ نہیں کرتے جیسے مقدس متی کا پانچواں باب یا کم از کم اُس کے مطالعہ کے وقت اُن کے دلوں پر بھاری پردہ پڑا رہتا ہے اور اپنے پر اس عبارت کو چسپاں نہیں کرتے۔ اِس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ اپنے آپ سے بالکل جاہل رہتے ہیں۔ لاودیقیا کی کلیسیا کی طرح "وہ دولتمند اور مالدار اور کسی چیز کے محتاج نہیں" (مکاشفہ ۳-۱۷)۔ اِسی اطمینان میں وہ رہتے ہیں اور اکثر اِسی میں مرجاتے ہیں۔

دل کی ایسی حالت سے ہم خبردار رہیں۔ جب تک ہمارا یہ خیال رہیگا کہ ہم خدا کی شریعت پر عمل کر سکتے ہیں تب تک ہم کو مسیح سے کچھ فائدہ نہیں۔ اِس لئے خدا سے دُعا مانگیں کہ وہ ہماری حالت کو ہم پر ظاہر کرے۔ ہم روح القدس سے درخواست کریں تاکہ وہ ہم کو گناہ کا قائل کرے اور ہمارے دلوں کی حالت ہم پر منکشف کرے تاکہ مسیح کی ضرورت ہم پر ظاہر ہو۔ وہ شخص کیسا خوشحال ہے جس نے پولُس کے ان الفاظ کے معنی تجربے سے سیکھ لئے "ایک زمانہ میں شریعت کے بغیر میں زندہ تھا۔ مگر جب حکم آیا تو گناہ زندہ ہوگیا اور میں مرگیا" (رومی ۷-۹)۔ عموماً ہم یہ دیکھینگے کہ جہاں لوگ انجیل سے ناواقف ہیں وہاں وہ شریعت سے بھی ناواقف ہیں جس شخص کی

آنکھیں اِن احکام کے روحانی معنی سمجھنے کے لئے کُھل گئی ہیں وہ جب تک مسیح کو پا نہ لے کبھی چین نہ کریگا۔

اِس مقام میں ایک اَور سبق یہ ہے کہ مسیح گنہگاروں کو کیسا پیار کرتا ہے۔ مرقس نے جہاں اِس قصہ کا بیان کیا وہاں یہ الفاظ بھی مذکور ہیں "اُسے اُس پر پیار آیا"۔ اِس میں کچھ شک نہیں کہ یہ پیار ترس اور رحم کا پیار تھا۔ ہمارے خداوند نے اِس شخص کی جہالت اور سرگرمی دونوں کو خلط ملط دیکھکر اس پر ترس سے نظر کی۔ اُس کو یہ دیکھکر رحم آیا کہ ایک شخص کی رُوح کمزوری اور ناتوانی کی حالت میں جدوجہد کر رہی ہے۔ تمیز بے چین ہے اور محسوس کر رہی ہے کہ کچھ چارہ ملے۔ خرد تاریکی میں مستغرق اور اندھی ہو رہی ہے کیونکہ وہ روحانی مذہب کے ابتدائی اصولوں سے ناآشنا ہے۔ جیسے ہم کسی قدیم کھنڈر کو دیکھکر افسوس کیا کرتے ہیں کہ کسی وقت وہ کیسا عظیم الشان ہوگا اور اب کسی مصرف کا نہیں رہا گو صنعت اور کاریگری کے نشان باقی ہیں۔ ویسا ہی یسُوع نے اس آدمی کی رُوح کو دیکھکر اُسے پیار کیا۔

ہم کبھی یہ فراموش نہ کریں کہ یسُوع کو بیدینوں کی رُوحوں پر ترس اور پیار آتا ہے۔ لیکن جو لوگ اُس کی آواز سُنتے اور اُس کی پیروی کرتے ہیں اُن سے اُس کو خاص قسم کا پیار ہے۔ وہ اُس کی بھیڑیں ہیں جنہیں باپ نے اُس کے سُپرد کیا۔ جن کی نگرانی وہ بڑی احتیاط سے کرتا ہے۔ وہ اُس کی دُلہن ہیں جن کے ساتھ ایک ابدی عہد کے ذریعہ اُس کا اتحاد ہُوا اور وہ اُسے اپنے بدن کا حصہ سمجھ کر عزیز رکھتا ہے لیکن یسُوع کا دل سالم دل ہے۔ اُس میں ترس۔ رحم۔ محبت کثرت کے ساتھ اُن کے لئے ہے جو گُناہ اور دُنیا میں پھنسے ہیں وہ جو بے ایمان یروشلم پر رویا وہ بدل نہیں گیا وہ اب بھی نادانوں۔ اپنے تئیں راستباز سمجھنے والوں۔ بے ایمانوں اور ناتائب لوگوں کو اپنی گود میں لینے کو تیار ہے بشرطیکہ وہ اُس کے پاس آنا چاہیں۔ (متی ۲۳-۳۷)۔ ہم بڑے بڑے

گنہگار کو دلیری کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ یسُوع اُسے پیار کرتا ہے۔ خراب سے خراب آدمی کے لئے نجات تیار ہے بشرطیکہ وہ مسیح کے پاس آئے۔ اگر کوئی شخص تباہ ہوتا ہے تو وہ اِس وجہ سے نہیں کہ یسُوع اُسے پیار نہیں کرتا اور اُسے بچانے کو تیار نہیں۔ اُس نے تو یہ فرمایا "آدمیوں نے تاریکی کو نور سے زیادہ پسند کیا"۔ "تم زندگی پانے کے لئے میرے پاس آنا نہیں چاہتے" (یوحنا ۳۔ ۱۹+ ۵۔ ۴۰)۔

پھر یہ سبق بھی ہم حاصل کریں کہ زر کی دوستی کیسی خطرناک ہے۔ دو دفعہ اس کی طرف ہم کو توجہ دلائی گئی۔ ایک، تو اِس شخص کی تاریخ میں۔ گو اِس شخص نے اقرار کیا کہ وہ ابدی زندگی کی آرزو رکھتا ہے لیکن وہ اپنی روح کی نسبت اپنی دولت کو زیادہ پیار کرتا تھا" وہ غمگین ہو کر چلا گیا"۔ ایک دفعہ ہمارے خداوند نے اپنے شاگردوں کو کہا" دولتمندوں کا خدا کی بادشاہت میں داخل ہونا کیسا مشکل ہے"۔ اونٹ کا سُوئی کے ناکے میں سے نکل جانا اِس سے آسان ہے کہ دولتمند خدا کی بادشاہت میں داخل ہو"۔ آخری دن ہی یہ پُورے طور پر ثابت ہوگا کہ یہ الفاظ کیسے راست تھے۔ زر کی دوستی سے ہم کنارہ کریں۔ یہ پھندا نہ صرف دولتمندوں کے لئے ہے بلکہ غریبوں کے لئے بھی۔ یہ خطرہ زر کے رکھنے میں اتنا نہیں جتنا کہ زر پر بھروسہ کرنے میں ہے۔ کیونکہ زر پر بھروسہ رکھنے ہی سے رُوح تباہ ہوتی ہے۔ خدا سے دُعا مانگیں کہ جو کچھ ہمارے پاس ہے ہم اُسی پر قناعت کریں۔ پولُس کے الفاظ میں کیسی دانائی پائی جاتی ہے" مَیں نے یہ سیکھا ہے کہ جس حالت میں ہوں اُسی پر راضی رہوں (فلپیوں ۴۔ ۱۱)۔

مرقس ۱۰: ۲۸۔ ۳۴ (۲۸) پطرس اُس سے کہنے لگا۔ دیکھ ہم نے تو سب کچھ چھوڑ دیا اور تیرے پیچھے ہو لئے ہیں (۲۹) یسُوع نے کہا۔ میں تم سے سچ

کہتا ہوں کہ کوئی ایسا نہیں جس نے گھر یا بھائیوں یا بہنوں یا ماں یا باپ یا بچوں یا کھیتوں کو میرے اور انجیل کے واسطے چھوڑ دیا ہو (۳۰) اور اب اِس زمانے میں سو گُنا نہ پائے۔ گھر اور بھائی اور بہنیں اور مائیں اور بچے اور کھیت۔ مگر ظلم کے ساتھ۔ اور آنے والے عالم میں ہمیشہ کی زندگی (۳۱) لیکن بہت سے اوّل آخر ہو جائینگے اور آخر اوّل (۳۲) اور وہ یروشلیم کو جاتے ہوئے راستے میں تھے اور یسُوع اُن کے آگے آگے جا رہا تھا۔ وہ حیران ہونے لگے۔ اور جو پیچھے پیچھے چلتے تھے ڈرنے لگے پس اُس نے پھر اُن بارہ کو ساتھ لے کر اُن سے وہ باتیں کہنی شروع کیں جو اُس پر واقع ہونے والی تھیں (۳۳) کہ دیکھو۔ ہم یروشلیم کو جاتے ہیں۔ اور ابن آدم سردار کاہنوں اور فقیہوں کے حوالے کیا جائیگا۔ اور وہ اُس کے قتل کا حکم دینگے اور اُسے غیر قوموں کے حوالے کرینگے (۳۴) اور وہ اُسے ٹھٹھوں میں اُڑائینگے اور اُس پر تھوکینگے اور اُسے کوڑے مارینگے اور قتل کرینگے۔ اور تین دن کے بعد وہ جی اُٹھیگا۔

اِس مقام میں اوّل تو یہ قابلِ توجہ ہے کہ کیسا شاندار وعدہ کا بیان پایا جاتا ہے۔ خداوند یسُوع نے اپنے رسولوں کو یہ کہا "میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ ایسا کوئی نہیں جس نے گھر یا بھائیوں یا بہنوں یا ماں یا باپ یا بچوں یا کھیتوں کو میرے اور انجیل کے واسطے چھوڑ دیا ہو اور اب اِس زمانے میں سو گُنا نہ پائے۔ گھر اور بھائی اور بہنیں اور مائیں اور بچے اور کھیت مگر ظلم کے ساتھ اور آنے والے عالم میں ہمیشہ کی زندگی"۔ خدا کے کلام میں اِس سے زیادہ وسیع وعدہ شاید ہی کوئی ہو۔ اِس زندگی کے بارہ میں جو وعدہ یہاں ہے اُس سے بڑھکر نئے عہد نامے میں کوئی دوسرا وعدہ نہیں۔ جو لوگ

خوف زدہ اور مسیح کی خدمت میں شکستہ دِل ہو گئے ہیں وہ اِس وعدہ پر نظر ڈالیں۔ جو لوگ مسیح کی خاطر دُکھ اور تکلیف اُٹھا رہے ہیں وہ اِس وعدہ کا غور سے مطالعہ کریں اور تسلی حاصل کریں۔

جو لوگ انجیل کی خاطر قربانی کیا کرتے ہیں یسُوع اُن سے اِس زمانہ میں سَو گُنا دینے کا وعدہ کرتا ہے۔ اُن کو نہ صرف آئندہ جہان میں گُناہوں کی معافی اور جلال حاصل ہو گا بلکہ اسی دُنیا میں اُن کو ایسی اُمیدیں خوشیاں اور تسلیاں حاصل ہونگی کہ جو کچھ اُن کو چھوڑنا پڑا اُس کی تلافی ہو گی۔ مقدسوں کی شراکت میں اُن کو ایسے نئے دوست ملینگے جو محبت۔ وفاداری اور قدر و قیمت میں اُن سے کہیں بڑھکر ہونگے جو مسیحی ہونے سے پیشتر اُن کو حاصل تھے۔ دُنیا کی سوسائٹی سے خارج ہونے پر خدا کے خاندان کی شراکت کے ذریعہ ان کی تلافی بکثرت ہو گی۔ بہتوں کو تو یہ وعدہ ناقابلِ اعتبار اور حیرت افزا معلوم دیگا۔ لیکن ہزاروں نے اپنے تجربے میں اِس کی صداقت دریافت کر لی۔

جو لوگ انجیل کی خاطر قربانی کرتے ہیں یسُوع نے اُن سے "آنے والے عالم میں ہمیشہ کی زندگی" کا وعدہ کیا۔ جُونہیں یہ لوگ اِس زمینی خیمہ کو چھوڑتے ہیں اُن کو ذوالجلال ہستی مل جاتی ہے اور قیامت کی صبح کو اُنہیں ایسی عزت اور خوشی حاصل ہو گی جو انسان کے فہم سے باہر ہے۔ اِس چند سالہ ہلکی مصیبت کا اجر ہمیشہ کی زندگی ہو گا۔ اِس بدن میں جو غم و الم و جنگ اُن کو ملے تھے اب کامل آرام اور فتحیابی کا تاج اُن کو نصیب ہو گا وہ ایسے عالم میں رہینگے جہاں نہ موت ہے۔ نہ گناہ۔ نہ شیطان۔ نہ فکریں نہ جُدائیاں۔ یہ ساری مصیبتیں جاتی رہینگی۔ خدا نے یہ فرمایا ہے اور یہ ضرور سچ ثابت ہو گا۔
اِن شاندار وعدوں کی موجودگی میں کس مقدس کو یہ کہنے کی جُرأت ہو گی کہ مسیح کی خدمت میں کونسی حوصلہ افزائی ہے؟ وہ مرد یا عورت کہاں ہے جس کے ہاتھ ڈھیلے

ہونے لگے ہوں اور جسکے گھٹنے ایسی مسیحی دوڑ میں سُست ہونے لگے ہوں؟ یہ لوگ اِس عبارت کو غور سے پڑھیں اور از سرِ نو حوصلہ پکڑیں۔ وقت تھوڑا ہے اور آخر یقینی ہے۔ غم رات بھر رہے لیکن صبح کو خوشی حاصل ہوگی۔ ہم صبر سے خداوند کا انتظار کریں۔

دوسری بات یہاں یہ توجہ طلب ہے کہ ان آیات میں ایک سنجیدہ آگاہی ہے ہمارے خداوند نے اپنے رسولوں میں پوشیدہ خود بینی دیکھی اور اس نے اس مرض کو روکنے کیلئے بر وقت یہ فرمایا "بہت سے اول آخر ہو جائینگے اور آخر اول"۔

ان بارہ رسولوں پر یہ الفاظ کیسے ٹھیک طور سے صادق آئے جن لوگوں کے سامنے یسوع نے یہ الفاظ کہے ایک شخص تھا جو غالباً سب سے بڑا ٹھیرتا۔ وہ سب سے زیادہ محتاط اور قابلِ اعتماد معلوم ہوتا تھا تھیلی اُس کے سپرد تھی جو کچھ اس میں ڈالا جاتا اُسکے پاس رہتا لیکن وہ شخص گر گیا اور اس کا انجام عبرت ناک ہوا۔ اُسکا نام یہوداہ اسکریوتی تھا۔ ایک شخص اسوقت خداوند کے سامعین میں موجود بھی نہ تھا لیکن اُس نے پیچھے ان بارھوں سے زیادہ مسیح کی خدمت کی جبوقت ہمارے خداوند نے یہ کلام کیا اسوقت وہ نوجوان فریسی تھا جس نے گملیل کے قدموں پر تعلیم حاصل کی اور شریعت کیلئے بڑا غیر تمند تھا۔ وہ نوجوان آخر کار مسیحی ہو گیا۔ اور بڑے سے بڑے رسولوں سے پیچھے نہ رہا بلکہ اس نے ان سب سے بڑھکر خدمت کی۔ اُسکا نام ساؤل تھا یہ تھے خداوند نے خوب کہا کہ "اول آخر ہو جائینگے اور آخر اول"۔

جب اِن الفاظ کو مسیحی کلیسیا کی تواریخ پر عائد کریں تو ان کی صداقت اور بھی زیادہ ظاہر ہو جاتی ہے ایک وقت تھا جب ایشیا کوچک یونان اور شمالی افریقہ کی کلیسیائیں مسیحیوں سے بھر پور تھیں اس وقت انگلستان اور امریکہ بت پرستی میں غلطاں تھے یسوع سو برسوں نے زمین و آسمان کا فرق اُن میں ڈال دیا انگریزی اور امریکن کلیسیائیں ساری دنیا میں سرگرمی سے انجیل پھیلا رہی ہیں۔ ہمارے خداوند نے یہ ٹھیک کہا کہ "اول آخر ہو جائینگے اور آخر اول"۔

ایماندار جب اپنی زندگیوں پر نظر ڈالینگے تو وہاں بھی ان الفاظ کی صداقت دیکھ لینگے کتنوں نے ان کے ساتھ مسیح کی خدمت کرنا شروع کی اور کچھ عرصہ تک اس دوڑ میں سرگرم معلوم ہوتے تھے۔ لیکن اب وہ کہاں ہیں؟ کسی کو دنیا نے مبتلا کر لیا کوئی جھوٹی تعلیم میں پھنس گیا۔ کسی کو نکاح کی غلطی نے تباہ کیا۔ ایسی مثالیں کن کو

کو معلوم نہیں ۔ یہ افسوسناک تجربہ بہتوں کو ہُوا کہ "اوّل آخر ہو جائینگے اور آخر اوّل"۔

اِن آیات کو پڑھکر ہم فروتنی کے لئے خدا سے دُعا مانگیں۔ یہ کافی نہیں کہ کوئی شروع اچھی طرح سے کرے۔ بلکہ ہم مستقل طور پر اچھا کرتے میں مصروف رہیں۔ ہم چند دینی یقینوں۔ خوشیوں۔ غموں۔ اُمیدوں اور خوفوں پر قناعت نہ کریں بلکہ توبہ۔ ایمان اور پاکیزگی کا پَھل پیدا کریں۔ مُبارک ہے وہ شخص جو اِس خرچ کا حساب کر کے عزم بالجزم کرتا ہے کہ خدا کے فضل سے تنگ راہ پر چلیگا اور کبھی اُس سے رُوگرداں نہ ہوگا۔

بالآخر یہ بھی یاد رکھیں کہ ہمارے خداوند کو اُس کے اپنے دُکھوں اور موت کا علم پیشتر سے تھا اُس نے سوچ سمجھکر اپنے شاگردوں کو بتایا کہ یروشلیم میں اُس کو کیسی مصیبت پیش آنے والی تھی۔ اُس نے وہ ساری باتیں بتائیں جو مَوت سے پہلے وقوع میں آنے والی تھیں۔ اُس نے کچھ چُھپا نہ رکھا۔ اُس کو ہم بخوبی یاد رکھیں خداوند کی مَوت میں کوئی ایسی بات نہ تھی جو پہلے سے معلوم نہ ہو اور جس کے لئے وہ پہلے سے تیار نہ ہو خود اُس نے اپنی رضامندی اور خوشنودی سے اِن ساری باتوں کو اختیار کیا۔ اِس دُنیا میں اپنی خدمت کے آغاز ہی سے اُس نے صلیب کو دیکھا اور اُس کے اُٹھانے پر راضی تھا۔ وہ جانتا تھا کہ اُس کی مَوت ہی کے ذریعہ خدا اور انسان میں ملاپ ہو سکتا تھا۔ یہ عہد اُس نے اپنے خُون کے ساتھ کیا اور جس وقت مقررہ وقت آیا اُس نے وفادار ضامن کی طرح اپنا قول پُورا کیا اور کلوری پہ ہمارے گناہوں کے لئے جان دی۔

خدا مبارک ہے جس نے انجیل میں ایسا نجات دہندہ ہمارے سامنے پیش کیا جس نے یہ عہد باندھا۔ جو دُکھ اُٹھائے۔ اور گنہگاروں میں گنا جائے اور ہماری جگہ لعنت اُٹھانے کے لئے تیار تھا۔ ہم اِس میں شک نہ کریں کہ جس نے دُکھ اُٹھانے کے عہد کو ایسی اچھی طرح سے پُورا کیا جو اُس کے پاس آتے ہیں اُن کو بچانے کا عہد بھی وہ پُورا کریگا۔ ہم بخوشی

نہ صرف اُس کو اپنا نجات دہندہ اور مددگار قبول کریں بلکہ ہم اپنے تئیں اور جو کچھ ہمارا ہے اُس کی خدمت میں نثار کریں۔ اگر یہ یقین ہے کہ سچ مچ مسیح نے خوشی سے ہمارے لئے جان دی تو کیا یہ بڑی بات ہے کہ ہم اُس کے لئے زندگی بسر کریں۔

مرقس ۱۰: ۳۵-۴۵ (۳۵) تب زبدی کے بیٹوں یعقوب اور یوحنا نے اُس کے پاس آکر اُس سے کہا۔ اے اُستاد۔ ہم چاہتے ہیں کہ جو کچھ ہم تجھ سے درخواست کریں تو ہمارے لئے کرے (۳۶) اُس نے اُن سے کہا تم کیا چاہتے ہو کہ مَیں تمہارے لئے کروں؟ (۳۷) اُنہوں نے اُس سے کہا۔ ہمارے لئے یہ کر کہ تیرے جلال میں ہم میں سے ایک تیری دہنی اور ایک تیری بائیں طرف بیٹھے (۳۸) یسوع نے اُن سے کہا۔ تم نہیں جانتے کہ کیا مانگتے ہو۔ جو پیالہ مَیں پینے کو ہوں کیا تم پی سکتے ہو؟ اور جو بپتسمہ میں لینے کو ہوں تم لے سکتے ہو؟ (۳۹) اُنہوں نے اُس سے کہا۔ ہم سے ہو سکتا ہے۔ یسوع نے اُن سے کہا۔ جو پیالہ مَیں پینے کو ہوں تم پیو گے۔ اور جو بپتسمہ میں لینے کو ہوں تم لو گے (۴۰) لیکن اپنی دہنی یا بائیں طرف کسی کو بٹھا دینا میرا کام نہیں۔ مگر جن کے لئے تیار کیا گیا اُنہیں کے لئے ہے (۴۱) اور جب اُن دسوں نے یہ سُنا تو یعقوب اور یوحنا سے خفا ہونے لگے (۴۲) مگر یسوع نے اُنہیں پاس بُلا کر اُن سے کہا۔ تم جانتے ہو کہ جو غیر قوموں کے سردار سمجھے جاتے ہیں وہ اُن پر حکومت چلاتے ہیں۔ اور اُن کے امیر اُن پر اختیار جتاتے ہیں (۴۳) مگر تم میں ایسا نہیں ہے بلکہ جو تم میں بڑا ہونا چاہے وہ تمہارا خادم بنے (۴۴) اور جو تم میں اوّل ہونا چاہے وہ سب کا غلام بنے (۴۵) کیونکہ ابنِ آدم بھی اس لئے نہیں آیا کہ خدمت لے۔ بلکہ خدمت

کہے اور اپنی جان بہتیروں کے بدلے فدیے میں دے۔

اس مذکورہ بالا عبارت میں ہمارے خداوند کے شاگردوں کی نادانی کا اظہار ہُوا ہے۔ یعقوب اور یوحنا نے درخواست کی کہ اُس کی جلالی سلطنت میں اُن کو اعلیٰ عہدے ملیں۔ اُنہوں نے بڑی دلیری سے یہ کہا کہ اپنے اُستاد کا پیالہ پینے کی قابلیت رکھتے ہیں اور اپنے اُستاد کا بپتسمہ پا سکتے ہیں۔ باوجودیکہ ہمارے خداوند نے بار بار صاف الفاظ میں اُن کو آگاہ کیا تو بھی وہ بضد ہو کر مانتے رہے کہ مسیح کی سلطنت اس دُنیا میں بہت جلد ظاہر ہونے کو تھی۔ گو وہ کئی امور میں مسیح کی خدمت میں قاصر رہے تھے تو بھی اُن کو شک نہ تھا کہ وہ مسیح کی خاطر ہر طرح کا دُکھ اُٹھانے کی طاقت رکھتے ہیں۔ گو وہ یسُوع پر ایمان رکھتے اُس کو پیار کرتے اور اُس کے فضل کو حاصل کرتے تھے تو بھی اُن کو اپنے دل کی حالت سے آگاہی نہ تھی کہ اس راہ میں اُن کو کیا کچھ پیش آئیگا۔ اب تک دُنیاوی تاجوں اور دُنیاوی اجر کے متوقع تھے۔ اب تک اُن کو معلوم نہ تھا کہ وہ کس قسم کے لوگ تھے۔

بہت تھوڑے ایسے مسیحی ہونگے جو شروع خدمت میں یعقوب اور یوحنا کے مشابہ نہ ہوں جس قدر انجیل نے اُمید دی ہے اُس سے بڑھکر ہم کسی چیز کی توقع نہ رکھیں۔ ہم صلیب اور مصیبت کو تو بھول جاتے ہیں اور صرف تاج ہی کے خیال میں رہتے ہیں۔ ہم کو اپنے صبر اور برداشت کی طاقت کا صحیح اندازہ معلوم نہیں ہوتا۔ آزمائش اور امتحان کا مقابلہ کرنے کے لئے جو قابلیت درکار ہے اُس کو ہم ٹھیک طور سے نہیں جانتے اور سب کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ بہت نااُمیدیوں اور اُفتادگیوں کے بعد تلخ تجربے کے ذریعہ یہ دانائی حاصل ہوتی ہے۔

ان آیات سے ہم یہ سبق نکالیں کہ دین میں کیسی سنجیدہ رائے اور عقل سلیم سے کام لینا چاہئیے۔

یعقوب اور یوحنا کی طرح ہم اعلیٰ درجہ کی نعمتوں کی آرزو رکھیں اور اس آرزو کو مسیح پر ظاہر کریں۔ ان کی طرح ہم مان لیں کہ یسوع بادشاہوں کا بادشاہ ہے اور ایک دن اس دُنیا پر حکمرانی کریگا لیکن ان کی طرح ہم یہ فراموش نہ کریں کہ ہر مسیحی کو ایک صلیب بھی اُٹھانی ہے اور "بہت مصیبتیں سہہ کر خدا کی بادشاہت میں داخل ہونا ہے۔ (اعمال ۱۴: ۲۲)۔ ان کی طرح ہم اپنی طاقت پر ایسے نازاں نہ ہوں اور نہ یہ فخر کریں کہ جو کچھ مسیح ہم سے طلب کرے وہ سب ہم کر سکتے ہیں۔ جب ہم مسیحی دوڑ شروع کریں تو ہر طرح کے فخر سے پرہیز کریں۔ اگر ہم یہ یاد رکھیں تو بہت اُفتادگیوں سے بچ جائینگے۔

اس عبارت میں یہ سبق بھی یاد رکھیں کہ مسیح نے فروتنی اور دوسروں کی بھلائی کے لئے کوشش کرنے کی کیسی تعریف کی ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ یعقوب اور یوحنا کی درخواست پر باقی دس شاگرد ناراض ہوئے۔ اُن کو یہ بُرا لگا کہ کوئی دوسرا اُن سے فوق اور سبقت لے جائے۔ ہمارے خداوند نے اُن کے احساسات کو دیکھا اور دانا حکیم کی طرح فوراً اس کا چارہ کیا۔ اُس نے اُن کو بتا دیا کہ اُن کے خیالات بڑا ہونے کے بارہ میں غلط بُنیاد پر تھے اور اس سے بیشتر کے باب میں جو سبق اس نے سکھایا تھا وہ اُس نے پھر دُہرایا "جو تم میں بڑا ہونا چاہے۔ وہ تمہارا خادم بنے"۔ اور اپنے نمونے سے اس دلیل کو پُر زور بنا دیا۔ "ابن آدم بھی اس لئے نہیں آیا کہ خدمت لے بلکہ خدمت کرے"۔

جو لوگ مسیح کو خوش کرنا چاہتے ہیں وہ اپنے آپ کو بڑا نہ سمجھیں۔ یہ رغبت ہمارے دلوں میں گہری جڑ پکڑے ہے۔ ہزاروں دُنیا میں سے نکل آئے۔ صلیب اُٹھائی اور دعویٰ کیا کہ اُنہوں نے اپنی راستبازی کا خیال چھوڑ دیا اور مسیح پر ایمان لائے لیکن جب اُن کے کسی بھائی کو عہدہ یا درجہ یا شہرت حاصل ہوتی تو اُن کے دِل میں کیسی جلن پیدا ہوتی ایسا تو نہ ہونا چاہئے ہم پولُس کے ان الفاظ پر اکثر غور کیا کریں "تفرقے اور بیجا فخر کے باعث کچھ نہ کرو بلکہ فروتنی سے ایک دوسرے کو اپنے سے بہتر سمجھے" (فلپیوں ۲: ۳)۔ مُبارک ہے

وہ شخص جو دوسروں کو سرفرازی پاتے دیکھکر صدق دل سے خوش ہو گو وہ خود نظر انداز کیا جائے۔

علاوہ ازیں جو لوگ مسیح کے نقش قدم پر چلنا چاہتے ہیں وہ دوسروں کو فائدہ پہنچانے کی کوشش کریں۔ جہاں اور جب موقعہ ملے وہ دوسروں کی بھلائی کریں۔ اگر کوئی ایسا کرنا چاہے تو اس کے لئے وسیع میدان ہے وہ کبھی فراموش نہ کرے کہ حقیقی عظمت امیرالبحر یا جرنیل یا مدبر یا مصور ہونے پر مشتمل نہیں بلکہ اس پر کہ ہم بدن جان اور رُوح سے اپنے ہمجنسوں کو پاک اور خوشحال بنانے کی کوشش کریں۔ ایسے لوگ انجیلی وسائل سے بنی نوع انسان کے غم گھٹانے اور خوشی بڑھانے میں ساعی ہوتے ہیں۔ جیسے ہاورڈ (Howard) ولبرفورس (Wilberforce) مارٹین (Martyn) جڈسن (Judson) ایسے لوگ ہی فی الحقیقت خدا کی نظر میں بڑے ہیں۔ اس زندگی میں تو لوگ ان کی ہنسی اُڑاتے ہیں اور اکثر اُن کو ایذا پہنچاتے ہیں لیکن اُن کے مرنے کے بعد اُن کی یادگار رہتی ہے۔ ان کے نام آسمان میں لکھے گئے ہیں۔ ان کی تعریف ابدی ہے۔ ہم اِن باتوں کو یاد رکھیں اور جب تک ہم کو موقعہ حاصل ہے ہم سارے آدمیوں سے بھلائی کریں اور مسیح کی خاطر سب کے خادم ہوں۔ ہم یہ کوشش کریں کہ ہماری پیدائش کے وقت جہان کی جو حالت تھی وہ ہمارے مرنے کے وقت بہتر۔ زیادہ پاکیزہ اور زیادہ خوشحال ہو۔ جو زندگی سچ مچ اس طرف صرف ہو وہ مسیح کی طرح زندگی ہے اور وہ اپنا اجر ساتھ رکھتی ہے۔

ہمارے خداوند نے اپنی موت کا بیان جن الفاظ میں کیا ان پر بھی غور کریں۔ اُس نے کہا کہ ابنِ آدم اس لئے آیا کہ "اپنی جان بہتیروں کے بدلے فدیہ میں دے"۔ سب مسیحی ان الفاظ کو دل میں محفوظ رکھیں۔ مسیح کی موت کی کفارہ بخش صفت کا یہاں ذکر ہے۔ یہ موت معمولی موت نہ تھی جیسے کسی شہید یا مقدس شخص کی موت ہو۔ بلکہ اس قادر

مطلق شامندے نے گنہگار انسان کے قرضوں کو خدائے قدوس کے آگے اپنی موت سے ادا کیا جو گنہگار اپنے گناہوں کی زنجیروں سے جکڑے بند تھے اس الہٰی ضامن نے اُن کو مخلصی دی۔ اپنی موت سے ہمارے خداوند نے انسان کے بے شمار گناہوں کی کافی تلافی کی۔ اُس نے صلیب پر اپنے بدن میں ہمارے سارے گناہ اُٹھالئے۔ خدا نے ہم سبھوں کی بدکاریاں اُس پر لادیں۔ جب وہ مُوا تو وہ ہمارے لئے مُوا۔ جب اُس نے دُکھ اُٹھایا اُس نے ہماری جگہ دُکھ اُٹھایا۔ جب وہ صلیب پر لٹکایا گیا تو وہ ہمارا قائم مقام ہو کے لٹکا۔ جب اُس کا خُون بہا تو یہ ہماری جانوں کی قیمت تھا۔ جو لوگ مسیح پر بھروسہ رکھتے ہیں وہ اس خیال سے تسلّی حاصل کریں کہ وہ پختہ بُنیاد پر کھڑے ہیں۔ یہ تو سچ ہے کہ ہم گنہگار ہیں لیکن مسیح نے ہمارے گناہوں کو اُٹھایا۔ یہ تو درست ہے کہ ہم غریب بیکس قرضدار ہیں لیکن مسیح نے ہمارے قرضوں کو ادا کر دیا۔ یہ تو سچ ہے کہ ہم دوزخ میں ابدی سزا پانے کے مستوجب ہیں لیکن شُکر خدا کا کہ مسیح نے ہمارا کامل اور پُورا فدیہ دے دیا۔ ہمارا دروازہ بالکل کُھل گیا ہے۔ اب قیدی آزاد نہ جاسکتے ہیں۔ کاشکہ ہم اپنے تجربے سے یہ حق جان لیں اور خدا کے فرزندوں کی مُبارک آزادی میں قدم ماریں۔

مرقس ۱۰: ۴۶-۵۲ (۴۶) اور وہ یریحو میں آئے۔ اور جب وہ اور اُس کے شاگرد اور ایک بڑی بھیڑ یریحو سے نکلتی تھی تو تمائی کا بیٹا برتمائی ایک اندھا فقیر راہ کے کنارے بیٹھا ہُوا تھا (۴۷) اور یہ سُن کر کہ یسُوع ناصری ہے چلاّ چلاّ کر کہنے لگا۔ اے ابنِ داؤد۔ اے یسُوع۔ مجھ پر رحم کر (۴۸) اور بہتوں نے اُسے ڈانٹا کہ چُپ رہے۔ مگر وہ اور بھی زیادہ چلاّیا کہ اے ابنِ داؤد مجھ پر رحم کر (۴۹) یسُوع نے کھڑے ہو کر کہا۔ اُسے بُلاؤ۔ پس اُنہوں نے اُس اندھے کو یہ کہہ

کہ بلایا کہ خاطر جمع رکھ۔ اُٹھ وہ تجھے بُلاتا ہے (۵۰) وہ اپنا کپڑا پھینک کر
اُچھل پڑا اور یسُوع کے پاس آیا (۵۱) یسُوع نے اُس سے کہا۔ تُو کیا چاہتا
ہے کہ مَیں تیرے لئے کروں؟ اندھے نے اُس سے کہا۔ اَے ربونی۔
یہ کہ مَیں بینا ہو جاؤں (۵۲) یسُوع نے اُس سے کہا۔ جا۔ تیرے ایمان نے
تجھے اچھا کر دیا۔ وہ فی الفور بینا ہو گیا اور راہ میں اُس کے پیچھے ہو لیا۔

مذکورہ بالا آیات میں مسیح کے ایک معجزہ کا بیان آیا ہے۔ اِس میں رُوحانی اُمور کا
صاف نشان پایا جاتا ہے۔ ہم ایسے قصے کا مطالعہ نہیں کر رہے جس کے ساتھ ہماری
دلچسپی ایسی ہی ہو جیسی کہ قیصر یا سکندر کے قصوں کے ساتھ ہے۔ بلکہ ہمارے سامنے
ایسی تصویر رکھی گئی جو ہر نفس مسیحی کے لئے نہایت دلچسپی رکھتی ہے۔

اس مقام میں اوّل تو مضبوط ایمان کی مثال ملتی ہے۔ جب یسُوع یریحو سے باہر
نکلا تو ایک اندھا برتمائی نامی راہ کے کنارے بیٹھا ہُوا تھا۔ اور یہ سُن کر کہ یسُوع
ناصری ہے چلا چلا کر کہنے لگا۔ اے اِبنِ داؤد۔ اے یسُوع مجھ پر رحم کر۔ برتمائی کی
بدنی آنکھیں تو اندھی تھیں لیکن رُوحانی آنکھیں اندھی نہ تھیں۔ اُس کی خرد کی آنکھیں
کُھلی تھیں۔ اُس نے ایسی باتیں دیکھیں جو حنا اور کائفا اور کتابی عالموں فقیہوں
اور فریسیوں کی نظر میں نہ آئیں۔ اُس نے یہ معلوم کر لیا کہ یسُوع ناصری (یہ نام حقارت
سے لیا جاتا تھا) ۔ یہ یسُوع جس نے تیس سال گلیل کے ایک غیر مشہور گاؤں میں گذارے
وہی یسُوع اِبنِ داؤد تھا۔ وہ مسیح جس کے بارہ میں انبیا نے مدت پیشتر نبوت کی تھی
اُس نے ہمارے خداوند کے کسی بڑے معجزے کو نہ دیکھا تھا۔ اُس نے یسُوع کے
حکم سے نہ مُردوں کو زندہ ہوتے اور نہ کوڑھیوں کو اُس کی مَس سے شفا پاتے دیکھا تھا۔
اندھے پن کے باعث وہ ان سب کے مشاہدے سے محروم تھا لیکن اُس نے ہمارے

خداوند کے زبردست کاموں کی خبر سُنی تھی اور سُن کر اُن پر ایمان لایا تھا۔ اُس کو سُننے ہی سے یہ اطمینان ہو گیا تھا کہ وہ موعود نجات دہندہ تھا اس لئے وہ اُس کو شفا دے سکتا تھا۔ اِس لئے جب یسُوع کے نزدیک پہنچا تو وہ چلا اُٹھا "اے یسُوع۔ اے ابنِ داؤد مجھ پر رحم کر"۔ ہم خدا سے دُعا مانگیں کہ وہ ہمیں بھی ایسا ہی قیمتی ایمان عطا کرے۔ ہم کو بھی یہ نصیب نہیں ہُوا کہ جسمانی آنکھوں سے یسُوع کو دیکھیں۔ لیکن ہم کو اُس کی قدرت۔ اور فضل اور اس کی خبر انجیل میں ملی ہے کہ وہ ہمیں بچانا چاہتا ہے۔ اُس کی مبارک زبان سے جو بڑے بڑے وعدے صادر ہوئے وہ ہماری حوصلہ افزائی کے لئے قلمبند ہوئے۔ ہم بے چُون وچرا اُن وعدوں پر ایمان لائیں اور اپنی رُوح کو بلا تامّل یسُوع کے سپرد کریں۔ ہم اُس کے پُر فضل اقوال پر بھروسہ رکھنے سے نہ ڈریں اور ہم یقین جانیں کہ گنہگاروں کے لئے جو کچھ اُس نے کرنے کا وعدہ کیا ہے وہ اُسے ضرور پُورا کریگا۔ نجات بخش ایمان کا آغاز یہی ہے کہ ہماری رُوح مسیح پر بھروسہ کرے۔ نجات بخش ایمان کے ذریعہ جب ہماری زندگی ایک دفعہ شروع ہو گئی تو وہ زندگی یہی ہے کہ اُس غیر مرئی نجات دہندہ کے قول پر متواتر تکیہ رکھیں۔ مسیحی کا پہلا قدم یہی ہے کہ وہ برتمائی کی طرح چلا اُٹھے "اے یسُوع مجھ پر رحم کر"۔ مسیحی زندگی کا روزانہ دَور سوائے اس کے اَور کیا ہے کہ ایمان کی وہی روح اُس میں پائی جائے؟ "اگرچہ اِس وقت اُس کو نہیں دیکھتے تاہم اُس پر ایمان لاکر ایسی خوشی مناتے ہو جو بیان سے باہر اور جلال سے بھری ہے" (۱ پطرس ۱-۸)۔

دوم۔ ان آیات میں مشکلات کے سامنے پُختہ استقلال کی مثال پائی جاتی ہے۔ یہ لکھا ہے کہ جب برتمائی چلّانے لگا "اے ابنِ داؤد۔ اے یسُوع مجھ پر رحم کر"۔ تو اُس کو حاضرین سے کچھ حوصلہ نہ ملا۔ بلکہ برعکس اس کے "بہتوں نے اُسے ڈانٹا کہ چُپ رہے" مگر وہ اَور بھی زیادہ چلّایا۔ کوڑھی کی مصیبت اگرچہ دوسروں کو معلوم نہ تھی

لیکن اُس کو نہ تھی ۔ اگرچہ دوسروں کو تکلیف کرنے کی ضرورت محسوس نہ ہوئی ۔ لیکن اس نے یہ ضرورت محسوس کی ۔ اُس نے تماشائیوں کے جھڑکنے کی پروا نہ کی بلکہ "وہ اور بھی زیادہ چلایا"۔ اور اُس کے چلانے سے اُس کی دلی مراد حاصل ہو گئی اور اُس کو بینائی مِل گئی ۔

جو لوگ نجات پانا چاہتے ہیں وہ برتمائی کے اِس فعل پر خُوب غور کریں اور کوشش سے اُس کے نقشِ قدم پر چلیں ۔ اُسی کی طرح ہم پروا نہ کریں کہ دوسرے کیا کہتے ہیں اور کیا خیال کرتے ہیں ۔ ہم اپنی رُوحوں کی شفا کی دُھن میں لگے رہیں ۔ ایسے لوگ ہمیشہ کہینگے یہ تو "قبل از وقت" ہے ۔ یا "اب وقت گُزر گیا" ۔ یا تم حد سے زیادہ جلدی کر رہے ہو ۔ "یا تم حد سے زیادہ دُور نکل گئے ہو ۔ کہ ہم کو اِس قدر دُعا مانگنے یا اِس قدر بائبل پڑھنے یا نجات کے بارہ میں اِس قدر فکرمند ہونے کی کیا ضرورت ہے"۔ ایسے لوگوں کی باتوں کی ذرا پروا نہ کریں بلکہ برتمائی کی طرح زیادہ زیادہ چلائیں "اے یسُوع ہم پر رحم کر"۔

یسُوع کی تلاش میں لوگ ایسی بیدلی سے کیوں کام لیتے ہیں ؟ اور خدا کی قربت حاصل کرنے میں ایسی جلد کیوں رُک جاتے اور حوصلہ توڑ بیٹھتے ہیں ؟ مختصر جواب یہ ہے ۔ وہ اپنے گُناہوں کو پُورے طور سے محسوس نہیں کرتے ۔ اُن کو اپنے نفسوں کی دبا اور اپنے دلوں کی بیماری سے آگاہی نہیں ۔ آدمی نے جب ایک دفعہ اپنی قصور واری کو کماحقہٗ دیکھ لیا وہ تو چین نہ کریگا جب تک کہ مسیح میں اُس کو معافی اور اطمینان نہ ملے ۔ ایسے لوگ ہی برتمائی کی طرح اپنی خوار لاچار حالت سے آگاہ ہوتے ہیں اور وہ اُسی کی طرح استقلال سے کام لیتے اور آخرکار شفا حاصل کرتے ہیں ۔

اِن آیات میں شُکرگزاری اور احسانمندی کی مثال بھی ہے ۔ برتمائی شفا پاتے ہی اپنے گھر کو چلا نہیں گیا ۔ جس نے اُس پر ایسا رحم کیا تھا وہ اُسے چھوڑ نہ سکتا تھا ۔ اِس لئے یہ لکھا ہے "اور راہ میں اُس کے پیچھے ہو لیا"۔

مسیح کے فضل کا جو اثر رُوح پر ہوتا ہے اُس کا عُمدہ نمونہ یہاں پایا جاتا ہے۔ اِس کے ذریعہ آدمی اپنی زندگی میں یسوع کا پیرو ہو جاتا ہے اور پاکیزگی کی راہ میں قدم مارنے کے لئے اُس کو بڑی قوت حاصل ہوتی ہے۔ چونکہ اُس کو مُفت معافی حاصل ہوئی اب وہ مُفت بالرضا مسیح کی خدمت کرے۔ چونکہ وہ مسیح کے قیمتی خُون سے خرید اگیا اِس لئے اب وہ دل وجان سے اُس پر اپنے تئیں فدا کرے جس نے اُس کو مخلصی دی۔ جب آدمی فضل کا تجربہ فی الحقیقت کر لیتا ہے تو وہ ہر روز یہ محسوس کرتا ہے "مَیں اِن ساری نعمتوں کے عوض خداوند کو کیا دوں"۔ پَولس نے یہی محسوس کیا۔ "مسیح کی محبت ہم کو مجبور کر دیتی ہے" (۲ کرنتھی ۵-۱۴)۔ آج بھی سارے سچے مسیحی ایسا ہی محسوس کرتے ہیں۔ جو شخص مسیح میں دلچسپی رکھنے کا فخر کرتا ہے حالانکہ اپنی زندگی میں اُس کی پیروی نہیں کرتا وہ اپنے تئیں سخت دھوکا دے رہا ہے اور اپنی رُوح کو برباد کر رہا ہے "جتنے خدا کے روح کی ہدایت سے چلتے ہیں وہی خدا کے بیٹے ہیں" (رومی ۸-۱۴)۔

کیا خدا کی رُوح نے ہماری آنکھیں کھول دی ہیں؟ کیا ہم کو تعلیم ملی ہے کہ گناہ کو اور مسیح کو اور پاکیزگی اور آسمان کو حقیقی روشنی میں دیکھیں؟ کیا ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ "ایک بات جانتا ہوں کہ مَیں اندھا تھا۔ اب بینا ہوں" (یوحنا ۹-۲۵)۔ اگر ایسا ہو تو ہم اُن باتوں کو تجربے سے جان لینگے جن کا ذکر ہم پڑھتے ہیں۔ اگر نہیں تو ہم اُس چوڑے راہ پر جا رہے ہیں جو بربادی کی طرف لے جا رہا ہے۔

مرقس ۱۱: ۱-۱۱ (۱) جب وہ یروشلیم کے نزدیک زیتون کے پہاڑ پر بیت فگے اور بیت عنیاہ کے پاس آئے تو اُس نے اپنے شاگردوں میں سے دو کو بھیجا (۲) اور اُن سے کہا کہ اپنے سامنے کے گاؤں میں جاؤ اور اُس میں داخل ہوتے ہی ایک گدھی کا بچہ بندھا ہُوا تمہیں ملیگا جس پر کوئی آدمی اب تک سوار نہیں ہُوا۔ اُسے

کھول لاؤ (۳) اور اگر کوئی تم سے کہے کہ تم یہ کیوں کرتے ہو؟ تو کہنا کہ خداوند کو درکار ہے۔ وہ فی الفور اُسے یہیں واپس بھیج دیگا (۴) پس وہ گئے۔ اور بچے کو دروازے کے نزدیک باہر چوک میں بندھا ہُوا پایا۔ اور اُسے کھولنے لگے۔ (۵) مگر جو لوگ وہاں کھڑے تھے اُن میں سے بعض نے اُن سے کہا۔ یہ کیا کرتے ہو کہ گدھی کا بچہ کھولتے ہو؟ (۶) اُنہوں نے جیسا یسوع نے کہا تھا ویسا اُن سے کہہ دیا۔ پھر اُنہوں نے اُن کو جانے دیا (۷) پس وہ گدھی کے بچے کو یسوع کے پاس لائے اور اپنے کپڑے اُس پر ڈال دیئے۔ اور وہ اُس پر سوار ہو گیا (۸) اور بہت لوگوں نے اپنے کپڑے راہ میں بچھا دئے۔ اوروں نے کھیتوں میں سے ڈالیاں کاٹ کے پھیلا دیں (۹) اور جو اُس کے آگے آگے جاتے اور پیچھے پیچھے چلے آتے تھے پکار پکار کر کہتے جاتے تھے کہ ہوشعنا۔ مُبارک ہے وہ جو خداوند کے نام پر آتا ہے (۱۰) مُبارک ہے ہمارے باپ داؤد کی بادشاہت جو آرہی ہے۔ عالم بالا پر ہوشعنا (۱۱) اور وہ یروشلیم میں داخل ہو کر ہیکل میں آیا۔ اور چاروں طرف سب چیزیں ملاحظہ کرکے اُن بارہ کے ساتھ بیت عنیاہ کو گیا۔ کیونکہ شام کا وقت ہو گیا تھا۔

جس واقعہ کا ذکر ان آیات میں آیا ہے وہ ہمارے خداوند کی خدمت کے ایام میں ایک مستثنیٰ واقعہ ہے۔ عموماً تو یہ ذکر آتا ہے کہ وہ عام شہرت سے پرہیز کرتا ہے اور گلیل کے دُور افتادہ علاقوں میں وقت گزارتا ہے اور اکثر بیابان میں رہا کرتا ہے اور یہ اس پیشینگوئی کے مطابق ہے "نہ جھگڑا کریگا نہ شور۔ اور نہ بازاروں میں کوئی اس کی آواز سُنیگا" (یسعیاہ ۴۲ - ۱؛ متی ۱۲ - ۱۹) - صرف یہی ایک مقام ہے جہاں اس امر کا ذکر ہے کہ گوشۂ تنہائی کو چھوڑ کر اپنی مرضی سے شہرت کے ساتھ یروشلیم میں داخل ہُوا۔ وہ

جان بُوجھ کر اپنے شاگردوں کو لے کر سب کے روبرو یروشلیم میں اس شان و شوکت سے داخل ہُوا۔ وہ اپنی مرضی سے سوار ہو کر شہر کے اندر گیا۔ اُس کے چاروں طرف بِھیڑ لگی ہوئی تھی اور لوگ یہ نعرے مار رہے تھے۔ ہوشعنا۔ ہوشعنا۔ گویا داؤد بادشاہ خود فتحیابی کے ساتھ شہر میں آ رہا تھا۔ (۲ سموئیل ۱۹-۴۰)۔ یہ سب کچھ ایسے وقت میں واقع ہُوا جب لاکھوں یہودی جگہ جگہ سے فسح منانے کے لئے یروشلیم میں جمع تھے۔ ہمارے خداوند کی آمد آمد سے شہر گُونج رہا تھا۔ غالباً یروشلیم میں کوئی گھر ایسا نہ ہوگا جہاں ناصرت کے اِس نبی کی آمد کی خبر نہ پہنچی ہو۔

ہمارے خداوند کی تاریخ کے اِس حصّہ کو پڑھتے وقت ان باتوں کو ہمیشہ یاد رکھیں۔ نئے عہد نامہ میں چار دفعہ اِس داخلہ کا قلمبند ہونا بے معنی نہیں ہو سکتا۔ یہ عیاں ہے کہ یسُوع کی اِس زمینی زندگی میں یہ ایسا نظارہ تھا جو ہر مسیحی کے لئے خاص توجہ کا مستحق ہے۔ ہم اسی طبیعت سے اِس کا مطالعہ کریں اور دیکھیں کہ ہم اپنی رُوحوں کے لئے اِس سے کیا سبق سیکھ سکتے ہیں۔

اوّل۔ ہمارے خداوند نے عمداً اپنی زندگی کے آخری کام کو کیسی شہرت دی۔ وہ یروشلیم میں مرنے کو گیا اور وہ چاہتا تھا کہ سارا یروشلیم اِس کو جان لے۔ جب اُس نے رُوح کی گہری باتیں سکھائیں تو اُس نے اپنے رسولوں کے سوا اَور کسی سے کلام نہ کیا جب اُس نے تمثیلیں سُنائیں تو اکثر غریب ناخواندہ گلیلیوں کو سُنائیں۔ جب اُس نے معجزے کئے تو وہ عموماً کفرنحوم یا زبولون اور نفتالی کی سرزمین میں تھا۔ لیکن جب اُس کی موت کا وقت آیا تو وہ بڑے ہجوم اور شہرت کے ساتھ یروشلیم میں داخل ہُوا اُس نے حاکموں۔ کاہنوں۔ بزرگوں۔ فقیہوں اور یونانیوں اور رُومیوں کی توجہ اپنی طرف کھینچی۔ وہ جانتا تھا کہ دُنیا میں ایک نہایت حیرت انگیز واقعہ وقوع میں آنے کو تھا۔ خدا کا ازلی بیٹا گنہگار انسانوں کی جگہ دُکھ اُٹھانے کو تھا۔ گناہ کے لئے

ایک بڑی قربانی گزرانی جانے کو تھی۔ فسح کا وہ عظیم برہ ذبح ہونے کو تھا۔ دُنیا کے گُناہ کے لئے کفارہ دیا جانے والا تھا۔ اِس لئے اُس نے ایسا انتظام کیا کہ اُسکی موت برملا اور شہرت کے ساتھ ہو۔ اُس نے سارے امور کو ایسا ترتیب دیا کہ سارے یروشلیم کی آنکھیں اُس پر لگ گئیں اور جب وہ مُوا تو بہت گواہوں کے سامنے مُوا۔

مسیح کی موت کا ایک اَور اہم ثبوت ملتا ہے۔ جو اقوال اُس کی زبان مُبارک سے نکلے اُن کو اپنے دلوں میں نقش کر لیں۔ اُس کی پاک زندگی کے نقشِ قدم پر چلنے کی کوشش کریں۔ اُسکی سفارش کو بڑی غنیمت سمجھیں۔ اُس کی آمد کے ہم آرزومند ہوں۔ لیکن ہم یہ کبھی فراموش نہ کریں کہ یسُوع مسیح کے بارہ میں جو کچھ ہمیں معلوم ہے اُس کا سرتاج واقعہ اُس کی صلیبی موت تھی اُسی موت سے ہماری ساری اُمیدیں نکلتی ہیں۔ اس موت کے بغیر ہمارے پاس کوئی مضبوط بُنیاد نہیں۔ سال بہ سال جو زندگی ہماری گزرتی ہے ہم اس موت کو زیادہ زیادہ غنیمت سمجھتے جائیں اور مسیح کے بارہ میں جو ہمارے خیالات ہیں اُن میں سے جس قدر خوشی اِس امر سے ہوتی ہے کہ وہ ہمارے لئے مؤا اَور کسی بات سے نہیں ہوتی۔

دوم۔ جب تک ہمارا خداوند اِس زمین پر رہا اُس نے عمداً مفلسی اختیار کی اِس مشہور موقعہ پر جب وہ یروشلیم کو گیا تو وہ کیسے داخل ہُوا؟ کیا وہ شاہی رتھوں میں گھوڑوں۔ گاڑیوں کے ساتھ۔ فوج و لشکر کے ہمراہ۔ شان و شوکت کے ساتھ داخل ہُوا جیسے دیگر بادشاہ داخل ہوتے ہیں؟ ہرگز نہیں۔ سواری کے لئے جو گدھا ہے وہ بھی مانگا ہُوا۔ زین نہ ہونے کی وجہ سے شاگرد اپنے کپڑے اُس گدھے پر ڈالتے ہیں۔ یہ رَوِش اُس کی ساری زندگی کی رَوِش کے مطابق تھی۔ اِس دُنیا کی دولت اُس کے پاس کبھی نہ تھی۔ جب اُس نے گلیل کی جھیل کو عبُور کیا تو مانگی تانگی کشتی میں۔ جب مقدس شہر میں سوار ہو کر گیا تو مُستعار جانور پر۔ جب وہ دفن ہُوا تو دوسرے کی قبر میں۔

یہاں گویا اجتماعِ ضدّین ہے۔ کمزوری اور زور۔ دولت اور مُفلسی۔ اُلوہیّت اور انسانیت کا اتحاد۔ ہمارے خداوند کی تاریخ میں اِس کے اکثر پتے ملتے ہیں۔ جو لوگ غور سے اناجیل کا مطالعہ کرتے ہیں وہ یہ مشاہدہ کئے بغیر نہیں رہ سکتے کہ جس نے چند روٹیوں کے ذریعہ ہزاروں کو سیر کر دیا وہ بعض اوقات خود بھوکا رہتا ہے۔ جو بیماروں اور کمزوروں کو شفا دے سکتا تھا بعض اوقات خود تھکا ماندہ ہوتا ہے۔ جو اپنے کلام سے بدرُوحوں کو نکال سکتا تھا وہ خود آزمایا جاتا ہے۔ جو مُردوں کو جلایا کرتا تھا وہ خود موت کے آگے سرخم کرتا ہے؟ یہی نظارہ مذکورہ بالا مقام میں نظر آتا ہے۔ ہمارے خداوند کی طاقت اِس میں نظر آرہی ہے کہ ایک بڑی بھیڑ اُس کی مرضی کے تابع ہو کر فتحیابوں کی طرح اُسے یروشلیم کو لے جا رہی ہے۔ اُس کی مفلسی بھی نمودار ہے کہ وہ ایک مستعار گدھے پر سوار ہے۔ یہ سب عجیب تو ہے لیکن ہے سب درست اور مُناسب۔ ہم اپنے خداوند میں اُلوہیت اور انسانیت کے اتحاد کو نظر انداز نہ کریں۔ اگر ہم اُس کے الٰہی افعال ہی کا مشاہدہ کرتے تو شاید بھول جاتے کہ وہ اِنسان تھا۔ اگر ہم اُس کی مفلسی اور کمزوری ہی کو دیکھتے تو شاید یہ ہم بھول جاتے کہ وہ خدا تھا۔ لیکن کتابِ مقدس کا منشا یہ ہے کہ ہم یہ دیکھیں کہ یسُوع کی شخصیت میں الٰہی زور اور انسانی کمزوری دونوں باہم وابستہ ہیں۔ ہم اِس بھید کو حل نہیں کر سکتے لیکن ہمیں اِس خیال سے تسلی مل سکتی ہے کہ "یہ ہمارا نجات دہندہ ہے۔ یہ ہمارا مسیح ہے۔ انسان ہونے کی وجہ سے وہ ہمارے ساتھ ہمدردی کر سکتا ہے اور خدا ہونے کی وجہ سے وہ ہمارے بچانے کے لئے قادرِ مطلق ہے"۔

آخر کار اِس سادہ امر میں یہ ملاحظہ کریں کہ ہمارا خداوند ایک مستعار گدھے پر سوار ہُوا۔ یہ بھی اِس بات کا ثبوت ہے کہ مفلسی بذاتِ خود کوئی گُناہ نہیں۔ جن اسباب سے اکثر مُفلسی پیدا ہوتی ہے وہ تو عموماً گُناہ آلودہ ہیں۔ مثلاً شرابخوری۔ فضول خرچی۔

عیاشی ۔ بددیانتی ۔ کاہلی وغیرہ ۔ ان سے عموماً دُنیا میں لوگوں کو افلاس کا مُنہ دیکھنا پڑتا ہے اور یہ ساری باتیں خدا کی نظر میں بُری ہیں ۔ لیکن مُفلس پیدا ہونا والدین سے کسی میراث کا نہ ملنا ۔ اپنے ہاتھوں سے محنت کر کے روٹی کمانا ۔ اپنی زمین نہ رکھنا ہرگز گناہ آلودہ نہیں ۔ دیانتدار مفلس آدمی خدا کی نظر میں ویسا ہی معزز ہے جیسے دولتمند بادشاہ ۔ ہمارا خداوند یسُوع مسیح خود مُفلس تھا ۔ سونا چاندی اُس کے پاس نہ تھا ۔ اُس کے پاس سر چھپانے کو بھی جگہ نہ تھی ۔ "اگرچہ دولتمند تھا مگر تمہاری خاطر غریب بن گیا" (۲ کرنتھی ۸ - ۹) ۔ اگر ہماری حالت بھی کبھی ایسی ہو تو یہ گناہ میں داخل نہیں ۔ جس حالت میں خدا نے ہم کو بلایا ہے اُس میں ہم اپنے فرض کو ادا کریں اگر وہ ہم کو غریب رکھنا ہی پسند کرے تو ہم شرمسار نہ ہوں ۔ گنہگاروں کا نجات دہندہ ہماری بھی فکر کرتا ہے جیسی کہ دوسروں کی ۔ گنہگاروں کا نجات دہندہ جانتا ہے کہ غریب ہونا کیا ہے ۔

مرقس ۱۱: ۱۲ - ۲۱ (۱۲) دُوسرے دِن جب وہ بیت عنیاہ سے نکلے اُس کو بھوک لگی (۱۳) اور دُور سے انجیر کا ایک درخت جس میں پتّے تھے دیکھ کر گیا کہ شاید اُس میں کچھ پائے ۔ مگر جب اُس کے پاس پہنچا تو پتّوں کے سوا کچھ نہ پایا ۔ کیونکہ انجیر کا موسم نہ تھا (۱۴) اُس نے اُس سے کہا ۔ آئندہ کوئی تجھ سے کبھی پھل نہ کھائے ۔ اور اُس کے شاگردوں نے سُنا (۱۵) پھر وہ یروشلیم میں آئے ۔ اور یسُوع ہیکل میں داخل ہو کر اُنہیں جو ہیکل میں خرید و فروخت کر رہے تھے باہر نکالنے لگا ۔ اور صرّافوں کے تختے اور کبوتر فروشوں کی چوکیاں اُلٹ دیں (۱۶) اور اُس نے کسی کو ہیکل میں سے ہو کر کوئی برتن لیجانے نہ دیا (۱۷) اور اپنی تعلیم میں اُن سے کہا ۔ کیا یہ نہیں لکھا ہے کہ میرا

گھر سب قوموں کے لئے دُعا کا گھر کہلائیگا؟ مگر تم نے اُسے ڈاکوؤں کی کھوہ بنا دیا ہے (۱۷) اور سردار کاہن اور فقیہ یہ سُن کر اُس کے ہلاک کرنے کا موقع ڈھونڈنے لگے۔ کیونکہ اُس سے ڈرتے تھے اِس لئے کہ سارے عام لوگ اُس کی تعلیم سے حیران ہوتے تھے (۱۹) اور روز شام کو وہ شہر سے باہر جایا کرتا تھا (۲۰) پھر صبح کو جب وہ اُدھر سے گُزرے تو اُس انجیر کے درخت کو جڑ تک سُوکھا ہُوا دیکھا (۲۱) پطرس کو وہ بات یاد آئی اور اُس سے کہا۔ اَے ربّی۔ دیکھ یہ انجیر کا درخت جس پر تُو نے لعنت کی تھی سُوکھ گیا ہے۔

اِس عبارت کے شروع میں اِس امر کا ایک ثبوت ہے کہ ہمارا خداوند یسُوع مسیح فی الحقیقت انسان تھا۔ مثلاً "اُس کو بھُوک لگی"۔ اُس کا بدن ہمارے بدن کی طرح تھا۔ وہ ساری باتوں میں سوائے گُناہ کے ہماری مانند بنا۔ وہ رویا۔ خوش ہُوا۔ اُس نے دُکھ درد سہے۔ وہ پیاسا ہُوا اور پانی پیا۔ اُسے بھُوک لگی اور خوراک کی ضرورت اُسے محسُوس ہوئی۔

اِن سارے جُملوں سے مسیح کی فروتنی اور انکساری ظاہر ہوتی ہے۔ اگر ہم اُن پر غور کریں تو وہ بہت عجیب نظر آئینگے۔ جو ازلی خدا ہے جس نے دُنیا اور مافیہا کو بنایا۔ جس کے ہاتھ سے زمین سے پھل۔ سمندر سے مچھلیاں۔ ہوا کے پرندے۔ میدان کے درند چرند بنائے۔ اُس کو یہ پسند آیا کہ گنہگاروں کو بچانے کی خاطر بھُوک سہے یہ بڑا راز ہے۔ ایسی مہربانی اور محبت انسان کی سمجھ سے باہر ہے۔ اِس لئے مقدس پولُس نے "مسیح کی بے قیاس دولت" کا ذکر کیا (افسیوں ۳-۸)۔

ایسے بیانات سے ظاہر ہوتا ہے کہ مسیح اپنے لوگوں سے جو زمین پر ہیں کیسی ہمدردی کی طاقت رکھتا ہے۔ اُسے تجربتہً اُس کے غموں کا حال معلوم ہے۔ وہ اُن کی کمزوریوں

کے احساس سے مؤثر ہو سکتا ہے۔ اسے بدن اور اُس کی روزانہ ضروریات کا تجربہ ہو چکا ہے۔ آدمی کا بدن جہانتک دُکھ اُٹھا سکتا ہے وہ اُس نے اُٹھایا۔ اُس نے دُکھ درد۔ کمزوری۔ تکان۔ بھوک اور پیاس کا ذائقہ چکھا۔ جب ہم اپنی دُعاؤں میں اِن باتوں کا ذکر کرتے ہیں تو وہ ہمارا مطلب سمجھتا ہے۔ اور ہماری تکلیفات سے ناآشنا نہیں۔ یقیناً ایسا ہی نجات دہندہ اور دوست غریب دُکھی انسانوں کو درکار تھا۔

دوم۔ اِن آیات سے ظاہر ہے کہ بے پھل ہونے اور رسم پرستی کرنے میں کیسا خطرہ ہے ایک عجیب فعل کے ذریعہ اِس امر کی تشریح اُس نے کی۔ وہ پھل کی تلاش میں ایک انجیر کے درخت کے پاس گیا اور اُس میں "پتوں کے سوا کچھ نہ پایا"۔ اِس لئے اُس پر یہ فتویٰ صادر کیا۔ "آئندہ کوئی تجھ سے کبھی پھل نہ کھائے" اور لکھا ہے کہ اگلے دن "وہ درخت جڑ تک سُوکھ گیا"۔ اِس میں کچھ کلام نہیں ہو سکتا کہ یہ سارا واقعہ روحانی باتوں کی مثال تھی۔ یہ عملی تمثیل تھی اور ویسی ہی پُرمعنی جیسے کہ اُس کی دیگر لفظی تمثیلیں تھیں۔

لیکن یہ انجیر کا درخت کن لوگوں کے لئے تمثیل تھا؟ اس وعظ کے بہتیرے معنی تھے۔ اور جو لوگ مسیحی ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں اُن کی ضمیریں اس وعظ میں مخاطب کی گئی ہیں۔ گو وہ انجیر کا درخت کُملا کر سُوکھ گیا تو بھی وہ اب تک بول رہا ہے۔ یہودی کلیسیا کے لئے اِس میں ایک آواز تھی۔ رسم پرستی کے پتے تو اِس میں بکثرت تھے لیکن رُوح کا کوئی پھل اُس میں نہ تھا۔ جس وقت یہ درخت سُوکھ گیا وہ کلیسیا سخت خطرے کی حالت میں تھی۔ کاشکہ یہودی کلیسیا کی آنکھیں ہوتیں اور وہ اپنے اِس خطرے کو دیکھ لیتی۔ مسیح کی کلیسیا کی ساری شاخوں کے لئے اِس انجیر کے درخت سے سبق ملتا ہے مسیحی دین کا جو لوگ محض زبان سے اقرار کرتے ہیں لیکن جن میں صحیح تعلیم اور پاکیزہ

زندگی پائی نہیں جاتی اُن کے لئے ایک آگاہی ہے۔ بلکہ اُن سب جسمانی۔ ریاکار اور جھوٹے مسیحیوں کے لئے اِس میں تنبیہ پائی جاتی ہے۔ جو لوگ محض نام کے مسیحی کہلانے پر کفایت کرتے ہیں لیکن فی الحقیقت وہ مُردہ ہیں اگر اِس مقام کی عینک لگا کر اپنے آپ کو دیکھیں تو کیسا اچھا ہے۔

جو سبق یہ انجیر کا درخت سکھاتا ہے وہ ہم میں سے ہر ایک خبرداری سے سیکھے۔ ہم ہمیشہ یہ یاد رکھیں کہ بپتسمہ۔ کلیسیا کے ممبر بننا۔ عشائے ربانی لینا اور مسیحی دین کی رسمیات کو بجا لانا ہماری رُوحوں کی نجات کے لئے کافی نہیں۔ وہ تو محض پتّے ہیں۔ اور پتّے بلا پھل کے ہمیں مُجرم ہی ٹھہراتے ہیں جن انجیر کے پتّوں سے آدم اور حوّا نے اپنا تن ڈھانپنے کی کوشش کی وہ خدائے بصیر کی آنکھوں سے ہمارے ننگاپن کو چُھپا نہ سکینگے اور جب ہم کو آخری روز اُس کے تختِ عدالت کے سامنے کھڑا ہونا پڑیگا تو وہ ہمیں جرأت نہ دینگے۔ یا تو ہم پھل لائیں ورنہ ہم ہمیشہ کے لئے ہلاک ہونگے ہمارے دلوں میں اور ہماری زندگیوں میں پھل ہونا چاہئے۔ خدا کے سامنے توبہ کا پھل۔ اور خداوند یسوع مسیح پر ایمان لانے کا پھل۔ ہماری رَوِش میں پاکیزگی کا پھل۔ ایسے پھلوں کے بغیر مسیحی دین کا محض اقرار ہمیں اسفل جہنم میں لے جائیگا۔

سوم۔ اِس مقام میں یہ سبق بھی پایا جاتا ہے کہ جو مقامات عبادت کے لئے مخصوص ہیں اُن کا کیسا ادب کریں۔ جب ہمارا خداوند یسوع مسیح ہیکل میں گیا تو وہ اُنہیں جو ہیکل میں خرید و فروخت کر رہے تھے نکالنے لگا۔ اور صرافوں کے تختے اور کبوتر فروشوں کی چوکیاں اُلٹ دیں"۔ اور اس کی تائید میں یہ نوشتہ پیش کیا "کیا یہ نہیں لکھا ہے کہ میرا گھر سب قوموں کے لئے دُعا کا گھر کہلائیگا مگر تم نے اُسے ڈاکوؤں کا کھوہ بنا دیا ہے"۔

اس موقعہ پر ہمارے خداوند نے جو عمل کیا اُس میں گہرے معنی پائے جاتے ہیں۔

انجیر کے درخت کی لعنت کی طرح یہ سارا عمل بھی تشبیہی اور تمثیلی تھا۔ لیکن سرسری نظر سے بھی ایک سبق حاصل ہوتا ہے کہ جو مکانات خدا کی عبادتِ عام کے لئے مخصوص کئے گئے ہیں اُن کو اگر بے ادبی اور لاپروائی سے استعمال کریں تو گناہ ہوگا۔ یہاں قربانیاں تو ہوتی تھیں لیکن خاص کر یہ دُعا کا گھر تھا اور اِس لئے ہمارے خداوند نے ہیکل کو پاک کیا۔ اُس کے فعل سے یہ امر بخوبی ظاہر ہے کہ ہم دُعا کے گھر کی کیسی عزت کریں۔ یہ تو سچ ہے کہ یہودی خیمہ یا ہیکل جن معنوں میں مقدس سمجھے گئے تھے اُن معنی میں مسیحی عبادت گاہیں تو مقدس نہیں۔ ان کے انتظامات کے تشبیہی معنی نہیں۔ نہ یہ الٰہی نمونہ کے مطابق بنے ہیں اور نہ آسمانی چیزوں کے یہ نشان ہیں۔ لیکن اِس سے یہ نتیجہ نہیں نکلتا کہ ان کی کچھ عزت نہ ہو۔ عام دُکان۔ مکان۔ بازار کی طرح انہیں استعمال کریں۔ جہاں نماز کے لئے جاتیں باقاعدہ جمع ہوتیں اور دُعائے عام ادا ہوتی ہے وہاں ادب سے کام لیں اور اسے نادانی اور وہم پرستی نہ سمجھیں جہاں کہیں مسیح کی منادی ہوتی ہے اور جہاں نئی پیدائش کی رسم ادا ہوتی اُسے ہم عام جگہوں سے ممتاز ٹھیرائیں۔ چنانچہ اِس مقام میں ہمارے خداوند کا منشا صاف ظاہر ہے۔ عبادت گاہ میں آدمی کی روش کیسی ہو اِس کا ذکر یہاں ہے اور ہر طرح کی بے ادبی اور بے تہذیبی اُس کی نظر میں خطا ہے۔

جب کبھی ہم خدا کے گھر میں جائیں اِن آیتوں کو ہم یاد رکھیں اور سنجیدگی سے وہاں جائیں اور احمقوں کی قربانی نہ گزرانیں (واعظ ۵۔۷)۔

ہم سوچیں کہ ہم کہاں ہیں۔ ہم کیا کر رہے ہیں ہمارا کیا کام ہے۔ کس کے حضور ہم کھڑے ہیں؟ خبردار ہم خدا کی عبادت رسمی طور پر نہ بجا لائیں۔ اور ہمارے دِل دُنیا سے بھرپور رہوں۔ ہم اپنے کاروبار اور روپیہ پیسے کو گھر چھوڑ آئیں اور گرجا میں نہ لیجائیں۔ ہم نماز کے وقت خرید و فروخت کے خیالات کو اپنے دِلوں میں آنے نہ دیں۔

وہ خداوند زندہ ہے جس نے خرید و فروخت کرنے والوں کو ہیکل سے نکال دیا

مرقس ۱۱: ۲۲-۲۵ (۲۲) یسوع نے جواب میں اُن سے کہا۔ خدا پر ایمان رکھو (۲۳) مَیں تم سے سچ کہتا ہوں کہ جو کوئی اس پہاڑ سے کہے۔ تُو اُکھڑ جا اور سمندر میں جا پڑ۔ اور اپنے دل میں شک نہ کرے بلکہ یقین کرے کہ جو کہتا ہے وہ ہو جائیگا۔ تو اُس کے لئے وہی ہوگا (۲۴) اس لئے مَیں تم سے کہتا ہوں کہ جو کچھ تم دُعا میں مانگتے ہو۔ یقین کرو کہ تم کو مل گیا۔ اور تمہارے لئے ہو جائیگا (۲۵) اور جب کبھی تم کھڑے ہوئے دُعا مانگتے ہو۔ اگر تمہیں کسی سے کچھ شکائت ہو تو اُسے معاف کرو۔ تاکہ تمہارا باپ بھی جو آسمان پر ہے تمہارے قصور معاف کرے۔

اِن آیات میں ہمارے خداوند یسوع مسیح نے ظاہر کیا کہ ایمان کیسی اہمیت رکھتا ہے۔ یہ سبق اوّل تو خداوند نے بذریعہ ایک مثل کے سکھایا۔ ایمان ایسے کام کر سکتا اور ایسی بڑی مشکلات پر غالب آسکتا ہے جیسے کوئی "پہاڑ سے کہے۔ تُو اُکھڑ جا اور سمندر میں جا پڑ"۔ پھر ایمان کا استعمال دُعا مانگنے میں کئے جانے کی نصیحت کی۔ "جو کچھ تم دُعا میں مانگتے ہو۔ یقین کرو کہ تم کو مل گیا ہے اور تمہارے لئے ہو جائیگا"۔ اس وعدہ کو مناسب شرائط سے قبول کرنا چاہئے۔ اس میں یہ تسلیم کر لیا گیا ہے کہ ایماندار کسی گناہ آلودہ شئے کو طلب نہ کریگا اور نہ کوئی ایسی شئے جو خدا کی مرضی کے مطابق نہ ہو۔ اِن شرائط کے ساتھ جو کچھ وہ خدا سے مانگیگا وہ اُسے ملیگا۔ مقدس یعقوب کے قول کے مطابق "ایمان سے مانگے اور کچھ شک نہ کرے" (یعقوب ۱-۶)۔

جس ایمان کی یہاں تعریف کی گئی وہ اُس ایمان سے متفرق ہے جس کے ذریعہ آدمی راستباز ٹھہرتا ہے۔ گو اصولاً کل حقیقی ایمان ایک ہی ہوتا ہے۔ وہ تو ہمیشہ بھروسہ

یا یقین ہے لیکن مقصد اور کام کرنے کے لحاظ سے وہ کئی قسم کا ہوتا ہے۔ اِس امتیاز کو سمجھ لینا مناسب ہے۔ راستباز ٹھیرانے والا ایمان رُوح کا وہ فعل ہے جس کے ذریعہ آدمی مسیح کو مضبوطی سے پکڑ لیتا ہے اور خدا کے ساتھ اس کی صُلح ہو جاتی ہے۔ اس کی خاص عنایت گُناہ کا وہ کفارہ ہے جو یسُوع نے صلیب پر دیا لیکن جس ایمان کا ذکر مذکورہ بالا مقام میں آیا ہے وہ زیادہ وسیع ہے۔ اور راستباز ٹھیرانے والے ایمان کا ثمر اور رفیق ہے لیکن اُس سے ممیز ہے۔ یہ وسیع معنوں میں خدا کی قدرت حکمت اور احسان پر بھروسہ رکھنا ہے۔ اور اِس کا خاص مقصد خدا کے وہ وعدے یا کلام اور سیرت ہیں جو یسُوع مسیح میں مُنکشف ہوئے۔

خدا کی قدرت اور مرضی پر بھروسہ رکھنا کہ جو کوئی مسیح پر ایمان لاتا ہے اس کی وہ مدد کرتا ہے اور جو کلام خدا نے کیا ہے اس کی صداقت پر بھروسہ رکھنا ایمان میں کامیابی اور ترقی کا بڑا راز ہے۔ نجات بخش مسیحیت کی یہ جڑ ہے "اسی کی بابت بزرگوں کے حق میں اچھی گواہی دی گئی"۔ "خدا کے پاس آنے والے کو ایمان لانا چاہئے کہ وہ موجود ہے اور اپنے طالبوں کو بدلا دیتا ہے" (عبرانی ۱۱-۲ و ۶)۔

خدا کی نظر میں اِس کی حقیقی قدر و قیمت سمجھنے کے لئے ہم عبرانیوں کے خط کا گیارھواں باب اکثر مطالعہ کریں۔

کیا ہم فضل میں اور خداوند یسُوع مسیح کی پہچان میں ترقی کرنا چاہتے ہیں؟ کیا ہم اپنے دین میں بڑھنا اور مضبوط مسیحی بننا چاہتے ہیں اور روحانی باتوں میں محض بچے نہیں رہنا چاہتے؟ اگر ایسا چاہتے ہیں تو ہم ایمان کی ترقی کے لئے ہر روز دُعا مانگیں اور اپنے ایمان کی بڑی حفاظت کریں۔ یہ ہمارے دین کی عمارت کا کونے کا پتھر ہے۔ اگر اس میں ذرا نقص اور کمزوری ہوئی تو ہماری باطنی انسانیت پر اس کا اثر پڑیگا۔ جیسا ہمارا ایمان ہوگا ویسا ہمارا اطمینان - ہماری اُمید۔ ہماری خوشی مسیح میں ہماری

خدمت کا شوق - کام میں ہماری طاقت - آزمائشوں میں ہمارا صبر - دُکھ مصیبت میں ہمارا توکل اور دُعا میں ہماری تسلی ہوگی - ان سب کا دارومدار ہمارے ایمان پر ہی ہے - وہ لوگ کیسے خوشحال ہیں جو یہ جانتے ہیں کہ وہ عہد کے خدا پر پورا تکیہ کریں۔ اور دیکھ دیکھ کے نہیں بلکہ ایمان سے چلیں - "اُس پر جو ایمان لائے وہ اتاؤلی اجلد بازی نہ کریگا" (یسعیاہ ۲۸ - ۱۶) -

ایک اور سبق بھی اِن آیتوں سے ہم سیکھ سکتے ہیں - کہ ہمیں ایک دوسرے کو معاف کرنے کی طبیعت رکھنا مطلقاً ضرور ہے - عجیب طرح سے یہ سبق یہاں سکھایا گیا - ایمان کی اہمیت جس کا ذکر ہمارا خداوند ابھی کر رہا تھا اور نقصانوں کے معاف کرنے کے درمیان کوئی خاص تعلق نظر نہیں آتا - یہ حد واصل دُعا ہے - پہلے تو ہم کو یہ بتلایا گیا کہ ہماری دُعاؤں کی کامیابی کے لئے ایمان لازمی ہے - لیکن پھر یہ کہا گیا کہ ایسی کوئی دُعا مقبول نہ ہوگی جو نہ معاف کرنے والے دل سے صادر ہو - "جب تم کھڑے ہوئے دُعا مانگتے ہو تو اگر تمہیں کسی سے کچھ شکایت ہو تو اُسے معاف کرو تاکہ تمہارا باپ بھی جو آسمان پر ہے تمہارے قصور معاف کرے" -

یہ تو ہم سب جانتے ہیں کہ ہماری دُعاؤں کی قدر ہمارے دل کی حالت پر موقوف ہے لیکن جو امر مدنظر ہے اُس پر کافی توجہ نہیں دی جاتی - یہی کام نہیں کہ ہم سرگرمی سے - جوش سے - صدق دلی سے اور مسیح کے نام سے دُعا مانگیں - اُن میں ایک اور عنصر کا بھی ہونا لازمی ہے - وہ معاف کرنے والے دل سے صادر ہوں - اگر ہم اپنے بھائیوں پر رحم کرنے کو تیار نہیں تو ہم کو کوئی حق نہیں کہ ہم اپنے لئے رحم کی توقع رکھیں - ہم فی الحقیقت گناہ کی قصورواری کو محسوس نہیں کر سکتے اگر ہم اپنے ہمجنسوں سے حسد رکھتے ہیں - اِس زمین پر جو لوگ ہمارے ہمسائے ہیں اُن کو دل سے ہم اپنا بھائی سمجھیں اگر ہم چاہتے ہیں کہ خدا ہمارا آسمانی باپ بنے - اگر ہم ایک دُوسرے

کی برداشت نہیں کرسکتے تو لیپا پاک ہونے کی رُوح رکھنے کی ڈینگ نہ ماریں۔

یہ تو دِل دہلانے والا مضمون ہے۔حسد کشیدگی اور فرقہ بندی کا مسیحیوں میں بڑا زور ہے۔ اِس لئے کچھ تعجب نہیں کہ ہماری اکثر دُعائیں رائگاں جاتی ہیں۔ ہر درجہ کے مسیحی اِس کو دل میں جگہ دیں۔ خدا کی قُربت میں جانے کے لئے ہر ایک کو مساوی پہچان اور قوت حاصل نہیں لیکن سب اپنے ہمجنسوں کو معاف کرسکتے ہیں۔ ہمارے خداوند یسُوع نے اِس سبق کے سکھانے میں بڑی محنت کی۔ اور جو دُعا اُس نے سکھائی اُس میں اُس کو خاص جگہ دی۔ ہم بچپن سے یہ دُعا مانگتے رہے ہیں کہ "ہمارے قصوروں کو معاف کر کہ ہم بھی اپنے قصورواروں کو معاف کرتے ہیں"۔ کاش کہ دُعا مانگتے وقت لوگ اِن لفظوں پر غور کرتے۔

اِس کے متعلق ہم اپنے دلوں کا امتحان لیں۔ معاف کرنے والی طبیعت کیا ہے؟ اِس بد دُنیا میں جو نقصان ہم کو پہنچتے رہے ہیں کیا ہم اُن کو نظر انداز کرسکتے ہیں؟ کیا ہم دوسروں کے قصوروں سے درگذر کرتے اور اُن کو معاف کرتے ہیں؟ اگر نہیں تو ہماری مسیحیت کہاں ہے؟ اگر نہیں تو اپنی روحوں کی عدم ترقی دیکھ کر تعجب نہ کریں۔ اِس معاملہ میں اپنی روِش کی ہم اصلاح کریں۔ ہم خدا کے فضل سے یہ مستقل ارادہ کریں کہ دوسروں کو معاف کرینگے جیسا کہ ہم کئے جانے کے اُمیدوار ہیں۔ مسیح کی طبیعت کچھ اِسی قسم کی ہے۔ آدم کی برعکس گنہگار اولاد کے لئے ایسی سیرت نہایت ہی مناسب ہے۔ اِس دُنیا میں ہمارے لئے یہ اعلیٰ نعمت ہے کہ خدا مُفت معاف کرتا ہے۔ آئندہ جہان میں ہمیشہ کی زندگی اِس مُفت معافی کا اجر ہے۔ اِس لئے اِس زمین پر جو چند روزہ زندگی باقی ہے اُس میں ہم ایک دُوسرے کو معاف کیا کریں۔

مرقس ۱۱: ۲۷ - ۳۳ (۲۷) وہ پھر یروشلیم میں آئے۔ اور جب وہ ہیکل میں پھر

رہا تھا۔ تو سردار کاہن اور فقیہ اور بزرگ اُس کے پاس آئے (۲۸) اور اُس سے کہا۔ تُو اِن کاموں کو کس اختیار سے کرتا ہے؟ یا کس نے تجھے یہ اختیار دیا کہ ان کاموں کو کرے؟ (۲۹) یسُوع نے اُن سے کہا کہ مَیں تم سے ایک بات پُوچھتا ہوں۔ تم جواب دو۔ تو مَیں تمہیں بتاؤنگا کہ اِن کاموں کو کس اختیار سے کرتا ہوں (۳۰) یُوحنا کا بپتسمہ آسمان کی طرف سے آیا تھا یا انسان کی طرف سے؟ مجھے جواب دو (۳۱) وہ آپس میں صلاح کرنے لگے کہ اگر ہم کہیں۔ آسمان کی طرف سے۔ تو وہ کہیگا۔ پھر تم نے کیوں اُس کا یقین نہ کیا؟ (۳۲) اور اگر کہیں۔ اِنسان کی طرف سے۔ تو لوگوں کا ڈر تھا۔ اِس لئے کہ سب لوگ واقعی یُوحنا کو نبی جانتے تھے (۳۳) پس اُنہوں نے جواب میں یسُوع سے کہا۔ ہم جانتے نہیں۔ یسُوع نے اُن سے کہا۔ مَیں بھی تمہیں نہیں بتاتا کہ اِن کاموں کو کس اختیار سے کرتا ہوں۔

جو لوگ اعلیٰ کلیسیائی عہدے رکھتے ہیں کبھی اُنکے دلوں میں کیسی روحانی کوری پائی جاتی ہے۔ یہاں ذکر ہے کہ "سردار کاہن فقیہ اور بزرگ" ہمارے خداوند یسُوع کے پاس آئے اور اُس کے کام میں ہر طرح کی مشکلات اور اعتراضات پیش کئے۔ ہمیں معلوم ہے کہ یہ لوگ یہودی کلیسیا کے بڑے معتبر اُستاد اور حاکم تھے۔ یہودی لوگ اُن کو دینی علم کے سرچشمے مانتے تھے۔ یہ لوگ باقاعدہ اُن عہدوں پر مامور کئے گئے تھے۔ اور وہ ہارون تک اپنا نسب نامہ ثابت کر سکتے تھے۔ جس وقت توقع تھی کہ یہ لوگ دوسروں کے معلّم ہوں وہ صداقت کے دُشمن اور مسیح کے سخت مخالف ثابت ہوئے۔ مسیحیوں پر یہ امر ثابت کرنے کے لئے یہ باتیں لکھی گئیں مبادا وہ تقرر شدہ لوگوں پر حد سے زیادہ بھروسہ رکھنے لگیں۔ وہ خادمانِ دین کو پوپ اور لاغلط نہ ماننے لگ

جائیں ۔ تقرر خواہ کسی کلیسیا کی طرف سے ہو وہ خادمانِ دین کو لا غلط نہیں بنا سکتا۔ خواہ وہ اسقفی کلیسیاؤں کی طرف سے ہو یا پریسبٹیرین یا آزاد کلیسیاؤں کی طرف سے اچھے سے اچھے بشپ ۔ پریسٹ اور ڈیکن گوشت اور خون ہی ہیں ۔ اور وہ تعلیم و عمل میں غلطی کر سکتے ہیں جیسا کہ یہودیوں کے سردار کاہنوں اور بزرگوں نے کی ۔ اُن کے اعمال اور تعلیم کو ہم ہمیشہ خدا کے کلام کی کسوٹی پر پرکھ لیں ۔ جہاں تک وہ کتابِ مقدس کے پیرو ہیں ہم بھی اُن کی پیروی کریں اور بس ۔ روحوں کا صرف ایک ہی بشپ اور کاہن ہے جو کوئی غلطی نہیں کرتا ۔ اور یہ خداوند یسوع مسیح ہے ۔ صرف وہی سہو و غلطی سے مبرّا ہے"۔ زمین پر کسی کو اپنا باپ نہ کہو" (متی ۲۳: ۹) ۔ اگر ہم ایسا کرینگے تو مایوس نہ ہونگے ۔

دوم ۔ ہم یہ بھی غور کریں کہ جو منجانب اللہ کام کرنے کے لئے بھیجے گئے حسد و بے ایمانی اُن کو بے اعتبار ٹھہراتی ہے ۔ یہ سردار کاہن اور بزرگ ہمارے خداوند کے رحم کے معجزوں کی صداقت کا انکار نہ کر سکتے تھے ۔ اُن کو یہ کہنے کی جرأت نہ تھی کہ اُس کی تعلیم کتابِ مقدس کے خلاف تھی ۔ یا یہ کہ اُس کی زندگی گناہ آلودہ تھی ۔ پھر انہوں نے کیا کیا؟ اُنہوں نے اُس کے دعویٰ پر حملہ کیا اور کہا کہ اُس کی سند پیش کرے "تو اِن کاموں کو کس اختیار سے کرتا ہے ۔ یا کس نے تجھے یہ اختیار دیا کہ اِن کاموں کو کرے"۔

اِس میں تو کچھ شک نہیں کہ عام اصول کے مطابق جو لوگ دوسروں کو تعلیم دینے کا کام اختیار کریں اُن کو باقاعدہ اُس کام کے لئے مامور ہونا چاہئے ۔ پولُس نے خود اس کا اظہار کیا کہ ہمارا خداوند کاہنی عہدے پر مامور کیا گیا "کوئی شخص اپنے آپ یہ عزت اختیار نہیں کرتا جب تک ہارون کی طرح خدا کی طرف سے بُلایا نہ جائے"۔ (عبرانی ۵: ۴) ۔ اور اب جبکہ قربانی چڑھانے والے کاہن کا عہدہ موقوف ہو گیا، انگریزی کلیسیا کے تیئیسویں مسئلہ دین میں یہ الفاظ پائے جاتے ہیں "کسی کو جائز نہیں

کہ جب تک وہ علانیہ وعظ کہتے اور جماعت میں سکرامنٹوں کو عمل میں لانے کے لئے حسب شرع معیّن ہو کر اُن خدمتوں کے لئے بھیجا نہ جائے یہ کام از خود اختیار کرے"۔ اِس بیرونی بُلاہٹ کے جواز کو قائم رکھنا الگ بات ہے اور یہ کہنا الگ کہ یہی ایک لازمی امر ہے جس کے بغیر خدا کے لئے کام ہو سکتا نہیں۔ ہمارے خداوند کے خدمت کے ایام میں یہودیوں نے اِس امر میں غلطی کی اور آج تک اُن کی طرح بہتوں نے غلطی کی ہے۔

اِس تنگدلی کی رُوح سے ہم خبردار ہیں۔ کلیسیائی تقرر اور ربط ضبط کو ہم حقیر نہ جانیں جیسے فوج میں اُن دونوں امور کی ضرورت ہے ویسے ہی کلیسیا میں۔ لیکن ہم یہ نہ سمجھ لیں کہ خدا تقرر شدہ ہی اشخاص کے استعمال کرنے پر مقید ہے۔ ہم فراموش نہ کریں کہ کسی شخص کو رُوح القدس کی طرف سے اندرونی بُلاہٹ ملی ہو لیکن آدمیوں کی طرف سے کوئی ظاہری بُلاہٹ نہ ملی ہو۔ سب سے مقدم سوال یہ ہے "کیا یہ آدمی مسیح کا طرفدار ہے یا اُس کے خلاف ہے؟ اُس کی زندگی کیسی ہے۔ کیا یہ بھلائی کر رہا ہے"۔ اگر ایسے سوالوں کا جواب تسلّی بخش ملے تو ہم خدا کا شکر کریں اور اُسی پر قناعت کریں۔ ہم یاد رکھیں کہ طبیب کے پاس خواہ کیسی ہی اعلیٰ سند ہو تو کچھ فائدہ نہیں اگر وہ بیماریوں کا علاج نہیں کر سکتا۔ ایسا سپاہی بے سُود ہے خواہ وہ کیسا ہی قواعد دان کیوں نہ ہو اگر وہ میدانِ جنگ میں دُشمن کے مقابل ہونا نہیں چاہتا۔ سب سے اچھا ڈاکٹر وہی ہے جو شفا دے سکتا ہے اور سب سے بہتر سپاہی وہ ہے جو لڑ سکتا ہے۔

الآخر۔ ہم یہ یاد رکھیں کہ جو لوگ صداقت کے خلاف تعصب رکھتے ہیں وہ کیسی بددیانتی اور دو رُخی باتوں سے کام لینے لگ جاتے ہیں۔ یوحنا کے بپتسمہ کے بارہ میں جواب دینے کی جرأت سردار کاہنوں اور بزرگوں نے نہ کی۔ اُن کو یہ کہنے کی جرأت نہ

ہوئی کہ وہ "انسان" کی طرف سے تھا کیونکہ وہ لوگوں سے ڈرتے تھے۔ اور نہ یہ اقرار کرنے کی دلیری تھی کہ وہ "آسمان" کی طرف سے تھا کیونکہ اُنہوں نے جان لیا کہ وہ اُن سے یُوں کہیگا "پھر تم نے کیوں اُس کا یقین نہ کیا اُس نے صاف طور سے میری گواہی دی" پھر اُنہوں نے کیا کیا۔ اُنہوں نے صاف جھوٹ بول دیا اُنہوں نے کہا "ہم جانتے نہیں"۔ یہ امر افسوسناک ہے کہ اِس قسم کی بد دیانتی اکثر نام کے مسیحیوں میں پائی جاتی ہے۔ جب ان کی ضمیر سے سوال کیا جاتا ہے تو وہ جھوٹی باتیں بنا کر اُن کو ٹال دیتے ہیں۔ جب اُن پر زور ڈالا جاتا ہے کہ وہ اپنی رُوح کی فکر کریں تو وہ ایسی باتیں کہتے ہیں جن کو وہ غلط جانتے ہیں۔ وہ دُنیا اور اپنے طریقوں کو پیار کرتے ہیں وہ اُن کو ترک کرنا نہیں چاہتے اور اُن کی طرح سچ کہنے سے بھی شرماتے ہیں۔ اِس لئے توبہ وغیرہ کے لئے جو نصیحت اُن کو کی جاتی ہے تو جھوٹے حیلے بہانے کرنے لگ جاتے ہیں۔ ایک تو یہ بہانہ کرتا ہے کہ وہ انجیل کی تعلیم کو سمجھ نہیں سکتا۔ دوسرا ہم کو یہ یقین دلانے کی کوشش کرتا ہے کہ وہ فی الحقیقت خدا کی خدمت کرنے کی کوشش کرتا ہے لیکن وہ کچھ ترقی نہیں کرتا۔ تیسرا یہ کہتا ہے کہ میں مسیح کی خدمت تو کرنا چاہتا ہوں لیکن میرے پاس وقت نہیں۔ یہ محض ٹال مٹول کی باتیں ہیں۔ عموماً وہ سردار کاہن کے جواب کی طرح پھر میں "ہم جانتے نہیں"۔

سچ تو یہ ہے کہ ایسے لوگوں کے عذروں کو کہ وہ کیوں مسیح کی خدمت نہیں کر سکتے ہم قبول نہ کریں۔ ہم تقریباً یقین جان لیں کہ جب وہ یہ کہتے ہیں "میں کر نہیں سکتا"۔ تو اُن کے دل کا اصلی مطلب یہ ہے کہ "میں کرنا نہیں چاہتا"۔ دینی امور میں فی الحقیقت دیانتدار رُوح ایک زبردست برکت ہے۔ اگر آدمی اپنے نور کے مطابق چلنے اور اپنے علم کے مطابق عمل کرنے کا خواہاں ہوگا تو وہ جلد مسیح کی تعلیم کو جان لیگا اور دُنیا میں سے نکل آئیگا (یوحنا ۷:۱۷)۔ ہزاروں کی تباہی کا یہ سبب ہے کہ

وہ اپنی روحوں کے ساتھ بد دیانتی سے پیش آتے ہیں۔ وہ مسیح کی خدمت نہ کرنے
کی بناوٹی وجوہات اور مشکلات پیش کرتے ہیں لیکن فی الحقیقت وہ تاریکی کو نور سے
زیادہ پسند کرتے ہیں اور خلوص دلی سے تبدیل ہونا نہیں چاہتے (یوحنا ۳-۱۹)۔

مرقس ۱۲: ۱-۱۲ (۱) پھر اُس نے اُن سے تمثیلوں میں باتیں کرنی شروع
کیں اور کہا۔ ایک شخص نے انگوری باغ لگایا اور اُس کے چاروں طرف
احاطہ گھیرا اور حوض کھودا اور بُرج بنایا۔ اور اُسے باغبانوں کو ٹھیکے پر
دے کر پردیس چلا گیا (۲) پھر پھل کے موسم میں اُس نے ایک نوکر کو باغبانوں
کے پاس بھیجا تاکہ باغبانوں سے باغ کے پھلوں کا حصہ لے لے (۳) لیکن اُنہوں
نے اُسے پکڑ کے پیٹا اور خالی ہاتھ لوٹا دیا (۴) اُس نے پھر ایک اور نوکر کو
اُن کے پاس بھیجا۔ مگر اُنہوں نے اُس کا سر پھوڑ دیا اور بے عزت کر ڈالا (۵)
پھر اُس نے ایک اور کو بھیجا۔ اُنہوں نے اُسے قتل کیا۔ پھر اور بہتیروں کو
بھیجا۔ اُنہوں نے اُن میں سے بعض کو پیٹا اور بعض کو قتل کیا (۶) اب ایک
باقی تھا جو اُس کا پیارا بیٹا تھا۔ اُس نے آخر کو اُسے اُن کے پاس یہ کہہ کر
بھیجا کہ وہ میرے بیٹے کا تو لحاظ کرینگے (۷) لیکن اُن باغبانوں نے آپس میں
کہا۔ یہی وارث ہے۔ آؤ اُسے قتل کریں تو میراث ہماری ہو جائیگی (۸) پس
اُنہوں نے اُسے پکڑ کے قتل کیا اور باغ کے باہر پھینک دیا (۹) اب باغ کا
مالک کیا کریگا؟ وہ آئیگا اور اُن باغبانوں کو ہلاک کر کے باغ اوروں کو دے
دیگا (۱۰) کیا تم نے یہ نوشتہ بھی نہیں پڑھا کہ جس پتھر کو معماروں نے رد کیا
وہی کونے کے سرے کا پتھر ہو گیا (۱۱) یہ خداوند کی طرف سے ہُوا اور ہماری
نظر میں عجیب ہے؟ (۱۲) اس پر وہ اسکے پکڑنے کی کوشش کرنے لگے۔ مگر لوگوں سے

ڈرے۔ کیونکہ وہ سمجھ گئے تھے کہ اُس نے یہ تمثیل ہم پر کہی ۔ پس اُسے چھوڑ کر چلے گئے ۔

آیات مذکورہ بالا میں ایک تاریخی تمثیل ہے یہودی قوم کی تاریخ جس روز سے کہ اسرائیل نے مصر کو چھوڑا یروشلیم کی بربادی کے دن تک گویا شیشے میں ہمارے سامنے رکھدی گئی ہے ۔ انگورستان اور باغبان کے تلازمے کے ذریعہ خداوند یسُوع نے بتایا کہ خدا نے پندرہ سو برس تک اپنے لوگوں سے کیسا سلوک کیا ۔ ہم اس کو غور سے مطالعہ کریں اور اسے اپنے اُوپر چسپاں کریں ۔

اوّل تو یہ قابلِ غور ہے کہ خدا نے یہودی کلیسیا اور قوم پر کیسی خاص مہربانی مبذول فرمائی ۔ اُن کو خاص حقوق عطا کئے ۔ اُس نے اُن کے ساتھ ویسا ہی سلوک کیا جیسا کہ کوئی شخص زمین کے ٹکڑے سے کرتا ہے جس کو وہ احاطہ وغیرہ لگا "انگورستان" کے لئے علیٰحدہ کرتا ہے ۔ اُس نے اُنہیں اچھے قوانین اور احکام دئے ۔ اُنہیں اُس نے اچھے قطعۂ زمین میں آباد کیا اور وہاں سے سات قوموں کو نکال دیا ۔ اُن سے بڑی اور زبردست قوموں کو چھوڑ کر اُس نے ان پر نظرِ عنایت کی ۔ چنانچہ مصر ۔ اسُور اور یونان اور روم کو نظر انداز کر کے فلسطین کے چند لاکھ باشندوں پر مہربانی دکھائی ۔ خداوند کا انگوری باغ اسرائیل کا گھرانا تھا ۔ زیرِ فلک کسی خاندان پر ایسی خاص بڑی مہربانی نہیں ہوئی جیسی ابراہیم کے خاندان پر ۔

ہم لوگ جو ہندوستان میں رہتے ہیں کیا یہ کہہ سکتے ہیں کہ ہم پر خدا نے کوئی خاص رحمت نہیں کی ہے ہم ایسا نہیں کہہ سکتے ۔ اگر اسرائیل کو خاص حقوق ملے تھے تو ہم بھی خاص حقوق رکھتے ہیں ۔ خبردار جو اسرائیل کا حال ہوُا وہ ہمارا حال نہ ہو ۔

دوم ۔ یہودی قوم سے خدا نے کیسے صبر وتحمل سے سلوک کیا ۔ ان کی ساری تاریخ

جو عہد عتیق میں قلمبند ہوئی وہ کیا ہے! بار بار خدا کو ناراض کرنا اور بار بار معافی حاصل کرنا۔ ہم بار بار یہ پڑھتے ہیں کہ خدا نے نبیوں کو اُن کے پاس بھیجا اور اُنکو بار بار آگاہ کیا۔ لیکن اکثر یہ سب کچھ بے سود ٹھیرا۔ خادم بعد خادم اسرائیل کے انگوری باغ میں گیا اور پھل مانگا لیکن یہودی باغبانوں نے اُن کو یکے بعد دیگرے "خالی ہاتھ لوٹا دیا۔" اور خدا کے جلال کے لئے اُس قوم نے کوئی پھل پیدا نہ کیا۔ "اُنہوں نے خدا کے پیغمبروں کو ٹھٹھے میں اُڑایا اور اُس کی باتوں کو ناچیز جانا اور اُس کے نبیوں سے بدسلوکی کی" (۲ تواریخ ۳۶-۱۶)۔ لیکن ہزاروں برس گزر گئے پھر خداوند کا غضب اپنے لوگوں پر ایسا بھڑکا کہ کوئی چارہ نہ رہا۔ جس قدر خدا نے اسرائیل کے ساتھ صبر کیا شاید کسی قوم کے ساتھ نہ کیا ہوگا۔

ہم ہندوستانی مسیحیوں کے ساتھ بھی خدا صبر کر رہا ہے۔ سینکڑوں باتوں میں ہمارا یہ تجربہ ہُوا ہوگا کہ خداوند صابر ہے۔ اس نے ہمارے گناہوں کے مطابق ہم سے سلوک نہیں کیا اور نہ ہماری بدیوں کے مطابق ہم کو بدلہ دیا۔ ہم نے کتنی دفعہ اُسے غصہ دلایا ہوگا کہ وہ ہمارے چراغدان کو اُکھاڑ پھینکے اور ہم سے ویسا ہی سلوک کرے جیسا کہ اُس نے اسور۔ بابل اور روم سے کیا تو بھی اُس کی شفقت اور تحمل اب تک برابر قائم ہے لیکن خبردار حد سے زیادہ یہ نہ سمجھنے لگ جائیں کہ وہ سدا تک صبر کرتا جائیگا۔ وہ اپنی رحمتوں کے ذریعہ بصدائے بُلند ہم کو کہہ رہا ہے کہ پھل پیدا کرو اور ہم ایسی کوشش کریں جس سے ہماری راستبازی بڑھے۔ کیونکہ اسی کے وسیلے کسی قوم کو سرفرازی ملتی ہے (امثال ۱۴-۳۴)۔ رُوئے زمین کا ہر خاندان خدا کے سامنے اپنی ذمہ واری کو محسوس کرے تب ساری قوم اُس کی حمد و تعریف ظاہر کریگی۔

سوم۔ انسانی فطرت کی سنگدلی اور شرارت کو دیکھیں جس کی مثال یہودی قوم

قوم کی سرفرازی

کی تاریخ میں پائی جاتی ہے۔ اہل اسرائیل نے خدا کے پیغمبروں کے ساتھ جو سلوک کیا اُس سے اِس سبق کی کافی توضیح ہو جاتی ہے جو اس تمثیل میں پایا جاتا ہے۔ نبی بعد نبی ان کے پاس بھیجا گیا لیکن بے سود۔ معجزہ پر معجزہ ان کے درمیان کیا گیا لیکن کوئی مستقل اثر نہ ہُوا۔ خود خدا کا بیٹا۔ اُس کا محبوب آخر کار ان کے پاس گیا۔ لیکن اُس پر وہ ایمان نہ لائے۔ خدا خود جسم میں ظاہر ہُوا اور اُن کے درمیان رہا۔ لیکن "اُنہوں نے اُسے پکڑ کے قتل کیا"۔ انسان کے دل میں جو بدی اور شرارت پائی جاتی ہے اُس کو اکثر لوگ محسوس نہیں کرتے۔ یہ تمثیل ہمارے لئے اس کا ایک دُکھی ثبوت ہے اِس میں وہ نظارہ نظر آتا ہے جو مرد و عورت پُورے دینی حقوق رکھتے ہوئے نبوتوں اور معجزوں کو دیکھتے ہوئے خود خدا کے بیٹے کے حضور کرتے ہیں۔ "جسمانی نیت خدا کی دشمنی ہے" (رومیوں ۸۔۷)۔ خدا کو سوائے ایک دفعہ کے کسی نے کبھی رُوبرُو نہیں دیکھا اور وہ بھی اُس وقت جب یسُوع انسان بنا اور زمین پر رہا۔ اُنہوں نے اُس کو دیکھا کہ وہ پاک۔ بے ایذا۔ ناآلودہ اور بھلائی کرتا پھرتا تھا۔ تو بھی اُنہوں نے اُسے قبول کرنا نہ چاہا۔ بلکہ اُس سے سرکشی کی اور آخر کار اُس کو مار ڈالا۔ یہ خیال ہم اپنے دلوں سے دُور کر ڈالیں کہ ہمارے دلوں میں بذاتِ خود کچھ نیکی یا راستی پائی جاتی ہے اور یہ عام رائے چھوڑ دیں کہ نیک کے دیکھنے اور جاننے سے آدمی مسیحی ہو سکتا ہے۔ یہودی قوم میں اِس کا بڑا تجربہ ہو چکا ہے۔ ہم کو بھی اسرائیلیوں کی طرح معجزے۔ انبیا اور خود مسیح کی شراکت حاصل ہوئی تو بھی اسرائیل کی طرح ہم میں بھی یہ رائگان گئے۔ خدا کی روح کے سوا اور کوئی ہمارے دلوں کو بدل نہیں سکتا ہیں "نئے سرے سے پیدا ہونا ضرور ہے" (یوحنا ۳۔۷)۔

چہارم۔ ممکن ہے کہ آدمی کی ضمیر چھد جائے تو بھی وہ بے توبہ رہے جن یہودیوں کو ہمارے خداوند نے یہ تاریخی مثال سُنائی اُنہوں نے اچھی طرح جان لیا کہ وہ اُن

کی حالت پر صادق آتی تھی۔ اُنہوں نے محسوس کیا کہ وہ اور اُن کے باپ دادے وہ باغبان تھے جن کو وہ انگوری باغ کرایہ پر دیا گیا اور جنہیں چاہئے تھا کہ خدا کے لئے پھل لاتے۔ اُنہوں نے یہ بھی جان لیا کہ وہ شریر مزدور جنہوں نے انگوری باغ کے مالک کو اُس کا حق دینا نہ چاہا اور اُس کے خادموں کو بے عزت کر ڈالا۔ بعض کو پیٹا اور بعض کو قتل کیا" وہ خود اور اُن کے باپ دادا ہی تھے۔ اُنہوں نے یہ بھی جان لیا کہ جس بڑی شرارت کا ذکر اِس تمثیل میں ہے وہ خود اُس کے مرتکب ہونے کی تجویز کر رہے تھے۔ وہ اُس کے پیارے بیٹے کو باغ کے باہر پھینک دینا اور مار ڈالنا چاہتے تھے۔ یہ سب کچھ وہ بخوبی جانتے تھے"۔ وہ سمجھ گئے تھے کہ اُس نے یہ تمثیل ہم پر کہی"۔ گو اُنہوں نے جان لیا تو بھی اُنہوں نے توبہ نہ کی گو اُن کی ضمیر قائل ہو گئی تو بھی اُنہوں نے اپنا دل سخت کر لیا۔

اِس خوفناک امر سے ہم یہ سیکھ سکتے ہیں کہ علم اور قابلیت کسی آدمی کی رُوح کو بچا نہیں سکتے۔ ممکن ہے کہ کوئی اپنی غلطی کو جان لے اور اُس کا انکار نہ کر سکے تو بھی وہ اپنے گناہ کو نہ چھوڑے اور دوزخ میں ہلاک ہو۔ جس امر کی ضرورت ہے وہ دل اور ارادہ کی تبدیلی ہے۔ اِس کے لئے ہم سرگرمی سے دُعا مانگیں اور جب تک یہ حاصل نہ ہو ہم چین نہ کریں۔ اِس کے بغیر نہ ہم سچے مسیحی ہو سکینگے اور نہ آسمان میں جا سکینگے۔ اِس کے بغیر یہودیوں کی طرح ہم ساری زندگی بسر کریں اور دل میں اپنی غلطی کے قائل بھی ہوں تو بھی یہودیوں کی طرح ہم اپنے ہی طریق پر قائم رہینگے اور اپنے گناہوں میں مرینگے۔

مرقس ۱۲: ۱۳-۱۷ (۱۳) پھر اُنہوں نے بعض فریسیوں اور ہیرودیوں کو اُس کے پاس بھیجا تاکہ باتوں میں اُس کو پھنسائیں (۱۴) اور اُنہوں نے آکر

اُس سے کہا۔ اے اُستاد۔ ہم جانتے ہیں کہ تُو سچا ہے اور کسی کی پروا نہیں کرتا۔ کیونکہ تُو کسی آدمی کا طرفدار نہیں بلکہ سچائی سے خدا کی راہ کی تعلیم دیتا ہے (۱۵) پس قیصر کو جزیہ دینا روا ہے یا نہیں؟ ہم دیں یا نہ دیں؟ اُس نے اُن کی ریاکاری معلوم کرکے اُن سے کہا تم مجھے کیوں آزماتے ہو؟ میرے پاس ایک دینار لاؤ کہ میں دیکھوں (۱۶) وہ لے آئے۔ اُس نے اُن سے کہا۔ یہ صورت اور نام کس کا ہے؟ اُنہوں نے اُس سے کہا۔ قیصر کا (۱۷) یسُوع نے اُن سے کہا۔ جو قیصر کا ہے قیصر کو اور جو خدا کا ہے خدا کو ادا کرو۔ وہ اس پر بڑا تعجب کرنے لگے۔

اس عبارت کے شروع میں ہم اِس پر غور کریں کہ مسیح کی مخالفت میں مختلف مذہبی رائیں رکھنے والے کیسے متفق ہو جاتے ہیں "فریسیوں اور ہیرودیوں کا اتفاق کرنا کہ" باتوں میں اُس کو پھنسائیں" فریسیوں کو تو ظاہراً دینی رسوم کے بجالانے سے زیادہ اور کسی چیز کی فکر نہ تھی۔ اور ہیرودی محض دُنیا پرست لوگ تھے جو سارے مذہبوں کو حقیر جانتے اور خدا کی نسبت آدمی کو خوش کرنے کی فکر کرتے تھے لیکن جب ان کے درمیان ایک زبردست اُستاد برپا ہُوا جس نے ان دونو فریق کے جسمانی جذبات پر حملہ کیا نہ رسم پرست کو چھوڑا نہ دُنیا پرست کو تو دونو فریق نے اِس امر پر اتفاق کیا کہ کسی طرح سے اُس کا مُنہ بند کریں۔

دُنیا کے شروع سے ایسا ہی ہوتا رہا ہے۔ اور یہی حال فی زمانہ ہو رہا ہے۔ دُنیا پرست اور رسم پرست لوگوں میں باہمی کوئی حقیقی ہمدردی نہیں۔ وہ ایک دوسرے کے اصولوں سے نفرت رکھتے ہیں۔ لیکن ایک بات کو وہ اس سے بھی بُرا جانتے ہیں یعنی یسُوع مسیح کی پاک انجیل کو۔ اِس لئے جہاں کہیں انجیل کی مخالفت کرنے کا موقعہ ملتا ہے تو دُنیادار

اور رسم پرست لوگ ہمیشہ متفق ہو جاتے ہیں۔ ہم کو اُن سے رحم کی کچھ اُمید نہیں اور نہ وہ رحم کرینگے۔ اُن کے تفرقوں سے ہم فائدہ نہیں اُٹھا سکتے کیونکہ مسیح کا مقابلہ کرتے میں وہ متحد ہو جاتے ہیں۔

دوم۔ یہ بھی قابلِ غور ہے۔ کہ جو سوال اُنہوں نے پیش کیا اُس میں حد درجہ کی عیاری پائی جاتی تھی۔ اُس کے دُشمنوں نے اُس سے پُوچھا "قیصر کو جزیہ دینا روا ہے یا نہیں۔ ہم دیں یا نہ دیں"۔ اگر ہمارا خداوند یہ جواب دیتا کہ "دو" تو فریسی اُس پر کاہنوں کے سامنے یہ الزام لگاتے کہ یہ شخص یہودی قوم کو رومیوں کا مطیع سمجھتا ہے۔ اگر ہمارا خداوند یہ جواب دیتا کہ "نہ دو" تو ہیرودی پلاطوس کے سامنے اُس پر یہ الزام لگاتے کہ یہ مُفسد شخص ہے اور یہودیوں کو رومی حکومت کے خلاف غدر کی تعلیم دیتا ہے۔ اُنہوں نے بڑی عیاری سے یہ جال پھیلایا۔ انسان سے بڑھکر عیار کا یہ کھیل تھا۔ یہ پُرانا سانپ خود شیطان تھا۔

ہم بخوبی یاد رکھیں کہ جن مسائل نے مسیحیوں کو پریشان کیا وہ عموماً اسی قسم کے پیچیدہ اور حیرت انگیز سوال تھے جیسے ان فریسیوں اور ہیرودیوں نے تجویز کئے۔ قیصر کا کیا حق ہے اور خدا کا کیا حق ہے؟ کہاں کلیسیا کے حقوق ختم ہوتے اور سرکار کے حقوق شروع ہوتے ہیں؟ کونسے جائز تمدنی دعاوی ہیں اور کونسے جائز رُوحانی دعاوی یہ سخت عقدے ہیں اور گہرے مسائل جن کا حل کرنا مسیحیوں کے لئے ایسا مشکل اور تقریباً ناممکن ثابت ہُوا۔ خدا ہم کو ان سے مخلصی دے۔ مسیح کے مقدمہ کو اُس وقت نقصان پہنچتا ہے جب شیطان اس امر میں کامیاب ہو جاتا ہے کہ کلیسیاؤں کو سرکاری حکومت سے لڑائے۔ ایسی لڑائیوں میں قیمتی وقت ضائع ہوتا ہے۔ انسان کی قوتیں غلط صرف ہوتی ہیں۔ لوگوں کی رُوحوں کو نقصان پہنچتا ہے۔ اور کلیسیا کی فتح بھی شکست سے کچھ بہتر نہیں ہوتی۔" اے خداوند۔ ہمارے زمانے

ہیں صلح بخش" بہت وسیع دُعا ہے جسے ہر مسیحی کی زبان پر ہونا چاہئے۔

سوم ۔ اپنے دُشمنوں کو جواب دینے میں ہمارے خداوند نے جو عجیب دانائی ظاہر کی وہ بھی قابلِ غور ہے ۔ ان کے خوشامدانہ الفاظ نے اُسے دھوکا نہ دیا ۔ اس نے "ان کی ریاکاری" معلوم کرلی اُس نے اُس "ٹھیکرے" کو دیکھ لیا "جس پر روپے کا میل مڑھا ہو" (امثال ۲۶-۲۲-۲۳)۔ جیسے اس کے اکثر پیرو عُمدہ اور فصیح تقریروں کے پھندے میں پھنس جاتے ہیں وہ اُن میں نہ پھنسا وہ اُن کو کہنے لگا "میرے پاس ایک دینار لاؤ"۔ ایک عام سکّہ جسے وہ روزمرّہ استعمال کرتے تھے۔ اور جب وہ لائے تو اُس نے اُن سے پُوچھا "یہ صورت اور نام کس کا ہے"؟ ان کو مجبوراً یہ جواب دینا پڑا "قیصر کا"۔ وہ خود اُس رُومی سکّہ کو استعمال کرتے تھے جسے رُومی سرکار نے جاری کیا تھا۔ اِس سے وہ اِس امر کا ثبوت دے رہے تھے کہ وہ رُومی سرکار کے ماتحت تھے ورنہ رُومی سکّے اُن میں جاری نہ ہوتا۔ پس یہ کہکر ہمارے خداوند نے اُن کو چُپ کرادیا کہ "جو قیصر کا ہے قیصر کو اور جو خدا کا ہے خدا کو ادا کرو"۔ اُس نے اُنہیں کہا کہ دُنیاوی اُمور میں سرکار انگریزی کو جزیہ دو۔ کیونکہ سرکاری سکّہ استعمال کرنے ہی سے وہ ایسا کرنے پر مجبور تھے لیکن رُوحانی باتوں میں وہ خدا کی اطاعت کریں اور یہ نہ سمجھیں کہ دُنیاوی بادشاہ اور آسمانی بادشاہ کے جو فرائض ہم پر ہیں وہ کسی صورت میں بھی مطابق نہیں ہوسکتے۔ الغرض اُس نے مغرور فریسیوں کو حکم دیا کہ قیصر کو جزیہ دینے سے انکار نہ کریں اور دُنیا پرست ہیرودی خدا کا حق ادا کرنے سے انکار نہ کریں۔

اس اعلیٰ فیصلہ سے یہ بڑا اصول نکلتا ہے کہ حقیقی مسیحیّت کا یہ مقصد نہیں کہ دُنیاوی حکومت کی اطاعت سے لوگوں کو ہٹائے۔ بلکہ برعکس اِس کے اُس کی تعلیم یہ ہے کہ وہ وفادار ۔ نمک حلال اور بے شور و شر رعیت ہو۔ وہ جان لے کہ یہ سرکاریں خدا کی طرف سے مقرر ہوئی ہیں اور جہاں تک ان کی شریعت کا اجرا ہے اُن قانونوں کو

مانیں گو وہ سب کے سب اُس کو پسند نہ ہوں۔ اگر دُنیاوی سرکار کا کوئی قانون خدا کے قانون کے نقیض ہو تو اُس کی راہ صاف ہے وہ انسان کی اطاعت کی نسبت خدا کی اطاعت کرے۔
تین جوانوں کی طرح۔ جب وہ بُت پرست بادشاہ کے ملازم تھے اُنہوں نے بُت کے سامنے جھکنے سے انکار کیا۔ دانیال کی طرح گو وہ ظالم بادشاہ کا ملازم تھا اُس نے حکام کو خوش کرنے کے لئے نماز ادا کرنی نہیں چھوڑی۔ خدا سے ہم بھی دُعا کریں کہ خود کی اِس نوع میں سے ایک بڑا حصہ ہمیں عطا کرے۔ اِن دو فرائض کے خلط ملط ہونے سے کلیسیا میں بہت خرابیاں آگئیں اور ایسے جھگڑوں کے باعث بہت تفرقے پیدا ہو گئے۔ ہمارے خداوند نے جو فیصلہ سُنایا اگر کوئی اُسے یاد رکھے تو وہ کیسا مُبارک شخص ہو گا۔

مرقس ۱۲: ۱۸-۲۷ (۱۸) پھر صدوقیوں نے جو کہتے ہیں کہ قیامت ہے ہی نہیں۔ اُس کے پاس آکر اُس سے یہ سوال کیا کہ (۱۹) اَے اُستاد۔ ہمارے لئے موسٰے نے لکھا ہے کہ اگر کسی کا بھائی بے اولاد مر جائے اور اُس کی بیوی رہ جائے تو اُس کا بھائی اُس کی بیوی کو کر لے تاکہ اپنے بھائی کے لئے نسل پیدا کرے (۲۰) سات بھائی تھے۔ پہلے نے بیوی کی اور بے اولاد مر گیا (۲۱) دُوسرے نے اُسے کر لیا اور بے اولاد مر گیا۔ اور اِسی طرح تیسرے نے (۲۲) یہاں تک کہ ساتوں بے اولاد مر گئے۔ سب کے پیچھے عورت بھی مر گئی (۲۳) قیامت میں یہ اُن میں سے کس کی بیوی ہو گی؟ کیونکہ وہ ساتوں کی بیوی بنی تھی (۲۴) یسُوع نے اُن سے کہا۔ کیا تم اِس سبب سے گمراہ نہیں ہو کہ نہ کتاب مقدس کو جانتے ہو نہ خدا کی قدرت کو؟ (۲۵) کیونکہ جب لوگ مُردوں

میں سے جی اُٹھینگے تو اُن میں بیاہ شادی نہ ہوگی۔ بلکہ آسمان پر فرشتوں کی مانند ہونگے (۲۶) مگر اِس بارے میں کہ مُردے جی اُٹھتے ہیں۔ کیا تم نے مُوسےٰ کی کتاب میں جھاڑی کے ذکر میں نہیں پڑھا کہ خدا نے اُس سے کہا کہ میں ابرہام کا خدا اور اضحاق کا خدا اور یعقوب کا خدا ہوں؟ (۲۷) وہ تو مُردوں کا خدا نہیں بلکہ زندوں کا ہے۔ پس تم بڑے گمراہ ہو۔

اِن آیات میں اُس گفتگو کا ذکر ہے جو ہمارے خداوند اور صدوقیوں کے مابَین ہوئی۔ اِن صدوقیوں کا مذہب کُفر کے قریب قریب تھا۔ وہ کہتے تھے کہ "قیامت ہے ہی نہیں"۔ اُنہوں نے بھی فریسیوں کی طرح ہمارے خداوند کو سوالوں کے ذریعہ پھندے میں پھنسانا چاہا۔ مسیح کی کلیسیا بھی یہ اُمید نہ رکھے کہ خداوند کی نسبت اُس سے بہتر سلوک ہوگا۔ ایک طرف تو رسم پرستی اور دوسری طرف ایسے دو دشمن تھے جن کے حملوں کے لئے ہمیں ہمیشہ تیار رہنا چاہئے۔

اِس مقام سے ہم یہ سیکھتے ہیں کہ بے ایمانوں کے دلائل میں اکثر کس قدر بے انصافی اور مغالطے پائے جاتے ہیں۔ جو سوال صدوقیوں نے پُوچھا وہ اِس کی ایک عجیب مثال ہے۔ اُنہوں نے اُس سے ایسی عورت کا ذکر کیا جس نے یکے بعد دیگرے سات بھائیوں سے شادی کی۔ اُس سے کوئی اولاد نہ ہوئی وہ ساتوں مر گئے۔ اب اُنہوں نے دریافت کیا کہ "قیامت میں وہ کس کی بیوی ہوگی"؟ گمانِ غالب ہے کہ یہ ایک فرضی قصہ تھا نہ حقیقی لیکن ایسا ہونا ممکن تھا اِس لئے ہمارے خداوند کا مُنہ بند کرنے کے لئے اُنہوں نے ایسے شاذونادر ممکن قصہ کا بیان کیا۔ ان کو یہ تو جُرأت نہ ہُوئی کہ قیامت کا برملا انکار کرتے لیکن ایسے قصے سے جو نتیجہ قیامت کے خلاف نکل سکتا تھا اُسے اُنہوں نے پیش کیا۔

اگر ہمیں کبھی ایسے بے ایمانوں سے مُٹھ بھیڑ ہو تو تین باتیں ہم یاد رکھیں۔ کہ بے ایمان لوگ ایسی مُشکلات اور دینی غیر معمولی واقعات پیش کرینگے جن کا تعلق آئندہ جہان سے ہے۔ جہاں تک ممکن ہو دلیل کے اِس طریقے سے ہم گریز کریں۔ یہ تو جنگل کے وسیع میدان میں جنگ کرنا ہے۔ جہاں تک ہو سکے ہم یہ کوشش کریں کہ مسیحی دین کے کسی صریح واقعہ اور شہادت پر بحث محدود رہے۔ دوم۔ ہم دلیل میں بے انصافی اور مغالطے سے اجتناب کریں۔ شاید یہ الفاظ کسی کو سخت اور شاق گزریں لیکن تجربہ ان کی ضرورت کو ظاہر کر رہا ہے۔ ہزارہا بے دین لوگوں نے اپنے آخری ایام میں اقرار کیا کہ جس بائبل کا وہ انکار کرتے تھے اُسے اُنہوں نے کبھی مطالعہ نہیں کیا۔ وہ لوگ دوسرے بے دینوں اور دہریہ لوگوں کی تصنیفات سے تو بخوبی واقف تھے لیکن مسیحی دین کی اصُولی باتوں پر اُنہوں نے کبھی غور و فکر نہ کی۔ لیکن ہم یہ یاد رکھیں کہ ان بے دینوں کے اندر بھی ضمیر ہے اور اِس ضمیر سے ہم اپیل کر سکتے ہیں۔ جو لوگ دین کے خلاف شور مچایا کرتے ہیں وہ اکثر اپنے دلوں میں محسوس کرتے ہیں کہ وہ غلطی پر تھے جن دلائل کو اُنہوں نے ہنسی میں اُڑایا اور رد کر دیا وہی آخر کار ثابت ہو گئیں کہ رائگاں نہ ٹھیریں۔

دوم۔ اِس مقام میں یہ سبق ہے۔ دینی غلطی کا عموماً یہ سبب نکلیگا کہ وہ بائبل سے ناواقف تھے جو جواب ہمارے خداوند نے اِن صدوقیوں کو دیا اُس کے پہلے الفاظ سے یہ بخوبی ظاہر ہے "کیا تم اِس سبب سے گمراہ نہیں کہ نہ کتابِ مقدس کو جانتے ہو؟" تاریخ کلیسیا کے ہر زمانہ میں اِس کی تصدیق ہوئی ہے۔ یوسیاہ کے ایام کی اصلاح کا تعلق شریعت کی کتاب کے ملنے کے ساتھ تھا۔ ہمارے خداوند کے زمانہ میں یہودیوں کی غلط تعلیم کتابِ مقدس کی طرف سے غافل ہونے کا نتیجہ تھا مسیحی ممالک میں تاریک زمانہ وہ تھا جب بائبل کو لوگوں سے ہٹا رکھا۔ پروٹسٹنٹ اصلاح کا بڑا وسیلہ کتاب مقدس

کا ترجمہ اور اشاعت تھا۔ جو کلیسیائیں آج ہری بھری نظر آتی ہیں وہی کلیسیائیں ہیں جن میں بائبل کی عزت کی جاتی ہے۔ جو قومیں اعلیٰ اخلاقی روشنی کا حظ اُٹھا رہی ہیں ان میں بائبل کی تلاوت ہوتی ہے۔ جن محلوں میں حقیقی دین کا زور ہے وہاں بائبل کا مطالعہ زیادہ ہوتا ہے۔ سب سے دیندار خاندان وہی ہیں جہاں لوگ بائبل کی تلاوت کرتے ہیں۔ یہ صریح اُمور واقعی ہیں جن کا انکار نہیں ہو سکتا۔

یہ باتیں ہمارے دلوں میں نقش ہو جائیں اور ہماری زندگی میں پھل لائیں۔ ہم بائبل سے ناواقف نہ رہیں مُبادا ہم کسی مُہلک غلطی میں جا پڑیں۔ ہم غور سے پڑھیں اور اسے اپنی زندگی کا دستور العمل بنائیں جس قدر اس کتاب کا مطالعہ ہوگا اُسی قدر دُنیا بہتر ہوگی۔ ہم اپنے بچوں کو بھی بائبل کی قدر کرنا سکھائیں۔ جو سب سے اچھی میراث ہم اپنے بچوں کو دے سکتے ہیں وہ کتاب مقدّس کا علم ہے۔

سوم۔ موجودہ حالت کی نسبت قیامت کے بعد حالت کیسی متفرق ہوگی۔ ہمارے خداوند نے فرمایا "جب لوگ مُردوں میں سے جی اُٹھینگے تو اُن میں بیاہ شادی نہ ہوگی بلکہ آسمان پر فرشتوں کی مانند ہونگے"۔ اس میں تو کچھ شک نہیں کہ آئندہ زندگی کے بارہ میں کئی مُشکلات ہیں۔ قبر کے پرے جو جہان ہے اُسے کسی فانی شخص کی آنکھ نے نہیں دیکھا۔ اس لئے وہ نامعلوم جہان ہے اُس جہان میں شرائطِ زندگی کیا ہونگی ہم سے پوشیدہ ہیں۔ شاید اگر کچھ زیادہ بتایا بھی جاتا تو ہماری سمجھ میں نہ آتا۔ اتنا جاننا ہمارے لئے کافی ہے کہ مقدّسوں کے بدن جی اُٹھینگے اور وہ ایسے ہونگے کہ جو لوگ اُن سے واقف تھے وہ اُن کو پہچان لینگے۔ گو وہ حقیقی بدن کے ساتھ جی اُٹھینگے تو بھی وہ اُن سب لوازمات سے مبرّا ہونگے جو ہماری کمزوری اور ناتوانی کے نشان ہیں۔ البتہ محمدیوں کے بہشت کی طرح یہ جہان نہ ہوگا۔ بھوک پیاس کا نام و نشان نہ ہوگا۔ نہ خوراک کی ضرورت پڑیگی نہ تکان ہوگی۔ اس لئے نیند کی ضرورت نہ ہوگی۔ وہاں

موت بھی نہ ہوگی اِس لئے پیدائش کی ضرورت نہ ہوگی کہ اُس کمی کی تلافی کرے۔
ہر ایک خدا اور اُس کے مسیح کی حضوری کا لُطف اُٹھائیگا۔ اور ایک دوسرے کی
مدد کے لئے مرد و عورت کو نکاح کے اتحاد کی احتیاج نہ ہوگی۔ وہ بلا تکان خدا کی
عبادت اور بلا پریشانگی اُس کی خدمت کرینگے۔ کامل طور سے اُس کی مرضی پر چلینگے۔
اور لگاتار اُس کے چہرے کا دیدار حاصل کرتے رہینگے۔ ذوالجلال بدن سے ملبس
ہو کر وہ آسمان میں فرشتوں کی مانند ہونگے حقیقی مسیحی کے لئے اِن ساری باتوں میں
تسلی ہے۔ جو بدن اُسے اب حاصل ہے اُس میں وہ کراہتا اور اُس کے بوجھ کے
تلے دبا رہتا ہے (۲ کرنتھی ۵-۴)۔ اِس دُنیا کی فکریں اُسے ستاتی رہتی ہیں کہ
میں کیا کھاؤنگا۔ کیا پیونگا اور کیا پہنونگا۔ اپنے کاروبار کیسے انجام دُوں۔
کہاں رہوں اور کونسے رفیق بناؤں۔ آئندہ جہان میں حالت بالکل اور ہوگی
اور اُس کی خوشحالی کی تکمیل میں کسی شئے کی کمی نہ رہیگی۔

ہم صرف ایک امر دل سے یاد رکھیں۔ ہم اِس کی فکر کریں کہ "زندگی کی قیامت میں"
ہمارا حصہ ہو نہ "سزا کی قیامت میں" (یوحنا ۵-۲۹)۔

جو شخص خداوند یسوع مسیح پر ایمان لاتا ہے اُس کے لئے قیامت اعلیٰ برکت ہے۔
دُنیادار۔ بے دین اور ناپاک لوگوں کے لئے قیامت ایک مصیبت اور لعنت ہے۔
چین نہ لیں جب تک ہمارا اتحاد مسیح کے ساتھ نہ ہو اور مسیح ہم میں نہ ہو۔ پس اُسی
حالت میں ہم خوشی سے آئندہ جہان کا انتظار کرینگے۔

مرقس ۱۲: ۲۸-۳۴ (۲۸) اور فقیہوں میں سے ایک نے اُن کو
بحث کرتے سُن کر جان لیا کہ اُس نے اُنہیں خُوب جواب دیا ہے۔
وہ پاس آیا اور اُس سے پُوچھا کہ سب حُکموں میں اوّل کون سا ہے؟

(۲۹) یسوع نے جواب دیا کہ اوّل یہ ہے۔ اے اسرائیل سُن۔ خداوند ہمارا خدا ایک ہی خداوند ہے (۳۰) اور تُو خداوند اپنے خدا سے اپنے سارے دِل اور اپنی ساری جان اور اپنی ساری عقل اور اپنی ساری طاقت سے محبّت رکھ (۳۱) دُوسرا یہ ہے کہ تُو اپنے پڑوسی سے اپنے برابر محبّت رکھ۔ اِن سے بڑا اور کوئی حُکم نہیں (۳۲) فقیہ نے اُس سے کہا۔ اَے اُستاد۔ کیا خُوب! تُو نے سچ کہا کہ وہ ایک ہی ہے اور اُس کے سِوا اَور کوئی نہیں (۳۳) اور اُس سے سارے دِل اور ساری عقل اور ساری طاقت سے محبّت رکھنی اور اپنے پڑوسی سے اپنے برابر محبّت رکھنی سب سوختنی قربانیوں اور ذبیحوں سے بڑھکر ہے (۳۴) جب یسُوع نے دیکھا کہ اُس نے دانائی سے جواب دیا تو اُس سے کہا۔ تُو خدا کی بادشاہت سے دُور نہیں۔ اور پھر کسی نے اُس سے سوال کرنے کی جرأت نہ کی۔

اِن آیات میں اُس گفتگو کا ذکر ہے جو ہمارے خداوند اور فقیہوں کے مابین ہوئی۔ ایک ہی دن میں تیسری دفعہ ہمارے خداوند کو اِن مُعمّوں میں پھنسانے کی کوشش کی۔ جب ہمارا خداوند فریسیوں اور فقیہوں کو خاموش کرا چُکا تو اُس سے ایک ایسے امر کی نسبت سوال کیا جس کے بارہ میں خود یہودیوں کے درمیان بہت اختلاف تھا۔ کہ "سب حکموں میں اوّل کون تھا"۔ یہ بھی خدا کی مہربانی تھی کہ ایسے مشکل سوال ہمارے خداوند سے کئے گئے۔ اگر ایسے سوال پُوچھے نہ جاتے تو وہ دانائی کے الفاظ جو اِن تینوں جوابوں میں پائے جاتے ہیں ہم کو کہاں نصیب ہوتے۔ جیسے بہت دیگر مثالوں میں ویسا ہی اِس مثال میں اِس کا ثبوت ہے کہ خدا بدی میں سے نیکی نکال لیتا ہے۔ کلیسیا کے سخت دُشمنوں کے حملوں سے وہ اپنی کلیسیا کا بھلا کرتا ہے جس سے کہ خدا کی تعریف ہوتی ہے۔ اُس نے

فریسیوں۔ صدوقیوں اور فقیہوں کی دشمنی کو اپنی اُمت کی تعلیم کا وسیلہ بنایا۔ جن تین معترضوں کا ذکر اس باب میں آیا ہے اُن کو یہ خیال کبھی نہ گزرا ہوگا کہ ان کی اِس عیاری سے مسیحی دُنیا کو کیسا بڑا فائدہ پہنچیگا۔ "کھانے والے میں سے خوراک نکلی" (قاضی ۱۴-۱۴)۔

اِن آیات میں یہ قابلِ غور ہے کہ خداوند یسوع مسیح کی نظر میں خدا کے حق اور انسان کے حق کا معیار کیسا اعلیٰ تھا۔ اس فقیہہ نے جو سوال کیا وہ بہت وسیع تھا۔ "سب حکموں میں اوّل کون سا تھا"۔ اور جو جواب ملا وہ غالباً اُس کی توقع کے خلاف تھا۔ اگر اُسے یہ خیال ہو کہ ہمارا خداوند کوئی خاص رسم یا دستور بجا لانے کو کہیگا تو یہ اُس کی غلطی تھی۔ اُس نے یہ سنجیدہ الفاظ سُنے "اے اسرائیل سُن۔ خداوند ہمارا خدا ایک ہی خداوند ہے۔ اور تُو خداوند اپنے خدا سے اپنے سارے دل اور اپنی ساری جان اور اپنی ساری عقل اور اپنی ساری طاقت سے محبت رکھ۔ دوسرا یہ ہے کہ تُو اپنے پڑوسی سے اپنے برابر محبت رکھ"۔ ہمارے خداوند نے کیسے عجیب طرح سے یہ بیان کیا کہ خدا کا حق اور پڑوسی کا حق کیسے احساس کے ساتھ پُورا کرنا چاہیئے۔ محض یہی نہیں کہ خدا کی اطاعت کریں اور پڑوسی کو ایذا دینے سے پرہیز کریں۔ ان دونوں میں اس سے کہیں بڑھکر مطالبہ پایا جاتا ہے۔ سارے جذبات میں جو جذبہ سب سے زبردست ہے یعنی محبت کا تقاضا یہاں پایا جاتا ہے۔ اِس قانون میں سب کچھ داخل ہے۔ جہاں محبت ہے وہاں عملاً کسی چیز کی کمی نہ رہیگی۔

خدا اور پڑوسی کو پیار کرنے کا جو اندازہ ہمارے خداوند نے بتایا وہ کبھی یاد رکھنے کے قابل ہے۔ ہم خدا کو اپنے سے بڑھکر پیار کریں اور اپنے سارے باطنی قوائے کے ساتھ۔ ہم اُسے جتنا پیار کریں اُتنا ہی تھوڑا ہے۔ ہم اپنے پڑوسی کو اپنے جیسا پیار کریں۔ ہم سارے معاملات میں اُس سے ایسا ہی برتاؤ کریں جیسا ہم چاہتے ہیں کہ

ہمارے ساتھ کیا جائے۔ اس امتیاز میں اعلیٰ درجہ کی دانائی پائی جاتی ہے۔
ہم دوسروں کے ساتھ سلوک کرتے ہیں دو طرح سے غلطی کر سکتے ہیں۔ حد سے
تھوڑا یا حد سے زیادہ اندازہ کرنے کے ذریعہ۔ اس لئے ہمیں ایسا قانون درکار
تھا کہ ہم اپنے جیسا پیار کریں نہ اس سے کم نہ اس سے زیادہ۔ خدا کے ساتھ
محبت کرنے میں حد سے زیادہ کا اندیشہ نہیں۔ جتنا ہم اُس کو پیار کریں اُتنا ہی
بہتر ہے۔ اس لئے ہم سارے دل سے اُس کو پیار کریں۔

اس لئے ہم ان دو بڑے قوانین کو متواتر اپنے دلوں کے سامنے رکھیں۔ اور
زندگی کے سفر میں ہم اُن کو روزانہ استعمال کریں۔ خدا کے اور پڑوسی کے بارہ میں
جو کچھ ہمیں کرنا چاہئے اُن سب کا خلاصہ ان میں پایا جاتا ہے۔ حق و ناحق کے بارہ
میں ہماری ضمیر کو جو مشکلات پیش آئیں وہ ان کے ذریعہ حل ہو سکتی ہیں۔ جو شخص ان
قوانین کے مطابق اپنی زندگی بنائے وہ کیسا مبارک ہوگا۔

فرض کے اس حقیقی معیار کی تشریح سے یہ آشکار ہے کہ ہم کو خداوند یسوع مسیح
کے کفارہ اور شفاعت کی کیسی بڑی ضرورت ہے۔ ایسے مرد و عورت کہاں ہیں
جو راستی سے یہ کہہ سکیں کہ انہوں نے خدا کو کامل طور سے اور انسان کو کامل طور سے
پیار کیا۔ دُنیا میں کونسا ایسا شخص ہے جو اس شرع کی کسوٹی پر کسا جا کر اپنے
تئیں "مجرم" نہ ٹھیرائیگا۔ اسی وجہ سے کتاب مقدس میں یہ آیا ہے "کوئی راستباز
نہیں۔ ایک بھی نہیں"۔ شریعت کے اعمال سے کوئی بشر راستباز نہیں ٹھیریگا۔"
(رومیوں ۳-۱۰ و ۲۰)۔ جو شخص اخلاقی شریعت سے بخوبی واقف ہے وہ مسیح کے
کفارہ بخش خون کی اعلیٰ قدر کریگا۔

ان آیات سے یہ ظاہر ہے کہ ممکن ہے کہ کوئی شخص دیندار کہلائے تو بھی وہ مسیح
کا حقیقی شاگرد نہ ہو۔

جس فقیہ کا اس مقام میں ذکر ہے وہ اپنے ہمعصروں سے کچھ زیادہ عالم ہوگا۔ اُس نے بعض باتوں کو سمجھ لیا جنہیں بہت فقیہوں اور فریسیوں نے ہرگز نہیں سمجھا۔ اُس کے اپنے الفاظ سے یہ بخوبی ظاہر ہے۔ "وہ ایک ہی ہے اور اُس کے سوا اور کوئی نہیں اور اُس سے سارے دل اور ساری عقل اور ساری طاقت سے محبت رکھنی اور اپنے پڑوسی سے اپنے برابر محبت رکھنی سب سوختنی قربانیوں اور ذبیحوں سے بڑھ کر ہے"۔ یہ الفاظ بذاتِ خود قابلِ غور ہیں اور خاصکر جب کہ ہم کو یاد ہے کہ کس کی زبان سے یہ صادر ہوئے۔ اور جن لوگوں میں کہ وہ رہتا تھا۔ اسی وجہ سے ہمارے خداوند نے فرمایا "تُو خدا کی بادشاہت سے دُور نہیں"۔

لیکن ہم اس امر سے اپنی آنکھیں بند نہ کرلیں کہ ہمیں کبھی یہ نہیں بتایا گیا کہ یہ شخص مسیح کا شاگرد ہو گیا۔ افسوس ہے کہ اس کے بارہ میں خاموشی چھائی ہوئی ہے۔ متی کی انجیل میں جہاں اس قصہ کا ذکر ہے وہاں بھی کوئی مزید روشنی نہیں ملتی۔ اور نئے عہد نامے کے دوسرے حصوں میں اس کا کچھ ذکر نہیں۔ ہم کو شاید یہ افسوسناک نتیجہ نکالنا پڑتا ہے کہ اُس دولتمند نوجوان کی طرح وہ مسیح کی پیروی کا مستقل ارادہ نہ کرسکا۔ یا اُس سردار کی طرح "خدا سے عزت حاصل کرنے کی نسبت انسان سے عزت حاصل کرنی زیادہ چاہتا تھا" (یوحنا ۱۲-۴۳)۔ الغرض گو وہ خدا کی بادشاہت سے دُور نہ تھا وہ غالباً کبھی اس میں داخل نہیں ہوا اور اُس سے باہر ہی مر گیا۔

اس فقیہ جیسے شخصوں کی مثالیں بہت ملینگی۔ چاروں طرف ہزارہا آدمی ایسے ہونگے جو اُس کی طرح مذہب کے بارہ میں بہت کچھ جانتے اور سمجھتے ہیں مگر بلا فیصلہ کئے زندگی بسر کرتے اور مرتے ہیں۔

ہم محض عقلی علم پر اپنی نجات کا دارومدار نہ رکھیں۔ اس زمانہ میں اس کا بڑا خطرہ ہے تعلیم کے ذریعہ طلبا مذہب کی باتوں سے واقف ہوجاتے ہیں جن کی ان کے والدین

کو خبر بھی نہ تھی لیکن خدا کی نظر میں محض تعلیم کے ذریعہ کوئی مسیحی نہیں بن جاتا۔ انجیل کی تعلیم نہ صرف اپنی عقل سے سیکھیں بلکہ اپنے دلوں میں اُس کو قبول کریں اور اپنا چالچلن اس کے مطابق سُدھاریں۔ جب تک خدا کی بادشاہت کے اندر داخل نہ ہوں اور حقیقی توبہ نہ کریں اور سچا ایمان نہ لائیں اور مسیح یسوع میں نئے مخلوق نہ بن جائیں ہم چین نہ لیں۔ اگر ہم اسی پر قناعت کرینگے کہ "ہم بادشاہت سے دُور نہیں" تو ہم آخرکار یہ پائینگے کہ ہم ہمیشہ کے لئے اُس کے باہر پڑے ہیں۔

مرقس ۱۲: ۳۵-۴۴ (۳۵) پھر یسوعؑ نے ہیکل میں تعلیم دیتے وقت یہ کہا کہ فقیہ کیونکر کہتے ہیں کہ مسیح داؤد کا بیٹا ہے؟ (۳۶) داؤد نے خود رُوح القدس کی ہدایت سے کہا ہے کہ خداوند نے میرے خداوند سے کہا۔ میری دہنی طرف بیٹھ۔ جب تک مَیں تیرے دُشمنوں کو تیرے پاؤں کے نیچے کی چوکی نہ کر دُوں (۳۷) داؤد تو آپ اُسے خداوند کہتا ہے۔ پھر وہ اُس کا بیٹا کہاں سے ٹھیرا؟ اور عام لوگ خوشی سے اُس کی سُنتے تھے (۳۸) پھر اُس نے اپنی تعلیم میں کہا کہ فقیہوں سے خبردار رہو۔ جو لمبے لمبے جامے پہن کر پھرنا اور بازاروں میں سلام (۳۹) اور عبادتخانوں میں اعلےٰ درجے کی کرسیاں اور ضیافتوں میں صدرنشینی چاہتے ہیں (۴۰) اور وہ بیوہ عورتوں کے گھروں کو دبا بیٹھتے ہیں۔ اور دکھاوے کے لئے نماز کو طول دیتے ہیں۔ انہیں زیادہ سزا ہوگی (۴۱) پھر وہ ہیکل کے خزانے کے سامنے بیٹھا دیکھ رہا تھا کہ لوگ ہیکل میں پیسے کس طرح ڈالتے ہیں۔ اور بہتیرے دولتمند بہت کچھ ڈال رہے تھے (۴۲) اتنے میں ایک کنگال بیوہ نے آکر دو دمڑیاں یعنی ایک دھیلا

ڈالا (۴۳) اس نے اپنے شاگردوں کو پاس بُلا کر اُن سے کہا۔ میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ جو ہیکل کے خزانے میں ڈال رہے ہیں اِس کنگال بیوہ نے اُن سب سے زیادہ ڈالا (۴۴) کیونکہ سبھوں نے اپنے مال کی بہتات سے ڈالا۔ مگر اس نے اپنی ناداری کی حالت میں جو کچھ اُس کا تھا۔ یعنی اپنی ساری روزی، ڈال دی۔

اس باب کے پہلے حصے میں یہ ذکر ہو چکا ہے کہ ہمارے خداوند کے دُشمنوں نے اُس کی باتوں کو پکڑنے کی کیسی کوشش کی تھی اور فقیہوں۔ فریسیوں اور صدوقیوں نے کیسے مشکل سوالات اُس کے سامنے پیش کئے۔ یہ ایسے سوالات تھے جن سے روحانی ترقی نہیں بلکہ جھگڑا پیدا ہونا تھا۔ مذکورہ بالا سوال مختلف قسم کا ہے۔ اور خود ہمارے خداوند نے یہ سوال پیش کیا اُس نے اپنے دُشمنوں سے مسیح کے بارہ میں اور کتاب مقدس کے معنوں کے بارہ میں سوال کیا۔ ایسے سوالات ہمیشہ مفید ہوا کرتے ہیں۔ کلیسیا کے۔ لئے کیا ہی اچھا ہوتا کہ فروعات کے متعلق بحث مباحثے چھوڑ کر ایسی باتوں کے بارہ میں گفتگو کرتے جو اہم اور نجات کے لئے ضروری ہیں۔ اِن آیات میں اول تو یہ سبق حاصل ہوتا ہے کہ عہدِ عتیق کی کتابوں میں کہاں تک مسیح کے بارہ میں ذکر آیا ہے۔ مسیح کی حقیقی ذات کے بارہ میں یہودیوں کی جو نادانی تھی اُس کو مسیح آشکارا کرنا چاہتا تھا۔ اس مقصد کیلئے اُس نے زبُور کی کتاب میں سے ایک مقام کو پیش کیا اور ظاہر کیا کہ فقیہوں نے اس کا مطلب نہ سمجھا تھا۔ اور اس طریقے سے اُس نے واضح کر دیا کہ جس مضمون کے لکھنے کیلئے داؤد کو رُوح القدس کا الہام ملا وہ مسیح تھا۔ ایک دوسرے مقام پر ہمارے خداوند نے خود بتا دیا کہ عہدِ عتیق کے نوشتے "میری گواہی" دیتے ہیں (یوحنا ۵-۳۹)۔

ان نوشتوں میں بذریعہ نمونوں تشبیہوں اور نبوّت کے مسیح کی خبر دی گئی جب تک کہ وہ خود زمین پر نہ آئے عہد عتیق کے پڑھتے وقت ہم اس امر کو یاد رکھیں اور خاصکر مزامیر کو پڑھتے وقت۔ اس میں تو شک نہیں کہ شریعت اور انبیا کے ہر حصے میں مسیح کا ذکر ملتا ہے لیکن سب سے بڑھکر مزامیر میں اُس کی پہلی آمد کے وقت اُس کا تجربہ اور دُکھ۔ اُس کا آئندہ جلال اور دوسری آمد کے وقت اُس کی آخری فتح کلام خدا کے اس عجیب حصہ میں بکثرت مذکور ہیں۔ کسی نے یہ درست کہا ہے کہ مزامیر کے پڑھنے میں جس قدر ذکر داؤد کا ملتا ہے اُسی قدر مسیح کا۔

اس لئے ہم عہد عتیق کی کم قدری اور تحقیر نہ کریں۔ اپنی جگہ پر عہد عتیق ایسا ہی قیمتی ہے جیسا کہ نیا عہد نامہ۔ بائبل کے اُس حصہ میں کئی ایک ایسے پُر معنی مقامات ہیں جن کی پُوری تشریح اب تک نہیں ہوئی۔ اس میں یسُوع کے بارہ میں گہری باتوں کا ذکر ہے جن پر سے آدمی نادانستہ ایسے گزر جاتا ہے جیسے پوشیدہ سونے کی کانوں پر سے اور خبر بھی نہیں ہوتی کہ اُن کے پاؤں تلے کیسے قیمتی خزانے ہیں۔ ہم ساری بائبل کی تعظیم کریں۔ سب کچھ الہام سے ملا ہے اور سب کچھ مفید ہے۔ ایک جزو دوسرے جزو پر روشنی ڈالتا ہے اور اگر ہم اُس کے کسی حصہ کی طرف سے غفلت کرینگے تو بہت رُوحانی نقصان اُٹھائینگے۔ جو لوگ فخر سے عہد عتیق کی تحقیر کرتے ہیں وہ بے ایمانی کی طرف پہلا قدم اُٹھاتے ہیں۔

دوم۔ مسیح کی نظر میں ریاکاری کا گُناہ کیسا مکروہ ہے۔ فقیہوں کے خلاف ہمارے خداوند نے جو آگاہی دی اُس میں یہ سبق سکھایا گیا۔ اُس نے اُن کی بعض مشہور بدرسموں کو آشکارا کیا۔ مثلاً لباس کا دکھاوا۔ خدا کی نسبت آدمیوں کی تعریف و عزت کے زیادہ خواہاں ہونا۔ زر سے ان کی محبت۔ بیوگاں کے بہانہ سے روپیہ کمانا لمبی لمبی برملا نمازیں پڑھنا تاکہ لوگ اُن کو دیندار خیال کرنے لگیں۔ اور آخر

ہیں اُس کی طرف سے یہ فتوٰی "انہیں زیادہ سزا ہو گی"۔

جن گناہوں کے مرتکب انسان ہوتے ہیں اُن میں سے دین کا جھوٹا اقرار اور ریاکاری سب سے زیادہ سخت ہیں۔ بہر حال ہمارے خداوند نے جس قدر اِن گناہوں پر ملامت کی اور کسی پر اتنی نہیں کی۔ کسی بُرے گناہ میں مبتلا ہو جانا اور نفسانی شہوات کے تابع ہونا بُرا تو ہے لیکن یہ اُس سے بھی بُرا ہے کہ آدمی دعوٰی تو دین کا کرے اور دُنیا کا غلام بنا رہے۔ جو کچھ ہم دین میں کریں ہم دھوکے کی ٹٹی نہ بنائیں۔ ہم اپنی مسیحیت میں حقیقی۔ دیانتدار۔ کامل اور خالص ہوں۔ حاضر و ناظر خدا کو ہم دھوکا نہیں دے سکتے۔ ہم گفتگو و اقرار کے ذریعہ دینداری کے دکھاوے سے بیچارے کوتاہ نظر انسان کو دھوکا دے سکتے ہیں لیکن خدا کو ہنسی میں نہیں اُڑا سکتے۔ وہ تو ہمارے خیالوں اور دل کے ارادوں کا جاننے والا ہے ہر طرح کے ملمع اور رنگ آمیزی کو اُس کی دُوربین آنکھ دیکھ سکتی ہے۔ عدالت کا دن جلد آجاتا ہے۔ "ریاکاروں کی شادمانی ایک لمحہ کی ہے" (ایوب ۲۰-۵)۔ اُن کا انجام شرم و خجالت ہو گا۔

ریاکاری کے متعلق ایک بات ہم کبھی فراموش نہ کریں۔ ہم کبھی یہ شیخی نہ ماریں کہ چونکہ فلاں فلاں شخص نے دین کا جھوٹا اقرار کیا تھا اس لئے ہمیں کسی اقرار کی ضرورت ہی نہیں۔ یہ عام دھوکا ہے اور اس سے ہم چوکس رہیں۔ اگر کسی نے مسیحی دین کا ایسا جھوٹا اقرار کیا جس پر فی الحقیقت اُس کا ایمان ہی نہ تھا تو اس سے یہ نتیجہ نہ نکالیں کہ ہم دوسری انتہا پر چلے جائیں اور دین کے بارہ میں خاموشی اختیار کریں۔ اور دُوسروں کی نظر سے اِس کو چھپائیں۔ اپنی رَوِش کے ذریعہ ہم اپنی خلوص قلبی کو ثابت کریں۔ ہم دُنیا پر ظاہر کریں کہ دُنیا میں نہ صرف جعلی سکے ہوتے ہیں بلکہ اصلی کھرے سکے بھی۔ اِس مرئی کلیسیا میں ایسے مسیحی بھی ہیں جو سچے گواہ ہیں۔ بیشک بعض

فریسی اور فقیہی بھی پائے جاتے ہیں۔ ہم ادب اور فروتنی سے لیکن استقلال کے ساتھ اپنے مالک کا اقرار کریں اور دُنیا پہ ثابت کر دیں کہ گو بعض آدمی ریاکار ہوں لیکن دوسرے دیانتدار اور سچے بھی ہیں۔

سوم۔ خیرات میں خود انکاری کی فیاضی ہمارے خداوند کو بہت پسند ہے۔ ایک خاص غریب بیوہ کی مثال سے ہمارے خداوند نے عجیب طور سے اس کی توضیح کر دی" لوگ ہیکل کے خزانے میں پیسے کس طرح ڈالتے ہیں"۔ اس نے دیکھا کہ " بہتیرے دولتمند بہت کچھ ڈال رہے تھے"۔ آخر کار اُس نے ایک غریب بیوہ کو اپنا سب کچھ ڈالتے دیکھا۔ اور اس پہ اُس نے یہ کہا" اس کنگال بیوہ نے اُن سب سے زیادہ ڈالا"۔ اُس کی نظر میں یہ سب سے زیادہ تھا جو ظاہری مقدار پہ نظر نہیں کرتا بلکہ دینے والے کی قابلیت پر۔ نہ کہ جس قدر اُس نے دیا بلکہ جس نیت اور دل سے دیا۔

ہمارے خداوند کے اِس قول کو لوگ نظر انداز کر دیتے ہیں۔ ہزاروں ایسے لوگ ہونگے جو اُس کی تقریروں کو حفظ کئے ہونگے لیکن اِس چھوٹے واقعہ کو وہ نظر انداز کرتے ہوں۔ کلیسیا کو جو چندے وصول ہوتے ہیں اُن سے اِس کا ثبوت ملتا ہے۔ مسیحیوں کی دولت کے مطابق مشنری سوسائٹیوں کی آمدنی نہیں ہوتی۔ جو اُمورِ دین اور خدا سے علاقہ رکھتے ہیں اُن میں مسیحی لوگ بہت کنجوسی دکھاتے ہیں۔ اور یہ موجودہ زمانہ کا خاص گُناہ اور خراب نشان ہے۔ مسیح کے کام کے لئے جو لوگ خیرات دیتے ہیں وہ بہت تھوڑے ہیں۔ شاید بیس میں سے ایک شخص ایسا نکلیگا جو جانتا ہو کہ "خدا کے لئے دولتمند" ہونے کے کیا معنی ہیں (لوقا ۲۰-۲۱)۔ اکثر لوگ مُہریں تو اپنے لئے خرچ کرتے ہیں اور پائیاں مسیح کے لئے۔

ایسی حالت پر ہم افسوس کریں اور خدا سے اِس کی اصلاح کے لئے دُعا مانگیں۔ ہم درخواست کریں کہ وہ ہماری آنکھیں کھول دے اور دلوں کو جگا دے اور فیاضی

کی رُوح کو اُکساوے۔ سب سے بڑھکر ہم میں سے ہر ایک اپنا اپنا فرض ادا کرے اور ہر مسیحی مقصد کے لئے فیاضی سے اور خوشی سے دے۔ مرنے کے بعد خیرات دینے کا موقعہ نہ ہوگا ہم اُن کی طرح دیں جو یہ یاد رکھتے ہیں کہ مسیح کی آنکھیں اُن پر لگی ہیں۔ وہ اب تک دیکھتا ہے کہ ہر ایک ٹھیک کتنا دے رہا ہے اور یہ بھی جانتا ہے کہ پیچھے ٹھیک کتنا بچ رہا ہے۔ ہم مسیح مصلوب کے شاگردوں کی حیثیت سے دیں جس نے اپنا بدن اور جان صلیب پر ہمارے لئے دے دیا۔ ہم نے مُفت پایا ہے مُفت دیں۔

مرقس ۱۳: ۱-۸ (۱) جب وہ ہیکل سے باہر جا رہا تھا تو اُس کے شاگردوں میں سے ایک نے اُس سے کہا۔ اے اُستاد۔ دیکھ یہ کیسے کیسے پتھر اور کیسی کیسی عمارتیں ہیں! (۲) یسُوع نے اُس سے کہا۔ تُو اِن بڑی بڑی عمارتوں کو دیکھتا ہے؟ یہاں کسی پتھر پر پتھر باقی نہ رہیگا جو گرایا نہ جائے (۳) جب وہ زیتون کے پہاڑ پر ہیکل کے سامنے بیٹھا تھا تو پطرس اور یعقوب اور یوحنا اور اندریاس نے اکیلے میں اُس سے پُوچھا (۴) ہمیں بتا کہ یہ باتیں کب ہونگی؟ اور جب یہ ساری باتیں پُوری ہونے کو ہوں اُس وقت کا کیا نشان ہے؟ (۵) یسُوع نے اُن سے کہنا شروع کیا۔ خبردار کوئی تمہیں گمراہ نہ کردے (۶) بہتیرے میرے نام سے آئینگے۔ اور کہینگے کہ وہ میں ہی ہوں۔ اور بہت سے لوگوں کو گمراہ کرینگے (۷) اور جب تم لڑائیاں اور لڑائیوں کی افواہیں سُنو تو گھبرا نہ جانا۔ اِن کا واقع ہونا ضرور ہے۔ لیکن اُس وقت خاتمہ نہ ہوگا (۸) کیونکہ قوم پر قوم اور بادشاہت پر بادشاہت چڑھائی کریگی۔ جگہ جگہ بھونچال

آئینگے اور کال پڑینگے۔ یہ باتیں مصیبتوں کا شروع ہی ہونگی۔

یہ باب پیشینگوئیوں سے پُر ہے۔ ان میں سے بعض تو پُوری ہو چکی ہیں اور بعض کا پُورا ہونا باقی ہے۔ اس پیشینگوئی میں دو بڑے واقعات کا ذکر ہے۔ ایک واقعہ تو یروشلیم کی بربادی ہے اور دوسرا واقعہ یہودی عہد کا خاتمہ۔ موخرالذکر ہمارے خداوند یسوع مسیح کی دُوسری آمد ہے اور موجودہ حالات زندگی کا خاتمہ۔ ہمارے خداوند کے مصلوب ہونے کے چالیس برس بعد یروشلیم برباد ہُوا۔ مسیح کی دوسری آمد آئندہ کا واقعہ ہے اور جس کو شاید ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ سکیں۔

اس قسم کے ابواب ہر حقیقی مسیحی کے لئے نہایت ہی دلچسپ ہیں۔ مسیح کی کلیسیا کی ماضی و مستقبل تاریخ پر ہم بہت غور کریں خدا کی نظر میں دنیوی بادشاہتوں کا برپا اور برباد ہونا نسبتاً خفیف واقعات تھے۔ مسیح کے ہتریہ بدن کے مقابلہ میں بابل۔ یُونان اور رُوم و فرانس و انگلستان اُس کی نظر میں چنداں وقعت نہیں رکھتے۔ انجیل کی ترقی اور مسیح کے شاہزادے کی آخری قطعی فتح کے مقابلہ میں فوجوں کے کُوچ و مقام اور فاتحوں کی فتوحات کچھ حقیقت نہیں رکھتے۔ کتابِ مقدس کی نبوتوں کے مطالعہ میں اِسے ہم بخوبی یاد رکھیں۔" اِس نبوت کی کتاب کا پڑھنے والا مُبارک ہے" (مکاشفہ ۱-۳)۔

مذکورہ بالا آیات میں ایک تو یہ امر قابلِ توجہ ہے۔ یروشلیم کی ہیکل کے بارہ میں ہمارے خداوند کی پیشینگوئی۔ یہودیوں کے طبعی فخر کے مطابق شاگردوں نے اپنے اُستاد کی توجہ ہیکل کی شاندار عمارت کی طرف پھیری۔ اُنہوں نے کہا "دیکھ یہ کیسے کیسے پتھر اور کیسی کیسی عمارتیں ہیں"۔ اور اُن کی توقع کے خلاف ہمارے خداوند نے ایک غم آلُود جواب دیا جس کی وجہ سے اُن کے دلوں میں مزید تحقیق کی ضرورت محسوس ہوئی۔

اُس کے لبوں سے کوئی تعریف کا کلمہ صادر نہ ہُوا۔ اُس نے نہ اُس کی صورت و شکل کی تعریف کی اور نہ اُس کی شان و شوکت کی۔ اُس نے مادی عمارت کی خوبصورتی کا خیال بھی نہ کیا کیونکہ جن کا تعلق اُس ہیکل سے تھا اُن کی شرارت کے فکر سے اُس کا دل بھر اٹھا۔ اُس نے یہ جواب دیا "تو اِن بڑی بڑی عمارتوں کو دیکھتا ہے۔ یہاں کسی پتھر پر پتھر باقی نہ رہیگا جو گرایا نہ جائے"۔

اِس سنجیدہ قول سے یہ سبق حاصل ہوتا ہے کہ کلیسیا کا حقیقی جلال اُس کی شاندار عمارات پر مشتمل نہیں بلکہ اُس کے شرکا کے ایمان اور دینداری پر۔ ہمارے خداوند کو اُس ہیکل کے دیکھنے سے کچھ خوشی حاصل نہ ہوئی جس میں قدس الاقداس سنہری شمعدان اور سوختنی قربانی کا مذبح تھا۔ اِس سے ہم قیاس کر سکتے ہیں کہ مسیحیوں کے شاندار گرجاؤں کے دیکھنے سے اُسے اِس سے بھی کم خوشی ہو گی جہاں اُس کے کلام اور اُس کی رُوح کی عزت نہیں ہوتی۔

اِس کا یاد رکھنا ہم سبھوں کے لئے مفید ہوگا۔ ہم اکثر بیرونی شکل کے مطابق اشیا کا اندازہ لگایا کرتے ہیں جیسے بچے پوست کے پھولوں کی اناج سے زیادہ قدر کیا کرتے ہیں۔ ہم اکثر یہ قیاس کیا کرتے ہیں کہ جہاں کہیں کوئی بڑی شاندار کلیسیائی عمارت یا ریت رسوم ہوں، گلکاری اور شیشے کی رنگین کھڑکیاں ہوں۔ جہاں اعلیٰ درجہ کا موسیقی اور خادمانِ دین کا خوشنما لباس ہو تو وہاں ضرور حقیقی دین پایا جائیگا۔ ممکن ہے کہ یہ محض دکھاوا ہی ہو ضمیر کی تشفی کے لئے وہاں کچھ بھی نہ ہو اور دل کے علاج کا سامان ندارد ہو۔ دریافت کرنے پر شاید یہ ثابت ہو کہ اُس شاندار عمارت میں مسیح کی منادی ہوتی ہی نہیں نہ خدا کے کلام کی تشریح کی جاتی ہے۔ شاید خادمانِ دین ہی خود انجیل سے ناواقف ہوں اور عبادت کرنے والے اپنے گناہوں اور خطاؤں میں مُردہ ہوں۔ ایسی عمارت خدا کی نظر میں شاندار نہیں۔ اِس میں کچھ

شک نہیں تماشا گاہوں کی کوئی شان خدا کی نظر میں نہ تھی بمقابلہ اُن غاروں اور گڑھوں کے جہاں قدیم مسیحی چھپ کر عبادت کیا کرتے تھے۔ وہ ادنٰی جھونپڑی جہاں آج مسیح کی منادی ہوتی ہے وہ روم کے سینٹ پیٹر کیتھڈرل سے زیادہ خدا کی نظر میں عزت کے لائق ہے۔

ہم دُوسری انتہا میں نہ جا پڑیں کہ کچھ مضائقہ نہیں کہ خدا کی عبادت کے لئے کس قسم کی عمارت مخصوص کرتے ہیں۔ کسی گرجا کو شاندار بنانا کوئی پوپریت نہیں۔ کسی میلی کچیلی بے ڈھنگی عبادت کی جگہ میں کوئی حقیقی دین نہیں آ جاتا۔ "ساری باتیں شائستگی اور قرینے کے ساتھ عمل میں آئیں" (۱ کرنتھی ۱۴: ۴۰)۔ مگر ہمارے گرجا خواہ کیسے ہی شاندار کیوں نہ ہوں ہم یہ پختہ اصول رکھیں کہ خالص تعلیم اور پاک چلن اُن کی خاص آرائش ہو گی۔ ان دو کے بغیر اعلیٰ سے اعلیٰ عمارت ناقص ہے۔ اگر خدا وہاں نہیں تو اس کی کچھ شان نہیں لیکن اگر یہ دو باتیں ہوں تو ایک کچی ادنٰی جھونپڑی بھی جہاں انجیل کی منادی ہوتی ہے خوبصورت اور شاندار ہے۔ مسیح کی حضوری سے اور رُوح القدس کی برکت سے اِس کی تقدیس ہو جاتی ہے۔

اِن آیات میں دوسری توجہ طلب بات وہ عجیب طریقہ ہے جس سے کہ ہمارے خداوند نے اِس باب کی پیشینگوئی شروع کی۔

ہیکل کے بارہ میں اُس کی پیشینگوئی سُن کر اُس کے چاروں شاگردوں نے مزید آگاہی کے لئے درخواست کی۔ اُنہوں نے کہا "ہمیں بتا کہ یہ باتیں کب ہونگی اور جب یہ ساری باتیں پُوری ہونے کو ہوں اُس وقت کا کیا نشان ہے"۔ ہمارے خداوند نے اِن سوالوں کا جو جواب دیا اُس کے شروع میں آئندہ جھوٹی تعلیم اور مستقبل لڑائیوں کی پیشینگوئی ہے۔ اگر اُس کے شاگردوں کا یہ خیال ہو کہ وہ اُن سے اِس دُنیا میں فوری کامیابی اور دنیوی اقبالمندی کا وعدہ کریگا تو ان کی غلطی فوراً

اُن پر ظاہر ہو گئی - سچائی کی فوراً فتحیابی کی توقع رکھنے کی بجائے اُس نے اُنہیں غلطی کی ترقی پانے کی خبر دی "خبردار کوئی تمہیں گمراہ نہ کر دے - بہتیرے میرے نام سے آئینگے اور کہینگے کہ وہ مَیں ہی ہوں"۔ امن چین کی عام سلطنت کی توقع رکھنے کی بجائے اُس نے اُن کو کہا کہ وہ لڑائیوں اور مصیبتوں کی توقع رکھیں - قوم پر قوم اور بادشاہت پر بادشاہت چڑھائی کریگی - جگہ جگہ بھونچال آئینگے اور کال پڑینگے - یہ باتیں مصیبتوں کا شروع ہی ہونگی"۔

ہمارے خداوند کی اِس نبیانہ تقریر کا پہلا حصّہ پر تعلیم ہے - اِس میں یہ خبر پائی جاتی ہے کہ اُس کی کلیسیا اُس کی پہلی اور دوسری آمدوں کے درمیان کن باتوں کی متوقع رہے - ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اِس کی غرض یہ تھی کہ نہ اُس کے رسولوں بلکہ ہر زمانہ کے مسیحیوں کی غلطیوں کی اصلاح کرے گویا خداوند کو معلوم تھا کہ اِنسان ہمیشہ اِس خیال کی طرف مائل ہے کہ ابھی اُس کے آنے میں دیر ہے - وہ گویا اُن کو یہ نوٹس دیتا ہے کہ اُس کے واپس آنے میں دیر نہ ہوگی - ایسی خبر سُننا ہم کو خوشگوار معلوم نہ ہو لیکن یرمیاہ کے اِس قول کے یہ عین مطابق ہے "اُن نبیوں نے جو مجھ سے اور تجھ سے آگے اگلے زمانے میں تھے بہت سے مُلکوں اور بڑی بادشاہتوں کی بابت جنگ اور بلا اور وبا کے حق میں نبوت کی ہے - وہ نبی جو سلامتی کی خبر دیتا ہے جب اُس نبی کا کلام پُورا ہو جائیگا - تب جانا جائیگا کہ فی الحقیقت خداوند نے اُسے بھیجا ہے" (یرمیاہ ۲۸ - ۸ و ۹) -

ہمارے خداوند کی پیشینگوئی کے شروع کے الفاظ ہم کو یہ سبق سکھاتے ہیں کہ ہماری توقع اعتدال کے ساتھ ہو - جہاں لوگوں نے انتہائی توقع رکھی وہاں کلیسیا میں ازحد مایوسی حاصل ہوئی - ہم اِس خیال کے سیلاب میں بہ نہ جائیں کہ خداوند یسوع مسیح کے واپس آنے سے پیشتر ساری دُنیا ایمان لے آئیگی اور

زمین خدا کے عرفان سے معمور ہو جائیگی۔ ایسا تو نہیں ہوگا۔ ایسی توقع کی تصدیق کتاب مقدس سے نہیں ہوتی۔ نہ ہم امن چین کی سلطنت کی توقع رکھیں۔ بلکہ زیادہ تر لڑائیوں کے اُمیدوار رہیں اور یہ اُمید بھی چھوڑ دیں کہ کسی موجودہ ایجنسی کے ذریعہ سارے آدمی پاک ہو جائینگے۔ مثلاً سکولوں۔ مشنوں۔ منادیوں وغیرہ کے وسیلے سے۔ بلکہ زیادہ تر مخالف مسیح کے برپا ہونے کے منتظر رہیں جب تک صلح کا شاہزادہ ظاہر نہ ہو کوئی عالمگیر امن نہ ہوگا۔ جب تک شیطان باندھا نہ جائے کوئی عالمگیر پاکیزگی نہ ہوگی۔ اِس قسم کی رائے رکھنے میں شاید ہمارا بہت خرچ ہو۔ لیکن روئے زمین پر ایسی کلیسیا یا جماعت نہیں جس کی حالت یہ نہ ظاہر کر رہی ہو کہ یہ رائیں سچ ہیں "بُلائے ہوئے بہت اور برگزیدہ تھوڑے ہیں"۔ شاید ایسی رائے کی وجہ سے لوگ ہم کو طعن کریں اور بُرا بھلا کہیں لیکن انجام کار ظاہر ہو جائیگا کہ کون حق پر تھا اور کون ناحق پر۔ اس انجام کے لئے ہم صبر سے انتظار کریں۔ ہم محنت کریں۔ تعلیم دیں۔ کام کریں اور دُعا مانگیں۔ لیکن ہم حیران نہ ہوں اگر ہمارے خداوند کے یہ الفاظ بالکل صحیح نکلیں "وہ دروازہ تنگ ہے اور وہ راستہ سکڑا ہے جو زندگی کو پہنچاتا ہے اور اُس کے پانے والے تھوڑے ہیں"۔

مرقس ۱۳: ۹-۱۳ (۹) لیکن تم خبردار رہو۔ کیونکہ لوگ تمہیں عدالتوں کے حوالے کرینگے۔ اور تم عبادتخانوں میں پیٹے جاؤ گے۔ اور حاکموں اور بادشاہوں کے آگے میرے سبب حاضر کئے جاؤ گے۔ تاکہ اُن کے لئے گواہی ہو (۱۰) اور ضرور ہے کہ پہلے سب قوموں میں انجیل کی منادی کی جائے (۱۱) لیکن جب تمہیں لیجا کر حوالے کریں تو پہلے سے اندیشہ نہ کرنا کہ ہم کیا کہیں۔ بلکہ

جو کچھ اُس گھڑی تمہیں بتایا جائے وُہی کہنا۔ کیونکہ کہنے والے تم نہیں ہو بلکہ رُوح القدس ہے (۱۲) اور بھائی کو بھائی اور بیٹے کو باپ قتل کے لئے حوالے کریگا۔ اور بیٹے ماں باپ کے برخلاف کھڑے ہو کر اُنہیں مروا ڈالینگے۔ (۱۳) اور میرے نام کے سبب سب لوگ تم سے عداوت رکھینگے مگر جو آخر تک برداشت کریگا وہ نجات پائیگا۔

مسیح کی کلیسیا کے بارہ میں جو بائبل میں پیشینگوئیاں پائی جاتی ہیں اُن کو پڑھتے وقت ہم عموماً یہ معلوم کرینگے کہ عدالت اور رحمت ملی جلی ہیں۔ وہ محض تلخ ہی نہیں بلکہ اُن میں کچھ شیرینی بھی پائی جاتی ہے۔ وہ محض تاریکی ہی نہیں بلکہ نُور بھی ہے۔ خداوند جانتا ہے کہ ہم کمزور ہیں اور جلد تھک جاتے ہیں اس لئے دھمکیوں کے ساتھ کچھ تسلیاں بھی دی ہیں۔ سخت الفاظ کے ساتھ ساتھ شفقت کے الفاظ بھی ہوتے ہیں جیسے کپڑے کی ساخت میں تار و پود آتے ہیں۔ مکاشفہ کی کل کتاب میں یہی کیفیت پائی جاتی ہے۔ اور زیر مطالعہ نبوت میں بھی یہی حال ہے۔ مذکورہ بالا آیات کے پڑھنے سے اس کی توضیح ہوتی ہے۔

اوّل تو ہم اِس امر پر غور کریں کہ ہمارے خداوند نے اپنی پہلی اور دوسری آمدوں کے بیان میں کیسی مصیبتوں کے وارد ہونے کی خبر دی۔ اِس میں تو کچھ شک نہیں کہ مصیبتیں سارے آدمیوں کی قسمت میں آتی ہیں جب سے کہ آدم گر گیا۔ کانٹوں اور اونٹ کٹاروں کے ساتھ یہ داخل ہوئیں "آدمی تکلیف کے لئے پیدا ہوتا ہے" (ایوب ۵۔ ۷) لیکن بعض خاص تکلیفیں ہیں جو یسُوع مسیح کے پیروؤں کے حصے آتی ہیں ان کی آگاہی ہمارے خداوند نے دی۔

دُنیا سے تکلیف کی توقع رکھیں۔ وہ حاکموں اور بادشاہوں سے مدد کی اُمید

نہ رکھیں۔ وہ معلوم کرلینگے ان کی تعلیم کی قدر عہدہ داروں میں نہیں ہوتی بلکہ برعکس اس کے ان کے ہاتھوں انہیں قید نصیب ہوگی۔ مار پڑیگی اور مجرموں کے طور پر عدالتوں میں حاضر کئے جائینگے محض اس لئے کہ وہ مسیح کی انجیل کو پکڑے ہوئے ہیں۔ وہ اپنے رشتہ داروں سے مصیبت کی توقع رکھیں "بھائی بھائی کو اور باپ بیٹے کو موت کے لئے پکڑوائیگا"۔ جو لوگ ان کے جسم و خون ہیں وُہی اُن سے محبت ترک کرینگے کیونکہ اِن کے مذہب سے ان کو دشمنی ہے اور بعض اوقات وہ یہ دریافت کرینگے کہ خدا کے خلاف جسمانی مزاج کی دُشمنی خاندانی اور خُونی رشتوں سے زیادہ مضبوط ہے۔

ہم اِن باتوں کو دل سے یاد رکھیں اور دیکھ لیں کہ مسیحی ہوئے پر کیا خرچ ہوتا ہے۔ ہم تعجب نہ کریں اگر ہمارے دین کے ذریعہ کچھ تلخی ہم کو اُٹھانی پڑے۔ خدا کا شکر ہے کہ ہم اچھے دِنوں میں پیدا ہوئے مسیح کی پیروی کرتے ہیں قید اور مار پیٹ حاصل نہیں ہوتی۔ لیکن اگر ہم سچے مسیحی ہیں تو کچھ نہ کچھ سختی تو ہم کو اُٹھانے کے لئے تیار رہنا چاہئے۔ لوگ ہم سے ہنسی تمسخر کرینگے۔ بدنام کرینگے اور ستائینگے۔ ہمارے رشتہ دار بھی ہم کو طعن و تشنیع کرینگے۔ الغرض صلیب کی ٹھوکر جاتی نہیں رہی۔ جسمانی آدمی خدا کی رُوح کی باتیں قبول نہیں کرتا۔ "جو جسم سے پیدا ہوتے ہیں" وہ رُوح سے پیدا شدگان کو ستائینگے۔ (۱ کرنتھی ۲-۱۴۔ گلتیوں ۴-۲۹)۔ گو ہمارا چال چلن کیسا ہی دُرست ہو تو بھی ہم اُن سے نہ بچینگے۔ اگر ہم سچ مچ مسیحی ہوگئے ہیں تو مسیح کی خاطر لوگ ہم سے دُشمنی رکھینگے۔

دوم۔ ہم اِس امر پر غور کریں۔ جو لوگ مسیح کی خاطر ستائے جاتے ہیں اُن کو وہ کیسے حوصلہ دلاتا ہے۔ اُس نے تین فرحت افزا باتوں کا ذکر کیا۔ اوّل یہ کہ "سب قوموں میں انجیل کی منادی کی جائے۔" آدمیوں اور شیاطین کی مخالفت کے باوجود

مسیح کی صلیب کی کہانی دُنیا کے ہر حصے میں سُنائی جائیگی۔ عالمِ ارواح کے پھاٹک اِس کے خلاف غالب نہ آئینگے۔ باوجود ایذا رسانی۔ قید و موت کے ایمانداروں کا سِلسلہ کبھی ختم نہ ہوگا۔ جو فضل کے ذریعہ نجات کی خوشخبری دینگے۔ گو تھوڑے لوگ ایمان لائیں۔ ان کے سامعین ہیں گو اکثر گناہ میں سخت رہیں۔ لیکن مسیح کی انجیل کی اشاعت میں کبھی رُکاوٹ نہ ہوگی۔ کلام کبھی مقید نہ ہوگا گو اس کے سنانے والے قید میں ڈالے اور قتل کئے جائیں (۲ تمتھیس ۲: ۹)۔ دُوم یہ حوصلہ دیا کہ جو لوگ انجیل کی خاطر خاص امتحانوں میں پڑینگے تو اُن کو اُن کی ضرورت کے وقت خاص مدد ملیگی۔ رُوح القدس ان کی حمایت کریگا۔ اُن کو ایسے الفاظ اور خیال ملینگے جن کا مقابلہ اُن کے دُشمن نہ کر سکینگے۔ جیسا کہ پطرس اور یُوحنا اور پولس کے معاملوں میں ہُوا۔ جب اُن کو یہودی اور رومی عدالتوں میں پیش کیا ویسا ہی سارے شاگردوں کے معاملے میں ہوگا۔ ہس (Huss) اور لوتھر اور لاٹیمر اور رِڈلے اور بکیسٹر کی تاریخوں سے بخوبی واضح ہے کہ یہ وعدہ کہاں تک سچ ثابت ہُوا۔

علاوہ ازیں ہمارے خداوند نے یہ بتایا کہ اگر ہم صابر اور مستقل رہینگے تو آخر کار نجات حاصل کرینگے" جو آخر تک برداشت کریگا وہ نجات پائیگا"۔ جو لوگ مصیبت اُٹھائینگے اُن میں ایک بھی اپنا اجر پائے بغیر نہ رہیگا۔ وہ سب عُمدہ فصل کاٹینگے۔ گو وہ آنسوؤں کے ساتھ بوئینگے۔ وہ خوشی سے کاٹینگے "ہماری دم بھر کی ہلکی سی مصیبت از حد بھاری اور ابدی جلال پیدا کرتی ہے" (۲ کرنتھی ۴: ۱۷)۔

مسیح کے سارے سچے خادمان کے لئے یہ وعدے بہت تسلّی بخش ہیں۔ گو اِس وقت اِن کو ایذا مل رہی ہے اور تکلیف و تمسخر ہوتا ہے وہ آخر کار فتحمندوں کے ساتھ ہونگے۔ گو ان کو پریشانی اور مصیبت حاصل ہو وہ بالکل ترک نہ کئے جائینگے۔ گو وہ مغموم ہوں لیکن تباہ نہ ہونگے۔ وہ صبر سے اپنی رُوحوں کو قابو میں رکھیں۔ جو کچھ

ہمارے چاروں طرف نظر آ رہا ہے ایک دن اِن سب کا آخر ہو جائیگا۔ اِس دُنیا کی بادشاہتیں اِن کے خدا اور مسیح کی بادشاہتیں ہو جائینگی۔ اس وقت یہ سب ٹھٹھا مخول کرنے والے اور بے دین لوگ جنہوں نے بارہا مسیحیوں کی بے عزتی کی شرمندہ ہونگے اور ایماندار جلال کا ایسا تاج حاصل کرینگے جو کبھی مُرجھاتا نہیں۔

مرقس ۱۳: ۱۴-۲۳ (۱۴) پس جب تم اُس اُجاڑنے والی مکروہ چیز کو اُس جگہ کھڑا ہوا دیکھو جہاں اُس کا کھڑا ہونا روا نہیں (پڑھنے والا سمجھ لے) اُس وقت جو یہودیہ میں ہوں وہ پہاڑوں پر بھاگ جائیں (۱۵) جو کوٹھے پر ہو وہ اپنے گھر سے کچھ لینے کو نیچے اُترے نہ اندر جائے (۱۶) اور جو کھیت میں ہو وہ اپنا کپڑا لینے کو پیچھے نہ لوٹے (۱۷) مگر اُن پر افسوس ہے جو اُن دنوں میں حاملہ ہوں اور جو دُودھ پلاتی ہوں! (۱۸) اور دُعا مانگو کہ یہ جاڑوں میں نہ ہو (۱۹) کیونکہ وہ دن ایسی مصیبت کے ہونگے کہ خلقت کے شروع سے جسے خدا نے خلق کیا نہ اب تک ہوئی ہے نہ کبھی ہوگی (۲۰) اور اگر خداوند اُن دنوں کو نہ گھٹاتا تو کوئی بشر نہ بچتا۔ مگر اُن برگزیدوں کی خاطر جن کو اُس نے چُنا ہے اُن دنوں کو گھٹایا (۲۱) اور اُس وقت اگر کوئی تم سے کہے کہ دیکھو مسیح یہاں یا دیکھو وہاں ہے تو یقین نہ کرنا (۲۲) کیونکہ جھوٹے مسیح اور جھوٹے نبی اُٹھ کھڑے ہونگے اور نشان اور عجیب کام دکھائینگے۔ تاکہ اگر ممکن ہو تو برگزیدوں کو بھی گمراہ کر دیں (۲۳) لیکن تم خبردار رہو۔ دیکھو۔ میں نے تم سے سب کچھ پہلے ہی کہہ دیا ہے +

اِن آیات میں یہ تعلیم پائی جاتی ہے کہ اپنی شخصی حفاظت کے لئے وسائل استعمال

کرنا جائز ہے۔ اِس مضمون کے لئے جو الفاظ اُس نے استعمال کئے وہ صاف و صریح ہیں "جو یہودیہ میں ہوں وہ پہاڑوں پر بھاگ جائیں۔ جو کوٹھے پر ہو وہ اپنے گھر سے کچھ لینے کو نہ نیچے اُترے نہ اندر جائے۔ جو کھیت میں ہو وہ اپنا کپڑا لینے کو پیچھے نہ لوٹے ..... دُعا مانگو کہ یہ جاڑوں میں نہ ہو" کہیں ایک لفظ بھی اِس قیاس کی تائید میں نہیں آیا کہ بعض حالتوں میں بھاگ جانا مسیحی شخص کے شایاں نہیں۔ اِس مقام میں جس وقت کا ذکر ہے اس میں اختلاف رائے ہے لیکن خطرے سے بچنے کے لئے تدابیر کرنا جائز ہے۔

یہ سبق بہت وسیع اور مفید ہے۔ کوئی مسیحی مسیحی ہونے کی حیثیت سے وسائل کے استعمال سے اجتناب نہ کرے خواہ وہ خطرے اِس زندگی سے علاقہ رکھتے ہوں خواہ آئندہ زندگی سے۔ ایماندار یہ گمان نہ کرے کہ اگر وہ وسائل استعمال نہ کریگا اور عقل سلیم سے کام نہ لیگا جو اُسے عطا ہوئی ہے تو خدا اُس کی فکر کریگا اور اُس کی ضروریات کو پُورا کریگا۔ اِس میں تو کچھ شک نہیں کہ ہر ضرورت کے وقت خدا کی خاص مدد کی توقع رکھنی چاہئے لیکن جائز وسائل کے استعمال میں ایسی مدد کی توقع رکھیں لیکن جب ہم بیکار بیٹھے رہیں اور کچھ نہ کریں اور یہ دعویٰ کریں کہ ہم خدا پر بھروسہ رکھتے ہیں تو یہ محض دیوانگی ہو گی اور دین کی تحقیر ہو گی۔

اِس مضمون کے بارہ میں بہت سی تعلیم آموز مثالیں خدا کے کلام میں پائی جاتی ہیں۔ ہم اُن پر غور کریں۔ یعقوب کی روش جب وہ اپنے عیساؔ کو ملنے گیا اِس کی ایک عمدہ مثال ہے۔ اُس نے پہلے بڑی سرگرمی سے دُعا کی اور پھر نہایت ہوشیاری سے تیار کر کے اپنے بھائی کو تحائف بھیجے (پیدائش ۳۲: ۹-۱۳)۔ جب سنخریب نے یروشلیم پر لشکر کشی کی تو حزقیاہ نے جو عمل کیا وہ اِس کی دُوسری مثال ہے۔ اِس نے لوگوں سے کہا خداوند ہمارا خدا ہماری لڑائیاں لڑنے کے لئے ہمارے

ساتھ ہے۔ پھر بھی اس نے شہر کی فصیلوں کو بنوایا۔ اور تلواریں اور ڈھالیں بنوائیں (۲ تواریخ ۳۲-۵)۔ مقدس پولس کی روش ایک اور مثال ہے۔ کئی بار اس کا ذکر آتا ہے کہ اپنی جان بچانے کے لئے اُسے بھاگنا پڑا۔ ایک دفعہ ٹوکرے میں بٹھا کر اسے دمشق کی دیواروں پر سے نیچے لٹکا دیا گیا۔ ایک دفعہ جب وہ اسکندریہ اناج کے جہاز پر سوار تھا تو اُس نے سپاہیوں سے کہا۔ "اگر یہ جہاز پر نہ رہینگے تو تم نہیں بچ سکتے" (اعمال ۲۷-۳۱) ہمیں اس رسول کے بڑے ایمان اور بھروسے کا حال معلوم ہے۔ ہم جانتے ہیں کہ وہ کیسا دلیر اور اپنے مالک پر بھروسہ رکھنے والا تھا۔ تو بھی اُس نے وسائل کے استعمال کرنے کو کبھی حقیر نہیں جانا۔ ہم بھی کبھی اس قسم کے کام سے شرمندہ نہ ہوویں۔

ہم ایک بات دل میں یاد رکھیں۔ جب ہم وسائل کو استعمال کرتے ہیں تو ہم ان پر تکیہ نہ کریں۔ بلکہ خدا کی برکت حاصل کرنے کے لئے اُوپر کی طرف نظر اُٹھاویں۔ یہ بڑا گناہ ہے کہ آسہ کی طرح ہم خداوند کی تلاش تو نہ کریں لیکن حکیموں پر بھروسہ رکھیں (۲ تواریخ ۱۶-۱۲)۔ ہم تندہی سے سارے وسائل استعمال کریں لیکن سارے کام کو خدا کے ہاتھ میں چھوڑیں۔ حقیقی ایماندار کا یہی مقصد ہونا چاہیئے۔

اِن آیات میں ایک یہ سبق حاصل ہوتا ہے کہ خدا نے اپنے برگزیدوں کو کیسے بڑے حقوق عطا کئے ہیں۔ مذکورہ بالا مقام میں دو دفعہ ان کی نسبت یہ خاص جملہ استعمال کیا۔ اس نے بڑی مصیبتوں کے بارے میں کہا۔ "اگر خداوند ان دنوں کو نہ گھٹاتا۔ تو کوئی بشر نہ بچتا۔ مگر ان برگزیدوں کی خاطر جن کو اس نے چُنا ہے ان دنوں کو گھٹایا"۔ پھر اس نے جھوٹے مسیحیوں اور جھوٹے نبیوں کے بارے میں یہ کہا کہ وہ "نشان اور عجیب کام دکھائینگے "تاکہ اگر ممکن ہو۔ تو وہ برگزیدوں کو بھی گمراہ کر دیں"۔ "لیکن تم خبردار رہو۔ دیکھو میں نے تم سے سب کچھ پہلے ہی کہہ دیا ہے"۔ ✦

بائبل کے اِس مقام اور دیگر مقامات سے یہ صاف ظاہر ہے کہ دُنیا میں خدا کے برگزیدہ لوگ ہیں۔ اور انگریزی کلیسیا کے سترہویں مسئلہ کے مطابق "خدا کا وہ ازلی مقصد مُراد ہے جس سے اس نے قبل از بنائے عالم اپنے مشورۂ مُخفیہ کے موافق عزم بالجزم کیا ہے۔ کہ جن کو اس نے مسیح میں بنی آدم میں سے چُن لیا ہے۔ ان کو لعنت اور عذاب سے بچائے۔ اور عزت کے ظروف بنا کر مسیح کے وسیلہ سے ابدی نجات کو پہنچائے۔ راستباز ٹھہرنے پاکیزہ بننے۔ اور آخری جلال کے بڑے بڑے حقوق اِن ہی سے علاقہ رکھتے ہیں۔ صرف وہی لوگ عین وقت پر رُوح سے بُلائے گئے ہیں۔ صرف وہی لوگ اس کی دعوت کو قبول کرتے ہیں وہی لیپالک ہونے کی حیثیت سے خدا کے فرزند بنتے ہیں۔ وہ خدا کے اکلوتے بیٹے یسُوع مسیح کی شکل پر بنتے جاتے ہیں۔ وہ دیندارانہ نیک اعمال میں زندگی بسر کرتے ہیں۔ اور آخرکار خدا کی رحمت سے ہمیشہ کی خوشی کو پہنچتے ہیں انجیل کے قیمتی وعدے اِنہی کے متعلق ہیں۔ وہ برّے کی بیوی اور دُلہن ہیں۔ وہ پاک کیتھولک کلیسیا ہے جو مسیح کا بدن ہے۔ خدا خاصکر اِنہی لوگوں کی اِس دُنیا میں فکر کرتا ہے۔ اِن برگزیدوں کے بالمقابل بادشاہ۔ راجہ۔ شُرفا اور دولتمند لوگ خدا کی نظر میں کچھ حقیقت نہیں رکھتے۔ کتابِ مقدس میں یہ باتیں صاف طور پر مُنکشف ہوئی ہیں۔ گو انسان کے گھمنڈ اُن کو پسند نہ کریں۔

اس میں تو کچھ شک نہیں کہ برگزیدگی کا مسئلہ بہت گہرا اور مُشکل ہے۔ اور اکثر لوگوں نے اس کو بہت بگاڑا اور بُرے طور سے اِستعمال کیا لیکن کسی سچائی کے بُرے استعمال سے ہم اِس کے جائز استعمال سے رُک نہ جائیں۔ اگر ہم احتیاط سے اور صحیح طور سے اِس کو استعمال کریں تو برگزیدگی کا مسئلہ بہت "شیریں اور خوشگوار اور بے پایان تسلی سے پُر ہے"۔ اس مضمون کو چھوڑنے سے پیشتر ہم اِس امر پر غور

کریں کہ کون سی صحیح احتیاط ہم کو کرنا چاہیئے۔

اوّل۔ تو ہم یہ فراموش نہ کریں کہ خدا کی برگزیدگی انسان کی ذمہ واری کو نیست نہیں کرتی۔ اور نہ اس امر کو کہ اس کو اپنی رُوح کا حساب دینا ہوگا۔ جس بائبل میں برگزیدگی کا ذکر ہے اسی میں آدمیوں کو فاعل مختار کے طور پر مخاطب کیا ہے اور ان کو دعوت دی ہے کہ ایمان لائیں اور تلاش کریں اور دُعا کریں۔ کوشش کریں اور محنت کریں۔ چنانچہ اسی مسئلہ میں اِس بات کا ذکر ہے کہ "ہم کو اپنے افعال میں خدا کی اُسی مرضی پر چلنا چاہیئے جو اس کے کلام میں ہم پر صاف ظاہر کی گئی ہے"۔

دوم۔ ہم یہ بھی فراموش نہ کریں کہ سب سے بڑی بات جو ہمیں کرنی ہے۔ وہ توبہ کرنا اور انجیل پر ایمان لانا ہے۔ خدا کی برگزیدگی کے مسئلے سے ہم تسلّی حاصل کرنے کا وہ حق نہیں رکھتے جب تک ہم اپنی توبہ اور ایمان کا صریح ثبوت نہ دیں۔ ہم خاموش نہ رہیں۔ اور اِسی امر میں کُڑھتے رہیں کہ آیا ہم برگزیدہ ہیں یا نہیں جبکہ خدا نے ہم کو توبہ کرنے اور ایمان لانے کا صاف حکم دیا ہے۔ (اعمال ۱۷۔۳۰+ ۱یوحنا ۳۔۲۳) ہم بدی سے باز آئیں۔ اور اچھا کرنا سیکھیں۔ گُناہ سے کنارہ ہوں۔ مسیح پر تکیہ کریں۔ دُعا میں ہم خدا کے نزدیک جائیں۔ ایسا کرنے سے ہم جلد جان جائینگے کہ آیا ہم خدا کے برگزیدہ ہیں یا نہیں۔ ہم پہلے توبہ کے ایمان کے حروف تہجّٰی سیکھیں۔ پھر ہم برگزیدگی کے کالج میں داخل ہو سکینگے۔ جو پولُس نے تھسلنیکی مسیحیوں کے ایمان اُمید اور محبت کا ذکر کیا تب اُس نے یہ کہا: "ہم کو معلوم ہے کہ تم برگزیدہ ہو"۔ (۱تھسلنیکیوں ۱۔۴)+

مرقس ۱۳: ۲۴-۳۱ (۲۴) مگر اُن دنوں میں اُس مصیبت کے بعد سُورج تاریک ہو جائیگا۔ اور چاند اپنی روشنی نہ دیگا (۲۵) اور آسمان

سے ستارے گرنے لگینگے اور جو قوتیں آسمان میں ہیں وہ ہلائی جائینگی (۲۶) اور اُس وقت لوگ ابنِ آدم کو بڑی قدرت اور جلال کے ساتھ بادلوں میں آتے دیکھینگے (۲۷) اُس وقت وہ فرشتوں کو بھیج کر اپنے برگزیدوں کو زمین کے سرے سے آسمان کے سرے تک چاروں طرف سے جمع کریگا (۲۸) اب انجیر کے درخت سے ایک تمثیل سیکھو جونہی اُس کی ڈالی نرم ہوتی اور پتے نکلتے ہیں تم جان لیتے ہو کہ گرمی نزدیک ہے (۲۹) اِسی طرح جب تم اِن باتوں کو ہوتے دیکھو تو جان لو کہ وہ نزدیک بلکہ دروازے پر ہے (۳۰) میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ جب تک یہ سب باتیں نہ ہولیں یہ نسل ہرگز تمام نہ ہوگی (۳۱) آسمان اور زمین ٹل جائینگے لیکن میری باتیں نہ ٹلینگی ٭

ہمارے خداوند نے جو پیشین گوئی کوہ زیتون پر کی اس کا یہ حصہ اب تک پورا نہیں ہُوا۔ جن واقعات کا بیان اِس میں ہے اُن کا پورا ہونا اب تک باقی ہے۔ شاید وہ ہمارے زمانے میں وقوع میں آئیں۔ اِس لئے یہ مقام ایسا ہے جس کو ہم خاص دلچسپی سے پڑھیں۔

اوّل تو ہم یہ دیکھیں کہ جب ہمارا خداوند دوبارہ اِس زمین پر آئیگا تو کیسی شان و شوکت سے آئیگا جن الفاظ میں سورج۔ چاند اور ستاروں کا ذکر ہُوا ہے اُس سے کوئی عالمگیر حادثہ مُراد ہے جو موجودہ زمانہ کے آخر میں واقع ہوگا۔ یہ بیان مقدس پطرس کے یہ الفاظ یاد دلاتا ہے۔ "اُس دن آسمان بڑے شور و غل کے ساتھ برباد ہو جائینگے۔ اور عناصر حرارت کی شدت سے پگھل جائینگے" (۲ پطرس ۳-۱۰)۔ ایسے ہی وقت میں ایسے شور و غل کے درمیان جو بھونچالوں اور آندھیوں کے شور سے بھی زیادہ ہوگا۔ "اُس وقت لوگ ابنِ آدم کو بڑی قدرت اور جلال

کے ساتھ بادلوں میں آتا دیکھینگے"۔

مسیح کی دوسری آمد پہلی آمد سے بہت مختلف ہوگی۔ پہلی آمد کے وقت تو وہ بہت کمزوری میں آیا۔ ایک نازک شیرخوار بچہ جو بیت لحم کی چرنی میں ایک غریب عورت کے بطن سے پیدا ہوا کسی نے اُس وقت پرواہ نہ کی۔ نہ عزت کی اور مشکل سے کسی نے اُسے پہچانا دوسری آمد کے وقت وہ شاہی شان و شوکت آسمانی لشکروں کے ساتھ آئیگا۔ اُس وقت سب لوگ اُس کو پہچان لینگے۔ تسلیم کرینگے۔ اور زمین کے سارے قبیلے اُس سے ڈرینگے۔ پہلی آمد کے وقت وہ دُکھ اُٹھانے آیا۔ ہمارے گناہ اُٹھانے۔ ہمارے لئے لعنت بننے۔ حقیر بننے رد کئے جانے اور ناراستی سے مجرم ٹھیرائے جانے اور قتل کئے جانے کے لئے لیکن دوسری دفعہ وہ حکومت کرنے۔ ہر دشمن کو اپنے پاؤں تلے روندنے۔ اور دُنیا کی بادشاہتوں کو اپنی میراث بنانے۔ راستبازی سے اُن پر بادشاہی کرنے اور سارے آدمیوں کا انصاف کرنے اور ابد تک رہنے کے لئے آئیگا۔

دیکھو کیسا بڑا فرق ہے پہلی اور دوسری آمدوں میں کیسا عجیب امتیاز ہے۔ مسیح کے دوستوں کے لئے اِس میں تسلی آمیز کلمات ہیں۔ اُن کا اپنا بادشاہ جلد آئیگا۔ جیسا اُنھوں نے بویا ہے ویسا وہ کاٹینگے۔ جو دُکھ اُنھوں نے مسیح کی خاطر سہے ہیں اُن کا قیمتی اجر اُن کو ملیگا۔ اُس وقت اُن کو صلیب کی جگہ تاج ملیگا مسیح کے دشمنوں کے لئے یہ خیالات پریشان کرنے والے ہیں۔ وہی یسوع ناصری جس کی حقارت اس قدر عرصہ تک اُنھوں نے کی ہے جسے اُنھوں نے رد کیا وہ آخرکار اعلیٰ درجہ حاصل کریگا۔ وہی یسوع جس کی تخیل ماننے کا اُنھوں نے انکار کیا وہی اُن کا منصف ہوگا۔ وہ بیکس۔ نا اُمید اور دم بخود اُس کے تخت عدالت کے سامنے کھڑے ہونگے۔ ہم دل سے اِن باتوں کو یاد رکھیں اور

اُن سے حکمت سیکھیں۔

دوم۔ یہ سوچیں کہ مسیح کی دوسری آمد کے بعد پہلا واقعہ اس کے برگزیدوں کو جمع کرنے کا ہوگا" وہ فرشتوں کو بھیج کر اپنے برگزیدوں کو زمین کے سرے سے آسمان کے سرے تک چاروں طرف سے جمع کریگا"۔

جب دُنیا کی عدالت ہوگی تو خداوند کے لوگوں کی حفاظت کی جائیگی۔ جب تک اُن کو ہر طرح کی ایذا سے محفوظ نہ کرے وہ کچھ نہ کریگا۔ جب تک نُوح اور اُس کا گھرانا کشتی میں محفوظ نہ ہوگیا طوفان نازل نہ ہؤا۔ جب تک لوط ضغر کی چاردیواری میں محفوظ نہ ہوگیا سدوم پر آگ نازل نہ ہوئی۔ اسی طرح بے ایمانوں پر خدا کا غضب نازل نہ ہوگا جب تک ایماندار محفوظ نہ ہولیں۔

اس لئے حقیقی مسیحی کو چاہئے کہ بلا خوف و اندیشہ مسیح کی آمد کا انتظار کرے۔ زمین پر خواہ کیسی ہی سخت مصیبتیں نازل ہوں لیکن ایماندار کو کچھ ضرر نہ پہنچیگا۔ زمانہ حال کی جدائیوں اور انتقاموں کی وہ صبر سے برداشت کرے۔ ایک دن وہ خوشی سے ملینگے۔ ہر زمانے۔ ہر ملک اور ہر زبان کے لوگ جو ایمان لائے ہیں وہ آپس میں ملینگے جو لوگ اُس دن ملینگے وہ کبھی جُدا نہ ہونگے (۲ تھسلنیکیے ۲-۱)۔

سوم۔ ہم اِس امر پر غور کریں کہ ہم اپنے وقت کے نشانوں پر غور سے نظر کریں۔ ہمارے خداوند نے اپنے شاگردوں سے کہا" کہ انجیر کے درخت سے ایک تمثیل سیکھو۔ جس طرح اس کی کونپلیں گرمی کے نزدیک ہونے کی خبر دیتی ہیں اسی طرح دُنیا میں جو واقعات ہو رہے ہیں وہ ہمارے خداوند کی آمد کی خبر دیتے ہیں کہ" وہ نزدیک بلکہ دروازے پر ہے"۔ سارے سچے مسیحیوں کو یہ مناسب ہے کہ اپنے زمانہ کے واقعات کو خُوب سوچیں۔ ایسا کرنا نہ صرف ہمارا فرض ہے بلکہ اُن سے غافل رہنا گناہ ہے۔ ہمارے خداوند نے یہودیوں کو ملامت کی کہ وہ وقت کے نشانوں کا امتیاز نہیں کرتے

(متی ۱۶: ۳)۔ انہوں نے نہیں پہچانا کہ عصا یہوداہ سے جاتا رہا۔ اور دانیال کے ہفتے پورے ہو گئے۔ خبردار غلطی میں نہ پڑیں۔ بلکہ ہم اپنی آنکھیں کھولیں اور چاروں طرف دنیا پر نظر ڈالیں۔ ہم غور کریں کہ ترکی کی قوت گھٹ رہی ہے اور دنیا میں مشنری خدمت کی ترقی ہو رہی ہے۔ پوپیت پھر عروج کر رہی ہے اور طرح طرح کی بے دینی بڑھ رہی ہے۔ شرارت تیزی سے پھیل رہی ہے اور حکومت کی تحقیر کی جاتی ہے۔ یہ سارے امور انجیر کے درخت کی کونپلیں ہیں۔ ان سے ظاہر ہو رہا ہے کہ دنیا تھک گئی ہے اور ایک نئے اور بہتر خاندان کے برپا ہونے کی ضرورت ہے۔ اس کے لئے حقدار بادشاہ یعنی یسوع درکار ہے۔ ہم جاگتے رہیں۔ اپنے کپڑوں کی حفاظت کریں اور اپنے خداوند کی ملاقات کے لئے تیار رہیں (مکاشفہ ۱۶: ۱۵)
آخر کار ان آیات میں یہ یاد رکھیں کہ ہمارے خداوند نے کیسے یقینی طور سے فرمایا کہ اس کی پیشینگوئی پوری ہوگی۔ گویا اس کو پہلے سے خبر تھی کہ لوگ کس طرح سے شک کرینگے۔ اس کے خلاف اس نے بڑے زور سے کہا "آسمان اور زمین ٹل جائینگے۔ لیکن میری باتیں نہ ٹلینگی"۔

ہم کبھی یہ خیال نہ کریں کہ فلاں نبوت غالباً پوری نہ ہوگی محض اس بنا پر کہ یہ ہمارے تجربے کے خلاف ہے۔ ہم یہ نہ کہیں کہ "مسیح کے دوبارہ آنے کا گمان کیا ہے؟ اس کا گمان کہاں ہے کہ دنیا جلا دی جائیگی۔ ایسے معاملات میں ہمیں ظن اور گمان سے کچھ علاقہ نہیں۔ سوال صرف یہ ہے کہ خدا کے کلام میں کیا لکھا ہے؟ مقدس پطرس کے یہ الفاظ ہم کبھی نہ بھولیں " اخیر دنوں میں ایسے ہنسی ٹھٹھا کرنے والے آئینگے جو اپنی خواہشوں کے موافق چلینگے اور کہینگے کہ اسکے آنیکا وعدہ کہاں ہے" (۲ پطرس ۳: ۳ و ۴)۔

ہم شاید اپنے سے یہ سوال کریں کہ اگر ہم دو ہزار برس پہلے زندہ ہوتے تو کیا

کرنے۔ کیا ہم یہ ظنِ غالب رکھتے کہ ابنِ خدا زمین پر غریبی کی حالت میں مرنے کو آئیگا یا وہ زمین پر بادشاہ ہو کر حکومت کرنے آئیگا؟ کیا ہم فوراً یہ نہ کہینگے کہ اگر وہ بشرطِ محال آتا تو وہ حکومت کرنے آتا نہ دُکھ اُٹھانے اور مرنے کو؟ تو بھی ہمیں معلوم ہے کہ وہ مردِ غمناک ہو کر آیا اور صلیب پر مر گیا۔ اِس لئے ہم شک نہ کریں کہ وہ دوسری دفعہ جلال میں آئیگا اور ہمیشہ تک بادشاہ ہو کر سلطنت کریگا۔

اِس پیشینگوئی کے ہر شوشے پر ہم ایمان لائیں اور ہم یقین رکھیں کہ اس کا ہر لفظ پُورا ہوگا۔ علاوہ ازیں اِس کی صداقت کے مطابق ہم زندگی بسر کریں اور نیک خادموں کی طرح اپنے مالک کے ملنے کو تیار رہیں۔ پھر اِس کی تکمیل خواہ کیسی ہی اور کتنی ہی جلد ہو ہم محفوظ ہونگے۔

مرقس ۱۳: ۳۲-۳۷ (۳۲) لیکن اُس دن یا اُس گھڑی کی بابت کوئی نہیں جانتا۔ نہ آسمان کے فرشتے نہ بیٹا مگر باپ (۳۳) خبردار۔ جاگتے اور دُعا مانگتے رہو۔ کیونکہ تم نہیں جانتے کہ وہ وقت کب آئیگا (۳۴) یہ اُس آدمی کا سا حال ہے جو پردیس گیا ہُوا ہے اور اُس نے گھر چھوڑتے وقت اپنے نوکروں کو اختیار دیا یعنی ہر ایک کو اُس کا کام بتا دیا اور دربان کو حکم دیا کہ جاگتا رہ (۳۵) پس جاگتے رہو۔ کیونکہ تم نہیں جانتے کہ گھر کا مالک کب آئیگا۔ شام کو یا آدھی رات کو یا مُرغ کے بانگ دیتے وقت یا صُبح کو (۳۶) ایسا نہ ہو کہ اچانک آکر وہ تم کو سوتا پائے (۳۷) اور جو میں تم سے کہتا ہوں وہی سب سے کہتا ہوں کہ جاگتے رہو۔

کوہ زیتون پر جو پیشینگوئی ہمارے خداوند نے کی ان آیات میں اُس کا بیان ہے۔

ہم اس کو اپنے دلوں پر چسپاں کریں ۔ ان آیات سے یہ واضح ہے کہ ہمارے خداوند نے اپنی دُوسری آمد کا ٹھیک وقت اپنی کلیسیا کو نہیں بتایا ۔ وہ واقعہ تو یقینی ہے ۔ ٹھیک وقت اور دن منکشف نہیں کیا ۔ "اُس دن یا اُس گھڑی کی بابت کوئی نہیں جانتا ۔ نہ آسمان کے فرشتے نہ بیٹا مگر باپ" ۔ اس دانستہ خاموشی میں گہری رحمت اور حکمت پائی جاتی ہے ۔ ہمارے خداوند کی واپسی کے بارہ میں ٹھیک وقت کا بتایا نہ جانا اس غرض سے تھا کہ شاگرد ہر وقت تیار رہیں اور مایُوسی میں نہ پھنس جائیں ۔ اگر یہ بتایا جاتا کہ مسیح کم از کم پندرہ سو برس تک واپس نہ آئیگا تو ابتدائی کلیسیا کو کیسی مایُوسی ہوتی ۔ اگر اغناطیوس یا کرسسٹم آگستین جیسے شخصوں کو یہ معلوم ہو جاتا کہ مسیح کی دوسری آمد سے پہلے صدیاں گزر جائینگی تو ان کی کمر ہمت ٹوٹ جاتی ۔ اور وہ دل برداشتہ ہو جاتے ۔ لیکن اُس ٹھیک وقت کے نہ بتائے جانے سے اُنہوں نے خدا کی قربت میں وقت کاٹنا شروع کیا ۔ کسی زمانہ میں اُن کو یہ معلوم نہ تھا کہ اُن کا مالک اپنے خادموں کا حساب لینے کے لئے فوراً نہ آئیگا ۔ اس کا علم نہ ہونے کی وجہ سے وہ اُس کے ملنے کے لئے ہمیشہ تیار رہتے ۔

اس مضمون کے بارہ میں یہ احتیاط رکھنی چاہئے کہ کہیں یہ بے علمی اُس نبوت کی طرف سے ہم کو غافل نہ کر دے جو ابھی تک پُوری نہیں ہوئی ۔ یہ بڑا دھوکا ہے جس میں مسیحی لوگ اکثر پھنس جاتے ہیں ۔ مقدس پطرس کے ان الفاظ کو یاد رکھیں ۔ "تم اچھا کرتے ہو ۔ جو یہ (نبیوں کا کلام) سمجھکر اُس پر غور کرتے ہو" ۔ اور یوحنا نے مکاشفہ کی کتاب میں لکھا ۔ "اس نبوت کی کتاب کا پڑھنے والا مبارک ہے" (۲ پطرس ۱ ۔ ۱۹ ؛ مکاشفہ ۱ ۔ ۳) ۔

دوم ۔ ان آیات سے یہ سبق ملتا ہے ۔ یسوع مسیح کی دوسری آمد کے لحاظ

سے حقیقی ایمانداروں کا کیا فرض ہونا چاہئے۔ ہمارے خداوند نے تین باتوں کا ذکر کیا جن کی طرف اُن کو متوجہ ہونا چاہئے۔ اُس نے اُنہیں صاف بتا دیا کہ ایک دن وہ قدرت اور بڑی شان کے ساتھ واپس آئیگا۔ لیکن اُنہیں صاف بتا دیا کہ وہ ٹھیک دن اور گھڑی معلوم نہیں۔ پھر اُس کی اُمت کیا کرے؟ کس قسم کا مزاج رکھیں؟ وہ جاگتے رہیں۔ دُعا مانگیں اور کام کریں۔

ہم جاگتے رہیں۔ ہم ہمیشہ اپنی حفاظت کریں۔ ہماری رُوحیں جاگتی اور اپنے مالک کے ملنے کے لئے ہر وقت تیار رہیں۔ رُوحانی سُستی۔ کُند ذہنی۔ غفلت اور مُردنی سے پرہیز کریں۔ اگر کوئی ایسا رفیق ہو یا پیشہ یا سوسائٹی جو ہمیں مسیح کی طرف سے غافل کر دے اور اُس کی دوسری آمد کا خیال بُھلا دے تو اُس کو خوب تاڑ رکھیں اور اُس سے گُریز کریں۔ رسُول نے کہا "اوروں کی طرح سو نہ رہیں۔ بلکہ جاگتے اور ہوشیار رہیں" (۱ تھسلنیکیوں ۵: ۶)۔

ہم دُعا مانگیں۔ ہم خدا سے برابر رفاقت و شراکت رکھیں۔ ہمارے اور آسمانی باپ کے درمیان کوئی شے حائل ہونے نہ پائے بلکہ اُس سے روزانہ کلام کریں تاکہ ہم ہر وقت اُس کو رُو برو دیکھنے کے لئے تیار رہیں۔ علاوہ ازیں خداوند کی آمد کے بارہ میں ہم خاص دُعا کیا کریں۔ "اُس کے سامنے اطمینان کی حالت میں بے داغ اور بے عیب نکلنے کی کوشش کرو۔" "ایسا نہ ہو کہ تمہارے دل خمار اور نشہ بازی اور اِس زندگی کے فکروں سے سُست ہو جائیں" (۲ پطرس ۳: ۱۴؛ لوقا ۲۱: ۳۴)۔

بالآخر۔ ہم کام کریں۔ ہم سب یہ جان لیں کہ ہم اپنے بڑے مالک کے خادم ہیں جس نے ہر ایک کو کچھ نہ کچھ کام سونپ دیا ہے اور توقع رکھتا ہے کہ وہ کام کیا جائے۔ ہم نے اپنے کام اور طریقہ زندگی میں خدا کا جلال ظاہر

کرنے کے لئے محنت کرتا ہے۔ ہم میں سے ہر ایک کوشش کرے کہ نور کی طرح چمکے۔ اور اپنے زمانہ میں نمک کا کام دے۔ اپنے مالک کا وفادار گواہ بنے اور روزانہ چال چلن کے ذریعہ اُس کی عزت کرے۔ ہماری بڑی تمنا یہ ہو کہ ہم سُست اور سوئے ہوئے نہ پائے جائیں بلکہ کام کرتے پائے جائیں۔

ان سادہ ہدایات کی طرف ہمارا خداوند توجہ دلاتا ہے۔ جو مسیحی ہونے کا اقرار کرتا ہے وہ اپنے دل کو آزمائے۔ کیا ہم اپنے نجات دہندہ کی واپسی کے منتظر ہیں؟ کیا ہم اُس کے ظہور کے آرزومند ہیں؟ کیا ہم صدقِ دل سے یہ کہہ سکتے ہیں۔ اے خداوند یسوع آ؟ ایسے سوالات پر دل سے غور کریں۔

کیا ہمارا خداوند یہ طلب کرتا ہے کہ اُس کے واپس آنے کے انتظار میں ہم زندگی کے کسی فرض کو نظر انداز کر دیں؟ وہ ہرگز ایسا نہیں چاہتا۔ اُس کا منشا یہ نہیں کہ کسان اپنی زمین کی کاشت سے غفلت کرے یا مزدور اپنے کام سے۔ یا سوداگر اپنے بیوپار سے۔ یا وکیل اپنے پیشہ سے۔ وہ صرف یہ چاہتا ہے کہ بپتسمہ پانے والے لوگ اُس ایمان کے مطابق زندگی بسر کریں جس میں انہوں نے بپتسمہ پایا تائب شخصوں کے طور پر ایمانداروں کی حیثیت کے مطابق زندگی بسر کریں۔ ایسے لوگوں کی طرح جن کو یہ معلوم ہے کہ "پاکیزگی کے بغیر کوئی خداوند کو دیکھ نہیں سکتا" ایسی زندگی بسر کرنے کے ذریعہ ہم اپنے مالک کے ملنے کو تیار رہینگے۔ اگر ہم اس طرزِ زندگی کو اختیار نہ کریں تو نہ ہم موت اور عدالت کے لائق ہیں نہ ابدیت کے۔ لیکن ایسے طور پر زندگی بسر کرنے کے ذریعہ ہم فی الحقیقت خوشحال ہونگے۔ کیونکہ اسی طرح ہم ہر واقعہ کے لئے جو روئے زمین پر واقع ہو تیار رہینگے۔ ہماری زندگی کا معیار اس سے ادنیٰ نہ ہو۔ اس نبوت کے آخری الفاظ بڑے سنجیدہ ہیں۔ "جو میں تم سے کہتا

ہوں وہی سب سے کہتا ہوں کہ جاگتے رہو۔"

مرقس ۱۴: ۱-۹ (۱) دو دن کے بعد فسح اور عید فطیر ہونے والی تھی۔ اور سردار کاہن اور فقیہ موقع ڈھونڈھ رہے تھے کہ اُسے کیونکر فریب سے پکڑ کے قتل کریں (۲) کیونکہ کہتے تھے کہ عید کو نہیں۔ ایسا نہ ہو کہ لوگوں میں بلوا ہو جائے (۳) جب وہ بیت عنیاہ میں شمعون کوڑھی کے گھر کھانا کھانے بیٹھا ہوا تھا تو ایک عورت جٹاماسی کا بیش قیمت خالص عطر سنگ مرمر کی عطر دانی میں لائی۔ اور عطر دانی توڑ کے عطر کو اُس کے سر پہ ڈالا (۴) مگر بعض اپنے دل میں خفا ہو کر کہنے لگے۔ یہ عطر کس لئے ضائع کیا گیا (۵) کیونکہ یہ عطر تین سو دینار سے زیادہ کو بک کر غریبوں کو دیا جا سکتا تھا۔ اور وہ اُسے ملامت کرنے لگے (۶) یسوع نے کہا۔ اُسے چھوڑ دو۔ کیوں اُسے دِق کرتے ہو؟ اُس نے میرے ساتھ بھلائی کی ہے (۷) کیونکہ غریب غربا تو ہمیشہ تمہارے پاس ہیں۔ جب چاہو اُن کے ساتھ نیکی کر سکتے ہو لیکن میں تمہارے پاس ہمیشہ نہ رہونگا (۸) جو کچھ وہ کر سکی اُس نے کیا۔ اُس نے دفن کے لئے میرے بدن پر پہلے سے عطر ملا (۹) میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ تمام دُنیا میں جہاں کہیں انجیل کی منادی کی جائیگی یہ بھی جو اِس نے کیا اس کی یادگاری میں کہا جائیگا۔

اس باب سے مرقس کی انجیل کا وہ حصہ شروع ہوتا ہے جس میں ہمارے خداوند کے دُکھوں اور موت کا بیان ہے۔ اب تک تو خاصکر اس امر کا بیان ہُوا کہ ہمارا خداوند

نبی اور معلم تھا۔ اب اس امر کا ذکر ہوتا ہے کہ وہ ہمارا سردار کاہن ہے۔ اب تک تو ہم نے اس کے معجزوں اور اقوال کا ذکر سنا۔ اب صلیب پر اس کی قربانی ہمارے سامنے آتی ہے۔

اول تو ہم ان آیات میں یہ دیکھتے ہیں کہ خدا کیسے شریروں کی تجاویز کو درہم برہم کر دیتا ہے۔ اور ان سے اپنا جلال ظاہر کرتا ہے۔

مقدس مرقس کے الفاظ اور متی کے اس بیان سے صاف ظاہر ہے کہ ہمارے خداوند کے دشمنوں کا یہ مقصد تھا کہ اس کی موت سر عام ہو۔ وہ "اسے فریب سے پکڑ کے قتل" کرنا چاہتے تھے۔ انہوں نے یہ کہا کہ "عید کو نہیں۔ ایسا نہ ہو کہ لوگوں میں بلوا ہو جائے"۔ المختصر کہ ان کی اصلی تجویز یہ تھی کہ جب تک عید فسح گذر نہ لے۔ اور جو لوگ عید کے لئے آئے تھے وہ واپس جا نہ لیں تب تک کچھ نہ کیا جائے۔ لیکن خدا نے ان کی اس تجویز کو بالکل الٹ ڈالا۔ ہمارا خداوند اس وقت سے پیشتر ہی پکڑا گیا جس کی کہ سردار کاہنوں کو توقع تھی۔ اور ہمارے خداوند کی وفات عین اس روز ہوئی جب یروشلیم میں سب دنوں سے زیادہ آدمیوں کی بھیڑ تھی۔ اور عید فسح اعلیٰ رونق پر تھی۔ لیکن ان شریر لوگوں کی مصلحت ہر طرح سے ناکامیاب ہوئی۔ انہیں خیال تھا کہ وہ مسیح کی روحانی سلطنت کا خاتمہ ہمیشہ کے لئے کر دینگے لیکن فی الحقیقت وہ اس سلطنت کے قائم ہونے میں مدد کر رہے تھے۔ انہیں گمان تھا کہ اس کو مصلوب کرنے کے ذریعہ اسے حقیر اور ذلیل کر دینگے لیکن فی الحقیقت انہوں نے اسے ذوالجلال بنا دیا۔ انہوں نے یہ سوچا تھا کہ بلا نمود و نمائش وہ پوشیدہ اسے مار ڈالینگے لیکن بجائے اس کے وہ مجبور ہوئے کہ برملا ساری یہودی قوم کے سامنے اس کو صلیب دیں۔ ان کا گمان تھا کہ وہ اس کے شاگردوں کا منہ بند کر دینگے اور اس کی تعلیم کو

روک دینگے لیکن بجائے اس کے ان کے ہاتھ میں ہمیشہ کے لئے ایک سند کی آیت دے دی اور ایک مضمون بہم پہنچایا۔ خدا کے لئے آسان ہے کہ انسان کے غضب کو اپنی حمد و تعریف سے بدل ڈالے۔ (زبور ۷۶ - ۱۰)۔

سارے سچے مسیحیوں کے لئے اس میں تسلی پائی جاتی ہے۔ وہ اس پریشان جہان میں رہتے ہیں اور عام واقعات کے بارہ میں فکریں اُن کو ادھر اُدھر دھکیل لے جاتی ہیں۔ وہ اس خیال سے اطمینان حاصل کریں کہ ہمہ دان خدا نے سب کچھ اُن کی بھلائی کے لئے ترتیب دیا ہے۔ وہ ہرگز شک نہ کریں کہ چاروں طرف دُنیا میں جو کچھ ہو رہا ہے وہ بالآخر باپ کے جلال کا باعث ہوتا ہے۔ وہ دوسرے مزمور کے ان الفاظ کو یاد رکھیں "زمین کے بادشاہ سامنا کرتے ہیں۔ اور سردار آپس میں خداوند کے اور اُس کے مسیح کے مخالف منصوبے باندھتے ہیں..... وہ جو آسمان پر تخت نشین ہے ہنسے گا اور خداوند اُنہیں ٹھٹھوں میں اُڑائے گا۔" (زبور ۲: ۲ - ۴)۔ زمانہ ماضی میں ایسا ہو چکا ہے۔ اور زمانہ مستقبل میں ایسا ہی ہوگا۔

دوم۔ ان آیات میں ہم یہ غور کریں کہ بعض اوقات نیک اعمال کی کیسی کم قدری اور اس کی نسبت کیسی غلط فہمی ہوا کرتی ہے۔ یہاں ایک خاص عورت کے ایک نیک عمل کا ذکر ہے کہ اس نے بیت عنیاہ میں ہمارے خداوند کے سر پر تیل ملا۔ یہ تعظیم و عزت کا نشان تھا۔ اور اس کے ذریعہ سے اُس نے اپنی شکرگزاری اور محبت کو ظاہر کیا لیکن اُس کے اس فعل پر بعضوں نے ملامت کی۔ ان کی سرد مہری اس فیاضی کا مطلب نہ سمجھ سکی۔ اُنہوں نے سمجھا کہ یہ سب "ضائع ہوا" وہ اپنے دل میں خفا ہو کر کہنے لگے"۔ اور اُسے ملامت کرنے لگے"۔ افسوس کی بات ہے کہ ایسے تنگ دل اور نکتہ چینیوں کا شمار بہت پایا جاتا ہے۔

مسیح کی مرئی کلیسیا کے ہر حصّے میں ایسے لوگ پائے جاتے ہیں۔ کسی زمانے میں ایسے آدمیوں کی کمی نہیں۔ یہی جو چلایا کرتے ہیں کہ یہ تو دین میں انتہائی تعلیم ہے اور اعتدال پر زور دیا کرتے ہیں۔ اگر کوئی شخص کسی دُنیاوی مشغلے میں اپنا وقت۔ روپیہ اور طاقت خرچ کرے تو اُس پر کچھ الزام نہیں لگاتے۔ اگر کوئی روپے عیش و عشرت یا مُلکی اُمور میں کوئی مصروف ہو تو کوئی عیب نہیں لگاتا لیکن اگر وہی شخص اپنے تئیں مسیح کی خدمت میں لگا دیتا ہے اور اُسی کے لئے اپنا سب کچھ مخصوص کر دیتا ہے تو اُسے بیوقوف سمجھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ "یہ پاگل ہے۔ اِسے سودا ہو گیا ہے" "وہ حد سے زیادہ راست باز ہے" وغیرہ۔ الغرض وہ سمجھتے ہیں کہ یہ "ضائع کر رہا ہے"۔

اِس قسم کے الزامات سے ہم خوف زدہ نہ ہوں بشرطیکہ ہم مسیح کی خدمت کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ ہم صبر سے اِن کی برداشت کریں اور یاد رکھیں کہ مسیحی دین کے شروع سے ایسے الزام لگتے رہے ہیں۔ جو لوگ ایمانداروں پر ایسے الزام لگاتے ہیں اُن پر ہم ترس کھائیں۔ اِس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ وہ سمجھتے ہی نہیں کہ مسیح کے لئے ان کا فرض کیا ہے۔ سرد مہری ہاتھوں کو بھی سُست کر دیتی ہے۔ اگر کوئی شخص ایک دفعہ گناہ کی قصورواری کو سمجھ لے اور مسیح کے رحم کو کہ وہ ہمارے لئے ہُوا تو وہ کبھی یہ خیال نہ کریگا کہ وہ مسیح کو حد سے زیادہ دے رہا ہے۔ بلکہ وہ یہ محسوس کریگا "اُس کی ساری نعمتوں کے عوض میں خداوند کو کیا دوں" ہے (زبور ۱۰۶-۱۲)۔ وہ دُنیاوی امور میں وقت۔ طاقت۔ لیاقت ضائع کرنے سے ڈریگا لیکن اُن کو خداوند کے لئے صرف کرنے سے نہ ڈریگا۔ وہ بیوپار۔ روپیہ پیسے کے معاملات اور مُلکی امور میں انتہا درجہ تک جانے سے ڈریگا لیکن مسیح کے لئے کام کرنے کو انتہا درجہ نہ سمجھیگا۔

آخر کار ہم یہ دیکھیں کہ جو خدمت مسیح کے لئے کی جاتی ہے اُس کی وہ کیسی اعلیٰ قدر کرتا ہے۔

اناجیل میں کسی جگہ کسی شخص کی ایسی تعریف مرقوم نہیں جیسی کہ اس عورت کی ہوئی۔ ہمارے خداوند کے الفاظ میں تین خاص باتیں پائی جاتی ہیں جن کو ایسے لوگ یاد رکھیں جو دوسروں کے مذہب پہ ہنسی مخول کیا کرتے ہیں۔

اوّل تو ہمارے خداوند نے یہ فرمایا "کیوں اسے دق کرتے ہو؟" جو لوگ دین کی خاطر دوسروں کو ستاتے ہیں اُن کے لئے اس کا جواب دینا مشکل ہوگا۔ وہ کیا سبب بتا سکتے ہیں؟ اپنی روش کے لئے وہ کیا دلیل دے سکتے ہیں؟ کچھ بھی نہیں۔ وہ محض حسد۔ کینہ اور انجیل سے ناواقفیت کی وجہ سے دوسروں کو دق کیا کرتے ہیں"

دوم۔ ہمارے خداوند نے یہ فرمایا "اُس نے میرے ساتھ بھلائی کی ہے"۔ بادشاہوں کے بادشاہ کے ہونٹوں سے ایسی تعریف کا صادر ہونا کیسا عجیب ہے۔ روپیہ اکثر کلیسیا کو یا خیراتی کاموں کے لئے دیا جاتا ہے اکثر نمود کے لئے یا غلط نیت سے لیکن جو شخص خود یسوعؑ کو پیار کرتا اور عزت کرتا ہے وہی "بھلائی" کرتا ہے۔

سوم۔ ہمارے خداوند نے یہ کہا "جو کچھ وہ کر سکی اُس نے کیا"۔ اس سے بڑھکر اور کیا تعریف ہو سکتی تھی۔ ہزاروں آدمی جو یہ کہا کرتے ہیں کہ جو کچھ مجھ سے ہو سکتا ہے جو کچھ میں کر سکتا ہوں۔ میں کوشش کرونگا بلا فضل زندگی بسر کرتے اور مر جاتے اور ہمیشہ کے لئے ہلاک ہو جاتے ہیں۔ لیکن ایسا کہتے وقت وہ حننیاہ اور سفیرہ کی طرح جھوٹ بولا کرتے ہیں۔ ہمیں اندیشہ ہے کہ بہت تھوڑے اس عورت کی طرح ملینگے کہ جو اس تعریف کے مستحق ہونگے کہ "جو کچھ وہ کر سکی اُس نے کیا"۔

ہم اِن سبقوں کو اپنے پہ عائد کریں ۔ اِس نیک عورت کی طرح جس کی روش کا یہاں بیان ہؤا ہے ہم اپنے آپ کو اور جو کچھ ہمارا ہے مسیح کے جلال کیلئے مخصوص کریں ۔ دُنیا میں ہمارا درجہ شاید ادنیٰ ہو اور ہمارے پاس وسائل بھی تھوڑے ہوں لیکن اُس کی طرح جو کچھ ہم کر سکتے ہیں کریں ۔

الآخر ۔ روزِ عدالت کو جو اشیا ملینگی اُن کا بیعانہ یہاں ہے ۔ ہم ایمان رکھیں کہ جس یسوع نے اپنی اس خادمہ کی حمایت کی جب لوگوں نے اُس کو ملامت کی ۔ وہ اُن کی حمایت بھی ایک دن کریگا جو اس جہان میں اُس کے خادم تھے ۔ ہم کام کرتے جائیں اور یہ یاد رکھیں کہ اُس کی آنکھ اُن پر لگی ہوئی ہے اور جو کچھ ہم کرتے ہیں اُس کی کتاب میں قلمبند ہے ۔ اس کی پروا نہ کریں کہ لوگ ہماری بابت کیا کہتے یا خیال کرتے ہیں ۔ آخری روز مسیح کی طرف سے تعریف اُن سارے دُکھوں کی تلافی کردیگی جو اس دُنیا میں ہم کو حاصل ہوئے تھے ۔

مرقس ۱۴: ۱۰-۱۶ (۱۰) پھر یہوداہ اسکریوتی جو اُن بارہ میں سے تھا سردار کاہنوں کے پاس چلا گیا تاکہ اُسے اُن کے ہاتھ پکڑوا دے ۔ (۱۱) وہ یہ سُن کر خوش ہوئے ۔ اور اُس کو روپے دینے کا اقرار کیا ۔ اور وہ موقع ڈھونڈنے لگا کہ کسی طرح قابو پا کر اُسے پکڑوا دے (۱۲) عیدِ فطیر کے پہلے دن ۔ یعنی جس روز فسح کو ذبح کیا کرتے تھے ۔ اُس کے شاگردوں نے اُس سے کہا ۔ تو کہاں چاہتا ہے کہ ہم جا کر تیرے لئے فسح کھانے کی تیاری کریں ؟ (۱۳) اُس نے اپنے شاگردوں میں سے دو شخص بھیجے اور اُن سے کہا شہر میں جاؤ ۔ ایک شخص پانی کا گھڑا اٹھائے ہوئے تمہیں ملیگا ۔ اُس کے پیچھے ہو لینا ۔ (۱۴) اور جہاں وہ داخل ہو اُس گھر کے مالک سے کہنا ۔ اُستاد کہتا ہے کہ

میرا مہمان خانہ جہاں میں اپنے شاگردوں کے ساتھ فسح کھاؤں کہاں ہے؟ (۱۵) تو وہ آپ تمہیں ایک بڑا بالاخانہ آراستہ اور تیار دکھائیگا۔ وہیں ہمارے لئے تیاری کرنا (۱۶) پس شاگرد چلے گئے۔ اور شہر میں آکر جیسا اُس نے اُن سے کہا تھا ویسا ہی پایا اور فسح تیار کیا۔

ان آیات میں مقدس پطرس نے یہ بیان کیا کہ ہمارا خداوند کیسے اپنے دشمنوں کے ہاتھ میں پڑا۔ اُس کے بارہ شاگردوں میں سے ایک کی شرارت کے سبب سے وہ پکڑا گیا۔ جھوٹے رسول یہوداہ اسکریوطی نے اُسے پکڑوایا۔ اس مقام میں اوّل تو یہ امر قابلِ غور ہے کہ جو لوگ دین کا جھوٹا اقرار کرتے ہیں وہ کس حد تک خرابی کر سکتے ہیں۔ اس دردناک صداقت کا ثبوت جس قدر یہوداہ اسکریوطی کی تاریخ سے ملتا ہے شاید ہی کسی جگہ ملتا ہو۔ یہ شخص مسیح کا سچا شاگرد معلوم ہوتا تھا اور بڑی اُمید تھی کہ وہ آسمان میں پہنچیگا۔ خود ہمارے خداوند نے اُس کو رسول ہونے کے لئے چُنا۔ مسیح کی رفاقت کا افتخار اُسے حاصل تھا۔ اور اُس کی خدمت کے سارے ایام میں اس کے عجیب کاموں کا وہ گواہ رہا۔ وہ پطرس۔ یعقوب اور یوحنا کا رفیق تھا۔ مسیح نے اُسے آسمان کی بادشاہت کی منادی کے لئے بھیجا اور اُس کو اختیار دیا کہ اُس کے نام سے معجزے کرے۔ گیارہ رسولوں نے اُس کو اپنا ساتھی جانا۔ وہ یہانتک دیگر شاگردوں کے مشابہ تھا کہ اُس کی نسبت اُن کو گمان بھی نہ گزرا کہ وہ مسیح کو پکڑوائیگا۔ لیکن آخرکار یہ معلوم ہوا کہ یہ جھوٹا شخص شیطان کا فرزند تھا۔ ایمان سے بالکل برگشتہ ہو گیا۔ ہمارے خداوند کے جانی دشمنوں سے جا ملا۔ اور قائن کے زمانہ سے لے کر جو بدنامی اُس نے حاصل کی اور کسی کو حاصل نہیں ہوئی۔

ایسی افتادگی۔ ایسی برگشتگی ایسے عمدہ آغاز کا ایسا بُرا انجام روح کا ایسا مکمل گرنا شاید ہی کسی کے مشاہدہ میں آیا ہوگا۔

یہوداہ کی ایسی بگڑی روش کا سبب کیا ہوگا؟ اس سوال کا صرف ایک ہی جواب ہو سکتا ہے۔ "زر کی دوستی" اس شخص کی بربادی کا باعث تھا جس لالچ نے بلعام کے دل کو پھنسایا اور جیحازی کو کوڑھ میں مبتلا کیا اُس نے یہوداہ کی رُوح کو برباد کیا۔ کتاب مقدس کے اس بیان کی یہی تسلی بخش تشریح ہو سکتی ہے۔ جو فعل اُس نے کیا وہ کمینہ لالچ کا فعل تھا اور کوئی خوبی اُس میں نہ تھی۔ رُوح القدس نے صاف طور پر اُسے "چور" کہا ہے (یوحنا ۱۲-۶)۔ اور اس کی مثال سارے زمانوں کے لئے ان الفاظ کی دائمی تشریح ہے "زر کی دوستی ساری بُرائی کی جڑ ہے" (۱تمتھیس ۶-۱۰)۔

یہوداہ کی اس افسوسناک تاریخ سے ہم فروتنی سیکھیں اور اپنے دلوں میں رُوح القدس کا فضل حاصل کئے بغیر ہم قناعت نہ کریں۔ علم نعمتیں۔ اقرار۔ حقوق۔ کلیسیائی شراکت۔ منادی کی طاقت۔ دُعا مانگنا اور دین کے بارہ میں گفتگو کرنا سب فضول ہونگی جب تک ہمارے دل تبدیل نہ ہوں۔ بغیر اس تبدیلی کے وہ سب ٹھنٹھناتا پیتل اور جھنجھناتی جھانجھ ہیں۔ جب تک ہم پُرانی انسانیت کو اُتار کر نئی انسانیت پہن نہ لیں یہ ہم کو دوزخ سے نہ بچا سکینگے۔ ہمارے خداوند نے ہمکو یہ گواہی دی "لالچ سے خبردار رہو" (لوقا ۱۲-۱۵)۔ یہ گناہ کیڑے کی طرح ہم کو کھاتا ہے اور جب ایک دفعہ دل میں داخل ہو گیا تو ہر طرح کی شرارت ہمارے اندر لے آئیگا۔ اس لئے جو چیزیں ہمارے پاس ہیں اُن پر قناعت کرنے کے لئے دُعا کریں (عبرانی ۱۳-۵)۔ داح ضروری نقدی روپیہ ہی نہیں۔ جو لوگ دولت رکھتے ہیں وہ بڑے خطرے سے گھرے ہیں۔ حقیقی مسیحی

غریب ہونے کی نسبت دولتمند بننے سے زیادہ ڈرے۔

دوم ہم یہ یاد رکھیں کہ یہودی عیدِ فسح اور مسیح کی موت کے وقت میں عمداً علاقہ رکھا گیا۔ یہ اتفاقی بات نہ تھی بلکہ خدا کی قدرتِ کاملہ نے یہ مقرر کیا تھا کہ ہمارا خداوند عیدِ فسح کے ہفتے میں مصلوب ہُوا اور عین اُس روز کہ فسح کا برّہ ذبح کیا جاتا تھا اِس سے یہ غرض تھی کہ ساری یہودی قوم کی توجہ اُس کی طرف منعطف کی کہ وہ خدا کا حقیقی برّہ تھا۔ تاکہ اُس کی موت کا حقیقی مطلب و مقصد اُن کو معلوم ہو جائے۔ اِس میں تو کچھ شک نہیں کہ ہر قربانی یہودیوں کے نزدیک گناہ کی اُس واحد بڑی قربانی کی طرف اشارہ کرتی تھی جس کو مسیح نے گذرانا۔ یہ ایک ایسا دستور تھا جو مسیح تک پہنچانے کے لئے اُستاد کا کام دیتا تھا۔ (گلتیوں ۳-۲۴)۔ یہودی رسوم کے دائرہ میں عیدِ فسح جس قدر پُرمعنی تھی ایسی شاید کوئی دوسری رسم نہ تھی۔ عیدِ فسح یہودیوں کو وہ عجیب مخلصی کی یاد دلاتی تھی جو اُنہوں نے مصر کی غلامی سے حاصل کی تھی۔ جب کہ خدا نے مصریوں کے پہلوٹھے قتل کئے لیکن اِس کے سوا اِس میں اُس بڑی مخلصی کی طرف بھی اشارہ تھا جو ہمارے خداوند یسوع مسیح کے وسیلے اُن کو حاصل ہونے والی تھی۔

یہ رسم یہودیوں کو یاد دلاتی تھی کہ ایک معصوم برّہ کی موت کے وسیلے اِن کے پہلوٹھے موت سے بچ گئے لیکن اِس میں یہ بھی ایسا تھا کہ صلیب پہ مسیح کی موت دُنیا کی زندگی کے لئے تھی۔ عیدِ فسح یہ بھی یاد دلاتی تھی کہ اُن کے باپ دادوں نے جب اپنے گھروں کے دروازوں پر خون چھڑکا تو وہ ہلاک کرنے والے فرشتے کی تلوار سے محفوظ رہے۔ لیکن اِس میں یہ بھی اشارہ تھا کہ جب مسیح کا خون آدمی کے ضمیر پر چھڑکا جاتا ہے تو گناہ کے داغ سے اُس کو پاک صاف کر دیتا ہے اور آئندہ غضب سے اُس کو محفوظ رکھتا ہے۔ اِس عید میں یہ یادگار بھی تھی کہ یہودیوں کے

آباواجداد اُس ہلاک کرنے والے فرشتے سے محفوظ نہ تھے جس رات کہ اُس نے پلوٹھے بیٹوں کو قتل کیا جب تک کہ وہ اُس ذبح شدہ برّہ کو فی الحقیقت نہ کھائیں لیکن اُس میں ایک اور اعلیٰ تعلیم بھی تھی کہ جو لوگ مسیح کے کفارہ سے فائدہ اُٹھانا چاہتے ہیں وہ ایمان کے ذریعہ فی الحقیقت اُس کو کھائیں اور اپنے دِلوں میں اُس کو قبول کریں۔

ہم اِن باتوں کو یاد کریں اور اُن پر خوب غور کریں۔ خدا نے جو وقت ہمارے خداوند یسوع مسیح کے صلیب پر مرنے کا مقرر کیا تھا وہ کیسا مناسب اور عمدہ تھا۔ عین اُس موقع پر یہ وقوع میں آیا جب کہ سارے اسرائیل کی توجہ مصر سے مخلصی پانے کی طرف تھی اور اُن واقعات کی طرف جو اُس رات کو واقع ہوئے تھے برّہ ذبح کیا گیا اور خاندان کے ہر ممبر نے اُس میں سے کھایا۔ ہلاک کرنے والے فرشتے کی یاد۔ جن دروازوں پر خون چھڑکا گیا ان کے اندر حفاظت۔ ان باتوں کا چرچا سارے یہودی گھرانوں میں ہو رہا تھا۔ عین اُسی ہفتے میں ہمارا خداوند مصلوب ہوا۔ اگر اُس کی اِس عجیب موت نے اور ایسے موقعہ پر بہتوں کے دلوں میں سوچ و فکر پیدا نہ کی ہو تو کیسا تعجب ہوگا۔ کہاں تک لوگوں نے اِس پر غور کی ہوگی۔ ہم قیامت تک معلوم نہیں کر سکینگے۔

ہم اپنی بائبل کے مطالعہ کے وقت یہ قانون ٹھہرائیں کہ موسوی شریعت کے نمونوں اور دستوروں پر دُعا کے ساتھ متوجہ ہوں۔ اُن میں سراسر مسیح کا ذکر ہے۔ مذبح۔ چلاوہ کا بکرا۔ روزانہ سوختنی قربانی۔ کفارہ کا دن۔ یہ سب اُس بڑی قربانی کی طرف اشارہ کرتی تھیں جو ہمارے خداوند نے گلوری پر گزرانی۔ جو لوگ یہودی رسوم کے مطالعہ سے غفلت کرتے ہیں اور اُن کو بے معنی اور خالی از دلچسپی سمجھتے ہیں وہ اپنی ہی نادانی کو ظاہر کرتے ہیں اور فوائد سے محروم رہتے ہیں اور بہو

مسیح کی کنجی سے اُن کو پرکھتے ہیں تو وہ اُن میں انجیلی روشنی تسلی بخش صداقت دریافت کریں گے ۔

مرقس ۱۴: ۱۷-۲۵ (۱۷) جب شام ہوئی تو وہ اُن بارہ کے ساتھ آیا (۱۸) اور جب وہ بیٹھے کھا رہے تھے تو یسوع نے کہا میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ تم میں سے ایک جو میرے ساتھ کھاتا ہے مجھے پکڑوائیگا۔ (۱۹) وہ دلگیر ہونے اور ایک ایک کرکے اُس سے کہنے لگے۔ کیا میں ہوں؟ (۲۰) اُس نے اُن سے کہا کہ وہ بارہ میں سے ایک ہے جو میرے ساتھ طباق میں ہاتھ ڈالتا ہے (۲۱) کیونکہ ابن آدم کو جیسا اُس کے حق میں لکھا ہے جاتا ہی ہے لیکن اُس آدمی پر افسوس ہے۔ جس کے وسیلے سے ابن آدم پکڑوایا جاتا ہے! اگر وہ آدمی پیدا نہ ہوتا تو اُس کے لئے اچھا ہوتا (۲۲) اور وہ کھا ہی رہے تھے کہ اُس نے روٹی لی۔ اور برکت چاہ کر توڑی۔ اور اُنہیں دی اور کہا کہ۔ لو۔ یہ میرا بدن ہے۔ (۲۳) پھر اُس نے پیالہ لے کر شکر کیا اور اُنہیں دیا۔ اور اُن سبھوں نے اُس میں سے پیا (۲۴) اور اُس نے اُن سے کہا کہ یہ عہد کا میرا وہ خون ہے جو بہتیروں کے لئے بہایا جاتا ہے (۲۵) میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ انگور کا شیرہ پھر کبھی نہ پیونگا اُس دن تک کہ خدا کی بادشاہت میں نیا نہ پیوں ۔

اِن آیات میں مرقس نے عشائے ربانی کے تعین کا بیان کیا ہے۔ یہ سادہ بیان خاص توجہ کی مستحق ہے کلیسیا کے لئے کیا ہی اچھا ہوتا اگر کتاب مقدس کے

اِس سادہ بیان سے لوگ تجاوز نہ کرتے۔ یہ افسوسناک امر ہے کہ اِس بیان کی غلط تشریحوں اور وسواس بھری زیادتیوں نے اِس کے اصلی معنوں کو اکثر چھپا دیا مگر ہم اِس وقت بحث طلب باتوں سے کنارہ کرکے اپنی ذاتی رُوحانی ترقی کے لئے مرقس کے اِس بیان کا مطالعہ کریں۔

مقام مذکورہ بالا سے ہم یہ سبق سیکھیں کہ عشائے ربانی لینے سے پیشتر ہم اپنا اِمتحان کریں۔ ہمارے خداوند نے جو یہ آگاہی دی "تم میں سے ایک جو میرے ساتھ کھاتا ہے مجھے پکڑوائیگا"۔ اُس کا ایک مقصد بھی تھا۔ اس کا یہ منشا تھا کہ اس کے شاگرد اپنے دلوں کی پڑتال کریں" وہ دلگیر ہونے اور ایک ایک کرکے اُس سے کہنے لگے۔ کیا مَیں ہوں"۔ اُس نے ساری دُنیا میں اپنی کلیسیا کو یہ سکھانا چاہا کہ جس وقت ہم خداوند کے دسترخوان کے نزدیک جائیں تو اپنے دلوں کی جانچ پڑتال کرکے جائیں۔

جس نیت اور طبیعت سے ہم عشائے ربانی لینگے اُسی کے مطابق ہم فائدہ اُٹھائینگے۔ جو روٹی ہم اس وقت کھاتے اور جو مے ہم اِس وقت پیتے ہیں اُن میں دوائیوں کی طرح ہماری رُوحوں کو فائدہ پہنچانے کی قدرت نہیں جب تک کہ ہمارے دل اور ہماری مرضی اُس کے ساتھ نہ ہو محض خادم الدین کی تقدیس کی وجہ سے کوئی برکت ہم کو حاصل نہیں ہوتی لیکن اگر ہم صحیح اور لائق طور پر ایمان سے اُس ساکریمنٹ کو لیتے ہیں تو برکت حاصل کرتے ہیں۔

دوم ان آیات سے ہم کو یہ سبق ملتا ہے کہ عشائے ربانی کا خاص مقصد یہ ہے کہ ہمارے خداوند نے صلیب پر جو قربانی گذرانی اُس کی یاد دلائے۔ روٹی مسیح کے اُس بدن کی یاد دلاتی ہے جو ہماری خطاؤں کے باعث توڑا گیا اور مے مسیح کے اُس خون کی یاد دلاتی ہے جو ہم کو گناہوں سے پاک کرنے کے لئے

بہایا گیا۔ ہمارا ضامن اور قائم مقام ہونے کی حیثیت سے مسیح نے جو کفارہ اور بدلہ دیا وہ اس ساکریمنٹ میں خاص طور پر منکشف ہوتے ہیں بعض لوگ یہ غلط تعلیم دیتے ہیں کہ اُس کی موت محض ایک نیک شخص کی موت تھی جس نے ہمارے لئے ایک نمونہ چھوڑا ہے کہ کیسے مرنا چاہئے۔ ایسی تعلیم کے ذریعہ یہ ساکریمنٹ بے معنی ہو جاتا ہے اور اس کے تعیّن کے وقت ہمارے خداوند نے جو الفاظ استعمال کئے اُن سے مطابقت نہیں رکھتے۔

اِس امر کا صاف طور سے سمجھ لینا بہت ضرور ہے۔ یہ ہم میں رُوح کی حقیقی فروتنی پیدا کرتی ہے۔ روٹی اور وائن ہم کو یہ سکھاتے ہیں کہ گناہ کیسا گھنونا ہے کہ مسیح کی موت کے بغیر اس کا کفارہ نہیں ہو سکتا تھا۔ اس سے ہمارے دلوں میں اُمید پیدا ہوتی ہے۔ روٹی اور وائن ہم کو یاد دلاتے ہیں کہ ہمارے گُناہ خواہ کیسے ہی بڑے کیوں نہ ہوں ہماری خلصی کے لئے ایک بڑا فدیہ دیا گیا ہے۔ یہ ہمارے اندر شکر گزاری پیدا کرتے ہیں۔ روٹی اور وائن ہم کو یاد دلاتے ہیں کہ ہم مسیح کے کیسے مقروض ہیں اور ہمارا کیسا بڑا فرض ہے کہ اپنی زندگی میں اُسکا جلال ظاہر کریں۔ جب کبھی ہم عشائے ربانی میں شریک ہوں۔ خدا کرے کہ اُس وقت یہی ہمارا تجربہ ہو۔

آخرکار ہم اِن آیات سے یہ سیکھتے ہیں کہ عشائے ربانی سے کیسے رُوحانی فائدے ہم کو حاصل ہوتے ہیں اور اُن کی توقع رکھنا کونسے اشخاص کا حق ہے۔ اس ساکریمنٹ کے لینے میں جو حرکات عمل میں آتی ہیں اُن سے یہ سبق حاصل ہوتا ہے۔ ہمارے خداوند نے ہم کو روٹی کھانے اور مے پینے کا حکم دیا۔ اور ہم جانتے ہیں کہ کھانا پینا زندہ شخص کا فعل ہے۔ کھانے اور پینے کا مقصد یہ ہے کہ ہم کو طاقت اور تازگی حاصل ہو۔ جو نتیجہ ہمیں نکالنا چاہئے وہ یہ ہے کہ

عشائے ربانی کا ساکریمنٹ ہماری روحوں کی طاقت اور تازگی کے لئے مقرر ہُوا اور جو لوگ اُس میں شریک ہونا چاہیں وہ زندہ اور حقیقی مسیحی ہوں ایسے لوگوں کے لئے یہ ساکریمنٹ برکت کا وسیلہ ہوگا۔ اِس کے ذریعہ ان کو مسیح میں آرام کرنے اور اُس پر کلیہ بھروسہ رکھنے کی مدد ملیگی۔ روٹی اور مے کے ظاہرا نشانات اُن کے ایمان کی مدد اور تقویت کرینگے اور اُس کو زندہ کرینگے۔

اِن آخری دنوں میں اِس امر کا صحیح طور پر سمجھ لینا نہایت ضرور ہے۔ خبردار ہم یہ نہ سوچنے لگیں کہ ایمان کے سوا مسیح کا بدن کھانے اور اُس کا لہو پینے کا کوئی اور طریقہ بھی ہے۔ یا یہ کہ عشائے ربانی کے لینے سے مسیح کی قربانی میں کسی شخص کو کوئی مختلف فائدہ ملیگا سوائے اس کے جو ایمان سے حاصل ہوتا ہے۔ آدمی کی رُوح اور مسیح کے درمیان خاص وسیلہ ایمان ہی ہے۔ عشائے ربانی سے ایمان کو مدد ملتی اور تقویت و زندگی حاصل ہوتی ہے۔ لیکن وہ ایمان کی جگہ نہیں لے سکتی اور نہ اُس کی عدم موجودگی کی تلافی کر سکتی ہے۔ ہم اِس کو کبھی فراموش نہ کریں۔ اِس امر کے بارہ میں غلطی کرنا نہایت خطرناک ہے اور اِس سے بیشمار وسواس پیدا ہو جاتے ہیں۔

ہمارے مسیحی دین میں یہ مسلمہ اصول ہو کہ کوئی بلے ایمان خداوند کے منبر کے پاس نہ جائے۔ اگر ہم بلا توبہ اور ایمان اُس کو لینگے تو ہماری رُوحوں کو ذرا بھی فائدہ نہ ہوگا۔ عشائے ربانی کے ذریعہ کسی کی تبدیلئ دل نہیں ہوتی اور نہ اِس کے ذریعہ کوئی راستباز ٹھیرتا ہے۔ جو بلا تبدیلئ دل یا بلا راستباز ٹھیرے اس ساکریمنٹ کو لیتے ہیں وہ فائدہ اُٹھانے کی بجائے نقصان حاصل کرتے ہیں۔ یہ ساکریمنٹ ایمانداروں کے لئے ہے نہ بے ایمانوں کے لئے زندوں کے لئے ہے نہ مُردوں کے لئے۔ یہ زندگی کو بحال رکھنے کے لئے ہے نہ زندگی دینے

کے لئے۔ یہ فضل کو تقویت دینے اور بڑھانے کے لئے ہے نہ اُس فضل کے دینے کے لئے۔ ایمان کی مدد کرنے کے لئے کہ وہ بڑھے ۔ ۔ نہ ایمان کو بونے کے لئے۔ یہ باتیں ہمارے دلوں میں نقش ہو جائیں اور کبھی فراموش نہ ہوں۔

کیا ہم خدا کے لئے زندہ ہیں؟ یہ بڑا سوال ہے۔ اگر ہم زندہ ہیں تو عشائے ربانی لینی چاہیئے اور شکر گزاری کے ساتھ لیں اور خداوند کی میز سے کبھی مُنہ نہ موڑیں۔ اگر ہم نہیں جاتے تو سخت گناہ کرتے ہیں۔

کیا ہم اب تک گناہ اور دُنیاداری میں مُردہ ہیں؟ اگر ہم مُردہ ہیں تو ہم کو عشائے ربانی میں شریک ہونے کا کوئی حق نہیں۔ ہم چوڑے راستے پر ہیں جو بربادی کی طرف لے جاتا ہے۔ ہمیں توبہ کرنی چاہیئے۔ ہم از سرِ نو پیدا ہوں۔ ہم ایمان کے ذریعہ مسیح سے اتحاد حاصل کریں۔ صرف ہم اُس وقت ہی عشائے ربانی میں شریک ہونے کے قابل ہونگے۔

مرقس ۱۴: ۲۶-۳۱ (۲۶) پھر گیت گا کے باہر زیتون کے پہاڑ پر گئے (۲۷) اور یسوع نے اُن سے کہا۔ تم سب ٹھوکر کھاؤ گے کیونکہ لکھا ہے کہ میں چرواہے کو مارونگا اور بھیڑیں پراگندہ ہو جائینگی (۲۸) مگر میں اپنے جی اُٹھنے کے بعد تم سے پہلے گلیل کو جاؤنگا (۲۹) پطرس نے اُس سے کہا۔ گو سب ٹھوکر کھائیں لیکن میں نہ کھاؤنگا (۳۰) یسوع نے اُس سے کہا۔ میں تجھ سے سچ کہتا ہوں کہ تو آج اسی رات۔ مرغ کے دو بار بانگ دینے سے پہلے تین بار میرا انکار کریگا (۳۱) لیکن اُس نے بہت زور دے کر کہا۔ اگر

تیرے ساتھ مجھے مرنا بھی پڑے تو بھی تیرا انکار ہرگز نہ کرونگا۔ اِسی طرح اَور سب نے بھی کہا۔

اِن آیات سے ظاہر ہے کہ ہمارے خداوند کو اپنے شاگردوں کی کمزوری اور ناتوانی کا علم پہلے سے تھا۔ اُس نے اُن کو صاف طور پر بتا دیا کہ وہ کیا کرینگے۔ "آج اِسی رات تم سب میرے سبب سے ٹھوکر کھاؤ گے۔ اُس نے خاصکر پطرس کو اُس کے خاص گناہ سے آگاہ کیا۔" آج اِسی رات مُرغ کے دو بار بانگ دینے سے پہلے تین بار میرا انکار کریگا"۔ گو ہمارے خداوند کو اُن کے بارہ میں یہ علم تھا تو بھی وہ اِن بارہ شاگردوں کو اپنا رسول چُننے سے نہیں رُکا۔ اُس نے انکو اپنا گہرا دوست اور رفیق بنایا گو اُسے پُورے طور پر معلوم تھا کہ ایک دن وہ کیا کرینگے۔ اُس نے اُن کو یہ حقوق بخشے کہ اُس کے ساتھ رہیں۔ اُس کی آواز سُنیں باوجودیکہ اُسے علم تھا کہ اُن سے ایمان کی کیسی کمزوری ظاہر ہوگی۔ یہ امر قابلِ غور ہے اور ہم اُسے خاص طور پر یاد رکھیں۔

یہ خیال تسلی بخش ہے کہ خداوند یسُوع اپنے ایمانداروں کو اُن کی کسی کمزوری اور قصور کے باعث نکال نہیں دیتا۔ اُسے معلوم ہے کہ وہ کیسے ہیں۔ وہ اُنہیں ایسا ہی قبول کرتا ہے جیسے خاوند بیوی کو باوجود اُس کے عیبوں کے قبول کرتا ہے۔ اور جب وہ ایک دفعہ ایمان کے ذریعہ سے اتحاد پیدا کر لیتا ہے پھر وہ کبھی اُن کو رد نہیں کرتا۔ وہ رحیم اور ہمدرد سردار کاہن ہے۔ یہ تو اُس کا جلال ہے کہ اپنی اُمت کے قصوروں سے درگذر کرے اور اُن کے بہت گناہوں کو ڈھانپ دے۔ اُسے معلوم ہے کہ وہ ایمان لانے سے پیشتر کیسے تھے۔ شریر، مجرم اور آلودہ۔ تو بھی اُس نے اُنہیں پیار کیا اُسے یہ بھی خبر ہے کہ

ایمان لانے کے بعد وہ کیسے ہونگے کمزور غلطی کرنے والے۔ توبھی وہ اُنہیں پیار کرتا ہے۔ اُس نے اُن کو نجات دینے کا ذمہ لیا ہے۔ اور جس کا ذمہ لیا اُس کو وہ پُورا کریگا۔ جو لوگ مسیح پہ ایمان لانے کا اقرار کرتے ہیں اُن کی نسبت ہم حُسن ظن رکھیں۔ اُن کو ہم حقیر نہ جانیں اور نہ یہ کہیں کہ ہم کو تو اُن میں کوئی خوبی نظر نہیں آتی بلکہ کمزوری اور فساد دکھائی دیتا ہے۔ ہم یاد رکھیں کہ ہمارا خداوند اُن کی کمزوریوں کی برداشت کرتا ہے۔ ہم بھی اُن کی برداشت کریں۔ مسیح کی کلیسیا ایک بڑے ہسپتال کی مانند ہے۔ ہم سب کم وبیش کمزور ہیں اور آسمانی باپ طبیب کے ہاتھوں سے روزانہ علاج کی ضرورت ہے۔ قیامت کے دن تک مکمل علاج نہ ہوگا۔

دوم۔ اِن آیات میں یہ بھی نظر آتا ہے کہ جو لوگ مسیحی کہلاتے ہیں وہ اپنی لاپروائی اور بے توجگی کی وجہ سے بہت کچھ تسلی کو کھو دیتے ہیں۔ ہمارے خداوند نے اپنے جی اُٹھنے کا صاف طور پہ بیان کیا۔ "میں اپنے جی اُٹھنے کے بعد تم سے پہلے گلیل کو جاؤنگا"۔ لیکن اِن الفاظ کا اُن پہ کچھ اثر نہ ہُوا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اُن میں سے کسی نے بھی اِن الفاظ کو اپنے دلوں میں محفوظ نہ رکھا۔ جب وہ پکڑا گیا تو سب اُس کو چھوڑ کر چلے گئے۔ جب وہ صلیب پہ کھینچا گیا تو تقریباً سب مایوس ہو گئے۔ اور جب وہ تیسرے روز جی اُٹھا تو اُس کو یقین نہ آیا کہ یہ سچ تھا۔ اُنہوں نے کانوں سے کئی بار یہ الفاظ سُنے تھے لیکن اُن کے دلوں پہ اُن کا کچھ اثر نہ ہُوا تھا۔

انسانی فطرت کی یہ کامل تصویر ہے۔ آجکل بھی مسیحیوں کی یہی حالت نظر آتی ہے۔ بائبل میں سال بہ سال بہت صداقتوں کو پڑھتے ہیں اور توبھی یاد نہیں رکھتے گویا ہم نے کبھی اُن کو پڑھا ہی نہ تھا۔ وعظوں میں ہم نے بہت اچھی

اچھی باتیں سُنی ہونگی اور اُن کی طرف دھیان نہیں رکھا اور ایسی زندگی بسر کرتے رہے کہ گویا ہم نے کبھی اُن کو سُنا ہی نہیں۔ تاریکی اور مصیبت کے دن بتدریج آنے لگتے ہیں اُس وقت ہم بے تیاری اور بے او زار پائے جاتے ہیں۔ بستر بیماری پر یا ماتم کے قریب ہم کو بعض آیات اور مقامات کے معنی معلوم ہوجاتے ہیں جو پہلے کبھی معلوم نہ ہوتے تھے۔ ایسے موقعوں پر ہمارے دلوں میں ایسے خیالات آتے ہیں اور ہمیں شرمندہ کرتے ہیں کہ ہم نے اُن پر پہلے توجہ کیوں نہیں کی۔ اُس وقت ہم کو یاد آتا ہے کہ ہم نے اُن کو پڑھا تھا لیکن اُن کا اثر نہ ہوا تھا۔ ہاجرہ کے اُس کنوئیں کی طرح جو بیابان میں تھا وہ عین نزدیک تھے لیکن ہاجرہ کی طرح اُنہوں نے اُسے دیکھا نہ تھا۔ (پیدائش ۲۱-۱۹)۔

ہم دُعا مانگیں کہ خدا کلام کے سُننے اور پڑھنے میں ہم کو تیز فہم عطا کرے۔ ہم اُس کے ہر حصے کی تلاش کریں اور اُس کی کسی صداقت کو اپنی عدم توجگی کے باعث کھو نہ دیں۔ ایسا کرنے سے ہم آئندہ کے لئے ایک اچھی بنیاد تیار کر رکھینگے۔ اور غم اور بیماری کی حالت میں ہم کو تسلی حاصل ہوگی۔ خادمانِ دین یہ دیکھکر کہ لوگ اُن کے وعظوں کو یاد نہیں رکھتے کچھ تعجب نہ کریں جو پیالہ اُن کے اُستاد کو پینا پڑا وہی اُن کو پینا پڑیگا۔ اُس نے بھی بہت باتیں کہی تھیں جن پر لوگوں نے پہلے پہل کچھ توجہ نہ کی تھی۔ تو بھی ہم جانتے ہیں کہ اُس کی مانند کسی نے کلام نہ کیا تھا۔ "شاگرد اُستاد سے بڑا نہیں نہ خادم اپنے خداوند سے"۔

ہم کو صبر درکار ہے۔ جن صداقتوں کی طرف سے پہلے پہل غفلت کی جاتی ہے وہ اکثر بہت دنوں کے بعد پھل لاتے ہیں۔

بالآخر۔ اِن آیات سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ بعض اوقات مسیحی دین کے مدعیوں کے درمیان اپنے پر کس قدر بھروسہ پایا جاتا ہے۔ پطرس کو اس کا امکان بھی نہ

تھا کہ وہ کبھی اپنے خداوند کا انکار کریگا "اگر تیرے ساتھ مجھے مرنا بھی پڑے تو بھی تیرا انکار ہرگز نہ کرونگا" اور اکیلے اُسی کو یہ بھروسہ نہ تھا۔ دُوسرے شاگردوں کی بھی یہی رائے تھی۔

لیکن اس سارے فخر کا نتیجہ کیا ہُوا؟ بارہ گھنٹے گزرنے نہ پائے تھے کہ سارے شاگرد ہمارے خداوند کو چھوڑ کر بھاگ گئے۔ اُن کو اپنے دعاوی بھول گئے۔ موجودہ خطرہ کے سامنے اُن کی وفاداری کے سارے وعدے جاتے رہے۔ جب تک ہم کسی حالت میں نہ پڑیں ہم نہیں جانتے کہ ہم کیا کرینگے۔ حالات ہمارے خیالات کو بدل ڈالتے ہیں۔

ہم فروتنی کے لئے خدا سے دُعا مانگیں "ہلاکت سے پہلے تکبر اور زوال سے آگے دل کا غرور ہے" (امثال ۱۶-۱۸)۔ ہمارے دلوں میں بہت بیماری ہوتی ہے جس سے کہ ہم واقف نہیں۔ ہم کبھی نہیں کہہ سکتے کہ اگر ہم پر آزمائش آئے تو ہم گرینگے یا نہیں۔ کوئی ایسا گناہ نہیں جس کے مرتکب مقدس لوگ نہیں ہو سکتے اگر وہ جاگتے نہ رہیں اور دُعا نہ مانگیں۔ ہر شرارت کے بیج آدمی کے دل میں چھپے رہتے ہیں۔ جہاں اُن کو اُگنے کا موقعہ ملا وہ اُگ آتے ہیں" پس جو کوئی اپنے آپ کو قائم سمجھتا ہے وہ خبردار رہے کہ گر نہ پڑے"۔ وہ جو اپنے دل پر بھروسہ رکھتا ہے بیوقوف ہے" (۱ کرنتھی ۱۰-۱۲ + امثال ۲۸-۲۶)۔ پس ہم یہ دُعا مانگا کریں "مجھے تھام تب میں محفوظ ہونگا"۔

مرقس ۱۴: ۳۲-۴۲ (۳۲) پھر وہ ایک جگہ آئے جس کا نام گتسمنی تھا اور اُس نے اپنے شاگردوں سے کہا۔ یہاں بیٹھے رہو جب تک میں دُعا مانگوں (۳۳) اور پطرس اور یعقوب اور یُوحنا کو اپنے ساتھ

لے کر نہائت حیران اور بے قرار ہونے لگا (۳۴) اور اُن سے
کہا۔ میری جان نہائت غمگین ہے۔ یہاں تک کہ مرنے کی نوبت
پہنچ گئی ہے۔ تم یہاں ٹھیرو اور جاگتے رہو (۳۵) اور وہ تھوڑا
آگے بڑھا اور زمین پر گر کے دُعا مانگنے لگا کہ اگر ہو سکے تو یہ گھڑی مجھ
پر سے ٹل جائے (۳۶) اور کہا۔ اے ابّا۔ اے باپ۔ تجھ سے
سب کچھ ہو سکتا ہے۔ اِس پیالے کو میرے پاس سے ہٹالے۔ تاہم
جو مَیں چاہتا ہوں وہ نہیں بلکہ جو تُو چاہتا ہے وہی ہو (۳۷) پھر وہ
آیا اور اُنہیں سوتا پاکر پطرس سے کہا۔ اے شمعون تُو سوتا ہے؟
کیا تو ایک گھڑی بھی نہ جاگ سکا؟ (۳۸) جاگو اور دُعا مانگو تاکہ
آزمائش میں نہ پڑو۔ روح تو مستعد ہے مگر جسم کمزور ہے (۳۹) وہ
پھر چلا گیا اور وہی بات کہکر دُعا مانگی (۴۰) اور پھر آکر اُنہیں سوتا
پایا کیونکہ اُن کی آنکھیں نیند سے بھری تھیں۔ اور وہ نہ جانتے
تھے کہ اُسے کیا جواب دیں (۴۱) پھر تیسری بار آکر اُن سے کہا۔
اب سوتے رہو اور آرام کرو۔ بس وقت آپہنچا ہے۔ دیکھو۔ ابنِ آدم
گنہگاروں کے ہاتھ میں حوالے کیا جاتا ہے (۴۲) اُٹھو چلیں۔ دیکھو
میرا پکڑوانے والا نزدیک آپہنچا ہے ✣

گتسمنی باغ میں ہمارے خداوند کی تکلیف کا اندازہ لگانا انسانی طاقت سے
باہر ہے۔ اِس میں بعض ایسی باتیں ہیں جو بڑے سے بڑے دانا بھی حل نہیں کر
سکتے۔ پھر بھی سرسری نظر سے ایسی چند صداقتیں مل سکتی ہیں جو نہائت اہم ہیں۔
اوّل۔ ہمارے خداوند نے اِس دُنیا کے گناہ کے بوجھ کو کس شدّت سے

محسوس کیا۔ لکھا ہے کہ وہ "نہائت حیران اور بے قرار ہونے لگا۔ اور اُن سے کہا۔ میری جان نہایت غمگین ہے یہاں تک کہ مرنے کی نوبت پہنچ گئی ہے ۔ ۔ ۔ ۔ اور زمین پر گر کے دُعا مانگنے لگا کہ اگر ہو سکے تو یہ گھڑی مجھ پر سے ٹل جائے"۔ ایسے الفاظ کی صرف ایک ہی تشریح ہو سکتی ہے۔ موت کے محض جسمانی دُکھوں کے خوف سے یہ الفاظ اُس کی زبان سے نہ نکلے بلکہ انسانی خطا کے گرانبار بوجھ کا یہ احساس تھا جس نے خاص طور سے اُس کو تکلیف دی۔ اُس نے محسوس کیا کہ ہمارے گناہوں اور خطاؤں کا بیرون از بیان بوجھ اُس پہ لادا گیا تھا۔ وہ ہمارے غموں کو اُٹھا رہا تھا اور ہمارے رنج و الم کا حامل تھا۔ اسی عہد کو وہ پُورا کرنے آیا تھا۔ " وہ جو گناہ سے واقف نہ تھا وہ ہمارے لئے گناہ بن گیا"۔ اُس کی مقدس ذات نے اُس گھناؤنے بوجھ کو جو اُس پر لادا گیا تھا شدت سے محسوس کیا۔

ہمارے خداوند نے باغ گتسمنی میں جو دُکھ اُٹھایا اُس میں گُناہ کی سخت گنہگاری نظر آتی ہے۔ افسوس ہے کہ مسیحی لوگ اس پر زیادہ غور نہیں کرتے۔ جس لاپرواہی اور ہلکا پن سے قسم کھانے۔ سبت توڑنے۔ جھوٹ بولنے وغیرہ گناہوں کا آجکل ذکر ہوتا ہے وہ آدمی کی موجودہ گراوٹ کا اظہار ہے۔ کاش کہ گتسمنی کی یاد ہمارے دلوں میں پاکیزگی کا اثر کرے۔ خواہ دُوسرے کیسا ہی سمجھیں ہم تو گُناہ کو کبھی ہنسی کھیل نہ سمجھیں۔

دوم۔ دُکھوں کے وقت دُعا مانگنے کا کیسا عمدہ نمونہ خداوند نے یہاں پیش کیا۔ اپنی مصیبت کے وقت اُس نے اِس دوائی کو استعمال کیا۔ دو دفعہ یہ لکھا ہے کہ جب اُس کی جان نہایت غمگین تھی تو اُس نے دُعا مانگی"۔ مصیبت کو صبر سے جھیلنے کا جو نسخہ یہاں بتایا گیا اُس سے اعلیٰ اور کوئی نسخہ

نہیں۔ مصیبت کے وقت جس کی طرف ہمیں اپنا رُخ کرنا چاہئے وہ خدا ہے۔ جو پہلی شکایت ہم کریں وہ دُعا کی صورت میں ہو۔ ممکن ہے کہ فوراً اِس کا جواب نہ ملے۔ اور جو تسلی ہمیں درکار ہے یک لخت حاصل نہ ہو۔ جس امر کی ہمیں تکلیف ہے وہ دُور نہ کی جائے لیکن محض اپنے دل کو اور سینے کو فضل کے تخت کے سامنے اُنڈیل دینے ہی سے ہم کو فائدہ پہنچیگا۔ مقدس یعقوب نے کیسی اعلیٰ نصیحت دی "اگر ہم میں کوئی مصیبت زدہ ہو تو دُعا مانگے" (یعقوب ۵-۱۳)۔

سوم۔ خدا کی مرضی کے سپرد اپنی مرضی کو کرنے کا نمونہ بھی یہاں ہمارے خداوند نے دیا۔ اگرچہ اُس کی فطرت اِنسانی نے گناہ کے بوجھ کی شدت کو نہایت محسوس کیا تو بھی اُس نے یہ دُعا کی "اگر ہو سکے" تو یہ گھڑی مجھ سے ٹل جائے "اِس پیالے کو میرے پاس سے ہٹا لے" تاہم جو میں چاہتا ہوں وہ نہیں بلکہ جو تُو چاہتا ہے وہی ہو"۔

جس کمال کا ذکر یہاں ہُوا اِس سے بڑھ کر ہو ہی نہیں سکتا۔ جو کچھ خدا بھیجے ہے اُس کو قبول کر لینا۔ اور جو کچھ خدا چاہے اُس کے سوا کچھ نہ چاہنا۔ اگر خدا کی مرضی ہو کہ دُکھ پہنچے تو اُس کو آرام پر ترجیح دینا جیسے خدا نے کہ جینا پسند نہیں کیا خدا کے ہاتھ تلے چُپ چاپ پڑے رہنا اور اُسکی مرضی کے سوا اور کچھ نہ جاننا۔ یہ وہ اعلیٰ معراج ہے جو ہماری منزل مقصود ہے۔ اور گتسمنی باغ میں اِسی کا اعلیٰ نمونہ ہم کو عطا کیا۔

جو مزاج یسُوع مسیح میں تھا اُسی کو حاصل کرنے کی کوشش کریں۔ ہم ہر روز دُعا مانگیں اور اپنی خود رائی کو کُشتہ کرنے کی سعی کریں۔ ایسا کرنے میں ہماری بہبودی ہے۔ جس قدر دُکھ دُنیا میں اپنی مرضی پر چلنے سے ملتا ہے اتنا اور کسی

چیز سے نہیں ملتا حقیقی فضل کا یہ اعلیٰ ثبوت ہے۔ نہ علم۔ نہ نعمت۔ نہ تیقن اور نہ احساس ایسا یقینی ثبوت ہو سکتے ہیں۔ وہ تو ایسے لوگوں میں بھی ملتے ہیں جن کا دل ابھی تبدیل نہیں ہوا۔ لیکن روز بروز خدا کی مرضی پر اپنی مرضی کو قربان کرتے جانا زیادہ صحیح نشان ہے۔ یہ اِس امر کا ثبوت ہے کہ ہم فضل میں اور یسوع مسیح کی پہچان میں بڑھتے جاتے ہیں۔

چہارم۔ اِس سے ظاہر ہے کہ اچھے سے اچھے مسیحوں میں بھی کمزوری پائی جاتی ہے۔ چنانچہ پطرس۔ یعقوب اور یوحنا کی روِش سے یہ ظاہر ہے۔ جب اُنہیں جاگنا اور دُعا مانگنا چاہئے تھا تب وہ سو گئے۔ اگرچہ ہمارے خداوند نے بیدار رہنے کی انہیں تاکید کی تھی تو بھی وہ سو گئے۔ گو اُن کو خطرہ سے آگاہ کر دیا تھا اور اُن کے ایمان کی کمزوری کو جتا دیا تھا تو بھی وہ سو گئے۔ اگرچہ خداوند کے دسترخوان پر سے اُٹھے ابھی عرصہ نہ گزرا تھا تو بھی نیند میں غرق ہو گئے۔ یہ اِس امر کی عمدہ مثال ہے کہ خواہ کیسا ہی اعلیٰ انسان ہو آخر وُہ انسان ہی ہے اور مقدّس لوگ جب تک اِس جسم میں ہیں وہ کمزوری سے گھرے ہیں۔

یہ باتیں ہماری تعلیم کے لئے لکھی گئیں۔ ہم خبرداری کریں کہ ہمارے لیئے اُن کا لکھا جانا رائگاں ثابت نہ ہو۔ ہم دین میں سستی اور کاہلت سے اجتناب کریں۔ اور خاصکر خلوتی دُعا میں سُست ہونے سے۔ جب ہم کو پتہ لگے کہ ایسی رُوح ہم پر طاری ہو رہی ہے تو ہم باغ گتسمنی میں پطرس۔ یعقوب اور یوحنا کے حال کو یاد کر کے عبرت لیں۔

ہمارے خداوند نے جو نصیحت اپنے شاگردوں کو دی تھی وہ اکثر ہمارے کانوں میں گونجتی رہے "جاگتے رہو اور دُعا مانگو تاکہ تم آزمائش میں نہ پڑو۔ رُوح تو مستعد ہے مگر جسم کمزور ہے"۔ ہر مسیحی ایمان لانے کے وقت سے موت کی گھڑی

تک اِسے اپنا تکیہ کلام ٹھیرا لئے۔

کیا ہم سچے مسیحی ہیں اور کیا ہم اپنی رُوحوں کو بیدار رکھنا چاہتے ہیں؟ ہم اِسے فراموش نہ کریں کہ ہم میں دُہری ذات ہے۔ مُستعد رُوح اور کمزور جسم۔ ایسی جسمانی ذات جو بدی کی طرف مائل ہے اور ایسی رُوحانی ذات جو نیکی کی طرف مائل ہے۔ یہ دونوں ایک دوسری کی مخالف ہیں (گلتیوں ۵۔۱۷)۔ گُناہ اور شیطان کو ہمارے دلوں میں ہمیشہ مددگار ملتے رہتے ہیں۔

کیا ہم سچے مسیحی ہیں اور اپنی روحوں کو بیدار رکھنا چاہتے ہیں؟ تو ہم کبھی جاگنا اور دُعا مانگنا نہ بھولیں۔ ہم سپاہیوں کی طرح جاگتے رہیں۔ ہم دُشمن کے ملک میں ہیں۔ ہم ہمیشہ اپنی حفاظت کریں۔ ہم روزانہ اپنی لڑائی کریں۔ مسیحیوں کے آرام کا وقت آئندہ میں ہے۔ ہم بلا ناغہ دُعا مانگیں۔ باقاعدہ۔ عادتاً مقررہ اوقات پر۔ بیدار رہنا اور دُعا مانگنا لازم ملزوم ہیں۔ دُعا کے بغیر بیدار رہنا خود اعتباری اور خود بینی ہے اور بیداری کے بغیر دُعا محض جوش و خروش ہے۔ جو شخص اپنی کمزوری سے واقف ہے اور دانستہ بیدار رہتا اور دُعا مانگتا ہے وہی شخص گرنے سے محفوظ رہیگا +

مرقس ۱۴: ۴۳-۵۲ (۴۳) وہ یہ کہہ ہی رہا تھا کہ فی الفور یہوداہ جو اُن بارہ میں سے تھا اور اُس کے ساتھ ایک بھیڑ تلواریں اور لاٹھیاں لئے ہوئے سردار کاہنوں اور فقیہوں اور بزرگوں کی طرف سے آ پہنچی (۴۴) اور اُس کے پکڑوانے والے نے اُنہیں یہ پتا دیا تھا کہ جس کا میں بوسہ لوں وہی ہے۔ اُسے پکڑ کر حفاظت سے لے جانا۔ (۴۵) وہ آ کر فی الفور اُس کے پاس گیا اور کہا۔ اے ربی۔ اور اُس کے

بوسے لئے (۴۶) اُنہوں نے اُس پر ہاتھ ڈال کر اُسے پکڑ لیا (۴۷) اُن میں سے جو پاس کھڑے تھے ایک نے تلوار کھینچ کر سردار کاہن کے نوکر پر چلائی اور اُس کا کان اُڑا دیا (۴۸) یسُوع نے اُن سے کہا۔ کیا تم تلواریں اور لاٹھیاں لے کر مجھے ڈاکو کی طرح پکڑنے نکلے ہو؟ (۴۹) میں ہر روز تمہارے پاس ہیکل میں تعلیم دیتا تھا اور تم نے مجھے نہیں پکڑا۔ لیکن یہ اِس لئے ہُوا ہے کہ نوشتے پُورے ہوں (۵۰) اِس پر سارے شاگرد اُسے چھوڑ کر بھاگ گئے (۵۱) مگر ایک جوان اپنے ننگے بدن پر مہین چادر اوڑھے ہوئے اُس کے پیچھے ہو لیا۔ اُسے لوگوں نے پکڑا۔ (۵۲) مگر وہ چادر چھوڑ کر ننگا بھاگ گیا۔

اِن آیات سے واضح ہے کہ ہمارے خداوند کے دُشمنوں نے اُس کی بادشاہی کی حقیقت کو کیسا غلط سمجھا۔

یہوداہ "ایک بھیڑ تلواریں اور لاٹھیاں لئے ہوئے" اُس کے پکڑوانے کو گیا۔ غالباً لوگوں کا یہ خیال تھا کہ مسیح کے شاگرد اُس کے بچانے کے لئے سخت مقابلہ کرینگے اور بغیر لڑائی اُس کو گرفتار ہونے نہ دینگے۔ سردار کاہن اور فقیہ یہ خیال رکھتے تھے کہ اُس کی بادشاہی دُنیاوی بادشاہی تھی اور اِس لئے یہ قرینِ قیاس تھا کہ اُس کی حمایت بھی دُنیاوی وسائل سے کی جائیگی۔ اُنہیں اب تک یہ سبق سیکھنا تھا جو ہمارے خداوند کے اُن الفاظ میں پایا جاتا ہے جو پلاطوس سے کہے گئے "میری بادشاہی دُنیا کی نہیں .... اب میری بادشاہت یہاں کی نہیں (یُوحنا ۱۸-۳۶)۔ حقیقی دین کی بادشاہت کے پھیلانے میں ہم جو کوشش کریں اُس میں ہم اِس حقیقت کو نظرانداز نہ کریں۔ اس کی اشاعت نہ تشدّد سے ہوگی نہ جسمانی اوزاروں

سے ۔"ہماری لڑائی کے اوزار جسمانی نہیں"۔ نہ زور سے نہ طاقت سے لیکن میری رُوح سے ۔ ربّ الافواج فرماتا ہے" (۲ کرنتھی ۱۰: ۳-۴ + زکریاہ ۴: ۶) -
صداقت کو قائم رکھنے کے لئے تشدّد کی ضرورت نہیں ۔ جھوٹے دینوں کو لوگوں نے تلوار کے زور سے پھیلایا یا جعلی مسیحیت کو بھی بعضوں نے خونریزی اور ایذارسانی سے اکثر اوقات پھیلانے کی کوشش کی لیکن مسیح کی حقیقی انجیل کے لئے ایسے وسائل درکار نہیں - یہ نور رُوح القدس کی طاقت سے قائم رہتی ہے ۔ رُوح القدس کی جو تاثیر لوگوں کے دلوں اور تمیزوں میں ہوتی ہے اُس کے ذریعہ یہ ترقی کرتی ہے ۔ جو لوگ تلوار چلانے کو تیار رہتے ہیں وہ ظاہر کرتے ہیں کہ اُن کا مقدمہ جھوٹا ہے ۔

دوم - ان آیات سے ظاہر ہے کہ ہمارے خداوند کے دُکھوں میں جو کچھ واقع ہُوا وہ سب خدا کے کلام کے مطابق تھا ۔ چنانچہ اُس نے خود اپنے پکڑنے والوں سے یہ کہا "ضرور ہے کہ نوشتے پُورے ہوں"۔

ہمارے خداوند نے اس دُنیا میں جو کچھ کیا اور جو کچھ اُس پر واقع ہُوا اُس میں کچھ اتفاقی یا ناگہانی نہ تھا گتسمنی سے لے کر کلوری تک اُس نے جتنے قدم اُٹھائے اُن سب کا ذکر ہزاروں برس پیشتر ہو چکا تھا ۔ مزمور ۲۲ اور یسعیاہ ۵۳ باب کی تکمیل لفظ بلفظ ہو گئی ۔ اُس کے دُشمنوں کا غیظ و غضب ۔ اُس کا اُس کی اپنی قوم کی طرف سے رد کیا جانا ۔ اُس کا مجرموں میں شمار کیا جانا ۔ شریروں کے مجمع میں اُس پر فتویٰ لگایا جانا پہلے سے معلوم تھا اور پہلے سے اِن باتوں کی خبر دی گئی تھی ۔ ان سب میں خدا کی یہ تجویز کام کر رہی تھی کہ دُنیا کے گناہ کے لئے کفارہ مہیا کرے ۔ جن لوگوں کو یہوداہ اپنے ساتھ لے گیا اُنہوں نے یسوع کو پکڑ لیا ۔ یہ لوگ بنوکدنضر اور سنحیرب کی طرح خدا کا مقصد انجام دینے کے لئے

اوزار تھے۔

اس بات کو سوچ کر ہمارے دلوں کو کیسی تسلی ہوتی ہے کہ جو کچھ ہمارے چاروں طرف وقوع میں آرہا ہے وہ سب خدائے قادر مطلق کی حکمت کی تجویز کے مطابق ہے۔ اس جہان کی رفتار اکثر ہماری آرزوؤں کے خلاف ہوگی۔ خدا کی کلیسیا کی حالت اکثر ہماری حسب منشا نہ ہوگی۔ اور ایمانداروں کی غیر مستقل مزاجی سے اکثر ہمارا جی جلتا ہوگا لیکن ادھر ایک ہاتھ ہے جو اس دنیا کی ساری مشین کو چلا رہا ہے اور سارے کام مل ملا کر اُس کا جلال ظاہر کرتے ہیں۔ اُن کا ایک شوشہ بھی اپنا مقصد پورا کئے بغیر نہ رہیگا۔ دُنیا کے بادشاہ باہم مشورت کریں اور قوموں کے حاکم مسیح کی مخالفت میں کھڑے ہوں (زبور ۲:۲) لیکن روزِ قیامت کی صبح ثابت کردیگی کہ سب کچھ خدا کی مرضی کے موافق عمل میں آیا۔

سوم۔ حقیقی ایمانداروں کا ایمان بھی کبھی جاتا رہتا ہے۔ جب یہوداہ اور اُس کے ساتھ کی بھیڑ نے یسوع پر ہاتھ ڈالے اور وہ چپ چاپ گرفتار ہوگیا تو "گیارہ شاگرد اُسے چھوڑ کر بھاگ گئے"۔ اُس وقت تک تو شاید اُن کو یہ اُمید تھی کہ ہمارا خداوند کوئی معجزہ کریگا اور آزاد ہوجائیگا۔ لیکن جب اُنہوں نے دیکھا کہ کوئی معجزہ نہیں ہوا تو اُن کی ساری ہمت پست ہوگئی۔ اور جو اقرارات وہ پہلے کرچکے تھے وہ سب فراموش ہوگئے۔ اُنہوں نے تو وعدہ کیا تھا کہ ہم اپنے اُستاد کے ساتھ جان دینگے لیکن اُس کا انکار نہ کرینگے۔ لیکن اب وہ سارے وعدے بادِ ہوائی ثابت ہوئے۔ جو خطرہ سامنے موجود تھا اُس نے ایمان کو مغلوب کردیا۔ "وہ سب چھوڑ کر بھاگ گئے"۔

اس واقعہ میں ایک گہرا سبق ہے۔ جو لوگ مسیحی کہلاتے ہیں وہ غور سے اس کا مطالعہ کریں۔ مبارک ہے وہ شخص جو ہمارے خداوند کے شاگردوں کی روش سے

عبرت اور حکمت حاصل کرتا ہے۔

اِن گیارہ شاگردوں کے فرار سے ہمیں یہ نصیحت ملتی ہے کہ ہم اپنی طاقت پر کبھی بھروسہ نہ رکھیں۔ انسان کا خوف ایک پھندا ہے ہم کبھی نہیں جانتے کہ آزمائش کے وقت ہم سے کونسا فعل سرزد ہوگا اور کس حد تک ہمارا ایمان جاتا رہیگا۔ ہم فروتنی سے ملبس ہوں۔

دوسرے مسیحیوں کی نسبت ہم حُسنِ ظن رکھنا سیکھیں۔ ہم حد سے زیادہ کی توقع اُن سے نہ رکھیں اور اُن کو کسی قصور میں مبتلا دیکھکر یہ نہ سمجھیں کہ وہ فضل سے بالکل محروم ہیں۔ ہم کبھی فراموش نہ کریں کہ ہمارے خداوند کے چیدہ رسول اُس کی تنگی کے وقت اُس کو چھوڑ کر بھاگ گئے تھے۔ تو بھی وہ توبہ کرکے پھر اُٹھ کھڑے ہوئے اور مسیح کی کلیسیا کے رُکن بن گئے۔

پس ہمارا خداوند اپنے ایمانداروں کے ساتھ ہمدردی کرنے کے قابل ہے۔ اگر کوئی آزمائش دوسری آزمائش سے بڑی ہے تو وہ اُن لوگوں کی طرف سے مایوسی ہے۔ جن کو ہم پیار کرتے تھے۔ یہ تلخ پیالہ ہے جو اکثر حقیقی مسیحیوں کو پینا پڑتا ہے۔ خادمانِ دین اُن کو چھوڑ دیتے ہیں رشتے دار ترک کر دیتے ہیں۔ دوست کنارہ کش ہو جاتے ہیں۔ ظرف یکے بعد دیگر شکستہ ثابت ہوتے ہیں جن میں پانی ٹھہر نہیں سکتا لیکن اِس خیال سے وہ تسلّی حاصل کریں کہ ایک دائم الوفا دوست یسُوع ہے جو ہماری کمزوریوں میں ہمارے ساتھ ہمدردی کر سکتا ہے جس نے ہمارے غموں کا مزہ چکھا۔ یسُوع کو یہ تجربہ حاصل تھا کہ دوستوں اور شاگردوں کے چھوڑ جانے کے کیا معنی ہیں۔ تو بھی اُس نے اُن کی برداشت کی اور باوجود اُن کی اِس کمزوری کے اُن کو پیار کرتا رہا۔ وہ معاف کرتے کرتے تھک نہیں جاتا۔ ہم بھی ویسے ہی بننے کی کوشش کریں۔ کم از کم یسُوع تو ہمیں کبھی ترک

نہ کریگا۔ چنانچہ لکھا ہے کہ "اُس کا رحم جاتا نہیں رہتا" (نوحہ ۳-۲۲)۔

مرقس ۱۴: ۵۳-۶۵ (۵۳) پھر وہ یسوع کو سردار کاہن کے پاس لے گئے۔ اور سب سردار کاہن اور بزرگ اور فقیہ اُس کے ہاں جمع ہو گئے (۵۴) اور پطرس فاصلے پر اُس کے پیچھے پیچھے سردار کاہن کے دیوان خانے کے اندر تک گیا۔ اور پیادوں کے ساتھ بیٹھکر آگ تاپنے لگا (۵۵) اور سردار کاہن اور سارے صدر عدالت والے یسوع کے مار ڈالنے کے واسطے اُس کے خلاف گواہی ڈھونڈنے لگے۔ مگر نہ پائی۔ (۵۶) کیونکہ بہتیروں نے اُس پر جھوٹی گواہیاں تو دیں۔ لیکن اُن کی گواہیاں متفق نہ تھیں (۵۷) پھر بعض نے اُٹھکر اُس پر یہ جھوٹی گواہی دی کہ (۵۸) ہم نے اُسے یہ کہتے سُنا ہے کہ میں اس مقدس کو جو ہاتھ سے بنا ہے ڈھاؤنگا اور تین دن میں دوسرا بناؤنگا جو ہاتھ سے نہ بنا ہو (۵۹) لیکن اس پر بھی اُن کی گواہی متفق نہ نکلی (۶۰) پھر سردار کاہن نے بیچ میں کھڑے ہو کر یسوع سے پُوچھا کہ تو کچھ جواب نہیں دیتا؟ یہ تیرے خلاف کیا گواہی دیتے ہیں؟ (۶۱) مگر وہ چُپکا ہی رہا اور کچھ جواب نہ دیا۔ سردار کاہن نے اُس سے پھر سوال کیا اور کہا۔ کیا تُو اُس ستودہ کا بیٹا مسیح ہے؟ (۶۲) یسوع نے کہا۔ ہاں مَیں ہوں۔ اور تم ابن آدم کو قادرِ مطلق کی دہنی طرف بیٹھے اور آسمان کے بادلوں کے ساتھ آتے دیکھو گے (۶۳) سردار کاہن نے اپنے کپڑے پھاڑ کر کہا۔ اب ہمیں گواہوں کی کیا حاجت رہی (۶۴) تم نے یہ کُفر سُنا۔ تمہاری کیا رائے ہے؟ اُن سب نے

فتویٰ دیا کہ وہ قتل کے لائق ہے (۶۵) تب بعض اُس پر تھوکنے اور
اُس کا مُنہ ڈھانپنے اور اُس کے مُکّے مارنے اور اُس سے کہنے لگے۔
نبوت کی باتیں سُنا! اور پیادوں نے اُسے طمانچے مار مار کے اپنے
قبضے میں لیا ✤

واعظ کی کتاب میں سلیمان نے یہ لکھا کہ سُورج کے نیچے میں نے یہ ایک بدی
دیکھی" احمقی بہت بلند نشین ہوتی ہے اور دولتمند نیچے کی جگہ بیٹھتے ہیں" (واعظ ۱۰)
اِن الفاظ کی بہتر تشریح مذکورہ بالا مقام میں پائی جاتی ہے۔
یہاں یہ دیکھتے ہیں کہ خدا کے بیٹے پر "جس میں حکمت اور معرفت کے سارے
خزانے چھپے ہیں" "سردار کاہن اور بزرگ اور فقیہ" مُجرموں کا سا فتویٰ لگاتے ہیں
یہودی قوم کے سرکردہ لوگ اپنے مسیح کو قتل کرانے کے لئے متفق الرائے ہوتے
ہیں اور اُس کی عدالت کرتے ہیں جو ایک روز اُن کی اور کُل نوعِ انسان کی عدالت
کرنے کو آئیگا یہ باتیں حیرت انگیز تو ہیں لیکن ہیں بالکل درست۔
آؤ ہم اِن آیتوں سے اپنے لئے سبق نکالیں ۔
اوّل بعض اوقات مسیحی لوگ کیسی نادانی سے اپنے آپ کو آزمائش میں دھکیل دیتے
ہیں۔ لکھا ہے کہ جب ہمارے خداوند کو گرفتار کر کے لے گئے تو "پطرس فاصلے
پر اُس کے پیچھے پیچھے سردار کاہن کے دیوان خانے کے اندر تک گیا اور پیادوں
کے ساتھ بیٹھکر آگ تاپنے لگا"۔ یہ فعل دانائی کا نہ تھا۔ جب ایک دفعہ وہ اپنے
اُستاد اور آقا کو چھوڑ کر بھاگ گیا تو اُسے اپنی کمزوری کو یاد رکھنا چاہئے تھا۔
اور مزید خطرہ میں نہ جانا چاہئے تھا۔ یہ تو جلد بازی اور شتاب زدگی کا فعل تھا۔
اِس کے ذریعہ اُس کے ایمان کی مزید آزمائش ہوئی جس کے لئے وہ ہرگز تیار نہ تھا۔

وہ بدصحبت میں پڑا جہاں اُسے سوائے بدی کے کسی بھلائی کی اُمید نہ تھی۔ اِس آزمائش نے اُس کے لئے سخت خطا میں پڑنیکا راستہ کھول دیا۔ اور تین دفعہ اپنے اُستاد کا اِنکار کیا۔

یہ تجربے کی بات ہے اِس لئے اسے فراموش نہ کریں کہ جو نہیں ایماندار پھسلنے اور اپنے پہلے ایمان کو چھوڑنے لگتا ہے تو وہ پہلی غلطی پر ہی ٹھہر نہیں جاتا۔ وہ صرف ایک ہی ٹھوکر نہیں کھاتا۔ اُس سے صرف ایک ہی گناہ سرزد نہیں ہوتا۔ اُس کی خرد کی آنکھوں پر تاریکی چھا جاتی ہے۔ وہ اپنے ہوش و حواس کو قعرِ سمندر میں پھینک دیتا ہے جیسے پتھر پہاڑ کی چوٹی سے پھسل کر بتدریج زیادہ زیادہ زور سے لڑھکتا ہؤا نیچے جا پڑتا ہے۔ اِسی طرح اِنسان گناہ میں پڑ کر زیادہ زیادہ گناہوں کا مرتکب ہوتا جاتا ہے۔ داؤد کی طرح شاید وہ کاہلی سے شروع کرے اور انجام کار زنا۔ فریب اور قتل کا مرتکب ہو۔ پطرس کی طرح وہ شاید بُزدلی سے شروع کرے اور آزمائش کو نادانی سے کھیل کی بات سمجھتا رہے اور انجام کار مسیح کا اِنکار کرے۔

اگر ہمیں راست نجات بخش دین کا کچھ بھی علم ہوگا تو ہم ایسی لغزشوں کے آغاز ہی سے خبردار ہو جائینگے۔ یہ پانی کے ٹوٹنے کی طرح ہے۔ پہلے قطرہ قطرہ ٹپکنے لگتا ہے پھر ایک سیلاب پیدا ہو جاتا ہے۔ جب ہم پاکیزگی کی راہ سے ایک دفعہ بھٹک گئے تو نہ معلوم ہم کہاں جا پہنچینگے۔ پہلے تو شاید تھوڑی تھوڑی غلطیاں سرزد ہونگی اور پیچھے ہر طرح کی شرارت۔ اِس لئے بدی کے نزدیک نہ پھٹکو۔ آگ سے نہ کھیلو۔ ہمارے خداوند کی سکھائی ہوئی دُعا میں اِس سے اہم شائد کوئی دوسری دُعا نہیں "ہمیں آزمائش میں نہ لیجا"۔

دوم۔ ہمارے خداوند کی پیشی جب سردار کاہنوں کے سامنے ہوئی تو مسیح

کو لوگوں کے جھوٹ کی کس قدر برداشت کرنی پڑی۔ چنانچہ یہ لکھا ہے "بہتیروں نے اُس پر جھوٹی گواہیاں تو دیں لیکن اُن کی گواہیاں متفق نہ تھیں"۔

ہم آسانی سے اندازہ لگا سکتے ہیں کہ ہمارے منجی مسیح کے دُکھوں کا یہ کوئی ہلکا جزو نہ تھا۔ بے انصافی سے بدکاروں کے طور پر پکڑے جانا اور معصوم ہونے کی حالت میں مجرموں کے طور پر عدالت میں جانا ایک سخت مصیبت تھی۔ لیکن یہ سُننا کہ لوگ جھوٹے الزام اختراع کر رہے ہیں اور بہتان گھڑ رہے ہیں۔ اور ہمارے چلن کے خلاف دُشمنی سے جو جو باتیں کہی جاتی ہیں اُن کو سُننا اور یہ علم رکھنا کہ وہ سب ناراست ہیں یہ ایک سخت صلیب ہے۔ سلیمان کہتا ہے "لُترے کی باتیں لذیذ نوالے ہیں" (امثال ۱۸: ۸)۔ داؤد کہتا ہے "اے خداوند میری جان کو جھوٹے ہونٹوں اور دغاباز زبان سے رہائی دے" (زبور ۱۲۰: ۲)۔ خداوند یسوع نے جو پیالہ ہماری خاطر نوش کیا یہ سب اُس کا جزو تھا۔ جو قیمت اُس نے ہماری رُوحوں کے لئے دی وہ بہت بھاری تھی۔ اگر اس دُنیا میں سچے مسیحیوں پر الزام اور بہتان لگائے جائیں تو وہ حیران نہ ہوں۔ جو سلوک ہمارے خداوند سے ہُوا اُس سے بہتر سلوک کے وہ متوقع نہ ہوں بلکہ وہ اسے معمولی امر سمجھ کے اُس کی توقع رکھیں اور اُسے اُس صلیب کا جزو سمجھیں جسے ہر مسیحی شخص کو اُٹھانا ہے۔ جھوٹی اور غلط خبریں شیطان کے چیدہ اوزار ہیں جب وہ لوگوں کو مسیح کی خدمت سے روک نہیں سکتا تو وہ اُن کو دق کرنے اور مسیح کی خدمت کو پریشانی بنانے کی کوشش کرتا ہے۔ ہم صبر سے اِس کی برداشت کریں اور اسے انوکھی شے نہ سمجھیں اور ہم اپنے خداوند یسوع کے ان الفاظ کو اکثر یاد رکھیں۔ "افسوس تم پر جب سب لوگ تمہیں بھلا کہیں"۔ "جب میرے سبب لوگ تمہیں لعن طعن کرینگے اور ستائینگے اور ہر طرح کی بُری باتیں تمہاری نسبت ناحق کہیں گے تو

تم مبارک ہو" (لوقا ۹-۲۶ متی ۵-۱۱)۔

سوم - ہمارے خداوند نے اِن آیات میں کیسی صاف گواہی اپنے مسیح ہونے اور جلال میں دوبارہ آنے کی دی۔ سردار کاہن نے اُس سے یہ سنجیدہ سوال کیا "کیا تُو اُس ستودہ کا بیٹا مسیح ہے"؟ تو اُس کو فوراً یہ جواب ملا "ہاں میں ہُوں اور تم اِبنِ آدم کو قادرِ مطلق کی دہنی طرف بیٹھے اور آسمان کے بادلوں کے ساتھ آتے دیکھو گے"۔

ہم اپنے خداوند کے اِن الفاظ کو ہمیشہ یاد رکھیں۔ اِن الفاظ کے سُننے کے بعد یہودی کبھی یہ نہ کہہ سکتے تھے کہ اُن کو صاف طور سے یہ بتایا نہ گیا تھا کہ یسُوع ناصری خدا کا مسیح تھا۔ اُن کے کاہنوں اور بزرگوں کی بڑی کونسل کے سامنے اُس نے یہ بیان کیا کہ "مَیں مسیح ہوں"۔ اِن الفاظ کے سُننے کے بعد یہودی کبھی یہ نہ کہہ سکتے تھے کہ وہ ایسا عاجز اور غریب ہونے کے باعث اِس قابل نہ تھا کہ کوئی اُس پر ایمان لائے۔ اُس نے صاف طور سے اُن کو آگاہ کیا کہ اُس کا جلال و عظمت ظاہر ہونے کو تھا۔ البتہ وہ اُس کی دوسری آمد کے وقت منکشف ہونے کو تھے۔ اُس وقت وہ اُسے شاہی شان و شوکت اور قدرت کے ساتھ قادرِ مطلق کی دہنی طرف بیٹھے دیکھینگے۔ پھر بھی اگر اسرائیل ایمان نہ لائے تو اُس کی یہ وجہ نہ ہوگی کہ اسرائیل کو اس کا علم نہ تھا۔

اِن آیات کو ختم کرنے سے پہلے ہم خداوند یسُوع مسیح کی دوسری آمد کو یقینی اور حقیقی مانیں۔ اپنی خدمت کے عین اختتام پر اور اپنے جانی دُشمنوں کے رُوبرو اُس نے اِس زبردست صداقت کو ظاہر کیا کہ دُنیا کی عدالت کے لئے وہ پھر آئیگا۔ ہماری شخصی مسیحیت میں یہ بڑی صداقت اہم درجہ رکھے۔ ہماری روزانہ زندگی ایسی بسر ہو کہ ہمارا نجات دہندہ ایک دن اس جہان میں واپس آنے

والا ہے ۔ جس مسیح [illegible] ایمان لائے وہ [illegible] وہی مسیح نہیں جو ہماری خاطر مرگیا اور پھر جی اُٹھا یا جو ہمارے لئے زندہ ہے اور سفارش کرتا ہے بلکہ وہ وہ مسیح ہے جو ایک دن جلال میں واپس آئیگا تاکہ اپنی اُمت کو جمع کرے اور اُسے اجر دے اور اپنے سارے دُشمنوں کو سخت سزا دے ۔

مرقس ۱۴: ۶۶ - ۷۲ (۶۶) جب پطرس نیچے صحن میں تھا تو سردار کاہن کی لونڈیوں میں سے ایک وہاں آئی (۶۷) اور پطرس کو آگ تاپتے دیکھکر اُس پر نظر کی اور کہنے لگی ۔ تو بھی اُس ناصری یسُوع کے ساتھ تھا (۶۸) اُس نے انکار کیا اور کہا کہ میں تو نہ جانتا اور نہ سمجھتا ہوں کہ تُو کیا کہتی ہے ۔ پھر وہ باہر ڈیوڑھی میں گیا ۔ اور مُرغ نے بانگ دی (۶۹) وہ لونڈی اُسے دیکھکر اُن سے جو پاس کھڑے تھے پھر کہنے لگی ۔ یہ اُن میں سے ہے (۷۰) مگر اُس نے پھر اِنکار کیا ۔ اور تھوڑی دیر بعد اُنہوں نے جو پاس کھڑے تھے پطرس سے پھر کہا ۔ بیشک تُو اُن میں سے ہے ۔ کیونکہ تُو گلیلی بھی ہے (۷۱) مگر وہ لعنت کرنے اور قسم کھانے لگا کہ میں اِس آدمی کو جس کا تم ذکر کرتے ہو نہیں جانتا (۷۲) اور فی الفور دُوسری بار مُرغ نے بانگ دی ۔ پطرس کو وہ بات جو یسُوع نے اُس سے کہی تھی یاد آئی ۔ کہ مُرغ کے دو بار بانگ دینے سے پہلے تُو تین بار میرا انکار کریگا ۔ اور اُس پر غور کرکے وہ رو پڑا ۔

جہاز کی تباہی کا نظارہ ہولناک ہوتا ہے خواہ اُس میں ایک جان بھی ہلاک نہ ہوئی

ہو۔ مالی نقصان اور اُمیدوں [illegible] پانی پھر جانے کا [illegible] سے زیادہ غم و الم ہے۔ ڈوبتے لوگوں کے بچانے میں ملاحوں کو جو [illegible] محنت و مشقت اُٹھانی پڑتی ہے وہ کیسی دردناک ہوتی ہے لیکن کسی جہاز کی تباہی حقیقی مسیحی شخص کے گرنے کے نظارے سے بہت کم افسوسناک ہوگی۔ گو خدا کی رحمت سے وہ شخص پھر اُٹھ کھڑا ہو اور دوزخ سے نجات پائے تو بھی اُس اُفتادگی سے اُس کا بہت نقصان ہو جاتا ہے۔

ایسا ہی ایک نظارہ مذکورہ بالا آیات میں ہمارے سامنے پیش کیا گیا ہے۔ اِن میں نہایت دردناک اور عبرت آمیز قصے کا ذکر ہے کہ کیسے پطرس نے اپنے خداوند کا انکار کیا۔

اوّل۔ کہاں تک اور کیسی شرمناک حالت میں ایک بڑا مُقدس شخص گر سکتا ہے۔ ہمیں معلوم ہے کہ شمعون پطرس یسوع مسیح کا کیسا بڑا ممتاز رسول تھا۔ ہمارے خداوند نے اپنی زبان مبارک سے اُس کی تعریف کی تھی جب کہ پطرس نے اُس کے مسیح ہونے کا اعلیٰ اقرار کیا تھا "اے شمعون بر یونہ تُو مبارک ہے"۔ آسمان کی بادشاہی کی کُنجیاں مَیں تمہیں دُونگا"۔ اِس شخص کو خاص حقوق حاصل ہوئے تھے اور خاص رحم اُس پر ہُوا تھا لیکن یہاں وہی شمعون پطرس ایسا خوف زدہ ہُوا کہ اُس نے اپنے خداوند کا انکار کر دیا جس کے ساتھ وہ تین سال تک رہ چکا تھا اُس کی نسبت یہ کہنے لگا کہ مَیں تو اُسے جانتا ہی نہیں! جس نے اُس کی ساس کو شفا دی تھی۔ جو اُسے تبدیلِ صورت کے وقت پہاڑ پر اپنے ساتھ لے گیا تھا جس نے اُسے جھیل گلیل میں سے ڈوبتے ڈوبتے بچایا تھا اب اُس کی نسبت بے علمی ظاہر کرتا ہے۔ نہ صرف ایک دفعہ اُس نے اپنے اُستاد کا انکار کیا بلکہ تین دفعہ نہ محض انکار کیا بلکہ لعنت کر کے اور قسم کھا کے انکار کیا! مزید براں یہ سب کچھ صاف آگاہی حاصل کرنے کے بعد کیا بلکہ جب کہ وہ بڑے

زور اور تاکید سے یہ کہہ چکا تھا کہ میں تیرے ساتھ جان دینے کو تیار ہونگا!۔
یہ باتیں اِس لئے لکھی گئیں تاکہ مسیح کی کلیسیا پر انسانی فطرت بلکہ اعلیٰ سے اعلیٰ انسان کی فطرت ظاہر ہوجائے۔ اُن سے ہم کو یہ سبق ملتا ہے کہ رجوع لانے اور رُوح القدس پانے کے بعد بھی ایماندار کمزوری سے گھرے اور گرنے کے خطرے میں ہوتے ہیں۔ اِن سے ہمارے دِلوں پر یہ نقش کرنا ہے کہ جب تک ہم اِس بدن میں ہیں ہر روز ہم کو جاگتے رہنا۔ دُعا مانگنا اور فروتن رہنا چاہئے "جو کوئی اپنے آپ کو قائم سمجھتا ہے وہ خبردار رہے کہ گر نہ پڑے" (۱کرنتھی ۱۰-۱۲)۔
ہم خوب یاد رکھیں کہ شمعون پطرس کی یہ واحد مثال نہیں۔ خدا کے کلام میں حقیقی ایمانداروں کی کمزوریوں کی کئی مثالیں مندرج ہیں جن پر ہمیں خوب غور کرنا چاہئے۔ نوح۔ ابراہیم۔ داؤد۔ حزقیاہ کی تاریخیں یہ افسوسناک ثبوت پیش کر رہی ہیں۔ کہ جنہوں نے نیا جنم بھی حاصل کیا گناہ کی آلودگی اُن میں بھی باقی رہتی ہے۔ اور کوئی شخص ایسا مضبوط نہیں جو گرنے کے خطرے سے آزاد ہو۔ ہم اِسے کبھی فراموش نہ کریں۔ ہم اپنے خدا کے سامنے فروتنی سے چلیں" وہ اِنسان خوشحال ہے جو ہمیشہ ڈرتا ہے" (امثال ۲۸-۱۴)۔
دوم۔ ذرا سی آزمائش سے ایک مقدس بُری طرح سے گِر سکتا ہے۔ پطرس کی آزمائش کا آغاز محض سردار کاہن کی لونڈی کا ایک سادہ جُملہ تھا۔ "تُو بھی اُس ناصری یسوع کے ساتھ تھا"۔ ہم یہ بھی نہیں کہہ سکتے کہ اُس لونڈی نے یہ الفاظ کسی دُشمنی کی غرض سے کہے۔ اُن کے یہ معنی ہوسکتے ہیں کہ اُس لونڈی کو یاد آیا کہ پطرس ہمارے خداوند کے رفیقوں میں سے تھا۔ لیکن اِس سادہ جُملے نے اِس بزرگ رسُول کے ایمان کو درہم برہم کردیا اور وہ اپنے اُستاد کا انکار کرنے لگا۔ ہمارے خداوند کے بارہ شاگردوں میں سے جو سب سے مقدّم اور بڑا تھا وہ

کر کے یسوع کو بندھوایا۔ اور لیجا کر پیلاطس کے حوالے کیا (۲) اور
پیلاطس نے اُس سے پُوچھا کیا تُو یہودیوں کا بادشاہ ہے؟ اُس نے
جواب میں اُس سے کہا۔ تُو خود کہتا ہے (۳) اور سردار کاہن اُس پر
بہت باتوں کا الزام لگاتے رہے (۴) پیلاطس نے اُس سے دوبارہ
سوال کرکے یہ کہا۔ تُو کچھ جواب نہیں دیتا؟ دیکھ یہ تجھ پر کتنی باتوں کا
الزام لگاتے ہیں؟ (۵) یسوع نے پھر کچھ جواب نہیں دیا۔ یہانتک کہ
پیلاطس نے تعجب کیا۔

(۶) اور وہ عید پر ایک قیدی کو جس کے واسطے لوگ عرض کرتے
تھے۔ اُن کی خاطر چھوڑ دیا کرتا تھا (۷) اور برآبا نام ایک آدمی اُن
باغیوں کے ساتھ قید میں پڑا تھا جنہوں نے بغاوت میں خُون کیا تھا
(۸) اور بھیڑ اُوپر چڑھ کر اُس سے عرض کرنے لگی کہ جو تیرا دستور ہے
وہ ہمارے لئے کر (۹) پیلاطس نے اُنہیں یہ جواب دیا۔ کیا تم چاہتے
ہو کہ میں تمہاری خاطر یہودیوں کے بادشاہ کو چھوڑ دوں؟ (۱۰)
کیونکہ اُسے معلوم تھا کہ سردار کاہنوں نے اِس کو حسد سے میرے
حوالے کیا ہے (۱۱) مگر سردار کاہنوں نے بھیڑ کو اُبھارا تاکہ پیلاطس
اُن کی خاطر برآبا ہی چھوڑ دے (۱۲) پیلاطس نے دوبارہ اُن سے
کہا۔ پھر جسے تم یہودیوں کا بادشاہ کہتے ہو اُس کو میں کیا کروں؟
(۱۳) وہ پھر چلائے کہ اُسے صلیب دے (۱۴) اور پیلاطس نے اُن
سے کہا۔ کیوں۔ اِس نے کیا بُرائی کی ہے؟ وہ اَور بھی چلائے
کہ اُسے صلیب دے (۱۵) پیلاطس نے لوگوں کو خوش کرنے کے ارادے
سے اُن کے لئے برآبا کو چھوڑ دیا اور یسوع کو کوڑے لگوا کر حوالے کیا تاکہ

صلیب دی جائے۔

یہ آیات اُس باب کا شروع ہیں جس میں مرقس نے "خدا کے برّے" کا ذکر کیا "جو جہان کے گناہ اُٹھا لیجاتا ہے"۔ یہ انجیلی تاریخ کا وہ حصّہ ہے جسے خاص ادب و عزت سے پڑھنا چاہیئے۔ ہم یاد رکھیں کہ مسیح اپنے لئے مارا نہ گیا تھا بلکہ ہمارے لئے (دانیال ۹-۲۶)۔ ہم یاد رکھیں کہ اُس کی موت ہماری رُوحوں کی زندگی ہے اور اگر اُس کا خُون بہایا نہ جاتا ہم اپنے گناہوں میں ہلاک ہوتے۔

(۱) یہودی حکّام نے کیسا عجیب ثبوت اپنی قوم کو دیا کہ مسیح کے آنے کا وقت آپہنچا تھا۔ اس کے باب شروع میں یہ بیان مندرج ہے کہ سردار کاہنوں نے یسُوع کو باندھکر "پیلاطس" رُومی حاکم کے حوالے کیا"۔ اُنہوں نے ایسا کیوں کیا؟ کیونکہ اُن کو اب یہ اختیار حاصل نہ تھا کہ وہ کسی کو قتل کریں اور اب وہ رُومیوں کے ماتحت تھے۔ اس ایک فعل اور کام سے یہ ظاہر ہوگیا کہ یعقوب کی پیشینگوئی پُوری ہوگئی۔ یہوداہ سے عصا جاتا رہا۔ اور شرع دینے والا اُن کے درمیان سے۔ اور شیلوہ یعنی مسیح جس کے بھیجنے کا وعدہ خدا نے کیا تھا وہ آگیا (پیدائش ۴۹-۱۰)۔ گو اُن کو یہ پیشینگوئی یاد نہ رہی ہو۔ اُن کی آنکھیں بند ہوگئی تھیں۔ جو کچھ وہ کر رہے تھے اُسے دیکھ نہ سکتے تھے یا دیکھنا نہ چاہتے تھے۔

ہم کبھی فراموش نہ کریں کہ شریر لوگ اکثر خدا کی پیشینگوئیوں کو اپنی ہلاکت کے لئے پُوری کرتے ہیں لیکن اُن کو جانتے نہیں۔ اپنی شدت دیوانگی۔ نادانی اور بے ایمانی میں وہ مزید ثبوت پیش کرتے ہیں کہ بائبل راست ہے۔ کمبخت ٹھٹھے باز جو دین کی ساری سنجیدہ باتوں کی ہنسی اُڑاتے ہیں وہ مسیحی دین کا ذکر

حقارت اور تمسخر کے بغیر نہیں کر سکتے۔ اُن کے لئے اچھا ہوگا کہ یہ یاد رکھیں کہ اُن کی اِس رَوش کی خبر پہلے سے دی گئی تھی۔" اخیر دنوں میں ایسی ہنسی ٹھٹھا کرنے والے آئینگے جو اپنی خواہشوں کے موافق چلینگے" (۲ پطرس ۳-۳)۔

(۲) ہمارے خداوند یسوع مسیح کی فروتنی اور خاکساری اِن آیات سے عیاں ہے۔ جب وہ پیلاطس کے سامنے عدالت میں کھڑا تھا اور جب لوگ بہت الزام اُس پر لگا رہے تھے تو اُس نے کچھ جواب نہ دیا۔ گو اُس کے خلاف الزام جھوٹے تھے اور وہ گناہ سے آشنا نہ تھا اُس نے گنہگار کی مخالفت کی برداشت کی اور مڑ کر جواب نہ دیا (عبرانیوں ۱۲-۳)۔ گو وہ معصوم تھا اور کوئی خطا اُس سے سرزد نہ ہوئی تھی تو بھی اپنے خلاف جھوٹے الزامات سُنکر اُس نے گلہ نہ کیا۔ آدم اوّل اور آدم ثانی کے مابین کیسا عجیب فرق تھا۔ ہمارا پہلا باپ آدم خطاکار تھا اور پھر بھی معذور رہنا چاہتا تھا۔ آدم ثانی بے خطا تھا پھر بھی اُس نے کوئی عذر پیش نہ کیا۔" جیسے بھیڑ اپنے بال کترنے والوں کے سامنے خاموش ہوتی ہے ویسے ہی اُس نے مُنہ نہ کھولا" (یسعیاہ ۵۳-۷)۔

اپنے خداوند کے نمونے سے ہم عملی سبق حاصل کریں۔ ہم صبر سے دُکھ سہنا سیکھیں اور شکوہ شکایت نہ کریں جو کچھ خدا ہم پر وارد کرنا مناسب سمجھے۔ ہم اپنی روشوں کی خبرداری کریں۔ کہیں ہم آزمائش کے وقت اپنی زبان سے گناہ کے مُرتکب نہ ہوں (زبور ۳۹-۱)۔ ہم چڑچڑاہٹ اور زود رنجی سے مغلوب نہ ہوں۔ جس قدر خدا کا جلال صبر سے دُکھ سہنے سے ظاہر ہوتا ہے اور کسی طرح سے نہیں ہوتا۔" اگر تم نے گناہ کر کے مُکے کھائے اور صبر کیا تو کونسا فخر ہے ہاں مگر نیکی کر کے دُکھ پاتے اور صبر کرتے ہو تو یہ خدا کے نزدیک پسندیدہ ہے۔ اور

تم اسی کے لئے بُلائے گئے ہو۔ کیونکہ مسیح بھی تمہارے واسطے دُکھ اُٹھا کر تمہیں ایک نمونہ دے گیا ہے تاکہ اُس کے نقشِ قدم پر چلو" (۱پطرس ۲: ۲۰، ۲۱)۔

(۱۳) پیلاطُس کا متلوّن اور متزلزل چلن۔

مذکورہ بالا عبارت سے ظاہر ہے کہ پیلاطُس ہمارے خداوند کی معصومیت کا قائل تھا۔ کیونکہ "اُسے معلوم تھا کہ سردار کاہنوں نے اُس کو حسد سے میرے حوالے کیا ہے"۔ کچھ دیر تک وہ ہمارے خداوند کو بری کرنے کی کمزور سی کوشش کرتا رہا تاکہ اپنے ضمیر کی تشفی کرے لیکن آخر کار وہ یہودیوں کے اصرار سے مغلوب ہو گیا اور لوگوں کو خوش کرنے کی غرض سے یسوعؑ کو مصلوب ہونے کے لئے حوالے کیا جس سے اُس نے ہمیشہ کے لئے اپنی رُوح کا نقصان کر لیا۔

ایک بڑا عہدیدار جو دینی اصولوں سے معرّا ہو وہ دُنیا میں نہایت قابلِ افسوس نظارہ ہے۔ وہ اُس بڑے جہاز کی طرح ہے جو سمندر میں بھٹک رہا ہے جس کے پاس نہ کوئی کمپاس ہے نہ چپّو۔ اُس کی جسامت ہی اُس کی آزمائش اور پھندا ہے۔ اُس کو طاقت حاصل ہے کہ خواہ نیکی کرے یا بدی۔ اور اگر اس طاقت کو ٹھیک طور سے استعمال کرنا وہ نہیں جانتا تو وہ ضرور مشکلات میں پھنس کر کمبخت بن جائیگا۔ ہم بڑے آدمیوں کے لئے بہت دُعا مانگیں۔ بدی سے بچنے کے لئے انہیں بہت فضل کی ضرورت ہے۔ بڑے عہدے پھسلنی جگہیں ہیں۔ اِس لئے تعجب نہیں کہ پولُس نے اُن کے لئے دُعا کی سفارش کی (۱تیمتھیس ۲: ۱، ۲)۔

ہم بڑے لوگوں کا رشک نہ کریں۔ وہ بہت اور خاص آزمائشوں سے گھیرے ہیں۔ دولتمند کیسی مشکل سے آسمان کی بادشاہی میں داخل ہوگا۔ "کیا تُو اپنے لئے بڑی باتوں کا طالب ہے۔ تُو اُن کا طالب نہ ہو" (یرمیاہ ۴۵: ۵)۔

(۱۴) مسیح کی مَوت کے مقدمہ میں یہودیوں نے اشد گناہ کیا۔ آخری دفعہ پر

بھی سردار کاہنوں کے لئے توبہ کا موقعہ تھا۔ اُن سے پُوچھا گیا کہ یسُوع کو چُن لیں یا برآبا کو لیکن اُنہوں نے یہ پسند کیا کہ زندگی کے مالک کو مروا ڈالیں ۔ ہمارے خداوند کو قتل کرنے کا اختیار اُنہیں حاصل نہ تھا۔ اُس کی مَوت کی ذمہ واری برملا اُنہوں نے اپنے اُوپر لے لی ۔ پیلاطُس نے یہ پُوچھا "اُس کو میں کیا کروں"۔ اُنہوں نے یہ جواب دیا "اُسے صلیب دے۔ اُسے صلیب دے"۔ ہمارے خداوند کی موت جن ہاتھوں سے عمل میں آئی وہ لاکلام غیر قوم تھے لیکن ہمارے خداوند کی موت کا قصور زیادہ تر یہودیوں کے سر ہے۔

ہم کو یہودیوں کی اِس شرارت پر تعجب آتا ہے۔ اور یہ عجیب بات نہیں۔ مسیح کو رد کرنا اور برآبا کو چُن لینا حیرت انگیز فعل ہے۔ اِس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اندھاپن دیوانگی و نادانی حد تک پہنچ گئی تھی۔ خبردار کہیں نادانستہ ہم اُنہیں کی تقلید نہ کریں۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ آخر کار ہم یسُوع کو رد کر کے برآبا کو چُن لیں۔ گُناہ کی خدمت اور خدا کی خدمت دونو ہمارے سامنے ہیں۔ دُنیا کی دوستی اور مسیح کی دوستی ہماری آنکھوں کے سامنے پیش کی جاتی ہیں۔ کیا ہم صحیح انتخاب کرتے ہیں؟ کیا ہم راست دوست سے چپٹے رہتے ہیں۔ یہ سنجیدہ سوال ہیں۔ مبارک ہے وہ شخص جو ان سوالوں کا صحیح تسلی بخش جواب دے سکے۔

(۵) برآبا کا رہا ہونا انجیلی تجویز نجات کا کیسا عجیب نمونہ ہے۔ خطا کار رہا ہوتا ہے اور بے خطا مارا جاتا ہے۔ بڑا گنہگار چھُوٹ جاتا ہے اور بے گناہ شخص بندھا رہتا ہے۔ برآبا بچ جاتا ہے اور مسیح مصلوب ہوتا ہے۔

اِس میں اُس طریقے کی صاف مثال ہے جس کے مطابق خدا گنہگار کو معاف کرتا اور راستباز ٹھہراتا ہے۔ وہ اِس لئے یہ کرتا ہے کیونکہ مسیح نے راست ہو کر ناراستوں کی جگہ دکھ اُٹھایا۔ وہ سزا کے مستوجب تھے لیکن ایک زبردست قائم مقام نے اُن کی

جگہ دُکھ اُٹھایا۔ وہ ابدی موت کے مستحق تھے لیکن ایک جلیل نجات دہندہ نے اُن کے لئے جان دی۔ ہم سب فطرتاً برآبا کی حالت میں ہیں۔ ہم خطا کار۔ شریر اور موت کے سزاوار ہیں لیکن جب ہم نا اُمید تھے مسیح معصوم بے دینوں کے لئے مُوا اور اب خدا مسیح کی خاطر عادل ہو سکتا ہے کہ اُس کو راستباز ٹھیرائے جو یسُوع پر ایمان لاتا ہے (رومیوں ۵-۶+۳-۲۶)۔

ہم خدا کو مبارک کہیں کہ اُس نے ہمیں ایسا ذوالجلال نجات دہندہ بخشا۔ ہمارا عُذر یہ نہیں کہ ہم بری ہونے کے مستحق تھے۔ بلکہ یہ کہ یسُوع نے ہمارے لئے جان دی۔ خبردار۔ ایسی بڑی نجات حاصل کرنے کے بعد ہم اپنی رُوحوں کے لئے اُس کا صحیح استعمال کریں۔ جب تک ہم بذریعہ ایمان یہ نہ کہہ سکیں ہم چین نہ لیں کہ مسیح میرا ہے۔ میں دوزخ کا مستحق تھا لیکن مسیح میرے لئے مُوا اور اُس پر ایمان لا کے میں آسمان کا اُمیدوار ہوں۔

مرقس ۱۵: ۱۶-۲۲ (۱۶) اور سپاہی اُس کو اُس صحن میں لے گئے جو پریٹوریُن کہلاتا ہے اور ساری پلٹن کو بُلا لائے (۱۷) اور اُنہوں نے اُسے ارغوانی چوغہ پہنایا اور کانٹوں کا تاج بنا کر اُس کے سر پر رکھا (۱۸) اور اُسے سلام کرنے لگے کہ اے یہودیوں کے بادشاہ آداب! (۱۹) اور وہ اُس کے سر پر سرکنڈا مارتے اور اُس پر تھوکتے اور گھٹنے ٹیک ٹیک کر اُسے سجدہ کرتے رہے (۲۰) اور جب اُسے ٹھٹھوں میں اُڑا چکے تو اُس پر سے ارغوانی چوغہ اُتار کر اُسی کے کپڑے اُسے پہنائے۔ پھر اُسے صلیب دینے کو باہر لے گئے (۲۱) اور شمعون نام ایک کرینی آدمی سکندر اور رُوفس کا باپ دیہات سے آتے ہوئے اُدھر سے گزرا۔

اُنہوں نے اُسے بیگار میں پکڑا کہ اُس کی صلیب اُٹھائے (۲۲) اور وہ اُسے مقام گلگتا پر لائے جس کا ترجمہ کھوپڑی کی جگہ ہے (۲۳) اور مُر ملی ہوئی مے اُسے دینے لگے۔ مگر اُس نے نہ لی (۲۴) اور اُنہوں نے اُسے صلیب پر چڑھایا۔ اور اُس کے کپڑوں پر قرعہ ڈال کر کہ کس کو کیا ملے اُنہیں بانٹ لیا (۲۵) اور پہر دن چڑھا تھا جب اُنہوں نے اُس کو صلیب پر چڑھایا (۲۶) اور اُس کا الزام لکھ کر اُس کے اوپر لگا دیا گیا کہ یہودیوں کا بادشاہ (۲۷) اور اُنہوں نے اُس کے ساتھ دو ڈاکو ایک اُس کی دہنی اور ایک اُس کی بائیں طرف صلیب پر چڑھائے (۲۸) اور راہ چلنے والے سر ہلا ہلا کر اُس پر لعن طعن کرتے اور کہتے تھے کہ واہ! مقدس کے ڈھانے والے اور تین دن میں بنانے والے (۳۰) صلیب پر سے اُتر کر اپنے تئیں بچا (۳۱) اسی طرح سردار کاہن بھی فقیہوں کے ساتھ مل کے آپس میں ٹھٹھے سے کہتے تھے۔ اس نے اوروں کو بچایا اپنے تئیں نہیں بچا سکتا (۳۲) اسرائیل کا بادشاہ مسیح اب صلیب پر سے اُتر آئے تاکہ ہم دیکھ کر ایمان لائیں۔ اور جو اُس کے ساتھ صلیب پر چڑھائے گئے تھے وہ اُس پر لعن طعن کرتے تھے۔

مذکورہ بالا عبارت میں مسیح کی لا انتہا محبت کا بیان ہے جو وہ گنہگاروں سے رکھتا ہے جن دُکھوں کا بیان اس میں پایا جاتا ہے اُن سے ہمارے دلوں میں دہشت اور ترس پیدا ہوتا۔ اگر وہ دُکھ کسی ایسے شخص پر وارد ہوتے جو صرف ہماری مانند ہی تھا۔ لیکن جب ہم یہ سوچتے ہیں کہ یہ دُکھ اُٹھانے والا خدا کا ازلی بیٹا تھا تو ہم حیرت اور تعجب میں غرق ہو جاتے ہیں۔ اور جب ہمیں یہ مزید خیال آتا ہے کہ یہ دُکھ

اُس نے ہمارے جیسے گنہگار مرد و زن کو دوزخ سے چھڑانے کے لئے اُٹھائے۔ نو پولس کے ان لفظوں کے معنی کسی قدر ہماری سمجھ میں آجاتے ہیں "مسیح کی محبت جو جاننے سے باہر ہے"۔ "خدا اپنی محبت کی خوبی ہم پر یوں ظاہر کرتا ہے کہ جب ہم گنہگار ہی تھے تو مسیح ہماری خاطر مُؤا" (افسیوں ۳-۱۹ + رومیوں ۵-۸)۔

ہم اپنے خداوند کے دُکھوں کے بیان کے مختلف حصّوں پر الگ الگ غور کرنے سے فائدہ اُٹھائیں گے جس وقت سے کہ پیلاطُس نے صلیب کا فتویٰ صادر کیا اُس کی صلیب کی آخری ساعت تک ہم اِس کے پیچھے قدم بہ قدم چلیں۔ اُس کے غموں کے نقطے نقطے اور شوشے شوشے میں گہرے معنی پائے جاتے ہیں۔ وہ سب رُوحانی حقیقتوں کے عجیب نشان ہیں۔ اور ہم فراموش نہ کریں کہ ان سارے دُکھوں کی وجہ ہمارے گناہ تھے۔ "مسیح نے بھی یعنی راستباز نے ناراستوں کے لئے گناہوں کے باعث ایک بار دُکھ اُٹھایا تاکہ ہم کو خدا کے پاس پہنچائے"۔ (۱ پطرس ۳-۱۸)

ہم اپنے ضامن اور قائمقام کی موت کا احوال یہاں پڑھتے ہیں:۔

اوّل ہم یہ دیکھتے ہیں کہ یسوع رُومی سپاہیوں کے ہاتھ میں سونپا گیا جیسے وہ مُجرم سونپا جاتا ہے جس پر سزائے موت کا فتویٰ ہو چکا ہو جس کے سامنے ایک دن سارے جہان نے انصاف کے لئے کھڑا ہونا ہے اُس پر بے انصافی سے فتویٰ دیا گیا اور شریروں کے ہاتھوں میں سونپا گیا۔

ایسا کیوں ہُوا؟ یہ اِس لئے ہُوا کہ ہم گنہگار غریب ابنائے آدم اُس پر ایمان لاکے تباہی کے گڑھے سے اور دوزخ کے عذاب سے بچ جائیں۔ یہ اِس لئے ہُوا تاکہ ہم روزِ عدالت کو ہر طرح کے الزام سے بری کئے جائیں۔ اور خدا باپ کے سامنے بے قصور پیش کئے جائیں اور شدّت کی خوشی حاصل کریں۔

دوم - ہم دیکھتے ہیں کہ یسوع کی ہتک کی گئی اور رومی سپاہیوں نے اُس کا ٹھٹھا اُڑایا۔ اُنہوں نے تمسخر سے اُس کو ارغوانی چوغہ پہنایا اور اُس کی بادشاہی کی ہنسی اُڑانے کے لیئے کانٹوں کا تاج اُس کے سر پر رکھا۔ اُنہوں نے اُس کے سر پر سرکنڈے مارے اور اُس پر تھوکا اور اُسے نہایت حقیر اور دُنیا کا کُوڑا کرکٹ سمجھا۔ (اکرنتھی ۴-۱۳)

یہ کیوں ہُوا؟ یہ اس لئے ہُوا کہ ہم کمینوں کو جلال - عزت اور ابدی زندگی مسیح کے کفارے پر ایمان لانے سے حاصل ہو - یہ اس لئے ہُوا تا کہ ہم یوم آخری کو مظفرانہ خدا کی بادشاہی میں داخل ہوں اور جلال کا ایسا تاج حاصل کریں جو مُرجھاتا نہیں۔

سوم - یسوع کے کپڑے اُتارے گئے اور اُس کے دُشمنوں کے سامنے اُسے ننگا صلیب دیا گیا - جو سپاہی اُسے صلیب کی جگہ لے گئے اُنہوں نے قرعہ ڈال کر اُس کے کپڑے بانٹ لئے۔

یہ کیوں ہُوا؟ یہ اس لئے ہُوا کہ ہم جن کی اپنی کوئی راستبازی نہ تھی اس کامل راستبازی سے ملبّس ہو جائیں جو مسیح نے ہمارے لئے حاصل کی - اور آخری دن ہم خدا کے سامنے عُریاں کھڑے نہ ہوں - یہ اس لئے ہُوا کہ ہم جو گُناہ سے آلودہ ہیں شادی کا لباس حاصل کریں جس کے ذریعے ہم فرشتوں کے ساتھ کھڑے ہوں اور شرمندہ نہ ہوں۔

چہارم - ہم یہ دیکھتے ہیں کہ یسوع نے نہایت بے عزتی اور ذلت کی موت یعنی صلیب کی موت اُٹھائی۔ یہ سزا خاص مجرموں کو دی جاتی تھی جس کو یہ سزا ملتی وہ ملعون گنا جاتا۔ چنانچہ یہ لکھا ہے" جو کوئی لکڑی پر لٹکایا گیا وہ لعنتی ہے" (گلتیوں ۳-۱۳)

اور یہ کیوں ہُوا؟ یہ اِس لئے ہُوا کہ ہم جو پیدائش سے گُناہ میں پیدا ہوئے اور غضب کے فرزند تھے مسیح کی خاطر مبارک گنے جائیں۔ یہ اُس لعنت کے دُور کرنے کے لئے ہُوا گُناہ کے سبب جس کے ہم مستحق تھے۔ یہ گناہ مسیح پر رکھا گیا۔ مسیح جو ہمارے لئے لعنتی بنا اُس نے ہمیں مول لے کر شریعت کی لعنت سے چھُڑایا" (گلتیوں ۳-۱۳)۔

پنجم۔ ہم دیکھتے ہیں کہ یسوع خطاکار اور گنہگار گنا گیا۔ اُس کے ساتھ اُنہوں نے دو چوروں کو صلیب دیا۔ جس نے کوئی گُناہ نہ کیا تھا اور جس میں کوئی مکر نہ پایا گیا وہ خطا کاروں میں شمار ہُوا۔

اور یہ کیوں ہُوا؟ یہ اِس لئے ہُوا کہ ہم جو لاچار گنہگار ہیں جبلت سے اور عمل سے۔ ہم مسیح کی خاطر معصوم گنے جائیں۔ یہ اِس لئے ہُوا کہ ہم جو موت کے سوا کسی دوسری شے کے مستحق نہیں خدا کی عدالت سے بچنے کے قابل سمجھے جائیں اور جب سارا جہان عدالت کے لئے جمع ہوگا تو ہم بری ٹھہرانے کا حکم سُنیں۔

آخر کار۔ ہم یہ پڑھتے ہیں کہ جب مسیح جان دے رہا تھا جیسے کوئی فریبی اور ایسا شخص جان دیتا ہے جو اپنے تئیں بچانے کے ناقابل ہے۔

یہ کیوں ہُوا؟ یہ اِس لئے ہُوا تاکہ ہم دمِ واپسیں مسیح پر ایمان لانے کے ذریعے بڑی تسلی حاصل کریں۔ یہ سب کچھ اُس پر اِس لئے واقع ہُوا تاکہ ہمکو پُورا یقین دلایا جائے اور جان لیں کہ ہم کس پر ایمان لائے اور بلا خوف و خطر موت کے سایۂ کی وادی میں جا سکیں۔

اِس عبارت کے پڑھنے سے سارے ایمانداروں کے دِلوں میں گہرا احساس ہونا چاہئے کہ ہم کہاں تک مسیح کے مقروض ہیں۔ ایمانداروں کو جو کچھ حاصل ہے اور جو کچھ وہ ہیں اور جو اُمید اُنہیں ہے وہ سب اِس اِبن خدا کی موت سے حاصل

ہے۔ اُس کے مجرم ٹھہرائے جانے سے وہ بری ہوئے۔ اُس کے دُکھوں سے اُن کو اطمینان ملا۔ اُس کی خجالت سے جلال۔ اُس کی موت سے زندگی۔ اُن کے گناہ اُس سے منسوب ہوئے۔ اُس کی راستبازی اُن سے منسوب ہوئی۔ اِس لئے یہ جائے تعجب نہیں کہ پولُس نے یہ کہا "شکر خدا کا اُس کی اُس بخشش پر جو بیان سے باہر ہے (۲ کرنتھی ۹-۱۵)۔

مسیح نے ہماری رُوحوں سے کیسی محبت کی۔ ہم تو گناہ آلودہ۔ بدکار اور لاچار گنہگار تھے۔ ہم یاد رکھیں کہ خداوند یسوع کون تھا۔ خدا کا ازلی بیٹا ساری چیزوں کا بنانے والا۔ ہماری خاطر اس یسوع نے جان بُوجھ کر اشد تکلیف اُٹھائی اور بیعزتی کی موت قبول کی۔ یقیناً اس محبت کا خیال ہمیں مجبُور کرتا ہے کہ ہم ہر روز اپنے لئے نہیں بلکہ مسیح کے لئے زندگی بسر کریں۔ ہم تیار اور رضامند ہوں کہ اپنے بدنوں کی زندہ قربانی اُس کے آگے چڑھائیں جو ہمارے لئے جیا اور مرگیا (۲ کرنتھی ۵-۱۴، ۱۵ + رُومیوں ۱۲-۱)۔ مسیح کی صلیب ہمیشہ ہماری آنکھوں کے سامنے رہے۔ اگر اس کو ہم ٹھیک طور پر سمجھ لیں تو ساری مسیحیت میں کوئی ایسی شئے نہ ملیگی جس کا ایسا اثر پاکیزہ کرنے اور تسلی دینے والا ثابت ہو۔

مرقس ۱۵: ۳۳-۳۸ (۳۳) جب دوپہر ہوئی تو تمام مُلک میں اندھیرا چھا گیا اور تیسرے پہر تک رہا (۳۴) اور تیسرے پہر کو یسوع بڑی آواز سے چلایا کہ اِلوہی اِلوہی لما شبقتنی؟ جس کا ترجمہ یہ ہے۔ اے میرے خدا۔ اے میرے خدا۔ تُو نے مجھے کیوں چھوڑ دیا (۵) جو پاس کھڑے تھے اُن میں سے بعض نے یہ سُنکر کہا۔ دیکھو۔ وہ ایلیاہ کو بُلاتا ہے (۳۶) اور ایک نے دَوڑ کر اسفنج کو سرکہ میں ڈبویا اور سرکنڈے پر

رکھکر اُسے چُسایا اور کہا۔ ٹھہر جاؤ۔ دیکھیں تو ایلیاہ اُسے اُتارنے آتا ہے یا نہیں (۳۷) پھر یسوعؔ نے بڑی آواز سے چلّایا اور دم دے دیا۔ (۳۸) اور مقدِس کا پردہ اُوپر سے نیچے تک پھٹ کر دو ٹکڑے ہو گیا۔

ان آیات میں ہمارے خداوند یسوع مسیح کی موت کا احوال درج ہے۔ موت خواہ کسی کی ہو ایک سنجیدہ واقعہ ہے کسی آدمی کی تاریخ میں جس قدر اُس کے انجام کی اہمیت ہے کسی اور امر کی نہیں لیکن جس موت کا مطالعہ ان آیات میں کیا جاتا ہے وہ ایسی سنجیدہ موت ہے کہ جس کی نظیر دُنیا میں پائی نہیں جاتی جب لحظے ہمارے خداوند نے آخری سانس لیا دُنیا کے گُناہ کے کفارے کا کام پُورا ہو گیا۔ آخر کار گنہگاروں کا فدیہ دیا گیا۔ اور سارے ایمانداروں کے لئے آسمان کی بادشاہت کا دروازہ چوپٹ کُھل گیا۔ جو پختہ اُمید کسی فانی انسان کو اُس کی رُوح کے بارے میں حاصل ہے اُس کا سُراغ صلیب تک پہنچتا ہے جس پر ہمارے خداوند نے جان دی۔

ہمارے خداوند کی وفات کے وقت جو ظاہر نشانات اور عجائبات وقوع میں آئے اُن پر ہم ذرا غور کریں۔ مقدس مرقسؔ نے خاص دو کا ذکر کیا ہم ان پر فرا توجہ دیں۔ ایک نشان تو یہ ہے کہ تین گھنٹوں تک تاریکی چھا گئی۔ دوسرا یہ تھا کہ جو پردہ ہیکل میں قدس الاقدس کے سامنے لٹکا رہتا تھا جس سے وہ ہیکل کے حصہ قدس سے جُدا ہوتا تھا وہ پھٹ گیا۔ ان دو نو واقعات سے ہجوم کی توجہ اُن کی طرف منعطف ہوئی۔ دونوں کے گہرے معنی تھے۔ اور یروشلم میں جو بھیڑ جمع تھی سب کا خیال ان کی طرف ہو گیا۔ تاریکی کے چھا جانے سے لاپرواہ غیر قوم بھی مؤثر ہوئے بغیر نہ رہ سکتے تھے۔ چنانچہ پیلاطسؔ اور رُومی سپاہیوں کی توجہ اُس طرف

ہوگئی۔ پردے کے پھٹ جانے سے انا اور کائفا سردار کاہن اور اُن کے بے ایمان رفیق بھی مؤثر ہوئے یروسلم میں مشکل سے کوئی ایسا گھر ہو گا جو اُس شام کو یہ نہ کہتا ہو کہ "آج ہم نے عجب باتیں دیکھی ہیں!"

اس اعجازی تاریکی میں ہمارے لئے کیا تعلیم تھی؟ یہ یہودی قوم کی ازحد شرارت کا نشان تھی۔ وہ فی الحقیقت اپنے مسیح کو قتل کر رہے تھے اور اپنے ہی بادشاہ کو مار رہے تھے یہ اس بات کا بھی نشان تھا کہ خدا کی نظر میں گناہ ازحد بُرا ہے۔ خود خُدا کے بیٹے کو یہ ضرور ہُوا کہ وہ دِن کی فرحت بخش روشنی سے محروم ہو جب کہ وہ ہمارے لئے گناہ بن گیا اور ہماری خطائیں اُٹھا لے گیا۔

پردے کے اعجازی پھٹنے کے کیا معنی تھے؟ اس کے یہ معنی تھے کہ یہودی شریعت کی ساری رسوم منسوخ و موقوف ہوگئیں۔ یہ اِس امر کا نشان تھا کہ مسیح کی موت کے ذریعے قدس الاقدس کا راہ سارے نوع انسان کے لئے کھُل گیا (عبرانی ۹-۸)۔ اس میں یہ تعلیم تھی کہ نہ صرف یہودی بلکہ غیر قوم بھی اب دلیری سے یسوع واحد سردار کاہن کے وسیلے خدا کے نزدیک جا سکتے تھے اور یہ کہ انسان اور خُدا کے مابین جو دیوار حائل تھی وہ ہمیشہ کیلئے گر گئی۔

اس پھٹے پردے میں ایک عملی سبق بھی ہے۔ مسیح کی کلیسیا میں یہودی رسوم کو دوبارہ فروغ دینا کہ مذبحے بنائے جائیں اور قربانیاں چڑھائی جائیں اور کہانت قائم کی جائے یہ تو اُس پھٹے پردے کو پھر سی دینا ہے اور دوپہر کے وقت شمع جلانے کی مانند ہے۔

اعجازی تاریکی کے عملی سبق کو بھی فراموش نہ کریں؛ یہ ہمارے دِلوں کو تاریکی کی اُس سیاہی کی طرف لے جاتی ہے۔ جو سارے ابدی بے ایمانوں کا حصہ ہے (یہوداہ ۱۳)۔ ہمارے مُبارک ضامن نے صلیب پر صرف تین گھنٹوں تک اِس تاریکی کی برداشت کی۔ تاریکی کی زنجیریں جو اُن سب کو جکڑ لینگی جو اُس کے کفارے کو رَدّ کرتے اور گُناہ میں مرتے ہیں ابدالآباد تک رہینگی۔

اِن آیات میں یہ سبق بھی ہے کہ کیسے فی الحقیقت اور فی الواقع ہمارا خداوند یسُوع مسیح ہمارے لئے لعنت بن گیا اور اُس نے ہمارے گُناہ اُٹھالئے۔ یہ خیال مؤثر طور سے اُن عجیب الفاظ میں ظاہر ہُوا ہے جو ہمارے خداوند نے نویں گھنٹے میں استعمال کئے "اے میرے خُدا۔ اے میرے خُدا تُو نے مجھے کیوں چھوڑ دیا؟"

اِن الفاظ کے گہرے معنی کی تہ تک پہنچنے کا دعویٰ تو سراسر نادانی ہوگا لیکن ہم اتنا تو کہہ سکتے ہیں کہ اِن میں ایسی باطنی تکلیف کا اِیما پایا جاتا ہے جو ہمارے احاطۂ خیال سے کہیں پرے ہے۔ خدا کے بعض مقدّس اشخاص کی تکلیف بعض اوقات بہت سخت تھی جب کہ اُن کو یہ محسُوس ہُوا کہ خدا نے اپنی شفقت کا ہاتھ اُن پر سے اُٹھالیا۔ اِس قدوس ابنِ خدا کی تکلیف کی نسبت کیا قیاس کر سکتے ہیں جبکہ ساری دُنیا کا کُل گُناہ اُس کے سر آپڑا اور جبکہ اُس نے خود محسُوس کیا کہ وہ گنہگاروں میں شُمار کیا گیا گو وہ بے گُناہ تھا۔ جب اُس نے یہ محسوس کیا کہ باپ نے اپنا چہرہ اُس کی طرف سے پھیر لیا؟ ایسے وقت کی تکلیف کا اندازہ لگانا ہماری عقل سے باہر ہے۔ یہ بہت بُلند ہے۔ یہ ہمارے قیاس کی رسائی سے پرے ہے۔ ہم اِس پر ایمان لاسکتے ہیں لیکن کامل طور سے نہ اِس کی تشریح کر سکتے ہیں

نہ اسے معلوم کر سکتے ہیں۔ البتہ ایک بات تو صریح ظاہر ہے اور یہ ان الفاظ کی تشریح کا عدم امکان ہے جب تک کہ ہم یہ نہ مان لیں کہ مسیح گنہگاروں کا کفارہ اور قائم مقام ہوا۔ اگر ہم یہ مانیں جیسا کہ بعض مانتے ہیں کہ مسیح محض انسان تھا یا یہ کہ اُس کی موت خود ایثاری کی محض ایک اعلیٰ مثال تھی۔ تو مرتے وقت اُس کا یہ الفاظ زبان سے نکالنا بے معنی ہو جاتا ہے۔ پھر تو دم مرگ وہ ایسا صابر بھی نہیں ٹھہرتا جیسا کہ بعض شہید صابر رہے۔ اور نہ ایسا چُپ چاپ۔ بلکہ بعض بُت پرست فلاسفروں نے اس لحاظ سے زیادہ صبر اور سکون اپنی موت کے وقت دکھایا۔ ایک ہی تشریح تسلی بخش معلوم ہوتی ہے اور یہ تشریح وہی ہے جو بائبل میں مذکور ہے کہ مسیح نے ہمارے گناہوں کی خاطر اور ہمارا قائم مقام ہو کر صلیب پر جان دی۔ دُنیا کا جو گناہ اُس پر لادا گیا اور اُس سے منسوب ہوا اُس کو محسوس کرتے اُس نے مرتے وقت یہ کلمہ زبان سے نکالا۔

آخر کار ان آیات میں ہم یہ سیکھتے ہیں کہ کچھ عرصے کے لئے یہ ممکن ہے کہ خدا کسی کو چھوڑ دے لیکن پھر بھی وہ اُس کو پیار کرتا ہے۔ جب صلیب پر مرتے وقت ہم اپنے خداوند کے اِن الفاظ کو سُنتے ہیں تو ہم اس خیال پر شک نہیں لا سکتے۔ وہ اپنے باپ سے یہ کہہ رہا ہے "تُو نے مجھے کیوں چھوڑ دیا" پھر بھی وہ اُسے "اے میرے خدا" کہہ کر پکارتا ہے۔ ہم یہ بھی جانتے ہیں کہ ہمارا خداوند صرف تھوڑی دیر کے لئے چھوڑ دیا گیا لیکن اس حالت میں بھی وہ خدا کا پیارا بیٹا تھا۔ اُس کے دُکھوں اور کاموں میں باپ اُس سے خوش تھا۔

اس میں ایک گہری عملی تعلیم ہے جس پر سارے سچے مسیحیوں کو غور کرنا چاہئے۔ بیشک ایک معنی میں ہمارے خداوند کا یہ احساس کہ باپ نے اُسے چھوڑ دیا تھا تو اُسی سے مخصوص تھا کیونکہ وہ اپنے گناہوں کے لئے نہیں بلکہ ہمارے

گُناہوں کے لئے دُکھ اُٹھا رہا تھا۔ پھر بھی باوجود اس کے یہ تو صریح امر ہے کہ یسوع کو تھوڑے عرصے کے لئے" باپ نے چھوڑ دیا" تھا لیکن پھر بھی وہ باپ کا "پیارا بیٹا" تھا۔ کلیسیا کے جو اس سر کے ساتھ گُزرا کچھ تبدیلی کے ساتھ وہی حال اُس کے اعضا کا ہو سکتا ہے۔ وہ بھی گو وہ باپ کے چیدہ اور پیارے ہوں بعض اوقات یہ تجربہ کریں کہ خدا کا چہرہ اُن کی طرف سے پھر گیا تھا۔ وہ بھی بعض اوقات کسی بدنی بیماری کی وجہ سے کسی خاص مصیبت کے باعث۔ کسی بے احتیاطی کے سبب یا خدا کی الٰہی مرضی سے جو اُن کو زیادہ مقرب بنانا چاہتی ہو مجبور ہو کر یہ چلائیں "اے میرے خدا۔ اے میرے خدا تُو نے مجھے کیوں چھوڑ دیا"؟

جو ایماندار اپنے تئیں متروک شدہ محسوس کریں وہ ہمارے خداوند کے تجربے سے یہ سیکھ لیں کہ وہ کبھی مایوسی میں مُبتلا نہ ہوں۔ بیشک وہ اپنی اُس حالت پر تو راضی نہ ہونگے۔ اُنہیں چاہیئے کہ وہ اپنے دِلوں کی جانچ پڑتال کریں اور دیکھیں کہ کوئی ایسی پوشیدہ شئے تو نہیں جس کی وجہ سے اُن کی تسلی ایسی خفیف ٹھہرتی ہے۔ (ایوب ۱۵-۱۱) لیکن وہ اپنے خلاف تلخ باتوں کو نہ لکھیں اور جلدبازی سے یہ نتیجہ نہ نکال لیں کہ خدا نے اُن کو ہمیشہ کے لئے چھوڑ دیا ہے یا وہ فریب خوردہ ہیں اور اُن کو کچھ فضل حاصل نہیں ہؤا۔ وہ خدا کے منتظر رہیں اور ایوب کی طرح یہ کہیں "دیکھ وہ جو مجھ کو مار ڈالتا ہے تو بھی مجھ کو اُس کا بھروسہ ہے" (ایوب ۱۳-۱۵)۔ وہ یسعیاہ اور داؤد کے اِن الفاظ کو یاد رکھیں "تمہارے درمیان کون ہے جو خدا سے ڈرتا .... اور اندھیرے میں چلتا اور روشنی نہیں پاتا؟ وہ خداوند کے نام پر اعتماد رکھے اور اپنے خدا پر تکیہ کرے"۔ "اے میرے جی تو کیوں گرا جاتا ہے اور تو مجھ میں کیوں بے آرام ہے؟ خدا پر توکل کر کیونکہ

مَیں اُس کی ستائش آگے کو بھی کرونگا" (یسعیاہ ۵۰-۱۰ + زبور ۲۲-۴ - ۱۱)-

---

مرقس ۱۵ : ۳۹-۴۷ (۳۹) جو صوبہ دار اُس کے سامنے کھڑا تھا اُس نے اُسے یُوں دم دیتے ہوئے دیکھکر کہا کہ یہ آدمی بیشک خدا کا بیٹا تھا (۴۰) اور کئی عورتیں دُور سے دیکھ رہی تھیں اُن میں مریم مگدلینی اور چھوٹے یعقوب اور یوسیس کی ماں مریم اور سلومے تھیں (۴۱) جب وہ گلیل میں تھا یہ اُس کے پیچھے ہولیتی اور اُس کی خدمت کرتی تھیں۔ اور اَور بھی بہت سی عورتیں تھیں جو اُس کے ساتھ یروشلیم میں آئی تھیں۔ (۴۲) جب شام ہوگئی تو اِس لئے کہ تیاری کا دن تھا جو سبت سے ایک دن پہلے ہوتا ہے (۴۳) اَرمتیہ کا رہنے والا یوسف آیا جو عزّت دار مُشیر اور خود بھی خدا کی بادشاہت کا منتظر تھا۔ اور جُرأَت سے پیلاطُس کے پاس جا کر یسُوع کی لاش مانگی (۴۴) اور پیلاطُس نے تعجب کیا کہ وہ ایسا جلد مر گیا۔ اور صُوبہ دار کو بُلا کر اُس سے پُوچھا کہ اُس کو مرے ہوئے دیر ہوگئی ؟ (۴۵) جب صُوبہ دار سے حال معلوم کر لیا تو لاش یُوسف کو دلادی (۴۶) اُس نے ایک مہین چادر مول لی۔ اور لاش کو اُتار کر اُس چادر میں کفنایا۔ اور ایک قبر کے اندر جو چٹان میں کھودی گئی تھی اُسے رکھا۔ اور اُس قبر کے مُنہ پر ایک پتھر لُڑھکا دیا (۴۷) اور مریم مگدلینی اور یوسیس کی ماں مریم دیکھ رہی تھیں کہ وہ کہاں رکھا گیا ہے ◆

مسیحی دین میں ہمارے خداوند یسُوع مسیح کی مَوت ایک نہایت اہم واقعہ ہے۔ سب نجات یافتہ گنہگاروں کی اُمید اِس دُنیا میں اور ابد تک اُسی پر منحصر رہتی ہے۔

اس لئے یہ جائے تعجب نہیں کہ اُس کی موت کی کیفیت ایسے طور سے ہمارے سامنے پیش کی گئی تاکہ اُس کی نسبت کوئی شک و شبہ باقی نہ رہے۔ مذکورہ بالا آیات میں تین قسم کے گواہ مذکور ہیں۔ رُومی صُوبہ دار جو صلیب کے نزدیک کھڑا تھا۔ وہ عورتیں جو ہمارے خداوند کے ساتھ گلیل سے یروشلیم کو گئی تھیں جن شاگردوں نے اُسے دفن کیا۔ یہ سب اِس امر کے گواہ ہیں کہ یسُوع فی الحقیقت مر گیا۔ اُن کی متفقہ شہادت شک و شُبہ سے مبرّا ہے۔ وہ فریب خوردہ نہ تھے۔ جو انہوں نے دیکھا وہ غش کی حالت یا وجد یا بیہوشی کی حالت میں نہ دیکھا۔ اُنہوں نے دیکھا کہ وہی یسُوع جو مصلُوب ہُوا تھا اُس نے اپنی جان دے دی اور موت تک فرمانبردار رہا۔ ہمارے دلوں میں یہ نقش ہو جائے کہ ہمارا نجات دہندہ فی الواقعہ اور فی الحقیقت مر گیا۔

ہم یہاں یہ امر یاد رکھیں کہ اِس عبارت میں عورتوں کا کیسی عزّت کے ساتھ ذکر آیا ہے۔ یہاں خاص طور سے یہ بیان ہُوا کہ جب ہمارے خداوند کی جان پرواز کر گئی تو اُس وقت "کئی عورتیں دُور سے دیکھ رہی تھیں"۔ اِن میں سے بعض کے نام بھی مندرج ہیں۔ اور یہ بھی بتایا گیا ہے کہ یہ وُہی عورتیں تھیں جو گلیل میں ہمارے خداوند کے ساتھ تھیں۔ اور اُس کی خدمت کرتی تھیں اور "اور بھی بہت سی عورتیں تھیں جو اُس کے ساتھ یروشلیم میں آئی تھیں"۔

ہم تو یہ توقع نہ کر سکتے تھے کہ ہم ایسی باتیں پڑھینگے۔ ہم کو تو یہ خیال تھا کہ جب ہمارے خداوند کے شاگردوں میں سے ایک کے سوا سب چھوڑ کر بھاگ گئے تو صنفِ نازک کو کب جرأت ہو سکتی تھی کہ وہ برملا اپنے تئیں اُس کی دوست ظاہر کریں۔ اِس سے تو یہ ظاہر ہوتا ہے کہ خدا کا فضل کیا کچھ کر سکتا ہے۔ خُدا کبھی دُنیا کی کمزور اشیاء کو چُن لیتا ہے تاکہ طاقتوروں کو شرمندہ کرے بعض

اوقات آخر اول ہوجاتے ہیں اور اوّل آخر ہوجاتے ہیں بعض اوقات جب آدمیوں کا ایمان جاتا رہتا ہے تو عورتوں کا ایمان ثابت قدم رہتا ہے۔

لیکن سارے نئے عہدنامے میں یہ امر قابلِ لحاظ ہے کہ کتنی دفعہ خدا کے فضل کا جلال عورتوں میں ظاہر ہوُا اور خدا نے اپنی مہربانی سے کس قدر بڑا فائدہ اُن کے ذریعہ کلیسیا کو اور دُنیا کو پہنچایا ہے۔ پُرانے عہد نامے میں یہ دکھایا گیا کہ کیسے عورت کی خطا کے ذریعہ گُناہ اور موت آگئے۔ نئے عہدنامے میں یہ ذکر ہوُا کہ یسوع عورت سے پیدا ہوُا۔ اور اُس اعجازی پیدائش کے ذریعے زندگی اور بقا روشن ہوئے۔ پُرانے عہدنامے میں اکثر یہ ذکر ہوُا ہے کہ کیسے عورت آدمی کے لئے رُکاوٹ اور پھندا ثابت ہوئی۔ طوفان کے پہلے کی عورتیں اور سارہ۔ ربقہ۔ راخیل۔ دلیلہ۔ بیت شبع۔ ایزبل کی تاریخیں افسوسناک مثالیں ہیں نئے عہدنامے میں عموماً یہ ذکر آتا ہے کہ عورتیں حقیقی مذہب کیلئے کیسی مدد و مفید ثابت ہوئیں۔ الیشبع۔ مریم۔ مرتھا۔ ڈارکس لدیا اور جن عورتوں کا ذکر پولُس نے رومیوں سے کیا وہ اِسکی مثالیں ہیں۔ یہ فرق قابل غور ہے۔ اور بلاشک عمداً تھا۔ اُن اکثر اثبات میں سے یہ ایک ثبوت ہے کہ شریعت کی نسبت انجیل میں زیادہ فضل پایا جاتا ہے۔ اس سے ہمکو یہ سبق سکھایا جاتا ہے کہ مسیح کی کلیسیا میں، عورتوں کا درجہ بڑا اہم ہے۔ یہ درجہ اُنکو ملنا چاہیئے اور یہ درجہ انہیں لینا چاہیئے۔ خدا کے جلال کیلئے عورتیں بہت کام کرسکتی ہیں خواہ وہ معلم معلمہ نہ بن سکیں وہ جماعت مبارک ہے جسمیں عورتوں کو یہ علم ہے اور اُس پر وہ عامل ہیں!

اس عبارت میں ایک یہ بات بھی قابل غور ہے کہ یسوعؔ کے بعض ایسے دوست تھے جن کی نسبت ہمیں کچھ بھی معلوم نہیں۔ چنانچہ یوُسف ارمتیہ اسکی ایک مثال ہے اس کا پہلی دفعہ ذکر ہوُا۔ ایس شخص کی ماقبل تاریخ کا ہمیں کچھ حال معلوم نہیں۔ ہم یہ بھی نہیں جانتے کہ اُس نے کیسے یسوعؔ کو پیار کرنا شروع کیا اور کب اُس نے اُسکی عزت کرنا سیکھا۔ علاوہ، خداوند کے رحلت کرجانیکے بعد اس شخص کا کیا حال تھا وہ بھی ہمیں معلوم نہیں

جو کچھ ہمیں معلوم ہے وہ یہی چند مؤثر باتیں ہیں جو یہاں مذکور ہیں۔ اُس کی نسبت ایک تو یہ لکھا ہے کہ "خدا کی بادشاہت کا منتظر تھا" اور جب ہمارے خداوند کے شاگرد اُس کو چھوڑ کر چلے گئے تو اس شخص نے "جرأت سے پیلاطس کے پاس جاکر یسوع کی لاش مانگی"۔ اور عزت کے ساتھ اُسے اپنی قبر میں دفن کیا بعض لوگوں نے جب یسوع کو معجزے کرتے دیکھا تھا تو اُس کی عزت کی اور اُس کا اقرار کیا۔ لیکن یوسف نے اُس وقت یسوع کی عزت کی اور اپنی شاگردی کا اقرار کیا جب اُس نے اُس کی ٹھنڈی۔ خون سے لتھڑی لاش کو دیکھا جنہوں نے یسوع کو اُس وقت پیار کیا جب وہ زندہ تھا اور اُن سے کلام کرتا تھا لیکن یوسف نے ایسے وقت اپنی محبت ظاہر کی جب وہ خاموش اور مُردہ تھا۔

ہم اس خیال سے تسلی حاصل کریں کہ دُنیا میں بعض سچے مسیحی پائے جاتے ہیں جن کی نسبت ہم کو کچھ بھی معلوم نہیں اور ایسی جگہوں میں ہیں جہاں ہمیں توقع بھی نہ تھی۔ بیشک ایمانداروں کا شمار تو تھوڑا ہی ہوتا ہے لیکن ہم شتابی سے یہ نتیجہ نہ نکالیں کہ جہاں ہماری آنکھیں دیکھ نہیں سکتیں اُس خاندان یا محلہ میں کوئی فضل نہیں۔ ہمارا علم تو جزوی ہے اور ہم صرف اُسی حلقہ کا بیرونی جز دیکھ سکتے ہیں جس حلقے میں کہ ہم رہتے ہیں۔ خدا کے بہت بندے کلیسیا میں پوشیدہ ہیں اور جب تک کوئی خاص ماجرا نہ ہو وہ ظاہر نہیں ہو سکتے اور شاید بعض تو آخری دن کے سوا کبھی پہلے معلوم ہی نہ ہونگے۔ خدا نے جو الفاظ ایلیاہ سے کہے وہ ہم فراموش نہ کریں۔ "مَیں نے اسرائیل میں سات ہزار کو بچا رکھا ہے" (۱ سلاطین ۱۹: ۱۸)۔

اس عبارت میں یہ سبق بھی قابلِ لحاظ ہے کہ ہمارے خداوند یسوع مسیح نے قبر میں مدفون ہونے کے ذریعے قبر کی کیسی عزت افزائی کی۔ یہ لکھا ہے کہ "ایک قبر کے اندر جو چٹان میں کھودی گئی تھی اُسے رکھا"۔ اور اُس کے مُنہ پر ایک پتھر لڑھکا دیا۔

اس فانی دُنیا میں ہم یہ امر ہمیشہ یاد رکھیں۔ آدمیوں کے لئے یہ مقرر ہے کہ ایک دفعہ وہ مریں۔ ہم سب ایک جگہ جا رہے ہیں اور ہم طبعاً اُس سے جھجکتے ہیں۔ تابُوت اور جنازہ۔ کیڑا اور سڑنا یہ سب رنج دہ مضامین ہیں۔ ان سے ہمارے دل دہشت کھاتے اور اُداس ہوتے اور وہ غم سے بھر جاتے ہیں۔ جسم اور خُون ان اُمور کو خوف و سنجیدگی بغیر دیکھ نہیں سکتے۔ البتہ ایک بات سے ایمانداروں کو تسلّی ہونی چاہئے اور وہ یہ خیال ہے کہ قبر وہ جگہ ہے جہاں ایک دفعہ ہمارا خداوند دھر اگیا تھا۔ یقیناً جیسے وہ قبر میں سے فتحیاب ہو کر اُٹھا ویسے ہی یقین ہے کہ ہم بھی اُس کے ظاہر ہونے پر جلال کے ساتھ اُٹھینگے۔ یہ یاد رکھیں "سارے زندوں کے لئے جو گھر مقرر ہے" (ایوب ۳۰-۲۳)۔ وہ یاد کریں کہ خود یسُوع اُن کی خاطر ایک دفعہ وہاں گیا اور اُس نے مَوت کا ڈنک توڑا ہے۔ وہ اپنے دلوں میں شاید کہیں کہ "موت کا ڈنک گُناہ ہے اور گُناہ کا زور شریعت ہے۔ لیکن خدا کا شُکر ہو جو ہمیں خداوند یسُوع مسیح میں فتح دیتا ہے" (اکرنتھی ۱۵-۵۶ و ۵۷)۔ ہم سبھوں کو یہ یقین رکھنا چاہئے کہ ہم رُوحانی طور پر مسیح کے ساتھ اپنے جیتے ہی دفن ہوتے ہیں۔ ہم ایمان کے وسیلے اُس سے پیوست ہوں اور اُس کی صورت پر بن جائیں۔ ہم اُس کے ساتھ گُناہ کی نسبت مرجائیں اور اُس کی مَوت میں بپتسمے کے وسیلے دفن ہو جائیں (رومیوں ۶-۴)۔ پھر ہم اُس کے ساتھ جی اُٹھیں اور اُس کی رُوح کے وسیلے جلائے جائیں جب تک ہم یہ باتیں نہ جانیں مسیح کی موت اور اُس کے دفن سے ہم کو ہرگز کچھ فائدہ نہیں ہو سکتا۔

مرقس ۱۶: ۱-۸ (ا) جب سبت کا دِن گزر گیا تو مریم مگدلینی اور یعقوب کی ماں مریم اور سلومے نے خوشبودار چیزیں مول لیں تاکہ آکر

اُس پر ملیں (۲) وہ ہفتے کے پہلے دِن بہت سویرے جب سُورج نِکلا ہی تھا۔ قبر پر آئیں (۳) اور آپس میں کہتی تھیں کہ ہمارے لئے پتھر کو قبر کے مُنہ پر سے کون لُڑھکائیگا؟ (۴) جب اُنہوں نے نگاہ کی تو دیکھا کہ پتھر لُڑھکا ہُوا ہے۔ کیونکہ وہ بہت ہی بڑا تھا (۵) اور قبر کے اندر جا کے اُنہوں نے ایک جوان کو سفید جامہ پہنے ہوئے دہنی طرف بیٹھے دیکھا۔ اور نہایت حیران ہوئیں (۶) اُس نے اُن سے کہا۔ ایسی حیران نہ ہو۔ تم یسُوعؑ ناصری کو جو مصلُوب ہُوا تھا ڈھونڈھتی ہو۔ وہ جی اُٹھا ہے۔ یہاں نہیں ہے۔ دیکھو یہ وہ جگہ ہے جہاں اُنہوں نے اُسے رکھا تھا۔ (۷) لیکن تم جا کر اُس کے شاگردوں اور پطرس سے کہو کہ وہ تم سے پہلے گلیل کو جائیگا۔ تم وہیں اُسے دیکھوگے جیسا اُس نے تم سے کہا (۸) اور وہ نکل کر قبر سے بھاگ گئیں۔ کیونکہ لرزش اور ہیبت اُن پر غالب آئی تھی۔ اور اُنہوں نے کسی سے کچھ نہ کہا کیونکہ ڈرتی تھیں ✚

مذکورہ بالا آیات میں مسیح سے پختہ محبت رکھنے کی قوت ظاہر ہوتی ہے۔ "مریم مگدلینی کی روِش میں اِس کی ایک زبردست مثال ملتی ہے اور نیز دوسری مریم کی زندگی میں جس کا ذکر مرقس نے کیا ہے۔ اِن کی نسبت یہ لکھا ہے کہ اُنہوں نے "خوشبُودار چیزیں مول لیں" تاکہ ہمارے خداوند پر ملیں" اور ہفتے کے پہلے دِن بہت سویرے جب سُورج نکلا ہی تھا قبر پر آئیں"۔

اس فعل کے لئے بڑی جُرأت کی ضرورت تھی۔ تڑکے دُھندلی سی روشنی میں قبر پر جانا عورت ذات کے لئے خواہ کسی حالت میں ہو آسان نہ تھا لیکن ایسے شخص کی قبر پر جانا جو عام مُجرم کے طور پر مارا گیا تھا اور ایسے شخص کی تعظیم کے لئے جانا جسے اُن کی

قوم نے حقیر ٹھیرایا تھا ایک بڑی دلیری کا کام تھا۔ لیکن اسی قسم کے افعال سے کمزور ایمان اور پختہ ایمان میں فرق ظاہر ہوتا ہے۔ اِن مقدس عورتوں نے ہمارے خداوند کی معاف کنندہ رحمتوں کا ذائقہ لیا تھا۔ اُن کے دِل اُس کی طرف سے شکر گزاری سے معمور تھے کیونکہ اُس کے وسیلے اُن کو نور اور اُمید اور تسلی و اطمینان حاصل ہُوا تھا۔ اپنے نجات دہندہ کے لئے اپنی اُلفت کا اظہار کرنے میں وہ کسی خطرے کی پروانہ کرتی تھیں۔ غزل الغزلات کے یہ الفاظ کیسے راست ثابت ہوتے ہیں "عشق موت کی مانند زبردست ہے .... بڑا پانی عشق کو بجھا نہیں سکتا اور نہ باڑھیں اُسے ڈبا سکتی ہیں" (غزل الغزلات ۸: ۶-۷)۔

اس کی کیا وجہ ہے کہ آجکل کے مسیحیوں میں مسیح کے لئے ایسا عشق پایا نہیں جاتا؟ کیا وجہ ہے کہ ایسے بزرگ شاذونادر ہی ملتے ہیں جو مسیح کی خاطر ہر طرح کے خطرے اور آگ و پانی میں سے گزریں؟ اِس کا صرف ایک ہی جواب ہے۔ ایمان کمزور ہے اور مسیح کے احسان کا احساس بہت کم ہے۔ چاروں طرف یہی نظر آرہا ہے۔ گناہ کے کمزور اور خفیف احساس سے نجات کی قدروقیمت کا احساس بھی بہت کمزور اور خفیف پیدا ہوگا۔ خدا کا جو فرض ہم پر ہے اگر اُس کا خفیف احساس ہوگا تو جو مخلصی ہمیں ملی ہے اُس کا احساس بھی خفیف ہی ہوگا جس کو یہ احساس ہے کہ اُس کے بہت گناہ معاف ہوئے وہ بہت پیار کرتا ہے "جس کے تھوڑے گناہ معاف ہوئے وہ تھوڑی محبت کرتا ہے" (لوقا ۷: ۴۷)۔

پھر یہ تعلیم بھی ہم اِن آیات سے حاصل کرسکتے ہیں جن مشکلات سے مسیحی شخص ڈرتے ہیں اکثر وہ غائب ہو جاتی ہیں جب وہ اُن کے نزدیک جاتے ہیں۔ یہ مقدس عورتیں جب اپنے خداوند کی قبر کی طرف جارہی تھیں تو قبر پر کے پتھر کی نسبت خوف زدہ تھیں۔ "وہ آپس میں کہتی تھیں کہ ہمارے لئے پتھر کو ... کون لڑھکائیگا؟"

لیکن اُن کا خوف بے سود ثابت ہُوا۔ وہ مشکل نابود تھی "جب اُنہوں نے نگاہ کی تو دیکھا کہ پتھر لڑھکا ہُوا ہے"۔

یہاں بہت مسیحیوں کے تجربے کی سادہ کہانی پائی جاتی ہے۔ کتنی دفعہ ایمانداروں کو خطرات پیش آنے کے خیال سے رنج و غم حاصل ہُوا ہوگا پھر بھی عین ضرورت کے وقت اُنہوں نے دیکھا کہ خوف کی کوئی جگہ نہ تھی وہ پتھر لڑھکایا گیا تھا۔ مسیحیوں کے اکثر تفکرات اُن باتوں کے بارے میں ہوتے ہیں جو فی الحقیقت کبھی وقوع میں نہیں آتیں۔ آسمان کی طرف کے سفر میں جو ممکن وقوعات ہیں ہم اُن سب کی فکر کرنے لگ جاتے ہیں۔ ہماری آنکھوں کے سامنے وہ ساری صلیبیں اور مشکلاتیں بھیانک صورت لے کر آکھڑی ہوتی ہیں ہم اپنے خیالوں میں نہ صرف آج کے فکرات کو جگہ دیتے ہیں بلکہ کل کے فکروں کو بھی۔ اور اکثر اوقات آخرکار ہم کو معلوم ہوتا ہے کہ ہمارے شکوک اور خوف بے بنیاد تھے اور جس امر کا ہم کو سب سے زیادہ خوف تھا وہ تو ہرگز وقوع میں نہ آیا اس لئے ہم زیادہ عملی ایمان کے لئے دُعا کریں۔ ہم یقین کریں کہ فرض کی راہ میں ہم بالکل ترک نہ کئے جائینگے۔ ہم دلیری سے قدم آگے بڑھائیں تو اکثر ہم دیکھینگے کہ وہ شیر پابزنجیر ہے اور جو کانٹوں کی جھاڑی دکھائی دیتی تھی وہ محض ایک سایہ تھا۔

مخفی نہ رہے کہ مسیح کے دوستوں کو فرشتوں سے خوف کھانے کی ضرورت نہیں۔ جب مریم مگدلینی اور اُس کی رفیقوں نے فرشتے کو قبر میں بیٹھے دیکھا تو "وہ نہایت حیران ہوئیں" لیکن فرشتے نے اِن الفاظ سے اُن کو تسلی دی "ایسی حیران نہ ہو تم یسوع ناصری کو جو مصلوب ہُوا تھا ڈھونڈھتی ہو"۔

سرسری نظر سے یہ سبق کچھ ہلکا سا معلوم ہوتا ہے۔ زمانہ حال میں ہم کو فرشتے

عموماً دکھائی نہیں دیتے۔ ہم اُن کو دیکھنے کی توقع بھی نہیں رکھتے لیکن کسی آئندہ وقت یہ سبق مفید ثابت ہوگا۔ وہ دن قریب آرہا ہے جب ہمارا خداوند فرشتوں کے ساتھ اس دُنیا کی عدالت کرنے آئیگا۔ اُس دن فرشتے برگزیدوں کو چاروں طرف سے جمع کرینگے۔ فرشتے کڑوے دانوں کو جلانے کے لئے گٹھے باندھینگے۔ اور فرشتے خدا کی گندم کو خرمن میں جمع کرینگے جن کو فرشتے اپنے ساتھ لینگے اُن کو جلال عزت اور بقا حاصل ہوگی جن کو وہ پیچھے چھوڑ جائینگے اُن کو شرم اور دائمی سزا ملیگی۔

پس ہم ایسی زندگی بسر کرنے کی کوشش کریں کہ جب ہم مریں تو فرشتے ہم کو ابراہیم کی گود میں لے جائیں۔ فرشتوں پر ہماری نسبت یہ ظاہر ہو جائے کہ ہم مسیح کے ڈھونڈنے والوں میں سے ہیں۔ اور اس دُنیا میں ہم اُس سے محبت رکھتے ہیں اور اس لئے نجات کے وارث ہیں۔ ہم اپنی توبہ کو سچی اور یقینی ثابت کرنے کی کوشش کریں تاکہ خدا کے فرشتوں کے سامنے خوشی ہو۔ پھر اُس وقت خواہ ہم جاگتے ہوں خواہ سوتے ہوں جب صدر فرشتے کی آواز سنائی دیگی تو ہمیں خوف کی کوئی وجہ نہ ہوگی ہم اپنی قبر سے اُٹھینگے اور فرشتے ہمارے دوست ثابت ہونگے جو ہمارے ہمخدمت ہیں اور جن کی رفاقت میں ہم ابد تک زندہ رہینگے۔

اِن آیات سے ظاہر ہے کہ خدا اپنے بُزدِل خادموں پر کیسی مہربانی کرتا ہے۔ فرشتے نے جو پیغام دیا وہ اس صداقت کی عُمدہ مثال ہے۔ مریم مگدلینی اور دوسری مریم کو اُنہوں نے کہا کہ جا کر شاگردوں کو خبر دیں کہ "یسوع تم سے پہلے گلیل کو جائیگا۔" لیکن یہ پیغام براہ راست گیارہ رسُولوں کے لئے نہ تھا۔ یہ گیارہ تو اُس کو چھوڑ کر بھاگ گئے تھے اور ایسا پیغام اُن کے لئے بڑا باعثِ عنایت ہوتا۔ تو بھی شمعُون پطرس جس نے تین دفعہ اپنے خداوند کا انکار کیا تھا اُس کا نام خاص طور سے اس پیغام میں آتا ہے۔ پطرس جس نے خاص طور سے گُناہ کیا تھا اُس کا خاص نام لیا گیا۔

فضل کے کام میں کچھ مستثنیٰ نہیں۔ سب کو معافی ملنی تھی۔ سب پر نظرِ عنایت ہوتی تھی جیسے باقیوں پر ویسے پطرس پر۔

جب ہم اِس قسم کے الفاظ پڑھتے ہیں تو ہم یہ کہے بغیر نہیں رہ سکتے کہ "یہ آدمی کا طریقہ نہیں"۔ دین میں ہمارے خیال جس قدر ادنیٰ اور پست اِس معاملہ میں ہوتے ہیں ایسے اور کسی معاملہ میں نہیں کہ خدا تائب گنہگاروں کو معاف کرنے پر از حد راضی ہے۔ ہم اکثر اُس کو اپنے جیسا سمجھتے ہیں۔ ہم بھول جاتے ہیں کہ "وہ رحمت میں خوش ہے" (میکہ ۷-۱۸)۔

ہم اِس عبارت کو چھوڑنے سے پیشتر یہ عزمِ جزم کر لیں کہ ہم گنہگاروں کے لئے رحمت کا دروازہ کھول لیں جب ہم کو دین کی تعلیم و تلقین کا موقعہ ملے ہم پختہ ارادہ کریں کہ ہم اپنے ہمجنسوں کے ساتھ نہ معاف کرنے والے نہ ہوں۔ اگر مسیح ہم کو معاف کرنے کے لئے اتنا تیار رہے تو ہم بھی دوسروں کو معاف کرنے کے لئے بہت ہی تیار رہوں۔

مرقس ۱۶: ۹-۱۴ (۹) ہفتے کے پہلے روز جب وہ سویرے جی اُٹھا۔ تو پہلے مریم مگدلینی کو جس میں سے اُس نے سات بدروحیں نکالی تھیں دکھائی دیا (۱۰) اُس نے جا کر اُس کے ساتھیوں کو جو ماتم کرتے اور روتے تھے خبر دی (۱۱) اور اُنہوں نے یہ سُن کر کہ وہ جیتا ہے اور اُس نے اُسے دیکھا ہے یقین نہ کیا (۱۲) اس کے بعد وہ دوسری صورت میں اُن میں سے دو کو جب وہ دیہات کی طرف پیدل جا رہے تھے دکھائی دیا۔ (۱۳) اُنہوں نے بھی جا کر باقی لوگوں کو خبر دی۔ مگر اُنہوں نے اُس کا بھی یقین نہ کیا (۱۴) پھر پیچھے وہ اُن گیارہ کو بھی جب کھانا کھانے بیٹھے تھے

دکھائی دیا۔ اور اُن کی بے اعتقادی اور سخت دِلی پر ملامت کی۔ کیونکہ جنہوں نے اُس کے جی اُٹھنے کے بعد اُسے دیکھا تھا اُنہوں نے اُن کا یقین نہ کیا تھا ۔

ان آیات میں اِس امر کا کافی و افی ثبوت ملتا ہے کہ ہمارا خداوند فی الحقیقت مُردوں میں سے جی اُٹھا۔ اِس ایک ہی مقام میں مرقس نے کم از کم تین موقعے پیش کئے جن پر ہمارا خداوند جی اُٹھنے کے بعد دکھائی دیا پہلے تو یہ ذکر ہے کہ ہمارا خداوند ایک خاتون مسمات مریم مگدلینی کو دکھائی دیا۔ پھر دو شخصوں پر ظاہر ہُوا۔ یہ دو شاگرد دیہات کو جا رہے تھے۔ پھر گیارہ اشخاص پر یعنی گیارہ رسولوں پر جب وہ ایک جگہ جمع تھے۔ علاوہ ازیں ہم یہ بھی یاد رکھیں کہ دوسرے انجیل نویسوں نے دوسرے موقعوں اور اشخاص کا بھی ذکر کیا جب اور جن پر خداوند ظاہر ہُوا۔ پس اِس امر پر ایمان لانے میں تامّل کی کوئی گنجائش نہیں کہ مسیح کا مُردوں میں سے جی اُٹھنا ایک مسلّمہ امر واقعہ ہے۔

اس میں خدا کی بڑی رحمت کا اظہار ہے۔ مسیح کا جی اُٹھنا مسیحی دین کا بُنیادی پتھر ہے۔ یہ اُس بڑے کام کی مُہر تھا جسے وہ اِس دُنیا میں کرنے کو آیا تھا۔ یہ اعلیٰ درجہ کا ثبوت تھا کہ جو فدیہ اُس نے گنہگاروں کی خاطر ادا کیا وہ مقبول ہو گیا۔ گناہ کے لئے کفارہ پُورا ہو گیا۔ جس کے پاس موت کا زور تھا اُس کا سر کُچلا گیا اور فتح حاصل ہوئی۔ یہ قابلِ غور ہے کہ رسولوں نے مسیح کے جی اُٹھنے کا ذکر بار بار کیا۔ پُولس رسول کہتا ہے کہ "وہ ہمارے قصوروں کے لئے حوالہ کر دیا گیا" (رومیوں ۴ : ۲۵) "اور ہمارے راستباز ٹھیرنے کے لئے جِلایا گیا"۔ پطرس نے یہ لکھا "جس نے یسوع مسیح کے مُردوں میں سے جی اُٹھنے کے باعث اپنی بڑی رحمت سے ہمیں زندہ اُمید

کے لئے نئے سرے سے پیدا کیا" (۱ پطرس ۱-۱۳)۔ ہمیں خدا کا شکر کرنا چاہئے کہ اُس نے مسیح کے جی اُٹھنے کے واقعہ کو پختہ طور سے ثابت کر دیا۔ یہودی۔ غیر قوم۔ کاہن۔ رُومی پہرے دار۔ جو عورتیں قبر پر گئیں۔ شاگرد جو ایمان لانے میں ایسے سُست تھے اُن سب کی یہ چشم دید گواہی تھی جس کی تردید نہیں ہو سکتی مسیح نے ہماری خاطر نہ صرف جان دی بلکہ وہ جی بھی اُٹھا۔ اس کے رد کرنے میں اس پر ایمان لانے کی نسبت زیادہ نادانی اور کم اعتقادی ہوگی۔ کیونکہ اس کا انکار کرنے کے لئے آدمی کو عجیب و غریب ہنسی انگیز ظنّوں و توہمات کو ماننا پڑیگا۔ اور اِس پر ایمان لانے کے لئے تو صرف اِن اٹل سادہ واقعات کو مان لینا ہے۔

اِن آیات میں ہم کو معلوم ہو جاتا ہے کہ مسیح نے مریم مگدلینی پر کیسی عجیب مہربانی کی۔ چنانچہ یہ لکھا ہے کہ "جب وہ سویرے جی اُٹھا تو وہ پہلے مریم مگدلینی کو جس میں سے اُس نے سات بد روحیں نکالی تھیں دکھائی دیا"۔ ابنائے آدم میں سے جی اُٹھے مسیح کو دیکھنے کا حق پہلے پہل اُس کو حاصل ہُوا۔ ہمارے خداوند کی والدہ مریم اب تک زندہ تھی۔ یُوحنا پیارا رسول اب تک اِس رُوئے زمین پر تھا۔ لیکن جو حق مریم مگدلینی کو حاصل ہُوا وہ انہیں بھی حاصل نہ ہُوا۔ جو عورت ایک وقت غالباً بڑی گنہگار تھی جس عورت پر ایک دفعہ سات بد روحیں چڑھی ہوئی تھیں وہ پہلی تھی جس کو مسیح جی اُٹھنے کے بعد دکھائی دیا جبکہ وہ قبر پر فتح پا کے جی اُٹھا۔ یہ امر قابل غور اور پُر از تعلیم ہے۔

ہم کسی طرح کا شک نہ کریں کہ ہمارے خداوند نے مریم مگدلینی پر ظاہر ہونے کے ذریعے یہ ثابت کر دیا کہ وہ محبت اور وفاداری کی کیسی قدر کرتا ہے۔ صلیب کے وقت سب سے آخر تک ٹھیری رہی اور قبر پر سب سے پہلے پہنچی۔ اِس دُنیا میں مسیح کا اقرار تو اُس نے سب سے پیچھے کیا۔ لیکن جب وہ مر گیا تو اُس نے سب سے

پہلے اُس کی تعظیم کی۔ اِس محبت بھری شاگرد کو سب سے پہلے یہ نصیب ہُوا کہ اُس کو دیکھے جب وہ فتحیاب ہو کر اُٹھا۔ اِس کی غرض یہ تھی کہ کلیسیا کے لئے یہ دائمی یادگار ہو کہ جو مسیح کی عزت کرتے ہیں وہ بھی اُن کی عزت کرتا ہے۔ اور جو اِس دُنیا میں اُس کے لئے بہت کچھ کرتے ہیں وہ اِس دُنیا میں بھی اُن کے لئے بہت کچھ کریگا۔ کاش کہ ہم اِسے کبھی نہ بھُولیں۔ کاش کہ ہم ہمیشہ اِسے یاد رکھیں کہ جو لوگ مسیح کی خاطر سب کچھ ترک کرتے ہیں اُن کو اِسی دُنیا میں سَو گُنا ملیگا (متی ۱۹ ۲۹)۔

اور ہم یہ بھی شک نہ کریں کہ ہمارے خداوند کا مریم مگدلینی پر پہلے ظاہر ہونا اُن سب کی تسلّی کے لئے تھا جو سخت گناہوں میں مُبتلا ہونے کے بعد تائب ایماندار ہو گئے۔ اِس کا یہ مقصد بھی تھا کہ ہم خواہ کیسے ہی گر گئے ہوں اگر ہم توبہ کر کے انجیل پر ایمان لائیں تو خدا کے ساتھ کامل ملاپ حاصل کر سکتے ہیں۔ گو پہلے ہم بہت دُور تھے اب نزدیک ہو گئے۔ "پرانی چیزیں گزر گئیں اور سب چیزیں نئی ہو گئی ہیں" (۲ کرنتھی ۵: ۱۷) خدا کی نظر میں مسیح کا خون ہم کو بالکل صاف کر دیتا ہے۔ گو ہم شروع میں آگسٹین اور جان نیوٹن کی طرح ہوں اور ہر طرح کی بدی میں پیشوا رہے ہوں لیکن جب مسیح کے پاس آ گئے تو لاکلام ہمارے سارے گناہ بخشے گئے۔ ہم دلیری سے نزدیک آئیں اور بھروسہ کے ساتھ اُس کے پاس پہنچیں۔ مریم مگدلینی کی طرح ہمارے گُناہ اور قصور ہمیشہ کے لئے معاف ہو گئے۔

نیز یہ سبق بھی اِن آیات سے سیکھنے کے قابل ہے کہ اچھے سے اچھے مسیحیوں میں بھی کبھی ایمان کی بڑی کمزوری پائی جاتی ہے۔ اِس عبارت میں تین دفعہ مرقس نے گیارہ رسولوں کی کم اعتقادی کا ذکر کیا۔ ایک دفعہ جب مریم مگدلینی نے اُن کو کہا کہ خداوند جی اُٹھا ہے "اُنہوں نے ...... یقین نہ کیا۔ پھر جب خداوند اُن دو پر ظاہر ہُوا جو دیہات کو جا رہے تھے اور اُنہوں نے جا کر باقی لوگوں کو خبر دی "مگر اُنہوں

نے اُن کا بھی یقین نہ کیا"۔ سوم جب وہ کھانے پر بیٹھے تھے اور خود ہمارا خداوند اُن پر ظاہر ہُوا تو "اُن کی بے اعتقادی اور سخت دلی پر ملامت کی"۔ یہ اِس امر کی ایک عجیب نادر مثال ہے کہ جو بات آدمی کے پہلے تعصبات اور خیالات کے خلاف ہوتی ہے اُس کو وہ ماننے کے لئے راضی نہیں ہوتا۔ یہ اِس امر کی بھی مثال ہے کہ آدمی صاف تعلیم کو کیسی جلدی بھول جاتا ہے۔ اِن گیارہ شخصوں کو ہمارے خداوند نے بار بار یہ بتایا تھا کہ "مَیں پھر جی اُٹھونگا"۔ تو بھی جب وقت آیا وہ سب فراموش ہو گیا اور وہ بے اعتقاد نکلے۔

مگر اِن نیک لوگوں کے شکوک سے بھی علیم و حکیم خدا کا کچھ مقصد تھا۔ کہ یہ لوگ جو پہلے بے اعتقاد تھے اور آخر کار ایمان لے آئے تو یہ کیسا زبردست ثبوت ہے کہ مسیح فی الحقیقت جی اُٹھا! بدی میں سے بھی نیکی نکالنا خدا کا جلال ہے۔ اِن گیارہ رسولوں کے شکوک اِن آخری ایام میں ہمارے ایمان کی تصدیق ہیں۔

رسولوں کی کم اعتقادی سے ہم ایک عملی سبق سیکھ سکتے ہیں۔ کہ جب ہمارے دلوں میں شک شکوک اُٹھیں تو ہم تعجب نہ کریں۔ دوسرے ایمانداروں میں ہم کامل اُمید کی توقع نہ رکھیں۔ ہم اب تک بدن میں ہیں۔ رسولوں کی طرح ہم میں جذبات پائے جاتے ہیں۔ اِس لئے اگر کبھی ہمارا تجربہ اُن کی طرح ہو اور اگر کبھی ہمارا ایمان اُن کی طرح کمزور ہو تو تعجب نہ کریں۔ ہم بے اعتقادی کا مقابلہ مردانگی سے کریں۔ ہم جاگتے رہیں اور دُعا مانگیں اور بے اعتقادی کے پنجہ سے رہائی پانے کی کوشش کریں لیکن ہم یہ نتیجہ نہ نکالیں کہ ہم کو فضل حاصل نہیں کیونکہ ہمارے دلوں میں شک شکوک پیدا ہوتے ہیں۔ اور نہ یہ سمجھیں کہ چونکہ بعض اوقات ہم میں بے اعتقادی پائی جاتی ہے اِس لئے رسولوں کے ساتھ ہمارا کوئی حصہ بخرہ نہیں۔

اِس عبارت کو چھوڑنے سے پیشتر ہم اپنے آپ سے یہ سوال کریں کہ آیا ہم مسیح

کے ساتھ جی اُٹھے ہیں اور روحانی طور پر اُس کی قیامت میں شریک ہوئے ہیں۔ یہ ایک ضروری بات ہے عقل سے سچی دین کے اُمور کو جاننا اور زبان سے اُن کی نسبت دلیلیں پیش کرنا ہماری روحوں کو نجات نہ دیگا۔ ہم اپنے تئیں خدا کے سپرد کریں گویا ہم مُردوں میں سے جی اُٹھے ہیں (رومیوں ۶-۱۳) ہمیں گناہ کی موت سے جی اُٹھنا اور نئی زندگی میں چلنا ضرور ہے۔ صرف یہی نجات بخش مسیحیت ہے۔

مرقس ۱۶: ۱۵-۱۸ (۱۵) اور اُس نے اُن سے کہا کہ تم تمام دُنیا میں جا کر ساری خلق کے سامنے انجیل کی منادی کرو (۱۶) جو ایمان لائے اور بپتسمہ لے وہ نجات پائیگا۔ اور جو ایمان نہ لائے وہ مجرم ٹھیرایا جائیگا (۱۷) اور ایمان لانے والوں کے درمیان یہ معجزے ہونگے۔ وہ میرے نام سے بدرُوحوں کو نکالینگے (۱۸) نئی نئی زبانیں بولینگے۔ سانپوں کو اُٹھا لینگے۔ اگر کوئی ہلاک کرنے والی چیز پئینگے اُنہیں کچھ ضرر نہ پہنچیگا۔ وہ بیماروں پر ہاتھ رکھینگے تو اچھے ہو جائینگے۔

ان آیات میں اول تو یہ امر قابلِ غور ہے کہ ہمارے خداوند نے اپنے رسولوں کو الوداع کہتے وقت کیا حکم دیا تھا۔ یہ اُس کی آخری وصیت تھی۔ اُس کے دوبارہ آنے تک جو خدمت انہیں سرانجام دینی تھی اُس نے اُس کا وسیع اور عمیق الفاظ میں بیان کیا "تم تمام دُنیا میں جا کر ساری خلق کے سامنے انجیل کی منادی کرو۔" خداوند یسوع ہمیں یہ بتانا چاہتا تھا کہ ساری دُنیا کو انجیل کی ضرورت تھی۔ کرۂ ارض کے ہر طبقے میں انسان کی حالت یکساں ہے۔ وہ گنہگار۔ بگڑا ہؤا اور خدا

سے جُدا ہے۔ خواہ شائستہ ہو یا غیر شائستہ۔ خواہ چین میں ہو یا افریقہ میں۔ وہ بلحاظ فطرت یکساں ہے۔ بے علم۔ ناپاک۔ بے اعتقاد۔ اور بے محبت۔ جہاں کہیں کوئی بنی نوع انسان ملیگا خواہ اُس کا کچھ ہی رنگ ہو اُس کا دل بد ہے اور اُسے مسیح کے خون نیا بنانے والے رُوح القدس اور خدا کے ساتھ ملاپ کی ضرورت ہے۔

خداوند یسُوع ہمیں یہ بھی بتانا چاہتا ہے کہ جس نجات کا ذکر انجیل میں آیا ہے وہ کُل نوع انسان کے سامنے مفت پیش کی جاتی ہے۔ یہ خوشخبری کہ "خدا نے دُنیا کو ایسا پیار کیا کہ اُس نے اپنا اکلوتا بیٹا بخش دیا"۔ اور یہ کہ "مسیح نے بیدینوں کے لئے جان دی"۔ ہر ایک مخلوق کے سامنے مُفت پیش کی جائے۔ ہمارا کوئی حق نہیں کہ اس اعلان میں ہم کسی طرح کی کمی بیشی کریں۔ اور نہ یہ انعام محض برگزیدوں تک محدود ہے۔ اگر ہم کسی کو یہ بتانے سے پرہیز کریں کہ خدا تمہارے لئے پُر از محبت ہے اور مسیح تم کو بچانا چاہتا ہے تو مسیح کے الفاظ کے پُورے معنی سے گریز کرتے اور اُس کے قول کی وسعت کو گھٹا دیتے ہیں۔ "جو کوئی چاہے آبِ حیات مُفت لے" (مکاشفہ ۲۲: ۱۷)۔

مسیح کے اِن الفاظ میں مشنری خدمت کی زبردست دلیل پائی جاتی ہے خواہ وہ خدمت اپنے مُلک میں ہو خواہ غیر ممالک میں۔ اِن الفاظ کو یاد رکھتے ہوئے ہم کُل نوعِ انسان کی رُوحوں کی بہتری کرنے سے تھک نہ جائیں۔ اگر ہم غیر ممالک میں جا کر انجیل نہیں سُنا سکتے تو کم از کم اپنے مُلک میں اپنے وطن میں تو یہ کر سکتے ہیں۔ ہم برابر محنت کرتے جائیں جو لوگ مشنری کام کو پسند نہیں کرتے اور اُسے حقیر جانتے ہیں اُن کے طعن و تشنیع کی پروا نہ کریں۔ ہم ایسے لوگوں پہ ترس کھائیں۔ اِس سے تو یہ ظاہر ہوتا ہے کہ وہ کتاب مقدس اور مسیح کے منشاء

کا علم نہیں رکھتے۔

دوسری بات یہ ہے کہ جو لوگ انجیل سُنینگے اُن کے سامنے خداوند کونسی شرائط پیش کرتا ہے "جو ایمان لائے اور بپتسمہ پائے وہ نجات پائیگا اور جو ایمان نہ لائے وہ مجرم ٹھیرایا جائیگا"۔ اِس جُملہ کا ہر لفظ بڑا اہم ہے اور اِس کے ہر لفظ پر خُوب غور کرنا چاہئے۔

یہاں ہمیں بپتسمہ کی اہمیت سکھائی گئی ہے۔ جہاں یہ رسم ادا ہو سکے وہاں یہ نجات کے لئے عموماً لازمی ہے۔ نہ صرف یہ لکھا ہے کہ "جو ایمان لائے" بلکہ یہ کہ "جو ایمان لائے اور بپتسمہ پائے وہ نجات پائیگا"۔ البتہ ہزاروں ایسے لوگ ملینگے جو اپنے بپتسمے سے ذرا بھی فائدہ نہیں اُٹھاتے۔ ہزاروں نے رسمی طور پر یہ بپتسمہ پایا لیکن مسیح کے خُون میں اُن کو غُسل نہیں ملا۔ لیکن اِس سے یہ نتیجہ نہیں نکلتا کہ ہم بپتسمہ کو حقیر جانیں یا نظر انداز کریں۔ اِس رسم کو خود مسیح نے مقرر کیا تھا اور جب ادب سے اور سوچ سمجھ کر دُعا کے ذریعہ اِس رسم پر عمل کیا جاتا ہے تو بلاشک خاص برکت ملتی ہے۔ بپتسمے کے پانی میں کوئی فضل نہیں۔ بلکہ ظاہری پانی سے پرے ہمیں نظر ڈالنی چاہئے یعنی اُس کی طرف جس نے اِس کا حکم دیا۔ لیکن بپتسمہ کے وقت مسیح کا اقرار لازمی ہے کیونکہ خود مسیح خداوند نے اِس کا حکم دیا تھا اور جب صحیح طور سے اِس رسم پر عمل ہو تو ہم یقین کر سکتے ہیں کہ وہ اپنی برکت کی مُہر اِس پر لگائیگا۔

علاوہ ازیں ہم کو یہ بھی تعلیم ملتی ہے کہ نجات کے لئے مسیح پر ایمان لانا لازمی امر ہے "جو ایمان نہیں لاتا" وہ ہمیشہ کے لئے ہلاک ہُوا۔ خواہ اُس نے بپتسمہ پالیا ہو یا ظاہری کلیسیا کا ممبر بھی بن گیا ہو۔ اور خداوند کے دستر خوان میں بھی برابر شریک ہوتا ہو۔ خواہ وہ عقلی طور سے عقیدے کے سارے مسائل سے بھی واقف ہو لیکن اگر

اُس میں مسیح پر نجات بخش ایمان نہیں تو اُن ساری باتوں سے اُس کو کچھ فائدہ نہ ہوگا۔ کیا ہمیں یہ ایمان حاصل ہے؟ یہ سوال ہر شخص اپنے آپ سے کرے۔ اگر ہم اپنے گُناہوں کو محسوس نہ کریں اور اُن کو محسوس کر کے مسیح کو مضبوطی سے پکڑ نہ لیں تو ہمارے لئے یہ بہتر ہوتا کہ ہم کبھی پیدا ہی نہ ہوتے۔

علاوہ ازیں یہاں یہ بھی تعلیم ہے کہ جو لوگ بغیر ایمان لائے مرجاتے ہیں خدا اُن کو ضرور سزا دیتا ہے۔ "جو ایمان نہ لائے وہ مجرم ٹھہرایا جائیگا"۔ یہ الفاظ کیسے ہولناک معلوم دیتے ہیں! کیسا خوفناک یہ خیال ہے کہ یہ الفاظ اُس کی زبان سے نکلے جس نے فرمایا تھا کہ "میری باتیں ہرگز نہ ٹلینگی" اِس لئے فضول باتوں سے کوئی شخص اپنے تئیں دھوکا نہ دے۔ جو لوگ بدی و شرارت سے باز نہیں آتے اور مسیح پر ایمان لائے بغیر اِس دُنیا سے چل دیتے ہیں اُن کے لئے وہ ابدی دوزخ دھرا ہے۔ انجیل میں جس قدر رحم ہمارے سامنے پیش کیا جاتا ہے اُسی قدر اُن لوگوں کی خطا ہے جو ضد سے ایمان نہیں لاتے۔ کاشکہ یہ لوگ دانا ہوتے! کاشکہ وہ اپنے انجام پر نظر ڈالتے؟ (استثنا ۳۲-۲۹) جس نے صلیب پر جان دی اُس نے ہم کو صاف طور سے آگاہ کیا کہ دوزخ تو ہے اور کہ بے ایمان مجرم ٹھہرینگے۔ ہم خبردار ہوں مبادا یہ آگاہی ہمارے لئے بیسود ٹھہرے۔

آخری سبق اِس عبارت میں یہ ہے کہ ہمارے خداوند نے وداع ہوتے وقت اپنے رسولوں سے کیسے قیمتی اور پُر فضل وعدے کئے۔ اُسے معلوم تھا کہ جو کام مَیں اُن کے سپرد کر رہا ہوں اُس میں کیسی مُشکلات ہیں۔ وہ جانتا تھا کہ انہیں بُت پرستی۔ دُنیا اور شیطان سے کیسا سخت جنگ کرنا تھا۔ اِس لئے یہ کہکر اُن کے دِل کو خوش کیا کہ معجزوں کے ذریعے اُن کے کام کو ترقی ہوگی۔ "ایمان لانے والوں کے درمیان یہ معجزے ہونگے۔ وہ میرے نام سے بدروحوں کو نکالینگے۔

نئی نئی زبانیں بولینگے۔ سانپوں کو اُٹھا لینگے۔ اگر کوئی ہلاک کرنے والی چیزیں پئینگے تو اُنہیں کوئی ضرر نہ پہنچیگا۔ وہ بیماروں پر ہاتھ رکھینگے تو اچھے ہو جائینگے"۔ اِن وعدوں میں سے اکثروں کے پُورا کرنے کا ذکر اعمال کی کتاب میں آیا ہے۔

شاید ایسے معجزوں کا زمانہ گزر گیا اور نہ ایسے معجزے کلیسیا کے لئے ہمیشہ تک جاری رہنے ضرور تھے۔ پودوں کو جب لگاتے ہیں تو اُن کو روزانہ پانی اور نگرانی کی ضرورت ہوتی ہے۔ اور اگر معجزے روزمرہ ہُوا کرتے تو وہ معجزے ہی نہ رہتے۔ اِس کو یاد رکھنے سے ہم کئی مُشکلات سے بچینگے گو جسمانی معجزات کا زمانہ جاتا رہا ہو لیکن یہ تسلی کا باعث ہے کہ مسیح کی کلیسیا کو خاص موقعوں اور ضرورتوں کے وقت خاص مدد ضرور ملیگی۔ کلیسیا کا سر اپنے ایماندار اعضا کو کبھی ترک نہ کریگا۔ اُس کی نظر ہمیشہ اُن پر لگی رہیگی۔ وہ ہمیشہ عین وقت پر اُن کی مدد کرتا رہیگا۔ "جب دُشمن سیلاب کی طرح آئیگا تو خداوند کا رُوح اُن کے خلاف جھنڈا کھڑا کریگا" (یسعیاہ ۵۹ - ۱۹)۔

بالآخر۔ ہم کبھی یہ فراموش نہ کریں کہ اِس دُنیا میں مسیح کی ایماندار کلیسیا بذات خود ایک معجزہ ہے۔ اُس کلیسیا کے ہر ممبر اور عُضو کا فضل میں قائم اور مستقل رہنا ایسا ہی بڑا ایک نشان اور عجوبہ ہے جیسا لعزر کا مُردوں میں سے جی اُٹھنا۔ ہر مقدس کا از سر نو بننا ایسا بڑا عجیب کام ہے جیسے بدرُوحوں کو نکالنا - یا بیماروں کو چنگا کرنا یا غیر زبانوں میں بولنا۔ اِس کے لئے ہم خدا کا شکر کریں اور حوصلہ کریں۔ روحانی معجزوں کا زمانہ گزر نہیں گیا۔ وہ کیسے مبارک ہیں جنہوں نے بذریعہ تجربہ یہ حق سیکھا اور جو یہ کہہ سکتے ہیں کہ "میں مر گیا تھا پر اب زندہ ہوں - میں اندھا تھا پر اب دیکھتا ہوں"۔

مرقس ۱۶: ۱۹ و ۲۰ (۱۹) غرض خداوند یسُوعؑ اُن سے کلام کرنے کے بعد آسمان پر اُٹھایا گیا۔ اور خدا کی دہنی طرف بیٹھ گیا (۲۰) پھر اُنہوں نے نکل کر ہر جگہ منادی کی۔ اور خداوند اُن کے ساتھ کلام کرتا رہا۔ اور کلام کو اُن معجزوں کے وسیلے سے جو ساتھ ساتھ ہوتے تھے ثابت کرتا رہا۔ آمین ؛

یہ دو آیات مرقس کی انجیل کے خاتمہ کی آیات ہیں۔ گو یہ مقام مختصر سا ہے لیکن ہمارے خداوند یسُوع مسیح کی زمینی خدمت کا مناسب خاتمہ ہے۔ اس مقام میں اس بات کا ذکر ہے کہ ہمارا خداوند اس جہان کو چھوڑنے کے بعد جب عالمِ بالا پر چڑھ گیا تو کہاں چلا گیا۔ پھر یہ بیان ہے کہ اپنے اُستاد کے چلے جانے کے بعد اُس کے شاگردوں کا کیا تجربہ ہُوا اور اُس کے دوبارہ آنے تک سب سچے مسیحیوں کو کس امر کے متوقع رہنا چاہئے۔

ان آیات میں اول تو یہ قابلِ لحاظ ہے کہ ہمارا خداوند اِس زمین پر اپنا کام ختم کر کس جگہ گیا اور کہاں وہ اب ہے۔ یہ لکھا ہے کہ "وہ آسمان پر اُٹھایا گیا اور خدا کی دہنی طرف بیٹھ گیا"۔ جس جلال میں وہ اِس دُنیا میں آنے سے پیشتر تھا اُسی میں پھر واپس چلا گیا۔ اِس ہمارے ظفریاب درمیانی اور منجی کو آسمان میں عزت و قدرت کا ایسا اعلیٰ درجہ حاصل ہُوا جس کا ہم صرف قیاس کر سکتے تھے وہاں وہ بیٹھا ہے۔ لیکن بیکار و کاہل نہیں۔ بلکہ اُسی مبارک کام میں مشغول ہے جس کے لئے اُس نے زمین پر جان دی تھی۔ وہاں وہ زندہ ہے اور اُن سب کے لئے سفارش کر رہا ہے جو اُس کے وسیلے خدا کے پاس آتے ہیں اور اِس لئے وہ اُن کو غایت تک بچانے پر قادر ہے (عبرانی ۷-۲۵)

سارے سچے مسیحیوں کے لئے یہاں پُختہ تسلی پائی جاتی ہے ۔ انہیں اِس بد دُنیا میں زندگی بسر کرنا پڑتا ہے ۔ اُن کو اکثر بہت باتوں کے بارے میں فکر اور تکلیف اُٹھانی پڑتی ہے ۔ اور اپنی کمزوریوں اور قصوروں کی وجہ سے اُن کو سخت غم و رنج اُٹھانا پڑتا ہے ۔ اُنہیں اِس فانی دُنیا میں رہنا پڑتا ہے ۔ وہ محسوس کرتے ہیں کہ اُن کے بدن معرضِ زوال اور انحلال میں ہیں ۔ اور یہ خوفناک منظر اُن کے آگے دھرا ہے کہ وہ ایک نامعلوم جہان میں جلد رحلت کر جائینگے ۔ اُس وقت اُن کو کیا تسلی ہوگی ؟ وہ اِس خیال پر تکیہ کر سکتے ہیں کہ اُن کا نجات دہندہ آسمان میں ہے جو نہ اُونگھتا ہے اور نہ سوتا ہے اور جو ہمیشہ مدد کے لئے تیار ہے ۔ اُنہیں یہ یاد رکھنا چاہئے کہ گو وہ سو جائیں لیکن یسُوع جاگتا ہے ۔ گو وہ تھک جائیں لیکن یسُوع کبھی نہیں تھکتا ۔ گو وہ کمزور ہیں پر یسُوع کبھی نہیں مرتا ۔ یہ خیال کیسا مبارک ہے ۔ ہمارا نجات دہندہ گو اب غیر مرئی ہے وہ فی الحقیقت زندہ شخص ہے ۔ ہم ایسے مسکن کی طرف سفر کر رہے ہیں جہاں ہمارا بہترین دوست ہمارے لئے جگہ تیار کرنے گیا ہے (یُوحنا ۱۴ : ۱-۲) ۔ وہ پیش رَو وہاں جا پہنچا ہے اور اُس نے ساری چیزیں تیار کر رکھی ہیں ۔ کچھ تعجب نہیں کہ پولس رسُول نے یہ فرمایا "کون ہے جو مجُرم ٹھیرائیگا ؟ مسیح یسُوع وہ ہے جو مر گیا بلکہ مُردوں میں سے بھی جی اُٹھا اور خدا کی دہنی طرف ہے اور ہماری شفاعت بھی کرتا ہے" (رومیوں ۸ : ۳۴) ۔

دوسری بات یہ قابلِ لحاظ ہے کہ جو برکت ہمارا خداوند یسُوع مسیح اُن سب کو عطا کرتا ہے جو ایمانداری سے اُس کے لئے کام کرتے ہیں ۔ ہم کو یہ بتایا گیا کہ جب شاگرد باہر گئے اور کلام سُناتے تھے" تو خداوند اُن کے

ساتھ کام کرتا رہا" "اور کلام کو اُن معجزوں کے وسیلے سے ....ثابت کرتا رہا"۔ اعمال کی کتاب اور تاریخ کلیسیا کے اوراق سے ہم کو بخوبی معلوم ہے کہ کس طرح سے یہ کلمات راست ثابت ہوئے۔ ہم جانتے ہیں کہ قید اور مصیبتیں۔ ایذارسانیاں اور مخالفتیں مسیح کی فصل میں مزدوروں کو پہلے پھل کے طور پر حاصل ہوئے لیکن ہمیں یہ بھی معلوم ہے کہ شیطان کی ہر کوشش کے باوجود صداقت کے کام کی بشارت رائگاں ثابت نہ ہوئی۔ دُنیا میں سے ایماندار وقتاً فوقتاً جمع ہوتے رہے مقدسوں کی کلیسیائیں شہر شہر میں اور مُلک مُلک میں قائم ہوتی گئیں۔ مسیحی دین کا چھوٹا سا بیج بتدریج بڑھتے بڑھتے ایک بڑا درخت ہوگیا۔ خود مسیح اپنے کارندوں کے ساتھ کام کرتا رہا اور باوجود ہر طرح کی مُشکلات کے اُس کا کام ہوتا چلا گیا۔ اچھا بیج کبھی بالکل ضائع نہ ہُوا۔ جلد یا دیر بعد نشانات ساتھ ساتھ ہوتے رہے۔

ہم شک نہ کریں کہ یہ باتیں ہماری حوصلہ افزائی کے لئے لکھی گئیں جن پر زمانوں کے انجام دھرے گئے۔ ہم یقین کریں کہ جو لوگ ایمانداری سے مسیح کے لئے کام کرتے ہیں وہ آخر کار اپنے کام کو بے سُود نہ پائینگے۔ ہم صبر سے محنت کرتے جائیں خواہ ہم کسی حالت یا درجہ میں ہوں ہم بشارت دیتے اور تعلیم دیتے رہیں۔ کلام سُناتے۔ تحریر کرتے آگاہی اور گواہی دیتے چلے جائیں اور یقین رکھیں کہ ہماری محنت بیفائدہ نہیں۔ ہم تو شاید مرجائیں اور اپنے کام کا کچھ نتیجہ نہ دیکھیں۔ لیکن آخری دن یقیناً یہ ثابت کردیگا کہ خداوند یسوع ہمیشہ اُن کے ساتھ کام کرتا رہا جو اُس کے لئے کام کرتے رہے اور کہ اُن کے ساتھ ساتھ نشانات ہوتے تھے گو اُن کارندوں کو اُن کا دیکھنا نصیب نہ ہُوا۔ پس ہم استقلال اور صبر سے کام کرتے رہیں اور خداوند کے کام میں ہمیشہ ترقی کرتے جائیں۔ شاید

ہم کو اس سفر میں طرح طرح کا رنج و الم اُٹھانا پڑے اور بیج بونے میں آنسو بہانے پڑیں لیکن اگر ہم مسیح کا قیمتی بیج بوتے ہیں تو "خوشی سے گاتے ہوئے اپنی پُولیاں اُٹھائے ہوئے پھر آئینگے" (اکر نتھی ۱۵-۵۸ + زبور ۱۲۶-۶)-

اب مرقس کی انجیل کی ان آخری آیات کا مطالعہ بند کرنے سے پہلے اپنے دل اور زندگی کو پرکھیں اور اُن کا امتحان کریں - ہم اس امر پر قناعت کریں کہ جو باتیں یہاں خداوند یسوعؔ کے بارے میں ہماری تعلیم کے لئے لکھی گئیں اُن کو ہم نے اپنی آنکھوں سے دیکھا یا سُنا تھا لیکن ہم اپنے آپ سے یہ سوال کریں کہ آیا ہم کو کچھ یہ بھی معلوم ہے کہ مسیح ایمان کے ذریعہ ہمارے دلوں میں بستا ہے؟ کیا رُوح القدس" ہماری رُوح کے ساتھ گواہی دیتی ہے" کہ مسیح ہمارا ہے اور ہم مسیح کے ہیں"؟ کیا ہم فی الحقیقت یہ کہہ سکتے ہیں کہ ہم خدا کے بیٹے میں ایمان کی زندگی بسر کر رہے ہیں"؟ اور کہ ہم نے تجربے سے یہ معلوم کر لیا ہے کہ مسیح ہماری رُوحوں کے لئے قیمتی ہے؟ یہ سنجیدہ سوالات ہیں، اور نہایت غور طلب ہیں - ہم چین نہ کریں جب تک کہ ہم ان سوالات کا تسلّی بخش جواب نہ دے سکیں! "جس کے پاس بیٹا ہے اُس کے پاس زندگی ہے اور جس کے پاس بیٹا نہیں اُس کے پاس زندگی نہیں" (ایوحنا ۵-۱۲) +

تفسیرِ مرقس

فہرستِ مضامین

تفسیر مرقس

فہرستِ مضامین

پی۔آر۔بی۔ ایس۔ پریس انارکلی۔ لاہور میں چھپی
اور مسٹر ایف۔ ڈی۔ وارث سیکرٹری پنجاب
ریلیجس بک سوسائٹی انارکلی لاہور نے شائع کی